بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللہ ﷺ:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِيْ الدِّيْنِ.

(صحيح البخاري ١٦/١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣/١ رقم: ١٠٣٧)

کتابُ النوازل

منتخب فتاویٰ: مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری
نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

(جلدِ ثانی عشر)

کتاب الوکالۃ – تا – کتاب الغصب

ترتیب وتحقیق:

(مفتی) محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

ناشر
المرکز العلمي للنشر والتحقیق
لال باغ مرادآباد

○ نام کتاب : کتاب النوازل (جلدِ ثانی عشر)
○ منتخب فتاویٰ : مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری
○ ترتیب وتحقیق : مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی
○ کمپیوٹر کتابت : محمد اسجد قاسمی مظفرنگری
○ ناشر : **المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مرادآباد**
09412635154 - 09058602750
○ تقسیم کار : فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ دریا گنج دہلی
011-23289786 - 23289159
○ اشاعتِ اول : ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق جنوری ۲۰۱۶ء
○ صفحات : ۶۴۰
○ قیمت : ۴۰۰/روپئے

ملنے کے پتے:

○ مرکز نشر وتحقیق لال باغ مرادآباد **09058602750**
○ مکتبہ صدیق اینڈ کلاتھ ہاؤس لال باغ مرادآباد **09997747293**
○ کتب خانہ یحیوی محلہ مفتی سہارن پور
○ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

* * *

مسائل کی پوچھ تاچھ

قَالَ اللّٰہُ تبَارَکَ وَتعَالیٰ:

فَسْئَلُوْٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

[الأنبيآء: ٧]

ترجمہ : پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔

* * *

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ.

(سنن أبي داؤد ٤٩/١ رقم: ٣٣٦، سنن ابن ماجة ٤٣/١ قم: ٥٧٢)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینانِ قلب کا ذریعہ (معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کر لینا ہے۔

* * *

اجمالی فہرست

کتاب الوکالۃ

☐ وکالت کے مسائل ---------- ۳۱-۴۳

کتاب الدعویٰ والقضاء

☐ دعویٰ سے متعلق مسائل ---------- ۴۴-۵۳
☐ قضاء قاضی سے متعلق مسائل ---------- ۵۴-۶۲

کتاب الشرکۃ والمضاربۃ

☐ شرکت ومضاربت ---------- ۶۳-۱۲۴

کتاب الودیعۃ

☐ امانت وودیعت ---------- ۱۲۵-۱۴۸

کتاب الہبۃ

☐ ہبہ اور ہدیہ کے احکام ---------- ۱۴۹-۲۵۰

کتاب الاجارۃ

☐ اجارہ کے مسائل ---------- ۲۵۲-۲۹۶
☐ مکان ودوکان کی کرایہ داری ---------- ۲۹۷-۳۴۵

☐ دلالی اور کمیشن کے مسائل ------------------------------ ۳۴۶-۳۹۸
☐ قفیز طحان اور اُس کی نظائر کا حکم ------------------------------ ۳۹۹-۴۰۳
☐ سفتجہ اور ہنڈی کے مسائل ------------------------------ ۴۰۴-۴۱۲
☐ جانوروں کو پال پر دینا ------------------------------ ۴۱۳-۴۲۲
☐ اُجرت علی الطاعت کے مسائل ------------------------------ ۴۲۳-۴۳۵
☐ قرآن خوانی اور تلاوت پر اُجرت ------------------------------ ۴۳۶-۴۴۷
☐ تعویذ اور جھاڑ پھونک پر اُجرت ------------------------------ ۴۴۸-۴۵۲
☐ نکاح خوانی کی اُجرت ------------------------------ ۴۵۳-۴۵۹
☐ اِجارۂ فاسدہ ومکروہہ ------------------------------ ۴۶۰-۴۷۶
☐ معاصی اور تعاون علی المعصیت پر اُجرت ------------------------------ ۴۷۷-۵۰۰
☐ جائز وناجائز ملازمت ------------------------------ ۵۰۱-۵۳۰
☐ مزارعت ------------------------------ ۵۳۱-۵۴۶

کتاب الغصب

☐ غصب سے متعلق مسائل ------------------------------ ۵۴۷-۶۱۴
☐ بجلی اور پانی کی چوری کا حکم ------------------------------ ۶۱۵-۶۲۸
☐ مغصوبہ چیز کی واپسی کے اَحکام ------------------------------ ۶۲۹-۶۴۰

◆

تفصیلی فہرست

کتاب الوکالۃ

وکالت کے مسائل ۳۲

○ وکلاء کی آمدنی حلال ہے یا نہیں؟ ---------- ۳۲
○ وکیل کا مؤکل کے سامان لانے پر کرایہ یا محنتانہ وصول کرنا؟ ---------- ۳۳
○ کیا سو روپے کے رومال ۹۶/روپے میں خرید کر ۴/روپے وکیل بالشراء استعمال کر سکتا ہے؟ --- ۳۴
○ وکیل بالبیع کا خود خریداری کرنا؟ ---------- ۳۵
○ وکیل نے مؤکل کا دیا ہوا روپیہ اپنی تجارت میں لگا لیا؟ ---------- ۳۷
○ بائع کا بیٹا اگر اُس کی توکیل کے بغیر مشتری سے ثمن وصول کر لے تو کیا حکم ہے؟ ------ ۳۸
○ مؤکل سے پوری رقم لے کر ٹیچروں کو کم دینا؟ ---------- ۳۹
○ عوامی راشن سے بچی ہوئی اشیاء کو ڈیلر کا فروخت کرنا؟ ---------- ۴۰
○ اپنے مال سے دوسرے کو تجارت کرنے اور شیئرز خریدنے کا وکیل بنانا ---------- ۴۱

کتاب الدعویٰ والقضاء

دعویٰ سے متعلق مسائل ۴۴

○ بیوی کا شوہر کے نصف مکان پر ملکیت کا دعویٰ کرنا؟ ---------- ۴۴
○ بیوی کے مرنے کے بعد شوہر کے بنائے ہوئے مکان پر بیوی کے بھائیوں کا دعویٰ کرنا؟ --- ۴۶

- عوامی چندہ سے بنی ہوئی عمارت پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرنا؟ -------------------- ۴۷
- عاریۃً رہنے کیلئے دیئے ہوئے مکان پر ملکیت کا دعویٰ کرنا؟ -------------------- ۴۸
- بیوی کے فلیٹ میں شوہر کا روپیہ لگا کر ملکیت کا دعویٰ کرنا؟ -------------------- ۵۰
- عورت (مزنیہ) کے دعویٰ سے زنا کا ثبوت -------------------- ۵۱
- محض زنا کا الزام لگانے سے جرم ثابت نہ ہوگا -------------------- ۵۲

قضاء قاضی سے متعلق مسائل ۵۴

- حاکم کا حق کو چھپانا اور ظالم کی حمایت کرنا -------------------- ۵۴
- سرکاری حاکم کا اپنے ماتحتوں سے ہدیہ لینا اور ان کے یہاں دعوت کھانا؟ ---------- ۵۵
- خلافِ شرع فیصلہ کرکے ناحق کسی کا حق مارنا؟ -------------------- ۵۶
- اجتماعی مسئلہ میں ایک سرپنچ کا فیصلہ قابل قبول نہ ہوگا -------------------- ۵۷
- زمینی نزاع کو حل کرنے کے لئے غیر مسلم پرشاسن کا سہارا لینا؟ -------------------- ۵۸
- مسلمانوں کو اپنے مسائل میں غیر مسلم کو پنچ اور فیصل بنانا؟ -------------------- ۵۹
- ناحق مقدمہ میں ماخوذ ہونے والے کا مقدمہ لگانے والے سے مقدمہ کا خرچ وصول کرنا؟ --- ۶۰

کتاب الشرکۃ والمضاربۃ

شرکت ومضاربت ۶۴

- مضاربت کسے کہتے ہیں؟ -------------------- ۶۴
- بینک کی آمدنی سے عقد مضاربت کرنا؟ -------------------- ۶۵
- مضاربت میں ایک کا روپیہ اور دوسرے کا عمل اور نفع نقصان میں برابری کی شرط لگانا؟ --- ۶۶
- کیا شریک فی العمل اصل رأس المال میں بھی حصہ دار ہوگا؟ -------------------- ۶۷
- اگر مضارب مال کے ضائع ہونے کا دعویٰ کرے تو نقصان کا ضامن کون ہوگا؟ ------- ۶۸

- عقدِ مضاربت میں رأس المال ہلاک ہوجانے پر مضارب پر تاوان نہیں ---------- ۶۹
- مجہول طریقے پر مضاربت کا معاملہ؟ ---------- ۶۰
- مضاربت میں مال لگانے والے کا اپنے لئے منافع متعین کرنا؟ ---------- ۷۲
- شرکت و مضاربت کے علاوہ مشترک کاروبار کرنے کی کیا شکل ہے؟ ---------- ۷۳
- مضاربت کی ایک شکل اور اُس کا حکم؟ ---------- ۷۴
- مضاربت کی مختلف شکلیں اور اُن کے اَحکام؟ ---------- ۷۵
- مشترکہ کاروبار میں سرمایہ لگاکر صرف نفع میں شرکت کی شرط لگانا؟ ---------- ۷۸
- اُدھار قسطوں پر جمع شدہ رقم کو پیشگی شرکت کا حصہ مان کر نفع دینا؟ ---------- ۸۲
- بیوی سے مہر کی رقم واپس لے کر کاروبار میں لگانے پر منافع کا حق دار کون ہوگا؟ ---------- ۸۳
- غیر متعین نفع کے ساتھ کاروبار میں شرکت؟ ---------- ۸۴
- منافع کی رقم متعین کرکے دوکان میں شرکت کرنا؟ ---------- ۸۵
- روپیہ میں بیس پیسے کے حساب سے کاروبار میں شریک بنانا ---------- ۸۶
- تین فیصد خریداری پر تجارت میں شرکت کرنا؟ ---------- ۸۷
- ۲۵ رفی صد نفع دینے کی شرط پر کاروبار میں شریک ہونا؟ ---------- ۸۸
- نفع ونقصان میں شرکت کے بغیر ماہانہ تین ہزار منافع دینے کی شرط لگانا؟ ---------- ۹۰
- کاروبار کے لئے پیسہ دے کر سیزن کے حساب سے متعینہ رقم لینا؟ ---------- ۹۱
- مشترکہ بیکری سے ایک شریک کا ماہانہ رقم متعین کرکے لینا؟ ---------- ۹۱
- مشترکہ دوکان سے بغیر لکھے اپنی ضرورت کے لئے رقم لینا؟ ---------- ۹۳
- ۲۰ رفیصدی نفع ونقصان کے ساتھ ۱۵ رلاکھ روپیہ میں شرکت کرکے سات لاکھ واپس لینا؟ --- ۹۴
- معاملات کی صفائی کے لئے نفع ونقصان کا تحریری ریکارڈ رکھنا؟ ---------- ۹۶
- مشترکہ کاروبار سے علیحدہ ہوجانے کے بعد منافع کا مطالبہ کرنا؟ ---------- ۹۸

○ شرکت عنان میں نفع میں کمی بیشی؟ ---------- ۱۰۱

○ لکڑی چننے، گھاس اکٹھی کرنے اور شکار کرنے میں شرکت کا حکم؟ ---------- ۱۰۲

○ باپ اور چچا کے مشترکہ کاروبار میں معاونت کرنے والے بیٹے کا کتنا حصہ ہے؟ ---------- ۱۰۳

○ کیا باپ کے ساتھ مشترکہ کاروبار کرنے سے اولاد کو بھی مالکانہ حقوق حاصل ہوں گے؟ ---------- ۱۰۴

○ کیا شرکت کے معاملہ میں کام کرنے والا معاوضہ کا مستحق ہے؟ ---------- ۱۰۵

○ شرکت والے معاملہ میں قرض کا نقصان کس طرح تقسیم ہوگا؟ ---------- ۱۰۷

○ اگر مشترکہ زمین کا کوئی حصہ سرکاری سڑک میں آجائے تو شرکاء پر کس حساب سے ذمہ داری آئے گی؟ ---------- ۱۰۷

○ مشترکہ کاروبار کی آمدنی اور اُس سے خریدی ہوئی چیزیں کس طرح تقسیم ہوں گی؟ ---------- ۱۰۸

○ مشترکہ کاروبار کی آمدنی سے خریدی گئی زمین اور دیگر منافع کس طرح تقسیم ہوں گے؟ ---------- ۱۱۰

○ مشترکہ روپیہ سے خریدی ہوئی بس کی آمدنی بھی مشترکہ ہوگی؟ ---------- ۱۱۱

○ بھانجے کی ذاتی رقم سے خریدے ہوئے مکان کے منافع میں ماموں کا شرکت کرنا؟ ---------- ۱۱۳

○ بھانجے کی ذاتی رقم سے ماموں کا مشترکہ کاروبار کرنا؟ ---------- ۱۱۳

○ کیا ایک شریک پورے مشترکہ مکان کو فروخت کرسکتا ہے؟ ---------- ۱۱۴

○ کیا ایک شریک مشترکہ مکان میں سے صرف اپنا حصہ فروخت کرسکتا ہے؟ ---------- ۱۱۵

○ مشترکہ باغ میں سے ایک شریک کا اپنا حصہ فروخت کرنا؟ ---------- ۱۱۶

○ مشترکہ تالاب سے اگر ایک شریک اپنا حصہ فروخت کرے تو حق شفعہ کس کو ملے گا؟ ---------- ۱۱۷

○ ایک شریک کا دیگر شرکاء کو اطلاع دئے بغیر مشترکہ تالاب کی گھاٹی بند کرنا؟ ---------- ۱۱۸

○ شرکاء کی مرضی کے بغیر کسی کو کاروبار میں شریک کرنا اور زائد رقم لینا؟ ---------- ۱۱۹

○ مشترکہ زمین پر شرکاء کی اجازت کے بغیر تعمیر کرنا؟ ---------- ۱۲۱

○ حق کرایہ داری سے ایک شریک کا نام ختم کرنا؟ ---------- ۱۲۲

○ مشترک زمین میں تعمیر کے لئے عوامی چندہ کرنا؟ ---------- ۱۲۳

کتاب الودیعۃ

اَمانت و ودیعت ۱۲۶

- اِسلام میں امانت داری کی تعلیم؟ -- ۱۲۶
- اَمانت کے روپئے کا بعینہٖ محفوظ رکھنا لازم ہے ------------------------------ ۱۲۷
- بینک میں بطور اَمانت روپیہ جمع کرنا؟ ---------------------------------- ۱۲۸
- سونا چاندی کا اَمانت میں لین دین کرنا؟ -------------------------------- ۱۲۹
- اَمانت کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا؟ ------------------------------------ ۱۳۰
- سسر کا اَمانت رکھے ہوئے زیورات بہو کو دینے میں پس وپیش کرنا؟ -------------- ۱۳۱
- کیا اَمانت ادا نہ کرنے والے کی نجات نہیں ہوگی؟ ---------------------------- ۱۳۲
- اَمانت کی واپسی کا ہرجانہ وصول کرنا؟ ------------------------------------- ۱۳۳
- عاریت پر لیا ہوا سونا فروخت کرنا اور اَمانت سے قرض وصول کرنا؟ -------------- ۱۳۳
- اَمانت دار کا انتقال ہوجائے تو ورثہ اُس کے امین ہیں؟ ------------------------ ۱۳۵
- مسلم فنڈ میں جمع شدہ رقم سے بلااِجازت کھاتے داران تجارت کرنا؟ -------------- ۱۳۶
- درزی کا سلائی کے کپڑے میں سے بچا کر اپنے پاس رکھنا؟ ---------------------- ۱۳۷
- گڈی میں روپیہ کم نکلنے پر ضمان کس پر ہوگا؟ ------------------------------ ۱۳۸
- نگراں کی کوتاہی سے مدرسہ کے جانور گم ہوجانے کا ضمان کس پر ہوگا؟ ------------ ۱۳۹
- مدرسہ کی رسید ضائع ہونے پر ضمان -- ۱۴۳
- عاریت پر لی ہوئی سائیکل غائب ہوگئی؟ ------------------------------------ ۱۴۳
- چوری سے توبہ کے لئے کیا مال کی واپسی ضروری ہے؟ -------------------------- ۱۴۵
- اَجیر سے سامان ضائع ہونے پر ضمان کس پر ہوگا؟ ---------------------------- ۱۴۵
- گاڑی حادثہ میں مجروحین اور مہلوکین کے ورثہ کا ڈرائیور سے پیسے وصول کرنا؟ ------ ۱۴۷

کتاب الهبة

ہبہ اور ہدیہ کے اَحکام ۱۵۰

- ○ ہبہ کا زبانی دعویٰ -- ۱۵۰
- ○ قبضہ دیئے بغیر زبانی ہبہ کردہ جائیداد کا حکم؟ ---------------------------------- ۱۵۱
- ○ زبانی ہبہ بغیر قبضہ کے معتبر نہیں؟ -- ۱۵۳
- ○ تاحیات خود مالک رہنے کی شرط پر نابالغ بیٹے کو تمام جائیداد ہبہ کرنا؟ ---------------- ۱۵۴
- ○ صرف بیع نامہ میں نام داخل کرانے سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی ---------------------- ۱۵۵
- ○ کیا ملکیت کے لئے سرکاری رجسٹری ضروری ہے؟ -------------------------------- ۱۵۶
- ○ ہبہ مشاع تام نہیں ہوتا -- ۱۵۶
- ○ دو بیٹوں کو مشترک طور پر دوکان ہبہ کرنا؟ -- ۱۵۷
- ○ غیر مملوکہ جائیداد کا ہبہ کرنا؟ -- ۱۵۹
- ○ ہبہ تام ہونے کے بعد گواہ فوت ہوگئے؟ -- ۱۶۰
- ○ ہبہ تام ہونے کے بعد باطل کرنا؟ -- ۱۶۱
- ○ ہبہ کرنے کے بعد واپسی کا مطالبہ کرنا؟ -- ۱۶۲
- ○ اَولاد کو جائیداد ہبہ کرنے کے بعد واپس لینا؟ ---------------------------------- ۱۶۳
- ○ ہبہ کرنے کے بعد باپ کا جائیداد واپس لینا اور اُس میں تصرف کرنا؟ -------------- ۱۶۴
- ○ باپ کا لڑکوں کے نام زمین ہبہ کرکے اُس میں ثالث کو شریک ٹھہرانا اور اُسے فروخت کرنا؟ --- ۱۶۶
- ○ مکان موہوب پر کسی کو کرایہ دار رکھنا؟ -- ۱۶۸
- ○ بیوی کے نام مکان رجسٹرڈ کرکے کسی عزیز کو بطور عاریت اس میں ٹھہرانا؟ ------------ ۱۶۹
- ○ اپنی جائیداد فروخت کرکے اولاد کی کفالت و پرورش میں خرچ کرنا؟ -------------- ۱۷۰

❍ تعلیمی ضروریات میں رقم خرچ کر کے واپس مانگنا؟ ---------- ۱۷۱

❍ اپنا زیور اپنی مرضی سے خرچ کرنے کے بعد شوہر سے مطالبہ کرنا؟ ---------- ۱۷۲

❍ مکان خرید کر والدہ کے نام کر کے اُس کا مطالبہ کرنا؟ ---------- ۱۷۴

❍ کیا بہن اپنا حصۂ جائداد بھائی کو ہبہ کرنے کے بعد واپس لے سکتی ہے؟ ---------- ۱۷۵

❍ کیا اولاد کا اپنے ماں باپ سے حصہ مانگنا جائز ہے؟ ---------- ۱۷۶

❍ باپ کی زندگی میں بیٹے کا حصہ طلب کرنا؟ ---------- ۱۷۷

❍ اُولاد کے لئے والد کی زندگی میں بٹوارہ کا مطالبہ جائز نہیں؟ ---------- ۱۷۹

❍ باپ کی زندگی میں بیٹے کے پیسوں سے بنایا ہوا مکان کس کی ملکیت ہے؟ ---------- ۱۸۰

❍ باپ کی موجودگی میں اولاد کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی؟ ---------- ۱۸۲

❍ جو لڑکا باپ سے الگ رہتا ہو اُس کو جائیداد میں حصہ دینا؟ ---------- ۱۸۳

❍ زندگی میں مکان اور جائیداد کی تقسیم کا شرعی طریقہ؟ ---------- ۱۸۴

❍ کاروباری سرمایہ اور رہائشی مکان کی زندگی میں تقسیم؟ ---------- ۱۸۵

❍ والد کی زندگی میں اولاد کے درمیان کارخانہ کی تقسیم؟ ---------- ۱۸۷

❍ زندگی میں بیوی بیٹی اور نواسوں کے درمیان جائیداد کی تقسیم؟ ---------- ۱۸۸

❍ زندگی میں اولاد اور بیوی کے درمیان جائیداد کس طرح تقسیم کریں؟ ---------- ۱۸۹

❍ فالج زدہ شخص کی جائیداد اُولاد کے درمیان کس طرح تقسیم کریں؟ ---------- ۱۹۰

❍ بچوں کی شادی تک جائیداد کی تقسیم موقوف رکھنا؟ ---------- ۱۹۱

❍ زندگی میں جائداد تقسیم کرنے میں اُولاد کے درمیان مساوات بہتر ہے ---------- ۱۹۲

❍ تقسیم جائیداد میں اولاد کی ضرورت کو پیشِ نظر رکھنا؟ ---------- ۱۹۴

❍ دین داری اور صلہ رحمی کی وجہ سے اولاد کے درمیان ہبہ میں تفاوت برتنا؟ ---------- ۱۹۶

❍ ہبہ کرنے میں دانستہ یا نادانستہ اگر تھوڑی بہت کمی بیشی ہو جائے؟ ---------- ۱۹۸

○ اِرادۂ نقصان کے بغیر لڑکیوں کی شادی کے اِخراجات میں کمی بیشی کرنا؟ ------------ ۱۹۹
○ باہمی نزاع کے اندیشہ سے تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ اولاد کو برابر دینا؟ ------------ ۲۰۰
○ جائیداد اور محبت میں والدین کا اولاد کی حق تلفی کرنا؟ -------------------------- ۲۰۲
○ بالغ اولاد کی موجودگی میں ساری جائیداد نابالغ بیٹے کو ہبہ کرنا؟ ------------------ ۲۰۴
○ نابالغ بیٹے کے نام زمین ہبہ کرنا؟ -- ۲۰۵
○ زمین فروخت کر کے ایک بیٹے کا قرض ادا کرنا؟ --------------------------- ۲۰۵
○ ماں باپ کی موروثی جائیداد صرف بیٹوں میں تقسیم کرنا؟ ---------------------- ۲۰۷
○ خدمت گذار بیٹے کے نام پورا مکان رجسٹری کرنا؟ -------------------------- ۲۱۰
○ بیٹے کو اگر ساری جائیداد ہبہ کردی، تو کیا لڑکیاں میراث کا مطالبہ کرسکتی ہیں؟ -------- ۲۱۱
○ بیٹیوں کو دے کر، بیٹے کو محروم کرنا؟ -------------------------------------- ۲۱۲
○ اپنا ذاتی مکان دیگر اولاد کو نہ دے کر صرف معذور بیٹی کو دینا؟ ------------------- ۲۱۴
○ رہائشی مکان پر بیٹوں کو قابض اور دخیل بنا کر مابقیہ جائیداد تقسیم کرنا؟ -------------- ۲۱۵
○ طلاق شدہ خدمت گذار بیٹی کے لئے ہبہ میں مکان مختص کرنا؟ ------------------ ۲۱۷
○ بیٹی کے نام سے خریدے ہوئے پلاٹ کو ماں کا اپنے نام رجسٹرڈ کرانا؟ ------------- ۲۱۹
○ بیٹی کے نام پر جمع کردہ رقم بیٹی کی ملک ہے؟ -------------------------------- ۲۲۶
○ اپنا حصہ ماں کے نام منتقل کرنا؟ -- ۲۲۷
○ بڑے بھائی کے ذاتی مکان میں چھوٹے بھائیوں کا حصہ طلب کرنا؟ ---------------- ۲۲۸
○ نواسوں کو ہبہ کردہ زمین میں بھائیوں کا حق نہیں؟ ----------------------------- ۲۲۹
○ بیٹے اور بہو کے نام موہوبہ مکان پر کسی وارث کا اپنے حق کا دعویٰ کرنا؟ ------------ ۲۳۰
○ شوہر کا بیوی کو جائیداد سے چوتھائی سے زائد کا مالک بنانا؟ --------------------- ۲۳۱
○ زمین کی تقسیم کے بعد بھائی بہنوں کا کاروبار میں بھی حصہ مانگنا؟ ----------------- ۲۳۲

○ مشترک غیر منقسم جائیداد میں کسی ایک شریک کا اپنا حصہ ہبہ کرنا؟ ---------- ۲۳۵

○ جس مکان کی تعمیر میں بیوی کا کچھ پیسہ لگا ہو وہ کس کی ملک ہے؟ ---------- ۲۳۶

○ مہر میں ملے ہوئے مکان کی شوہر کے نام رجسٹری کرانا؟ ---------- ۲۳۹

○ دو بیویوں کی اولادوں میں زمین کس طرح تقسیم ہوگی؟ ---------- ۲۴۰

○ صرف ایک بیوی کی اولاد کے نام ساری جائیداد ہبہ کرنا؟ ---------- ۲۴۱

○ دو بیویوں کی اَولادوں کو حصہ دے کر ایک بیوی کی اولاد کو بلا وجہ محروم کرنا؟ ---------- ۲۴۲

○ ایک بیوی کے نام ہبہ کئے ہوئے مکان میں دوسری بیوی کا حصہ طلب کرنا؟ ---------- ۲۴۴

○ زندگی ہی میں اولاد کے ساتھ بیوی کو بھی حصہ دینا؟ ---------- ۲۴۵

○ باہمی رضامندی سے والد کے تقسیم کردہ مکانات پر بعد میں کسی فریق کا اعتراض کرنا؟ - ۲۴۶

○ زندگی میں اولاد کو حصہ دینے کی قسم کھا کر قسم توڑ دینا؟ ---------- ۲۴۷

○ مشتبہ کمائی والے کے کپڑے کا فقیر کو مالک بنا کر اُس سے خریدنا؟ ---------- ۲۴۹

کتاب الاجارۃ

اِجارہ کے مسائل ۲۵۲

○ اَجیر کی شرعی حیثیت اور اَحکام؟ ---------- ۲۵۲

○ اَجیر خاص کی اُجرت؟ ---------- ۲۵۲

○ مستاجر کا اَجیر کی تنخواہ روک لینا؟ ---------- ۲۵۳

○ مستاجر کا اَجیر خاص کو اُجرت کے علاوہ رقم دینا؟ ---------- ۲۵۴

○ متعینہ وقت سے زیادہ کام کر کے مزید اُجرت لینا؟ ---------- ۲۵۵

○ عقدِ اِجارہ میں طے شدہ اُجرت پر حساب کتاب کرنے سے مستاجر کا ٹال مٹول کرنا؟ --- ۲۵۶

○ ڈیوٹی کے دوران ذاتی کام ---------- ۲۵۷

○ مختصر وقت میں پورا کام کرکے بقیہ وقت اپنے ذاتی کام میں استعمال کرنا؟ ---------- ۲۵۸
○ باتنخواہ ملازم کا دوسرے ملازم سے پیسہ دے کر کام کروانا؟ ---------------------- ۲۶۰
○ آٹھ روپے میں معاملہ طے کرکے چھ روپے میں دوسرے سے مزدوری کرانا؟ ------ ۲۶۰
○ ریٹائر ہونے کے بعد ملنے والے پرائیویڈٹ فنڈ کا حکم ---------------------- ۲۶۱
○ والد کے انتقال کے بعد والدہ کو ان کے نام کی پنشن لینا ---------------------- ۲۶۲
○ کیا ایک آدمی الگ الگ اوقات میں کئی جگہ ملازمت کرسکتا ہے؟ ---------------- ۲۶۳
○ بڑے بھائی کے ذاتی کاروبار میں ملازمت کرنے والا بھائی صرف تنخواہ کا حق دار ہے؟ -- ۲۶۳
○ بجلی کا کنکشن لے کر دوسروں کے گھروں میں بجلی سپلائی کرنا؟ ------------------ ۲۶۵
○ سرکاری کام کے لئے حکومت سے آمدورفت کا کرایہ لینا؟ -------------------- ۲۶۶
○ کرایہ میں کنسیشن کے لئے شناختی کارڈ بنوانا؟ ---------------------------- ۲۶۶
○ غیر ایجنٹ کا ریزرویشن ٹکٹ بنوانے کی اُجرت لینا؟ ------------------------ ۲۶۷
○ بینک سے روپے بھیجنے پر ڈرافٹ سے زائد لینا؟ --------------------------- ۲۶۸
○ معذور کا یہ شرط لگانا کہ وکلانگ (معذور) فارم سے ٹکٹ بنواؤ گے تو میرا بھی کرایہ دینا ہوگا؟ --- ۲۶۹
○ شراب کی خالی بوتلوں کو فیکٹری پہنچانے کی اُجرت لینا ---------------------- ۲۷۰
○ جانوروں کو ذبح کرنے کی اُجرت لینا؟ ---------------------------------- ۲۷۱
○ ٹیپ ریکارڈ سنوارنے کی اُجرت؟ ------------------------------------- ۲۷۲
○ بیٹری چارج کرنے کی اُجرت لینا؟ ------------------------------------ ۲۷۳
○ سیل ٹیکس اور اِنکم ٹیکس کے کھاتے لکھنے کی اُجرت؟ ------------------------ ۲۷۴
○ دواساز کمپنی کا گروپ وار ممبر سازی کی اُجرت دینا؟ ----------------------- ۲۷۵
○ گیسٹ ہاؤس کی تعمیر کے لئے سود لینا اور غیر مسلم کو کرایہ پر دینا؟ -------------- ۲۷۶
○ چکی سے مسالہ جات پیسنا اور مالکوں کا اُس میں ملاوٹ کروانا؟ ----------------- ۲۷۸

- سٹے بازاری کے ٹھیکہ کا کیا حکم ہے؟ ---- ۲۷۹
- چوکیدار اور مستری کا اپنی اُجرت وصول کرنے کیلئے واٹر سپلائی کا سامان اہلِ مدرسہ کو فروخت کرنا؟ - ۲۸۰
- سرکاری کاموں میں ٹھیکے داروں کا پیسے بچانا؟ ---- ۲۸۱
- ATM مشین لگانے کے لئے اپنا کمرہ کرایہ پر دینا؟ ---- ۲۸۴
- بینک اور ATM لگانے کے لئے کرایہ پر جگہ دینا؟ ---- ۲۸۴
- ATM کی سہولت پر بینک کا ۵۰/روپے سالانہ کاٹنا؟ ---- ۲۸۵
- میرج ہال بنا کر کرایہ پر اُٹھایا؟ ---- ۲۸۶
- مشترکہ گاڑی شریک کو اُجرت دے کر چلانا؟ ---- ۲۸۷
- گاہک کے نہ آنے پر درزی کا کپڑے فروخت کر کے محنتانہ وصول کرنا ---- ۲۸۸
- ویب سائٹ پر اشتہار کلک کرنے کی اُجرت لینا؟ ---- ۲۹۰
- متعینہ قیمت پر متعینہ مدت کے لئے ندی سے ریت نکالنا؟ ---- ۲۹۱
- فلیکسی کے ذریعہ بیلنس ڈالنے پر گراہک سے اِضافی رقم لینا؟ ---- ۲۹۲
- پولٹری مرغی فارم ---- ۲۹۳

مکان ودوکان کی کرایہ داری ۲۹۶

- مکانات کی کرایہ داری میں پگڑی کا لین دین؟ ---- ۲۹۶
- کرایہ داری میں ڈپازٹ کی شرعی حیثیت ---- ۳۰۰
- کرایہ داری کے معاملہ میں زرِ ضمانت کا حکم ---- ۳۰۴
- پیشگی کرایہ یا بطور ضمانت کے پگڑی لینا ---- ۳۰۵
- کرایہ دار سے زرِ ضمانت لینا اور اس پر زکوٰۃ کا حکم ---- ۳۰۶
- مالکِ دوکان کا نئے کرایہ دار سے بطور کرایہ رقم لینا؟ ---- ۳۰۷
- نئے کرایہ دار سے مسجد کمیٹی کا متعینہ رقم پیشگی وصول کرنا؟ ---- ۳۰۸

○ مکان کرایہ پر دے کر کرایہ دار سے پگڑی لینا؟ ------------------------------ ۳۰۹

○ زمین والے کو کمرے بنا کر کرایہ پر اٹھانے کیلئے ایڈوانس رقم دینا؟ ---------------- ۳۱۰

○ مالک مکان کا کرایہ دار سے بھاری رقم ایڈوانس لے کر کرایہ کم کرنا؟ --------------- ۳۱۱

○ کرایہ دار سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ ایڈوانس اور ماہانہ چھ سو روپیہ کرایہ لینا؟ ------------ ۳۱۲

○ کرایہ دار کا مالک مکان کو پیشگی خطیر رقم دے کر کرایہ بالکل نہ دینا؟ ---------------- ۳۱۴

○ مالک مکان کا کرایہ دار سے بھاری رقم ڈپازٹ لے کر کرایہ نہ دینا؟ ------------------ ۳۱۵

○ محتاج آدمی کا مدرسہ کی دوکان نئے کرایہ دار کو دے کر اس سے پگڑی لینا؟ ----------- ۳۱۶

○ مدرسہ والوں کا نئے کرایہ دار کو دوکان دے کر زبردستی اس سے اچھی رقم لینا ---------- ۳۱۷

○ دوکان کی پگڑی لے کر قرض اَدا کرنا؟ ------------------------------------ ۳۱۹

○ مکان دوکان کی پگڑی لینا اور پگڑی کی رقم مسجد میں لگانا؟ ------------------------ ۳۲۰

○ کرایہ داری ختم ہونے کے بعد مکان اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے ---------- ۳۲۱

○ کرایہ اَدا نہ کرنے پر مسجد کی دوکان خالی کرانا؟ ------------------------------ ۳۲۳

○ دوکان میں لگائی گئی رقم خالی کرتے وقت واپس لینا ---------------------------- ۳۲۴

○ مالکان کے مطالبہ پر کرایہ دار کا مکان خالی نہ کرنا؟ ---------------------------- ۳۲۶

○ کرایہ دار کا مطالبہ کے باوجود دوکان خالی نہ کرنا؟ ---------------------------- ۳۲۷

○ کرایہ کی دوکان کو مالک کا دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا اور نئے مالک کا دوکان خالی کرنے کا مطالبہ کرنا ؟ - ۳۲۸

○ دوکان خالی کرانے کے عوض مالک سے رقم لینا؟ ------------------------------ ۳۲۹

○ بغیر کرایہ کے رہنے والے شخص کا مکان خالی کرنے کیلئے مالک مکان سے رقم کا مطالبہ کرنا؟ --- ۳۳۰

○ کرایہ داری کے معاہدہ کی مدت سے پہلے عقدِ اجارہ فسخ کرنا اور پیشگی لی ہوئی رقم واپس نہ کرنا؟ -- ۳۳۱

○ امام سے سابقہ رہائش کے کرایہ کا مطالبہ کرنا؟ ---------------------------------- ۳۳۳

○ عقدِ اجارہ ختم ہونے کے بعد سامان روکے رکھنا؟ ---------------------------- ۳۳۵

- مالک دوکان کا درمیان سال اور مہینہ میں کرایہ بڑھانا؟ ---------- ۳۳۵
- ہر پانچ سال بعد مالک کا کرایہ میں اِضافہ کی شرط لگانا؟ ---------- ۳۳۷
- دوسرے کرایہ دار کو اجرتِ اول سے زیادہ کرایہ پر دینا ---------- ۳۳۸
- ایک ہزار ماہانہ کرایہ پر لے کر دو ہزار پر دوسرے کو کرایہ پر دینا؟ ---------- ۳۳۹
- مالک کی اِجازت کے بغیر کرایہ دار کا دوسرے کرایہ دار سے پگڑی لینا اور کرایہ پر دینا؟-- ۳۴۰
- حق کرایہ داری میں وراثت کا مسئلہ ---------- ۳۴۲
- طویل مدتی کرایہ داری کی جائیداد میں میراث کا مسئلہ ---------- ۳۴۳
- طویل مدتی کرایہ داری اور اس میں حقِ وراثت کے بارے میں ”ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کا ایک اہم فیصلہ ---------- ۳۴۴

دلالی اور کمیشن کے مسائل ۳۴۶

- کمیشن پر خرید و فروخت کرنا؟ ---------- ۳۴۶
- کمیشن پر تجارت؟ ---------- ۳۴۷
- بائع یا مشتری سے کسی سودے کے لین دین پر کمیشن طے کرنا؟ ---------- ۳۴۷
- سعودی باشندے کا اپنے تجارتی لائسنس سے غیر ملکی کمپنی چلا کر کمیشن لینا؟ ---------- ۳۴۸
- فرم میں مال لانے والے کا فی عدد کمیشن لینا؟ ---------- ۳۵۰
- رنگ کرنے والے ٹھیکے دار کا مالک مکان سے کمیشن لینا؟ ---------- ۳۵۱
- جلد چڑھوانے پر جلد ساز سے کمیشن لینا؟ ---------- ۳۵۲
- ڈاکٹروں کا دواؤں کی کمپنی کی طرف سے مریضوں کو بھیجنے پر کمیشن لینا؟ ---------- ۳۵۳
- ڈاکٹروں کا گراہکوں کو میڈیکل اسٹور کی طرف صرف رہنمائی کر کے کمیشن لینا؟ ---------- ۳۵۴
- ڈاکٹر کا کسی مخصوص کمپنی کی دوا مریض کے لئے تجویز کرنے پر کمپنی سے کمیشن لینا؟ ---------- ۳۵۵
- دَوا فروخت کرنے والی کمپنی کا ایجنٹ بننا؟ ---------- ۳۵۷

○ لکڑی کی آڑھت والے کا بائع مشتری دونوں سے کمیشن لینا؟ ---------- ۳۵۸

○ آڑھتی کمیشنر کا بائع اور مشتری دونوں سے اُجرت لینا؟ ---------- ۳۵۹

○ آڑھتی ٹھیکہ داروں سے لکڑی والوں کا فنڈ کاٹنا؟ ---------- ۳۶۰

○ آڑھتی کا اچھا پھل یا سبزی ٹوکری میں سے اُٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈالنا؟ ---------- ۳۶۱

○ پلاٹ کی دلالی کرنا؟ ---------- ۳۶۲

○ جائیداد کی خرید وفروخت میں دلالی کرنا؟ ---------- ۳۶۳

○ تحصیل اور کورٹ میں دلالی کرنا؟ ---------- ۳۶۳

○ دلال کا دونوں پارٹیوں سے پیسہ لینا؟ ---------- ۳۶۵

○ دلال سے مبیع کی قیمت میں سے ایک متعینہ مقدار لینے کی شرط لگانا؟ ---------- ۳۶۵

○ دلال کا مشتری سے بغیر عمل دخل کے طے شدہ کمیشن مانگنا؟ ---------- ۳۶۶

○ گاڑیوں کے اِنشورنس اور رجسٹریشن کا محنتانہ لے کر ذاتی استعمال میں لانا؟ ---------- ۳۶۸

○ ڈسٹری بیوٹر کمپنی کا ایجنٹ بنانے اور مال فروخت کرانے پر کمیشن لینا؟ ---------- ۳۶۹

○ سودی کاروبار والی کمپنی کا ایجنٹ بنانے کی اُجرت؟ ---------- ۳۷۲

○ ٹریولس والوں کا اصل ویزے کی قیمت سے زائد وصول کرنا؟ ---------- ۳۷۲

○ کمیشن اور اس کی مروجہ شکلیں ---------- ۳۷۳

○ اجارہ کی تعریف اور ارکان واقسام ---------- ۳۷۵

○ اِجارہ کی شرائط مفسدہ ---------- ۳۷۸

○ دلالی کی تعریف اور شرائط وغیرہ ---------- ۳۷۹

○ زمینوں کی دلالی کا کاروبار ---------- ۳۸۳

○ کارپینٹروں وغیرہ کا دوکان داروں سے کمیشن لینا؟ ---------- ۳۸۴

○ اسکولوں میں داخلہ اور نصابی کتابوں پر کمیشن ---------- ۳۸۵

○ کمپنی کے منیجر کا دوکان داروں سے کمیشن لینا؟ ---------- ۳۸۷

- فرم کے ملازمین کا آرڈر پاس کرانے پر کمیشن لینا؟ ---- ۳۸۸
- سرکاری افسران کا ٹنڈر پاس کرانے پر کمیشن لینا؟ ---- ۳۸۸
- اشیاء کی فروختگی پر کمپنی کا انعام دینا؟ ---- ۳۸۹
- دواساز کمپنیوں کا ڈاکٹروں اور میڈکل اسٹور والوں کو گفٹ دینا؟ ---- ۳۹۰
- خون ٹیسٹ وغیرہ کرانے پر مروجہ کمیشن؟ ---- ۳۹۱
- ڈاکٹروں کا کمیشن کے لالچ میں بلاضرورت ٹیسٹ کرانا؟ ---- ۳۹۲
- لیب والوں کا ڈاکٹروں کو کمیشن دینا؟ ---- ۳۹۳
- گاہکوں کو ہوٹل تک پہنچانے پر مقررہ کمیشن لینا؟ ---- ۳۹۴
- کمیشن اور اس کی مروجہ شکلوں کے بارے میں ''ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کی تجویز' ' - ۳۹۵

قفیز طحان اور اُس کی نظائر کا حکم ۳۹۹

- لونی پر دھان کٹانا؟ ---- ۳۹۹
- گیہوں کاٹنے کی اُجرت کٹے ہوئے گیہوں سے دینا؟ ---- ۴۰۰
- پیائی قرضہ (جلن) کاٹنا؟ ---- ۴۰۱
- دھان گہانے کی اُجرت میں بھوسہ لینا؟ ---- ۴۰۲

سفتجہ اور ہنڈی کے مسائل ۴۰۴

- ہُنڈی کے کاروبار کا حکم؟ ---- ۴۰۴
- کیا ہنڈی جائز ہے؟ ---- ۴۰۵
- ہنڈی کا کاروبار؟ ---- ۴۰۷
- ہنڈی کے کاروبار میں جواز کی شکل ---- ۴۰۸
- منی ٹرانسفر کا کاروبار کرنا؟ ---- ۴۰۹

○ حکومت کی چوری سے پارٹی کے ذریعہ باہر سے روپیہ منگانا؟ ---------------- ۴۱۰

○ ''کوریئر'' کی اجرت لینا؟ -- ۴۱۰

○ اپنے ذرائع سے جلدی روپیہ پہنچانے کی اُجرت لینا؟ ---------------------- ۴۱۱

جانوروں کو پال پر دینا ۴۱۳

○ بکری کو اَدھیا پر دینا؟ -- ۴۱۳

○ کیا جانور کو پال پر دینا جائز ہے؟ -------------------------------- ۴۱۴

○ جانور اَدھیا پر دینے کی جائز شکل؟ -------------------------------- ۴۱۵

○ اَدھیا کے معاملے کو عرف کی وجہ سے جائز کہنا؟ ------------------------ ۴۱۶

○ زمین اور جانور کو نصفا نصف تقسیم کے ساتھ بٹائی پر دینا؟ ------------------ ۴۱۷

○ جانور کے بچوں کو تقسیم کرنے کی شرط پر جانور چرائی پر دینا؟ ---------------- ۴۱۸

○ بچہ کو آدھا آدھا تقسیم کرنے کی شرط پر بکری کو پال پر دینا؟ ---------------- ۴۱۹

○ آدھی قیمت پر بھینس کا بچہ پرورش کے لئے دینا؟ ------------------------ ۴۲۰

○ چَرانے کی اُجرت کے عوض جانور فروخت کرنا؟ -------------------------- ۴۲۱

اُجرت علی الطاعت کے مسائل ۴۲۳

○ قرآن کی تعلیم دینے پر طلبہ سے فیس لینا؟ ---------------------------- ۴۲۳

○ ٹیوشن پر قرآن پڑھا کر پیسہ لینا؟ -------------------------------- ۴۲۴

○ جس اِدارہ میں برضا ورغبت بلامعاوضہ درس وتدریس کا سلسلہ ہو وہاں اُجرت کا کیا حکم ہے؟ --- ۴۲۵

○ جس جگہ بغیر تنخواہ کے درس وتدریس کا معمول ہو، وہاں تعلیم قرآن پر اُجرت کا کیا حکم ہے؟ -- ۴۲۶

○ مسجد کے امام کی ضد میں مسجد میں فی سبیل اللہ تعلیم دینا؟ ------------------ ۴۲۸

○ اُجرت طے کر کے وعظ وتقریر کرنا؟ -------------------------------- ۴۲۹

○ خطیب اور مقرر کیلئے سفر اور خرچ کے علاوہ مزید رقم کا مطالبہ کرنا؟ ---------------- ۴۳۰
○ جلسہ میں تقریر و نعت پر بطور انعام پیسہ دینا؟ ---------------------------- ۴۳۱
○ امام کی تنخواہ کے لئے چندہ کرنا اور اُجرت پر امامت کرنا؟ ---------------------- ۴۳۳
○ عیدگاہ میں چندہ وصول کر کے امام کو نماز عید کی اجرت دینا ---------------------- ۴۳۳
○ بچہ کے کان میں اَذان پڑھوانے پر لازمی رقم دینا؟ --------------------------- ۴۳۵

قرآن خوانی اور تلاوت پر اُجرت ۴۳۶

○ قرآن خوانی پر پیسہ لینا؟ --- ۴۳۶
○ شرط لگا کر قرآن خوانی کرنا؟ -- ۴۳۶
○ آیتِ کریمہ اور تلاوتِ قرآن پر مٹھائی تقسیم کرنا؟ ------------------------- ۴۳۷
○ غیر رمضان میں اُجرت طے کر کے قرآن پڑھنا؟ ------------------------------ ۴۳۸
○ قاری کو بغیر مانگے اکراماً قرآن خوانی پر اُجرت دینا؟ -------------------------- ۴۳۹
○ ۴۰/ دن روزانہ سورۂ بقرہ پڑھنے پر اُجرت لینا؟ ------------------------------ ۴۴۰
○ ختم قرآن پر چندہ کرنا اور اُس میں بطورِ کمیشن امام کا اپنے لئے رقم مقرر کرنا؟ -------- ۴۴۱
○ قرآن پڑھ کر اُجرت لینا یا دعوت کھانا؟ ---------------------------------- ۴۴۲
○ گھر میں برکۃً قرآن پڑھوانے پر قاری کو ماہانہ رقم دینا؟ ----------------------- ۴۴۳
○ ایصالِ ثواب اور مریض کی شفایابی کیلئے ختم قرآن پر اُجرت لینا؟ ------------------ ۴۴۳
○ گھر میں قرآن پڑھ کر ہدیہ لینا؟ -------------------------------------- ۴۴۵
○ اِنعام مقرر کر کے قرأت کے مظاہرے کرنا؟ --------------------------------- ۴۴۶

تعویذ اور جھاڑ پھونک پر اُجرت ۴۴۸

○ تعویذ کا پیشہ اختیار کرنا اور اس پر اُجرت لینا؟ ----------------------------- ۴۴۸
○ تعویذ پر اُجرت لینا؟ --- ۴۴۸

○ تعویذ دے کر طے کر کے اُجرت لینا؟ ---------- ۴۵۰

○ غریب آدمی سے وسعت سے زیادہ تعویذ کی رقم وصول کرنا ---------- ۴۵۱

نکاح خوانی کی اُجرت ۴۵۳

○ کیا نکاح خوانی کی اُجرت جائز ہے؟ ---------- ۴۵۳

○ نکاح خوانی کی اُجرت طے کرنا اور مسجد میں دینا؟ ---------- ۴۵۴

○ نکاح خواں کا مسجد اور کمیٹی کے لئے لڑکے والوں سے پیسہ لینا؟ ---------- ۴۵۵

○ نکاح میں لڑکے، لڑکی والوں سے جبراً مسجد کے فنڈ کیلئے پیسہ لینا؟ ---------- ۴۵۶

○ گاؤں والوں کا مسجد کے لئے لڑکے لڑکی والوں سے جبراً رقم وصول کرنا؟ ---------- ۴۵۷

○ اِجتماعی شادی کمیٹی کا دولہے سے زیادہ رقم لے کر قاضی کو کم رقم دینا؟ ---------- ۴۵۸

اِجارۂ فاسدہ ومکروہہ ۴۶۰

○ ریلوے پاس سے ایک سے زائد مرتبہ سفر کرنا؟ ---------- ۴۶۰

○ اِسٹیشن ماسٹر کی اِجازت سے بغیر ٹکٹ سفر کرنا؟ ---------- ۴۶۱

○ کنڈیکٹر کا کم کرایہ پر سفر کرانا ---------- ۴۶۲

○ ڈرائیور کا سرکاری تیل نکال کر یا سواری بٹھا کر کرایہ وصول کرنا؟ ---------- ۴۶۲

○ اِسکولوں میں سرکاری مقرر کردہ مقدار سے زائد فیس لینا؟ ---------- ۴۶۴

○ ٹھیکہ پر کام طے کرا کے دنوں کے حساب سے اُجرت دینا؟ ---------- ۴۶۴

○ مزار پر چڑھانے کے لئے چادر سی کر دینا؟ ---------- ۴۶۵

○ کمپیوٹر کی خریداری کیلئے بطور رأس المال ایک لاکھ روپئے دینا اور اُس کا کرایہ وصول کرنا -- ۴۶۶

○ کمپیوٹر کی خریداری کے بغیر روپیہ والے کا کرایہ وصول کرنا؟ ---------- ۴۶۷

○ مردار جانوروں کا ٹھیکہ لینا اور اُن کی کھال استعمال کرنا؟ ---------- ۴۶۹

○ تیس ہزار کے عوض زمین کرایہ پر دینا اور اپنے لئے متعینہ غلہ کی شرط لگانا؟ ---------- ۴۷۰

○ جانور کو جفتی کرانے کی اجرت ---------- ۴۷۱

○ کرایہ لے کر جفتی کرانا؟ ---------- ۴۷۲

○ جانوروں میں انجکشن کے ذریعہ گابھن کرانے پر اُجرت؟ ---------- ۴۷۳

○ بیٹری کرایہ پر دینا؟ ---------- ۴۷۵

○ نصفا نصف رقم پر غیر ملکی کرنسی بھنانے کا معاملہ؟ ---------- ۴۷۶

معاصی اور تعاون علی المعصیت پر اُجرت ۴۷۷

○ نائی کی اُجرت ---------- ۴۷۷

○ داڑھی مونڈنے کی اُجرت؟ ---------- ۴۷۸

○ نائی کی کمائی؟ ---------- ۴۷۹

○ غیر محرم عورت کو چوڑی پہنانے کی اُجرت؟ ---------- ۴۸۰

○ ٹیلی ویژن اور ویڈیو کی مرمت سازی کی اُجرت لینا؟ ---------- ۴۸۱

○ TV کی مرمت کرنے والے کی اُجرت ---------- ۴۸۲

○ TV, VCR, C.D کی مرمت سازی کرنا؟ ---------- ۴۸۳

○ VCR سے فلمیں دکھانا اور اس پر اُجرت لینا؟ ---------- ۴۸۴

○ چھپائی پریس میں TV VCR کے اشتہارات چھاپنا؟ ---------- ۴۸۵

○ TV اور انٹرنیٹ کیبل کا کاروبار کرنا؟ ---------- ۴۸۶

○ ٹی وی چینل کے لئے وائر پھیلانے کی اُجرت؟ ---------- ۴۸۷

○ گانے کی کیسٹ بجانے والے کو دوکان کرایہ پر دینا؟ ---------- ۴۸۸

○ ڈھول تاشے کا کاروبار کرنا اور اُس کی آمدنی کا حکم؟ ---------- ۴۸۹

○ لائف انشورنس کی ممبر سازی کی اُجرت ---------- ۴۹۰

- مسلمان معمار کا مندر کی تعمیر وتزئین کرنا؟ ---------- ۴۹۱
- مکروہ کاروبار کے لئے ہندو کو دوکان اُجرت پر دینا؟ ---------- ۴۹۲
- سرکاری بینک چلانے کے لئے جگہ کرایہ پر دینا؟ ---------- ۴۹۳
- مجبوری کی بنا پر بینک کو دکان کرایہ پر دینا؟ ---------- ۴۹۴
- بینک یا فنڈ کو مکان کرایہ پر دینا؟ ---------- ۴۹۵
- جائیداد کو بینکی کرایہ پر اُٹھانا؟ ---------- ۴۹۶
- رنڈی کو کرایہ پر مکان دینا ---------- ۴۹۷
- بینڈ باجے کی آمدنی سے معلم کی اُجرت دینا؟ ---------- ۴۹۸
- گیارھویں کی نیاز کا کھانا پکانے کیلئے دیگ وغیرہ کرایہ پر دینا؟ ---------- ۵۰۰

جائز وناجائز ملازمت ۵۰۱

- اِسلام مخالف حکومت کے تحت ملازمت کرنا؟ ---------- ۵۰۱
- بینک یا فائنس کمپنی کی ملازمت؟ ---------- ۵۰۳
- بینک کی ملازمت کا حکم؟ ---------- ۵۰۴
- سودی بینک میں ملازمت کرنا اور کمیشن ایجنٹ بننا؟ ---------- ۵۰۵
- بینک کے کلرک کی نوکری کا کیا حکم ہے؟ ---------- ۵۰۶
- بینک میں ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ---------- ۵۰۷
- سودی بینک کی ملازمت اور اُجرت کا حکم؟ ---------- ۵۰۸
- بینک کے لئے سافٹ ویئر بنانے والی کمپنیوں میں ملازمت کرنا؟ ---------- ۵۰۹
- مسلم فنڈ کی نوکری کا حکم؟ ---------- ۵۱۲
- سودی قرض لے کر دوکان چلانے والے کے یہاں مزدوری کرنا؟ ---------- ۵۱۳
- دھوکہ سے سند لے کر ملازمت کرنا اور اس کی آمدنی کا حکم؟ ---------- ۵۱۴

- ○ سرکاری ملازمت میں جھوٹی خانہ پری؟ ---------------------------------- ۵۱۵
- ○ حلال وحرام مخلوط کاروبار والے شخص کے یہاں ملازمت ----------------------- ۵۱۷
- ○ اُجرت اور تنخواہ متعین کئے بغیر ملازمت کرنے پر معاوضہ طلب کرنا؟ --------------- ۵۱۸
- ○ رشوت دے کر سرکاری ملازمت حاصل کرنا ---------------------------------- ۵۱۹
- ○ رشوت خور سرکاری ملازم کی تنخواہ کا حکم؟ ---------------------------------- ۵۲۰
- ○ پرائیویڈٹ فنڈ میں اختیاری طور پر تنخواہ وضع کرانا؟ ---------------------------- ۵۲۰
- ○ پرائیویڈٹ فنڈ کی رقم لینا --- ۵۲۱
- ○ ایسی دوکانوں پر ملازمت کرنا جہاں حرام چیزوں سے اختلاط ناگزیر ہو؟ ------------ ۵۲۲
- ○ ٹیکسی ڈرائیور کا حرام اشیاء کو مسافر کے گھر چھوڑ کر آنا -------------------------- ۵۲۴
- ○ حرام اشیاء کو تھیلے میں بند کرنے کی اجرت لینا ------------------------------- ۵۲۶
- ○ ملازم کو عمل کے بجائے وقت کے حساب سے اجرت دینا ------------------------- ۵۲۶
- ○ ہوٹل میں اپنے ہاتھ سے خنزیر کا گوشت سپلائی کرنا؟ ---------------------------- ۵۲۷
- ○ ڈاکٹر کا اپنا سرٹیفکٹ دوسرے کو دے کر اُس پر اُجرت لینا؟ ---------------------- ۵۲۸
- ○ مرد کے لئے بیوی کی کمائی استعمال کرنے کا حکم؟ ------------------------------ ۵۲۹

مزارعت ۵۳۱

- ○ مزارعت میں مخصوص حصہ کی شرط لگانا؟ ---------------------------------- ۵۳۱
- ○ مخصوص وزن متعین کر کے کھیت بٹائی پر دینا؟ ------------------------------ ۵۳۲
- ○ ۵؍من گندم مالک کو دینے کی شرط پر زمین لگان پر لینا؟ ----------------------- ۵۳۳
- ○ کھیت کی پیداوار سے ۵؍من چاول وگندم دینے کی شرط پر بٹائی پر دینا؟ ------------- ۵۳۴
- ○ سالانہ ۲۰؍من دھان کی شرط پر زمین مزارعت پر دینا؟ ------------------------ ۵۳۵
- ○ دوکوئنٹل اَناج کے بدلے کھیت کو ایک سال کے لئے ٹھیکے پر دینا؟ ---------------- ۵۳۶

○ دھان کی مقدار متعین کر کے ٹھیکہ پر کھیت دیا پھر دھان سوکھ گیا؟ ---------- ۵۳۷
○ نصف پیداوار پر کھیت بٹائی پر دینا؟ ---------- ۵۳۹
○ متعینہ پیسوں کے بدلے زمین ایک سال کے ٹھیکے پر دینا؟ ---------- ۵۳۹
○ زمین دار کا اپنی طرف سے بیج دے کر بٹائی کا معاملہ کرنا؟ ---------- ۵۴۱
○ مزارع نے گیہوں کے بجائے برسین بودیا؟ ---------- ۵۴۱
○ باغات کی فصل آنے سے پہلے زمین کھیتی کے لئے لگان پر دینا؟ ---------- ۵۴۲
○ پھل حاصل کرنے کیلئے باغ مع زمین دو سال تک کرایہ پر لینا؟ ---------- ۵۴۳
○ باغ ٹھیکہ پر دینے کے بعد شہد کے چھتہ کا مالک کون ہوگا؟ ---------- ۵۴۵

کتاب الغصب

غصب سے متعلق مسائل

۵۴۸

○ زمین دبانا، گالی دینا اور ظلم کرنا حرام ہے ---------- ۵۴۸
○ ناحق کسی کی زمین دبانا؟ ---------- ۵۵۰
○ مسلمان کو ناحق قتل کرنا اور زمین دبانا؟ ---------- ۵۵۱
○ مشتری ثانی کا ناحق مشتری اول کی زمین پر قبضہ کرنا؟ ---------- ۵۵۳
○ دوسرے کی مملوکہ زمین پر قبضہ کر کے تعمیر کرنا؟ ---------- ۵۵۴
○ مسلمان کا غیر مسلم کی جائیداد پر قبضہ کرنا؟ ---------- ۵۵۶
○ غیر مسلم ہم وطن کا حق مارنا یا زمین دبانا؟ ---------- ۵۵۷
○ گرام سماج کی زمین پر مسلمان کا قبضہ کرنا؟ ---------- ۵۵۸
○ سرکاری زمینوں پر قبضہ کر کے فروخت کرنا کیسا ہے؟ ---------- ۵۵۹
○ سرکاری زمین میں دوکان بنانا؟ ---------- ۵۶۰
○ راستہ بنانے کے لئے معاہدہ کے خلاف دوسرے کی زمین پر قبضہ کرنا؟ ---------- ۵۶۱

- زمین فروخت کرنے کے بعد پھر ناحق اُس پر قبضہ کرنا ---------------------- ۵۶۳
- بھائی کی زمین کا حصہ ناحق بیٹے کو دینا؟ ---------------------- ۵۶۵
- بھائی کو قید و بند کرا کے جائیداد اپنے نام کرانا؟ ---------------------- ۵۶۶
- دوسرے کی زمین کا بلا اِجازت استعمال؟ ---------------------- ۵۶۷
- نمبر بدل کر دوسرے کے پلاٹ کو اپنے نام رجسٹری کرانا؟ ---------------------- ۵۶۸
- زمین رہن لے کر حکومت سے اپنے نام کرانا؟ ---------------------- ۵۷۰
- دماغی توازن درست نہ ہونے کی حالت میں مالک سے اپنے لئے تمام زمین کا بیع نامہ کرانا؟ -- ۵۷۱
- خسر کی دی ہوئی کرایہ کی دوکان پر داماد کا مالکانہ قبضہ کرنا؟ ---------------------- ۵۷۳
- مالک کی اِجازت کے بغیر مکان پر قبضہ کر کے کرایہ پر رہنا ---------------------- ۵۷۴
- مسجد کے منیجر کا کرایہ دار سے زبردستی بیگار لینا؟ ---------------------- ۵۷۵
- دوسرے کے پلاٹ کو میعاد مقررہ سے زائد استعمال کرنے والے کی آمدنی؟ --------- ۵۷۶
- باپ کی دوکان کا بڑے بیٹے کا اپنے نام رجسٹریشن کرانا؟ ---------------------- ۵۷۸
- تین بھائیوں کی مشترکہ جائیداد کو ایک بھائی کا اپنا بتانا؟ ---------------------- ۵۷۹
- باپ اور بھائی کی اِجازت کے بغیر مشترکہ مال میں سے اپنے استعمال کے لئے لینا؟ --- ۵۸۳
- باپ کی رضامندی کے بغیر دھوکہ دے کر زمین اپنے نام کرانا؟ ---------------------- ۵۸۴
- باپ کی موجودگی میں دادا کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کرنا؟ ---------------------- ۵۸۵
- ’’تانا کمیٹی‘‘ کے خزانچی کا ناحق اپنے بھتیجے کو مالک بنانا؟ ---------------------- ۵۸۷
- اپنی مملوکہ زمین کے ساتھ دوسرے کی زمین پر گھر بنانا؟ ---------------------- ۵۹۰
- دوسرے کی زمین پر ناجائز طریقہ سے راستہ (گذرگاہ) بنانا؟ ---------------------- ۵۹۱
- عام گذرگاہ کو اپنے فائدہ کے لئے تنگ کر دینا؟ ---------------------- ۵۹۲
- دوسرے کی زمین میں اُس کی مرضی کے بغیر گزرگاہ بنانا؟ ---------------------- ۵۹۳
- کسی کی ذاتی گلی میں اُس کی اِجازت کے بغیر جنگلہ بنانا؟ ---------------------- ۵۹۴

- بغیر اجازت کے دوسرے کی زمین میں درخت لگانا؟ ---------- ۵۹۴
- دوسرے کے تالاب سے مچھلی چرانا؟ ---------- ۵۹۶
- بن کی لکڑی کاٹ کر اپنے مصرف میں لانا ---------- ۵۹۷
- پرمٹ بنوا کر پیڑ کاٹنے والوں سے پردھان کا جبراً پیسہ وصول کرنا؟ ---------- ۵۹۷
- کیا سلائی سے بچے ہوئے کپڑے کا استعمال ٹیلر کے لئے درست ہے؟ ---------- ۵۹۸
- سرکاری ضابطہ کی خانہ پوری کئے بغیر خفیہ طور پر پاورلوم چلانا؟ ---------- ۵۹۹
- بھانجے کی بس کا پرمٹ ماموں کا دوسرے کے نام کرانا؟ ---------- ۶۰۲
- مسلم نوکر وملازم کا مالک کی اِجازت کے بغیر پیسہ لینا؟ ---------- ۶۰۲
- دوسرے کا پیسہ دبا کر اپنا کاروبار کرنا؟ ---------- ۶۰۳
- دوکان سے سامان لے کر پیسہ نہ دینا؟ ---------- ۶۰۴
- یتیم کا مال غصب کرنے کے لئے جھوٹ بولنا؟ ---------- ۶۰۵
- زمین پر ناجائز قبضہ کرنے کے لئے جھوٹا مقدمہ کرانا؟ ---------- ۶۰۶
- زمین پر قبضہ کرنے کے لئے بدمعاش ظالم لوگوں کا ساتھ دینا؟ ---------- ۶۰۸
- لڑکے کے والدین کا اپنی بہو کے مال میں ناحق تصرف کرنا؟ ---------- ۶۰۹
- سرکاری ملازم کا سفرخرچ کے لئے ملی ہوئی رقم سے بچا کر رکھنا ---------- ۶۱۰
- کنٹریکٹر کا صرفہ سے زیادہ رقم لینا ---------- ۶۱۱
- دینی تعلیم کے لئے عوامی چندہ سے تعمیر کردہ مکان کو ذاتی ملک قرار دینا؟ ---------- ۶۱۲
- ایک کے کبوتر دوسرے کے یہاں چلے جائیں تو کس کے ہوں گے؟ ---------- ۶۱۳

پانی اور بجلی کی چوری کا حکم ۶۱۵

- ہندو سرکار کی بجلی چوری کرنا؟ ---------- ۶۱۵
- بجلی اور پانی کی چوری کرنا؟ ---------- ۶۱۶
- بل زیادہ آنے کی وجہ سے بجلی چرانا؟ ---------- ۶۱۶
- بل زیادہ آنے کی وجہ سے فیکٹری والوں کا میٹر میں تصرف کر کے بل کم کرنا؟ ---------- ۶۱۷

❍ تیز چلنے کی وجہ سے بجلی میٹر کھلوا کر درست کرانا؟ ---------- ۶۱۸
❍ چوری کی بجلی لے کر ہیٹر چلانا؟ ---------- ۶۲۰
❍ بجلی ملازم کے نام پر بغیر میٹر کے بجلی کا استعمال کر کے کھانا بنانا؟ ---------- ۶۲۰
❍ چوری کی بجلی سے کھانا پکانا اور کپڑے پر پریس کرنا؟ ---------- ۶۲۲
❍ میٹر بند کر کے حاصل شدہ بجلی سے پانی لینا اور وضو وغسل کرنا؟ ---------- ۶۲۲
❍ چوری کی بجلی سے کپڑے دھونا اور اُن میں نماز پڑھنا؟ ---------- ۶۲۴
❍ چوری کے کیبل اور سرکاری تار خرید کر آمدنی حاصل کرنا؟ ---------- ۶۲۵
❍ سرکاری پائپ سے بلا اجازت پانی لینا؟ ---------- ۶۲۶
❍ سرکاری پائپ لائن میں موٹر فٹ کرانا؟ ---------- ۶۲۶
❍ بجلی کے بلوں میں تخفیف کے لئے افسران کو رشوت دینا؟ ---------- ۶۲۷

مغصوبہ چیز کی واپسی کے اَحکام ۶۲۹

❍ مغصوبہ زمین کو واپس کرنا ضروری ہے ---------- ۶۲۹
❍ چوری کا پھل کھالیا؛ بعد میں احساس ہوا؟ ---------- ۶۳۰
❍ چوری کا مال بغیر بتائے مالک کو واپس کرنا؟ ---------- ۶۳۰
❍ فسادات میں ہندوؤں سے لوٹے ہوئے مال کا حکم؟ ---------- ۶۳۱
❍ یتیموں اور بیوہ کا ناحق مال چھیننے والوں کے ساتھ برتاؤ؟ ---------- ۶۳۳
❍ غاصب سے اپنا حق وصول کرنے کے لئے پولیس کیس کرنا؟ ---------- ۶۳۳
❍ مغصوبہ جائیداد کو خالی کرنے کے لئے پگڑی طلب کرنا ---------- ۶۳۵
❍ درخت اور زمین سے جبریہ قبضہ چھڑانے کے لئے جھوٹ بولنا؟ ---------- ۶۳۵
❍ دوسروں کا مال ہڑپ کرنے والے کی توبہ؟ ---------- ۶۳۷
❍ جنگل کے خودرَو درخت، پیڑ پودے اور جنگلی جانور کس کی ملکیت ہیں؟ ---------- ۶۳۷

❖

كتاب الوكالة

وکالت کے مسائل

وکلاء کی آمدنی حلال ہے یا نہیں؟

سوال (۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وکلاء (ایڈوکیٹ حضرات) کی آمدنی حلال ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وکیل اگر سچائی کے ساتھ وکالت کرے اور جھوٹ فریب اور ناحق کی حمایت سے بچتے ہوئے کام کرے، تو اُس کی آمدنی حلال ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۴۵۲ ڈابھیل)

والوكالة قد تكون تبرعًا من الوكيل، وقد تكون بأجر؛ لأنه تصرف لغيره لا يلزمه، فجاز أخذ العوض عليه. (فقه السنة ٣/ ٢١٤)

وللوكيل أن يطالب المؤكل بالأجرة. (الفتاویٰ الهندية ٤/ ٥١٣ زكريا)

قال الأستاذ الدكتور وهبة الزحيلي: تصح الوكالة بأجر وبغير أجر؛ لأن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان يبعث عمّاله لقبض الصدقات، ويجعل لهم عمولةً، ولهٰذا قال له أبناء عمه: لو بعثتنا على هٰذه الصدقات، فنؤدي ما يؤدي الناس ونُصيب ما يصيبه الناس: أي العمولة، ولأن الوكالة عقد جائز لا يجب على الوكيل القيام، فيجوز أخذ الأجرة فيها بخلاف الشهادة. (الفقه الإسلامي وأدلته / البحث الأول تعريف الوكالة ٤/ ٧٤٥ الهدىٰ انٹرنیشنل دیوبند، الفتاویٰ الكاملية / كتاب الوكالة ١٣٦ المكتبة الحقانية پشاور، وكذا في شرح المجلة ٤/ ٤٩٨ رقم المادة: ١٥٠٤) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۳/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

وکیل کا مؤکل کے سامان لانے پر کرایہ یا محنتانہ وصول کرنا؟

سوال (۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص اپنے تجارتی مقاصد کے لئے سفر کرتا ہے، بہت سے لوگ وہاں سے مختلف سامان خرید لانے کی فرمائش کرتے ہیں، بعض دفعہ مختلف لوگوں کا سامان اتنا ہوجاتا ہے کہ موقع بہ موقع رکشہ کرایہ وغیرہ اپنا لگانا پڑتا ہے، اور خود ہی بوجھ بھی ڈھونا پڑتا ہے، رواداری میں انکار نہیں کیا جاسکتا، تو کیا وہ شخص سامان لانے کے بعد اُس پر کچھ نفع رکھ کر لوگوں کو دے سکتا ہے، یا اور کوئی شرعی حل بتلادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اصل معاملہ وکالت کا ہے، بیع کا نہیں ہے؛ لہٰذا مذکورہ شخص فرمائش والے سامان لانے پر جو کرایہ وغیرہ خرچ کرتا ہے، اُس کو سامان کی قیمت میں نہیں جوڑسکتا؛ البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ اصل قیمت بتا کر مؤکل سے یہ کہے کہ اُسے لانے میں میرا اتنا خرچ ہوا ہے، وہ اگر دیدے تو فبہا، ورنہ یہ وکیل کی طرف سے تبرع سمجھا جائے گا۔

وإذا وکّل الرجل رجلاً أن یشتري له کرّ حنطة فاشتراه له فاستأجر بعیرًا، فحمله علیه، فإن وکّله أن یشتري له حنطة أو طعامًا فی نواحي المصر الذي هما فیه، فالقیاس أن یکون متبرعًا في النقل، ولا یرجع بالأجر، وفي الاستحسان لا یصیر ضامنًا ویرجع بالکراء ......، وإن وکّله أن یشتري له حنطة في مصر آخر یصیر مبترعًا أیضًا قیاسًا واستحسانًا. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوکالة / الباب العاشر في المتفرقات ۳/ ٦٤١ زکریا)

ولیس للوکیل بشراء عین شراؤه لنفسه ولا لمؤکل آخر؛ لأنه یؤدي إلی تغریر الآمر من حیث أنه اعتمد علیه. (مجمع الأنهر في شرح ملتقی الأبحر / باب الوکالة بالبیع والشراء ۲/ ۲۳۱ دار إحیاء التراث العربي بیروت، ۳/ ۳۱۹ مکتبة فقیه الأمة دیوبند، البحر الرائق /

باب الوكالة بالبيع والشراء ٢٦٨/٧ زكريا، ١٥٨/٧ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا سو روپئے کے رومال ۹۶/روپئے میں خرید کر ۴/روپئے وکیل بالشراء استعمال کرسکتا ہے؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنے کسی کام سے بازار جارہا ہے، جاتے وقت چند آدمیوں نے مثلاً دس آدمیوں نے زید کو روپئے دیئے کہ میرے لئے رومال لیتے آنا اور رومال کی قیمت کسی کو معلوم نہیں، اب زید رومال خریدنے لگا، تو ایک رومال کی قیمت دس روپئے تھی، تو دس رومال کی قیمت ۱۰۰/روپئے ہوئی، اب زید دوکان دار کو کچھ رقم کم مثلاً ۹۶/روپئے دے کر خوش کرلیتا ہے، تو کیا اب زید اِس چار روپئے کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے؟ یا مذکورہ دس آدمیوں پر لوٹانا ضروری ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وکیل امین ہوتا ہے؛ اس لئے صورتِ مسئولہ میں جتنے روپئے میں رومال خریدے ہیں، اُس سے زیادہ رقم مؤکلین یعنی پیسہ دینے والوں کی اِجازت کے بغیر اسے لینا درست نہیں ہے۔

المال الذي قبضه الوكيل بالبيع والشراء وإيفاء الدين واستيفائه، والمال الذي قبضه الوكيل بقبض العين بحسب وكالته، هو في حكم الوديعة بيد الوكيل. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٧٨٤ رقم المادة: ١٤٦٣ المكتبة الحنفية كوئٹه)

وإن بشراء شيء بغير عينه فالشراء للوكيل إلا إذا نواه للمؤكل وقت الشراء، أو شراه بماله أي بمال المؤكل. (الدر المختار، كتاب الوكالة / باب الوكالة بالبيع والشراء ٥١٨/٥ كراچی، ٢٥٢/٨ زكريا)

ولو أمره بشرائه بألفٍ ودفع الألفَ، فاشترى وقيمته كذٰلك فقال الآمر: اشتريت بنصفه، وقال المامور: بل بكله صُدّق؛ لأنه أمين. (الدر المختار، كتاب الوكالة / باب الوكالة بالبيع والشراء ٨/٢٥٤ زكريا)

وليس للمودع حق التصرف والاسترباح في الوديعة. (المبسوط للسرخسي / كتاب الوديعة ١١/١٢٢ دار الفكر بيروت، عناية على فتح القدير / كتاب الوديعة ٨/٤٩٠ دار الفكر بيروت)

لأنه يؤدّي إلى تغرير الآمر حيث اعتمد عليه. (مجمع الأنهر / باب الوكالة بالبيع والشراء ٣/٣١٩ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق / باب الوكالة بالبيع والشراء ٧/١٥٨ كراچی)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه، ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الغصب ٩/٢٩١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وکیل بالبیع کا خود خریداری کرنا؟

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور خالد نے مشترکہ طور پر ایک زمین خریدی، جس میں ۴۰/ فیصد حصہ زید کا اور ۶۰/ فیصد حصہ خالد کا تھا، زمین کا بیع نامہ خالد کے نام ہوا؛ کیوں کہ زمین کا سودا طے کرنے میں صرف اور صرف خالد کی محنت تھی، تقریباً ایک سال محمد خالد نے زمین کی مقامی قیمت معلوم کرکے زید سے کہا کہ ہماری زمین پر ۷۰/ ہزار روپئے نفع کے مل رہے ہیں، کیا زمین بیچ دی جائے؟ زید نے خالد کو اختیار بھی دے دیا کہ آپ زمین بیچ سکتے ہیں، اِدھر خالد نے اپنا حصہ کسی دوسرے کو نہ بیچ کر خود زید کے حصہ کا بھی خریدار بن گیا، اور کل زمین پر ۷۰/ ہزار کے نفع سے ۴۰/ فیصد نفع اور ۴۰/ فیصد کی اصل رقم زید کو دے دی، زید نے اِس رقم کو یہ سمجھ کر کہ میری زمین بک گئی، وصول بھی کرلیا۔ یاد رہے کہ صرف زید کا حصہ ۴۰/ فیصد اتنا کم تھا کہ کوئی تیسرا اگر خریدتا تو شاید نفع مذکور بھی حاصل نہ ہوتا، اب دو سال کے بعد وہ زمین جو صرف خالد کے نام تھی، کسی دوسرے کو بیچتا ہے تو زید خالد سے کہتا ہے کہ تم

نے میرے ساتھ دھوکہ کیا؛ کیوں کہ تم نے میری زمین نہیں بیچی، جب کہ خالد کا کہنا یہ ہے کہ تم (زید) نے بیچنے کی اجازت دی اور جتنی رقم تم سے بتائی گئی وہ تم نے وصول بھی کرلی، اب اگر یہ زمین کسی اور کے پاس ہوتی تو تم کو کیا ملتا؟

اَب سوال یہ ہوتا ہے کہ زید نے خالد کو زمین بیچنے کا اختیار دیا، تو کیا خالد خود خریدار بن کر زید کی زمین اپنی ملکیت میں تبدیل کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیا خالد کو یہ بتانا ضروری تھا کہ تمہاری زمین میں خرید رہا ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مذکورہ میں زید نے خالد کو زمین نہیں بیچی؛ بلکہ اُس کو اپنے حصۂ زمین کے بیچنے کا وکیل بنایا ہے، اور وکیل بالبیع کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ خود خریدار بن جائے، اس لئے خالد کو زید کی زمین واپس کرنا ضروری ہے؛ البتہ اگر خالد زید کو یہ بتادیتا کہ میں اس زمین کو خرید رہا ہوں اور زید اِس پر رضامندی کا اظہار کردیتا، تو پھر یہ بیع جائز ہوجاتی۔

الوكيل بالبيع لا يملك شراء ه لنفسه؛ لأن الواحد لا يكون مشتريًا وبائعًا، فيبيعه من غيره ثم يشتريه منه، وإن أمره المؤكل أن يبيعه من نفسهٖ وولده الصغير، أو ممن لا تقبل شهادته فباع منهم جاز. (شامي / باب الوكالة بالبيع والشراء، فصل لا يعقد وكيل البيع والشراء ۸/۲۵۷ زكريا)

وليس للوكيل بشراء عين شراؤه لنفسه ولا لمؤكل آخر؛ لأنه يؤدي إلى تغرير الآمر من حيث أنه اعتمد عليه. (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر / باب الوكالة بالبيع والشراء ۲/۲۳۱ دار إحياء التراث العربي بيروت، ۳/۳۱۹ مكتبة فقيه الأمة ديوبند، البحر الرائق / باب الوكالة بالبيع والشراء ۷/۲٦۸ زكريا، ۷/۱۵۸ كراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۳/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

وکیل نے مؤکل کا دیا ہوا روپیہ اپنی تجارت میں لگالیا؟

سوال (۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے کسی کو روپیہ دیا کہ آپ فلاں غلہ یا سامان خرید کر رکھ دیں؛ لیکن اُس شخص نے سامان خریدنے کے بجائے اُس روپئے کو اپنی تجارت پر لگا دیا، بعد میں اُس نے چار پانچ ماہ کے بعد اُس کے مطالبہ پر صورتِ حال بتلائی۔ واضح رہے کہ نفع یا شرکت کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی، اب اُس کا یہ کہنا ہے کہ جس کو روپئے دئے تھے کہ اس غلہ کی قیمت آج کے بعد پر لے لو، آیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ پر وکیل نے مؤکل کے حکم کی مخالفت کی ہے؛ لہٰذا وکالت ختم ہوگئی اور وکیل پر مؤکل کی رقم ادا کرنی ضروری ہے، اِس رقم میں کمی وبیشی روا نہیں ہے۔

مؤکل وکیل کی تجارت کے نفع میں بھی شریک نہیں ہے اور نہ وکیل کو مجبور کرسکتا ہے کہ وہ آج کے بھاؤ سے غلہ کی قیمت اُسے واپس لوٹائے۔

الوکیل إذا خالف من حیث الجنس لا ینفذ علی الآمر، وإن کان المأتي بہ أنفع من المأمور بہ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوکالة / الباب الثاني في التوکیل بالشراء ۳/۵۷۵ زکریا)

فلو اشتراہ بغیر النقود أو بخلاف ما سمّی له من الثمن وقع للوکیل؛ لأنه خالف أمرہ فنفذ علیه، أطلقه: فشمل المخالفة في الجنس وفي القدر کما في البزازیة. (البحر الرائق / باب الوکالة بالبیع والشراء ۷/۲۶۹-۲۷۰ دار الکتب العلمیة بیروت)

وأخذ مال الغیر بغیر إذنه لنفسه سبب لوجوب الضمان. (بدائع الصنائع /

فصل في أموال اللقطة ۸/ ۳۳۰ دار الکتب العلمیة بیروت، ۵/ ۲۹۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/ ۶/ ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بائع کا بیٹا اگر اُس کی توکیل کے بغیر مشتری سے ثمن وصول کرلے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے خالد سے کچھ سامان خریدا، چند ایام کے بعد خالد کا بچہ اُس سامان کی قیمت بغیر خالد کی اجازت کے زید سے لے کر فرار ہوگیا ہے، نہ خالد کو قیمت لینے کا علم ہوا نہ اور نہ خالد نے اپنے بچہ کو اجازت دی۔

اَب صورتِ حال یہ ہے کہ خالد زید سے اپنے سامان کی قیمت مانگتا ہے، تو کیا زید پر واجب اور ضروری ہے کہ اس سامان کی قیمت کو خالد کو دیدے؟ جب کہ زید نے خالد کے بچہ کو یہی سمجھ کر قیمت ادا کردی تھی کہ خالد نے منگائی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اصل عاقد خالد ہے، اور اُس نے رقم وصول کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو وکیل نہیں بنایا؛ لہٰذا اُس کے بیٹے کو رقم کی ادائیگی کرنے سے زید ذمہ داری سے بری نہ ہوگا، اور خالد کے مطالبہ پر اُسے رقم ادا کرنی ہوگی، اور جو رقم خالد کے بیٹے نے دھوکہ دے کر اُس سے لی ہے، بیٹے کی واپسی پر زید اُس سے اپنی رقم کے مطالبہ کا مستحق ہے۔

المستفاد: وإذا کان کذٰلک کان أصیلاً في الحقوق فیتعلق حقوق العقد به. (الهدایة / کتاب الوکالة ۳/ ۱۶۳ إدارة المعارف دیوبند)

وفي البزازیة: وکیل البیع قال بعته وسلّمته من رجل لا أعرفه وضاع الثمن، قال القاضي: یضمن؛ لأنه …… لا یملک التسلیم ممن لا یعرفه الخ. (البحر

الرائق / كتاب الوكالة ۷/۲۵۳-۲۵٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مؤکل سے پوری رقم لے کر ٹیچروں کو کم دینا؟

سوال (۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے ایک ٹیچر سے کہا کہ تم اپنے اسکول میں تین ٹیچر رکھ لو، اور ہم تمہیں فی ٹیچر دو ہزار روپئے مہینہ دیں گے، اب اُنہوں نے دو ٹیچروں کو ایک ایک ہزار روپئے کی تنخواہ پر رکھا، یہ اُن صاحب سے دو ہزار روپئے لیتے ہیں، ایک ہزار خود رکھتے ہیں اور ایک ہزار ٹیچر کو دیتے ہیں اور اُنہوں نے ٹیچر سے ایک ہی ہزار روپئے کی بات کی ہے، اَب اُن کا ایسا کرنا صحیح یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ ٹیچر مذکورہ صاحب کی طرف سے محض وکیل ہے؛ لہٰذا جتنی تنخواہ مذکورہ صاحب کی طرف سے ملتی ہے، وہ مکمل مقررہ ٹیچروں کو دینی لازم ہے، اِس رقم میں سے درمیانی ٹیچر کو کوئی حصہ اپنے لئے لینا جائز نہیں؛ بلکہ خیانت ہے، نیز اگر ٹیچر ایک ہزار روپئے کا مقرر کیا ہے، تو مذکورہ صاحب سے ایک ہزار سے زائد روپئے نہ لیا جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [البقرة، جزء آيت: ۱۸۸]

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۱۱۸/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/٤ رقم: ۵٤۹۲ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال:

…… **من غشنا فليس منا.** (صحيح مسلم ٧٠/١ رقم: ١٠١، الترغيب والترهيب مكمل ٤٠٠ رقم: ٢٧٣٨ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه الخ. (صحيح البخاري ١٦٤/١، سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ٣٢/٢، سنن أبي داؤد / باب ما جاء في الوصية للوارث ٣٩٦/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۶/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عوامی راشن سے بچی ہوئی اشیاء کو ڈیلر کا فروخت کرنا؟

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گورنمنٹ جو کوٹہ کی اشیاء دیتی ہے، یہ تمام گاؤں والوں کے لئے ہوئی ہیں، بعض ڈیلر ایسا کرتے ہیں کہ کوٹہ کی اشیاء کو عوام کو نہ دینے کے بجائے کسی دوکان دار کو اچھے نفع پر فروخت کر دیتا ہے، نیز کوٹہ کی اشیاء کی تقسیم کے اعلان کے باوجود اگر کچھ لوگ لینے نہ آئیں اور سامان بچ جائے، اُس کو گورنمنٹ واپس نہیں لیتی، تو کیا ڈیلر اُس کو فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟ ڈیلر گورنمنٹ کا وکیل ہوتا ہے یا عوام کا؟ یا گورنمنٹ کا خریدار رہے؟ کیوں کہ ڈیلر پہلے رقم دے کر سامان لیتا ہے اور بچنے کے بعد گورنمنٹ واپس بھی نہیں لیتی، تو اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خریدار ہے اور چوں کہ گورنمنٹ نرخ متعین کردیتی ہے، اور عوام کے لئے کہہ کر دیتی ہے، تو اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گورنمنٹ کا وکیل ہوتا ہے؟ شرعاً کیا ہوتا ہے؟ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: راشن کا ڈیلر حکومت کی طرف سے سستی اشیاء حکومت سے خرید کر عوام کو سستے نرخ پر فروخت کرنے کا لائسنس یافتہ معتمد اور وکیل ہوتا ہے، اسے اپنے حلقہ

کے راشن پانے والے افراد کے حساب سے راشن کا کوٹہ تقسیم کرنے کے لئے دیا جاتا ہے، اور یہ اُس کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ راشن کے ہر حق دار کو اُس کے آنے پر مقررہ قیمت کے مطابق اُسے راشن فراہم کرے؛ لہٰذا راشن ڈیلر کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ راشن لینے والوں کے مطالبات باقی رہ جانے کے باوجود اُن کے نام پر آئے ہوئے حصہ کو دوسرے لوگوں کے ہاتھ فروخت کرے؛ کیوں کہ یہ حکومت کی قانون شکنی ہے؛ البتہ اگر راشن ڈیلر نے برابر راشن کی تقسیم جاری رکھی، تاآں کہ راشن کا اگلا کوٹہ ملنے کا وقت آ گیا اور کچھ لوگ اِس دوران اپنا حصہ لینے نہیں آئے، جس کی وجہ سے کوٹہ باقی رہ گیا، تو اَب راشن ڈیلر کو اختیار رہے کہ اِس باقی ماندہ راشن کو کسی بھی قیمت پر جس کو چاہے فروخت کردے؛ کیوں کہ حکومت اُسے واپس نہیں لے گی، اور راشن پانے والے بروقت آئے نہیں، تو اب اُس پر تصرف اور ملکیت کا حق مکمل طور پر ڈیلر کو حاصل ہوگیا ہے۔ (جدید فقہی مسائل ۳۶۳)

لأن الوكيل يتصرف بتفويض المؤكل فيملك قدر ما فُوّض إليه. (بدائع الصنائع ٥/٤ ٢ المكتبة النعيمية ديو بند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۷/۷/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اپنے مال سے دوسرے کو تجارت کرنے اور شیئرز خریدنے کا وکیل بنانا؟

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل تجارت کی ایک شخص کسی معروف تاجر (مثلاً: ریلائنس انڈسٹری کے ذمہ دار) سے کہتا ہے کہ بینک میں میرے نام سے مثلاً پچاس ہزار روپئے ہیں، آپ اُن میں سے پچیس ہزار روپئے لے کر میری جانب سے تجارت کریں، اَب وہ تجارت کرتا ہے اور یہ شخص کمپیوٹر وغیرہ کی مدد سے یہ معلوم کرتا ہے کہ میرے وکیل (جسے بینک سے پچیس ہزار روپئے دئے ہیں) نے نفع حاصل کیا یا نہیں؟ اور وہ وکیل بھی ساری معلومات کسی نہ کسی طرح نو منسلک شخص کو بہم پہنچاتا رہتا ہے، نفع حاصل ہونے کی صورت میں تاجر (خواہ وہ ذمہ دار ہو یا ایجنٹ) چیک بنا کر مؤکل کے حوالے کردیتا

ہے۔ سوال یہ ہے کہ اِس طرح کے شیئرز میں حصہ لینا درست ہے؟ اور اگر درست نہیں ہے، تو پھر شیئرز میں حصہ لے کر تجارت کی جائز شکل کونسی ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ تاجر آپ کی اِجازت سے متعینہ رقم لے کر اُس سے ایسی کمپنی کے شیئرز خریدتا ہے جس کا کاروبار حلال ہے، اور یہ خریداری محض فرضی نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ حقیقی ہوتی ہے، اور بعد میں شیئرز کی قیمت بڑھ جانے پر وہ تاجر اپنا محنتانہ وصول کر کے بقیہ اِضافہ شدہ رقم مؤکل کو لوٹا دیتا ہے، تو یہ معاملہ شرعاً درست ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱/۱۰۲-۱۰۶، فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۱۸۹ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

❖

کتاب الدعویٰ والقضاء

دعویٰ سے متعلق مسائل

بیوی کا شوہر کے نصف مکان پر ملکیت کا دعویٰ کرنا؟

سوال (۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا انتقال ہو چکا ہے، اس کے ترکہ میں سے ایک مکان کی تقسیم عمل میں نہیں آئی ہے، زید کی اہلیہ مریم اس کے ایک نصف پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ پہلے نصف انہیں دیا جائے، پھر تقسیم شرعی کی جائے، جب کہ وارثین میں سے کچھ افراد مریم کے اس دعویٰ کا انکار کرتے ہیں، مریم کا دعویٰ درج ذیل بنیاد پر ہے:

مکان کی خریداری میں نصف سے کچھ زائد رقم مریم کی ذاتی آمدنی سے لگی تھی، اسی لئے مریم کا اصرار تھا کہ رجسٹری میں ان کا نام بھی شامل کیا جائے؛ لیکن زید نے کہا کہ بعد میں اس کا نام شامل کرلیا جائے گا۔

کچھ عرصہ بعد گھر از سرِ نو تعمیر کیا گیا، تو اس میں بھی مریم کی ذاتی رقم ستر فیصد سے زائد لگی، اور اس موقع سے بھی زید نے وعدہ کیا کہ مکان کی خریداری وتعمیر میں خرچ کئے جانے کے عوض وہ نصف گھر مریم کے نام کردے گا؛ لیکن اس کا موقع نہ مل سکا اور اور زید کا انتقال ہو چکا، یہ معاملہ زبانی ہوا تھا، اس لئے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، خاندان کے بعض افراد اگرچہ واقف ہیں؛ لیکن نزاع سے بچنے کے لئے وہ مریم کا حصہ دئے بغیر ورثہ میں تقسیم کرنا مناسب سمجھ رہے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مریم کا یہ دعویٰ شرعاً کیسا ہے؟ اور اس مکان کی تقسیم کس طرح کی جائے گی؟ آیا مریم کو نصف مکان دیا جائے گا؟ پھر تقسیم کی جائے گی یا کل مکان ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا؟

نیز یہ امر بھی دریافت طلب ہے کہ اگر مریم کے دعویٰ کے لئے شرعی ثبوت فراہم نہ ہو اور بعض ورثہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مریم کا دعویٰ فی نفس الامر درست ہے، مریم کا حق دیئے بغیر تقسیم کرلیں، تو کیا یہ ان کے حق میں جائز ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مریم کو اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے معتبر گواہی پیش کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر شرعی طور پر اس کے حق میں فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، اور جن رشتہ داروں کو اصل بات معلوم ہے، ان کے لئے صحیح صورتِ حال کو چھپانا ہرگز جائز نہیں ہے، اگر انہوں نے اس معاملہ کے متعلق صریح حق کی بات ظاہر نہ کی، تو وہ آخرت میں سخت مؤاخذہ کے مستحق ہوں گے۔ احادیثِ شریفہ میں ایسے گواہی کے چھپانے والوں کے بارے میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اور وارثین میں سے جو لوگ مریم کے حق کا علم رکھنے کے باوجود اس کو دیئے بغیر جائیداد تقسیم کریں گے وہ بھی ظلم کے مرتکب ہوں گے اور آخرت میں مؤاخذہ دار رہیں گے۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ﴾ [البقرة: ٢٨٣]

هٰذه الآية دليل على أن كتمان الشهادة حرام وأدائها فريضة، وإن لم يسئله المشهود له، وإن كان المشهود له لا يعلم بشهادة الشاهد يجب على الشاهد أن يعلمه بأنه شاهد. (تفسير مظهري ٤٧٤/١ زكريا)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال في خطبته: البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما جاء في أن البينة على المدعي واليمين على المدعىٰ عليه ٢٤٩/١)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة

المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي موسىٰ رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من كتم شهادة إذا دعىٰ إليها كان كمن شهد بالزور. (المعجم الأوسط ١٥٦/٣ رقم: ٤١٦٧)

الرجل إذا شهد على شيء ثم امتنع عن أداء الشهادة إن علم أنه لو لم يشهد يذهب حق المشهود فلم يشهد يصير فاسقًا. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٣٩٨/١١-٣٩٩ رقم: ١٦٤٣٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۳/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے مرنے کے بعد شوہر کے بنائے ہوئے مکان پر بیوی کے بھائیوں کا دعویٰ کرنا؟

سوال (۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی نسرین کا انتقال ۲۳/ مئی بروز بدھ ہوگیا تھا، اور میرے کوئی اولاد بھی نہیں ہے، میری بیوی کا جہیز اور کچھ زیور کپڑا ہے، اور ایک چھوٹا سا مکان چالیس گز کی آراضی میں بنوایا تھا، جس میں میں نے اپنی محنت کی کمائی لگائی تھی اور کچھ تھوڑی مدد بیوی کے بھائی نے کی تھی، آج اس کے انتقال کو ۲۰/ دن ہوگئے، بیوی کے بہن بھائی یہ کہتے ہیں کہ مکان اور سامان سب کچھ ہمارا ہے، تمہارا کچھ نہیں۔ اب آپ سے یہ فتویٰ لینا چاہتا ہوں کہ یہ سب کچھ ان لوگوں کا ہے یا اس میں میرا بھی حق ہے؛ کیوں کہ جب تک میری زندگی ہے میں کہاں جاؤں، اس مکان کی جگہ ہماری برادری کے عبید الرحمٰن صاحب نے زکوٰۃ میں دی تھی، اور عملہ بھی بنایا تھا، میری شادی کو ۱۰/ سال ہوچکے ہیں، لہٰذا میں خدا اور رسول کو حاضر سمجھ کر کے آپ سے فتویٰ لے رہا ہوں کہ میں کیا کروں، وہ لوگ مجھ پر دباؤ

دے رہے ہیں، جو میرا یا ان لوگوں کا حق بنتا ہو وہ فتویٰ دیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مکان اور اُس کی زمین میں آپ کی بیوی کے بھائی بہنوں کا کوئی حق نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ زمین آپ کی ذاتی ملکیت ہے اور مکان کی تعمیر میں بھی اکثر آپ کا پیسہ لگا ہے؛ لیکن بیوی کی ملکیت والے جہیز اور زیورات میں وراثت کے قاعدہ کے موافق عمل ہوگا یعنی اس کی متروکہ تمام اشیاء کے نصف حصہ کے آپ مالک ہوں گے، اور بقیہ نصف حصہ میں اس کے دیگر ورثہ حسبِ حصصِ شرعیہ شریک ہوں گے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ [النساء: ۷]

أما للزوج ...... نصف عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل. (السراجي في الميراث ۱۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۱/۳/۱۴۲۲ھ

عوامی چندہ سے بنی ہوئی عمارت پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرنا؟

سوال (۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلّہ کی مسجد کی زمین ایک پلاٹ کی شکل میں ایک صاحبِ خیر نے وقف کی تھی، جس پر مکمل تعمیری کام کچھ اہالیانِ محلّہ اور باقی تمام عوام الناس سے رقم جمع کرکے زید نے بڑی محنت اور لگن سے اللہ کے لئے پایۂ تکمیل کو پہنچایا، اور اِس پوری جائیداد کو ایک ٹرسٹ بنا کر حکومت کے موجودہ قوانین کے تحت رجسٹرڈ کردیا، مسجد کی جگہ جو موجودہ قوانین کو ملحوظ رکھتے ہوئے مدرسہ کے نام پر جاری ہے، اگرچہ اسی جگہ ایک حصہ میں لڑکیوں کا ایک مدرسہ بھی زید چلاتا ہے، زید اب اپنی ذاتی ملکیت بتارہا ہے، اور مسجد میں اہالیانِ محلّہ کو دخل دینے سے منع کررہا ہے، تو کیا شرعاً مسجد ومدرسہ کی جگہ

زید کی ملکیت ہوسکتی ہے؟ اور اس کو منع کرنے کی اجازت ہے، اور کیا اُس کی اِس حرکت پر اَہالیانِ محلّہ کو اُس کے فرائض سے بے دخل کرنے کا اختیار ہے؟ شرعی حل سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بر تقدیر صحتِ سوال موقوفہ اور چندہ سے تعمیر شدہ عمارت کو کوئی شخص اپنی ذاتی ملکیت قرار نہیں دے سکتا؛ البتہ اِدارہ کے نظم وانتظام کے لئے کسی کو ذمہ دار بنایا جاسکتا ہے، اور بلا کسی شرعی وجہ کے اس ذمہ دار کے کام میں دوسرے لوگوں کو خواہ مخواہ دخل اندازی نہیں کرنی چاہئے۔

لم یبق علی ملک الواقف، ولا انتقل إلی ملک غیرہ؛ بل صار علی حکم ملک اللّٰہ تعالیٰ الذي لا ملک فیہ لأحد سواہ. (شامي / مطلب: لو وقف علی الأغنیاء وحدھم لم یجز ٦/ ٥٢١ زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/ ۱۱/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

عاریۃً رہنے کیلئے دیئے ہوئے مکان پر ملکیت کا دعویٰ کرنا؟

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احقر نے اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے ایک نہایت دین دار بزرگ کو اپنے یہاں بلا کر رکھا، اُن کی رہائش کے لئے اپنے گھر سے متصل ایک مکان قیام کے لئے دیا، ایک عرصہ دراز تک وہ بزرگ اس مکان میں قیام فرمارہے، پھر اُن کی رحلت ہوگئی، اِس وقت اُن کے تین بچے زیر تعلیم تھے، اور خود کفیل ہونے کے قابل نہ تھے، دینی تعلق سے احقر نے اُن بزرگ کی اہلیہ اور بچوں سے کہا کہ آپ لوگ فکرمند نہ ہوں، اور کہیں جانے سے متعلق نہ سوچیں، آپ اس مکان میں ہی مقیم رہیں اور جب تک چاہیں رہیں، صرف اس مکان کو بیچنے یا کسی کو دینے کا آپ کو اختیار نہ ہوگا، قیام جب تک چاہیں رکھیں؛ لہٰذا وہ حضرات اس مکان میں رہتے رہے، کچھ عرصہ بعد اُن بزرگ کے

بچوں کی شادیاں ہوگئیں اور سب بچے برسر روزگار ہوگئے، اُن لوگوں نے اپنا ذاتی مکان ایک دوسرے قریبی شہر میں بنالیا اور مع والدہ وغیرہ اپنے ذاتی مکان میں رہنے لگے، احقر کے اس مکان میں اپنی بہن اور بہنوئی کو چھوڑ گئے، شروع میں احقر نے دینی تعلق کی وجہ سے کوئی اعتراض نہیں کیا، کچھ عرصہ بعد ان کے بہنوئی نے احقر کی مخالفت اور ایذاء رسانی شروع کردی، احقر کے دشمنوں سے ساز باز کرکے احقر کو نقصان پہنچانے لگے، جب حالات ناقابل برداشت ہوگئے، تو احقر نے ان مرحوم بزرگ کے لڑکوں سے کہا کہ احقر نے یہ مکان آپ لوگوں کے رہنے کے لئے دیا تھا، کسی اور کو اس مکان میں بسانے کا آپ کو اختیار نہ تھا، آپ لوگوں نے اپنا مکان بنالیا وہاں رہنے لگے؛ لہٰذا اَب احقر کے مکان کو خالی کردیجئے، احقر کے اس مطالبہ پر اب وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مکان تو ہماری ملک ہوگیا، آپ نے ہم کو ہبہ کردیا، احقر نے کہا کہ احقر نے کبھی ہبہ یا ملک بنانے کا نہیں کہا نہ کبھی احقر نے ایسا خیال کیا، صرف آپ لوگوں کو رہنے کے لئے کہا تھا، اس بات کا وہ لوگ کوئی جواب بھی نہیں دیتے ہیں، اور مکان کو چھوڑتے اور خالی نہیں کرتے ہیں، نہ کوئی ثبوت احقر کی تحریر یا زبانی گواہ وغیرہ ان کے پاس ہے کہ احقر نے ہبہ کردیا۔

آپ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں کہ ان حالات میں وہ مکان کے مالک ہوسکتے ہیں؟ اور احقر کو ان سے مکان خالی کرانے کا شرعاً اختیار رہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ آپ نے مذکورہ بزرگ اور اُن کی اولاد کو اپنا مکان بطور عاریت دیا تھا، اُنہیں ہبہ نہیں کیا تھا، تو آپ جب چاہیں اُسے لینے کا مطالبہ کرسکتے ہیں، آپ کو شرعاً اُس کا حق حاصل ہے۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: …… العارية مودَّاة، والمِنحة مردودة والدين مَقضيٌّ والزعيم غارم. (سنن الترمذي / باب ما جاء لا وصية لوارث ٣٢/٢)

ويرجع المعير متى شاء. (تبيين الحقائق ٣٤/٦ زكريا)

وحكمه أي الغصب الإثم لمن علم أنه مال الغير ورد العين قائمة والغرم هالكة. (الدر المختار مع الشامي /أول كتاب الغصب ١٧٩/٦ دار الفكر بيروت، البحر الرائق / كتاب الغصب ١٠٨/٨ كراچی، تبيين الحقائق / كتاب الغصب ٣١٥/٦ المكتبة الإمدادية ملتان)

وللمستعير أن يسترد العارية ويرجع فيها متى شاء، سواء كانت العارية مطلقة أو مؤقتة، ذكر الحاكم الشهيد. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب العارية / الفصل السابع في استرداد العارية وما يمنع من استردادها ٩١/١٦ رقم: ٢٤٣٠٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے فلیٹ میں شوہر کا روپیہ لگا کر ملکیت کا دعویٰ کرنا؟

سوال (۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی شادی شدہ بیٹی کے نام ایک فلیٹ بک کیا، کچھ دنوں کے بعد شوہر (جو کہ سعودی میں تھا) کو اِس کا علم ہوا، تو اُس نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں وقتاً فوقتاً تجھ کو روپئے بھیجتا رہوں گا، تو اِس رقم کو فلیٹ کے عوض اپنے والد کو دینا، اِدھر زید نے اپنی بیٹی سے کہا کہ جو رقم تیرے شوہر کی طرف سے آرہی ہے، تو اپنے ہی پاس رکھ، فلیٹ کی اکثر قسطیں زید کے والد نے اَدا کی، اور چند قسطوں کے لئے داماد کی رقم بھی استعمال کرلی، داماد جب سعودی سے آیا تو دونوں میاں بیوی اِس فلیٹ میں تقریباً ایک ماہ رہے، پھر آپسی رنجش کی وجہ سے شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، اور دوسری شادی کرکے الگ رہنے لگا۔ اَب لڑکی کے باپ کا کہنا ہے کہ یہ فلیٹ میرا ہے، اور داماد کا کہنا ہے کہ میں نے اِس فلیٹ کے لئے سعودی سے روپئے بھیجتا رہا؛ لہٰذا یہ میرا ہے۔ اَب اِن دونوں میں کس کی بات درست ہے؟ اور حقیقۃً یہ فلیٹ کس کا ہے؟ مکمل زید کا یا داماد کا؟ یاد رہے کہ شوہر جو روپئے بھیجا کرتا تھا وہ اَب بھی اُس کی زوجۂ مطلقہ کے پاس موجود ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں یہ فلیٹ لڑکی اور اُس کے والد کا ہے، شوہر کا نہیں ہے، اور شوہر نے اِس مد میں جو رقم بھیجی ہے وہ سب اُسے واپس کرنی ضروری ہے، یعنی جو رقم مطلقہ کے پاس موجود ہے، وہ بھی اور جو لڑکی کے باپ نے فلیٹ کی قسطوں میں شوہر کی رقم میں سے دی ہے، وہ سب شوہر کو واپس کی جائے گی۔

فإن طلبها صاحبها فجحدها ضمنها؛ لأنه لما طالبه بالرد فقط عزله عن الحفظ، فبعد ذلک هو بالإمساک غاصب مانع منه فيضمنها. (الهداية ۳/ ۲۷۴ المکتبة الأشرفية ديو بند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/ ۲/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت (مزنیہ) کے دعویٰ سے زنا کا ثبوت

سوال (۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زنا کاری کے ثبوت کے لئے چار گواہ ضروری ہیں؛ لیکن ایک عورت کہتی ہے کہ میرے ساتھ زنا کیا ہے، اور وہ خود ہی مدعی ہے اُس پر کوئی گواہ نہیں ہے، اور وہ عورت گاؤں کے ذمہ دار سے آ کر کہتی ہے کہ میرے ساتھ فلاں شخص نے ایسا کیا، میں اُس کی صورت دیکھنا نہیں چاہتی ہوں، آیا اِس سے زنا ثابت ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو بالجبر ثابت ہوا ہے یا بالتراضی؟ اور حد کس پر لگے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب تک مدعیٰ علیہ خود زنا کا اقرار نہ کرے، یا چار گواہ صراحت کے ساتھ زنا کی گواہی نہ دیں، اُس وقت تک مدعیٰ علیہ پر زنا کا ثبوت نہیں ہوسکتا محض ایک عورت کے دعویٰ کی بنا پر مذکورہ شخص کو زانی قرار نہیں دیا جائے گا، اور رہ گئی عورت کی بات کہ میں اُس کی صورت نہیں دیکھنا چاہتی، تو اِس مطالبہ میں کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ

شرعی حکم یہ ہے کہ کوئی اَجنبی مرد کسی اَجنبی عورت کی صورت بالقصد نہ دیکھے؛ اِس لئے بہر حال اُس عورت کو مذکورہ شخص بلکہ ہر اَجنبی سے اپنے کو بچا کر رکھنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۹۸/۱۴ ڈابھیل)

ويثبت بشهادة أربعة رجالٍ في مجلس واحد …… بلفظ الزنا لا مجرد لفظ الوطء والجماع …… فيسألهم الإمام عنه ما هو أي عن ذاته؟ وهو الإيلاج، وكيف هو؟ وأين هو متى زنا، وبمن زنى لجواز كونه مكرهًا، ويثبت أيضًا بإقراره صريحًا ولم يكذبه الآخر. (الدر المختار مع الشامي ٧/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۵/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محض زنا کا الزام لگانے سے جرم ثابت نہ ہوگا

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مسجد میں اِمام اور دینی مدرسہ میں معلم ہیں، نکاح خواں اور قاضی بھی ہیں، بکر کی کنواری بیٹی اِمام صاحب کے کنوارے بیٹے پر یہ الزام لگاتی ہے کہ امام صاحب کے بیٹے نے اُس کے ساتھ زنا بالجبر کیا ہے، جس کے نتیجہ میں اُس کے شکم میں آٹھ ماہ کا حمل ہے، امام صاحب اور اُن کا ملزم بیٹا اِس الزام کو پوری طرح خارج کر دیتے ہیں، بیٹا خود کو بے گناہ بتاتا ہے، مدعیہ دوشیزہ پولیس میں رپورٹ کر دیتی ہے، مقدمہ قائم ہوتا ہے، کچھ دنوں بعد اُس دوشیزہ کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوتا ہے، بعد ضمانت بکر امام صاحب کو پچاس ہزار روپئے رشوت دے کر اپنی بیٹی کا نکاح امام صاحب کے ملزم بیٹے سے کرانے کی گذارش کرتا ہے، اِمام صاحب پچاس ہزار روپئے لے کر اپنے ملزم بیٹے کا نکاح مدعیہ سے کرانے پر راضی ہو جاتے ہیں اور نکاح کرا دیتے ہیں۔

تو شریعت اِسلامی کے مطابق کیا اِمام صاحب امامت کرنے کے لائق ہیں؟ مدرس بنے رہنے کے لائق ہیں؟ نکاح خواں قاضی کی حیثیت سے نکاح پڑھانے کے لائق ہیں؟ اگر نہیں تو ایسی حالت میں شریعت اِسلامی کے کیا اَحکامات ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر شرعی ثبوت یعنی مدعی علیہ کا اقرار یا چار مرد گواہوں کی شہادت نہ ہو تو مدعی علیہ (اِمام مذکور کے بیٹے) کو بدکاری کا مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا؛ تاہم اگر کسی مصلحت سے مدعیہ (بکر کی بیٹی) اور مدعا علیہ کا نکاح کردیا جائے تو وہ بلا شبہ درست ہے، اِس نکاح پر اگر امام صاحب نے واقعۃً رشوت کے روپئے لئے ہیں تو اُن رشوت کے پیسوں کو واپس کرنا لازم ہے، جب تک وہ رشوت کی رقم واپس کرکے صدق دل سے توبہ نہیں کریں گے اُن کی امامت مکروہ ہوگی۔

ویثبت (الزنا) بشهادة أربعة رجال، ویثبت أیضًا بإقراره. (الدر المختار مع الشامي / مطلب: الزنا شرعًا لا یختص بما یوجب الحد بل أعم ۸/۶ زکریا)

والأحق بالإمامة الأعلم بأحکام الصلاة، فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوةً وتجویدًا للقراءة، ثم الأورع: أي الأکثر اتقاء للشبهات، والتقویٰ اتقاء المحرمات. (شامي، کتاب الصلاة / مطلب في تکرار الجماعة في المسجد ۲/۲۹۴ زکریا، کذا في البحر الرائق ۱/۶۰۸، النهر الفائق ۱/۲۴۰، بدائع الصنائع ۱/۳۸۸ زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۵/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

◆

قضاء قاضی سے متعلق مسائل

حاکم کا حق کو چھپانا اور ظالم کی حمایت کرنا

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو مسلمان بھائیوں کا فیصلہ کرانے والے مسلمان حاکم نے حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا ہو، اور پھر وہی حاکم ظالم کا ساتھ دے اور حق کو چھپائے، اِس صورت میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حق کو چھپانا درست نہیں اور ظالم کی حمایت جائز نہیں؛ لہٰذا اگر واقعہ صحیح ہے تو مسئولہ صورت میں مذکورہ حاکم گنہگار ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن أوس بن شرحبيل أحد بني أشجع رضي اللّٰه عنه أنه سمع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من مشى مع ظالم ليعينه وهو يعلم أنه ظالم، فقد خرج من الإسلام. (المعجم الكبير للطبراني ۲۲۷/۱ رقم: ۶۱۹، كذا في الترغيب والترهيب ۴۹۱ رقم: ۳٤٤٦ بيت الأفكار الدولية)

یعنی جو شخص علم ہونے کے باوجود کسی ظالم کا تعاون کرے وہ گویا کامل اسلام سے خارج ہو گیا۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من حالت شفاعته دون حدٍّ من حدود اللّٰه فقد ضاد اللّٰه في ملكه، ومن أعان على خصومة لا يعلم أحق أو باطلٌ فهو في سخط اللّٰه حتى ينزع، ومن مشى مع قوم يرى أنه شاهدٌ، وليس بشاهد، فهو كشاهد زُورٍ، ومن تحلَّم كاذبًا كُلِّف أن يعقِد بين طرفي شعيرة، وسباب المسلم فسوق وقتاله كفر. (المعجم الكبير للطبراني ۲۱ ۰/۱۲

رقم: ١٣٠٨٤، كذا في الترغيب والترهيب ٤٩١ رقم: ٣٤٤٤ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۲/۶ھ

سرکاری حاکم کا اپنے ماتحتوں سے ہدیہ لینا اور اُن کے یہاں دعوت کھانا؟

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید سرکاری ملازم ہے، بعض اس کے ماتحت ہیں، خاص کر ڈرائیور وغیرہ دیگر دفتر کے افراد حاکم بالا کو اپنے زیریں افراد سے ہدیہ لینا، دعوت کھانا بقرعید کے موقع پر قربانی کرنا، دعوتِ ولیمہ وافطار میں شرکت کرنا، ان سب کا کیا حکم ہے؟ جب کہ دونوں کے درمیان سوائے رشتہ اسلام کے پہلے سے کوئی دعوت ہدیہ وغیرہ کا معاملہ؛ بلکہ جان پہچان بھی نہیں تھی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکاری حاکم کے لئے اپنے ماتحتوں سے ہدایا اور تحائف لینا احتیاط کے خلاف ہے، اس میں رشوت کا شبہ پایا جاتا ہے؛ اس لئے کہ جس کے ہدیہ کو قبول کیا جائے گا، بعد میں اس کی کوتاہیوں سے چشم پوشی کی صورت بھی پیش آسکتی ہے۔ اِسی طرح ملازمین کی طرف سے خصوصی دعوتوں (جو خاص طور پر حاکم کے اعزاز میں منعقد کی جائیں) میں شرکت سے بھی احتراز کرنا چاہئے؛ البتہ عمومی دعوتوں مثلاً ولیمہ وغیرہ میں شرکت میں حرج نہیں ہے۔

بخلاف القاضي إلا من أربع: السلطان والباشا وقريبه المحرم أو ممن جرت عادته بذلك بقدر عادته. (الدر المختار مع الشامي، القضاء / مطلب في حكم هدية المفتي ٨/ ٥٠ زكريا)

وهدية ممن لا خصومة له وأنها على نوعين: إما أن تكون بينهما مهاداة قبل القضاء بسبب قرابة أو صداقة أو لم تكن، إن لم تكن لا ينبغي له أن يقبلها ...... قال

محمد في الأصل: لا بأس للقاضي أن يجيب الدعوة العامة، ولا يجيب الدعوة الخاصة.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب القضاء / الباب التاسع في رزق القاضي وهديته ۳/ ۳۳۰ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۲/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خلافِ شرع فیصلہ کرکے ناحق کسی کا حق مارنا؟

سوال (۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسے پنچوں کو جو ظاہر ہوتے ہوئے بھی طرف داری اور بے ایمانی کی بات کرتے ہیں اور اُن کی طرف داری اور بے ایمانی ظاہر بھی ہوگئی ہو، کسی فیصلہ میں بلانا اور اُن کی بات کی پیروی کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟ کسی عالم کو محض کسی کی طرف داری کرنے کی خاطر بے ایمان یا غلط الفاظ سے پیش آنا کیسا ہے، جن لوگوں کے سامنے یہ غلط فیصلہ اکثریت کے دباؤ کی وجہ سے ہوا، شرعاً یہ کس خانہ میں آتے ہیں، کیا عند الشرع یہ لوگ روز قیامت جواب دہ ہوگے یا نہیں؟ چودھراہٹ جو اس وقت بھی دیہاتوں میں چل رہی ہے کہ چودھری کی بات کو مان کر کسی بھی آدمی کی بے عزتی کی جاسکتی ہے، چودھری کی ہاں میں ہاں ملانا از روئے شرع کیسا ہے، کیا ہر جائز وناجائز معاملہ میں چودھری کی بات ماننا ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت کے خلاف کسی چودھری یا پنچایت یا کسی بھی جماعت کی بات یا فیصلہ ہرگز نافذ نہیں ہوگا، خلافِ شریعت فیصلہ کرنے والے پنچ اور اُن کا تعاون کرنے والے سب لوگ گناہ میں شریک ہیں، اور اُس وقت تک گناہ میں رہیں گے جب تک کہ خلافِ شریعت فیصلہ کو ختم کرکے شریعت کے مطابق فیصلہ کو نافذ نہ کردیں۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من حالت شفاعته دون حدٍّ من حدود الله، فقد ضادَّ الله، ومن

خاصم في باطل وهو يعلمه لم يزل في سَخَطِ اللّٰه حتى ينزع عنه، ومن قال في مؤمن ما ليس فيه أسكنه اللّٰه ردغة الخَبال حتى يخرج مما قال. (سنن أبي داؤد، كتاب الأقضية / باب فيمن يعين على خصومة من غير أن يعلم أمرها ٥٠٦/٢ رقم: ٣٥٩٧، الترغيب والترهيب مكمل ص: ٤٩١ رقم: ٣٤٤١ بيت الأفكار الدولية)

عن علي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم – في حديث طويل – لا طاعة في معصية اللّٰه إنما الطاعة في المعروف. (صحيح مسلم / باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ١٢٥/٢ رقم: ١٨٤٠ بيت الأفكار الدولية، صحيح البخاري، كتاب أخبار الآحاد / باب ما جاء في إجازة خبر الواحد الصدوق الخ رقم: ٧٢٥٧ دار الفكر بيروت)

عن أبي عبد الرحمن السلمي عن علي رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا طاعة لمخلوق في معصية اللّٰه عزوجلّ. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ١٣١/١ دار الفكر بيروت، ٦٧/٢ رقم: ١٠٩٥ دار الحديث القاهرة)

لا طاعة لأحد من المخلوقين كائنًا من كان، ولو أبا أو أما أو زوجًا في معصية اللّٰه. (فيض القدير ٦٤٨٥/١٢ مكتبة الباز مكة المكرمة، مرقاة المفاتيح / كتاب الإمارة والقضاء ٢٤٦/٧ رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِجتماعی مسئلہ میں ایک سرپنچ کا فیصلہ قابل قبول نہ ہوگا

سوال (۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک فرم یعنی کارخانہ میں تین حصہ دار ہیں، اور یہ کارخانہ تقریباً تیس سال سے شرکت میں چل رہا ہے، اس کارخانہ کے حصہ داروں کے درمیان جب بھی باہمی اختلافات پیدا ہوئے اور غلط فہمیاں ہوئیں، تو منیجر کے روبرو بیٹھ کر معاملات کی صفائی کرلی جاتی تھی، اور غلط فہمیوں کا ازالہ کرلیا

جاتا تھا، اِسی طرح کام چلتا رہا، اب تقریباً ۱۳؍سال سے تینوں حصہ داروں نے ایک پنچ اور سرپنچ چن لیا ہے اور تمام معاملات وشکایات لکھ کر دے دی اور کہہ دیا کہ آپ حضرات ایمان داری سے ہمارا فیصلہ فرمادیں، ان حضرات نے وعدہ فرمایا؛ لیکن ایک سرپنچ ایک حصہ دار سے خفیہ ہمساز ہوگیا اور راز کا افشاء بھی کردیا اور کاغذات بھی پڑھوادئے، گویا خیانت کی اور اس کے دوسرے حصہ داروں سے بغیر فیصلہ سنائے دستخط کرالئے، گویا دھوکہ بازی بھی کی، اِس صورت میں یہ ثالثی قابلِ اعتبار ہے یانہیں؟ ان کا فیصلہ قابل قبول ہے یا قابل رد ہے، شرعی حیثیت بیان فرمائیں اور ایک سرپنچ نے بھی تصدیق کی کہ یہ سرپنچ ایک پارٹی سے ساز باز ہوگیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں پنچوں کا فیصلہ اسی وقت قابلِ قبول ہوگا، جب کہ سب متفق ہوکر فیصلہ کریں محض ایک سرپنچ کے فیصلہ کردینے سے حکم نافذ نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرَى بَيْنَهُمْ﴾ [الشوریٰ، جزء آیت: ۳۸]

عن علي رضي اللّٰه عنه قال: إذا حكم أحد الحاكمين ولم يحكم الآخر فليس حكمه بشيء، حتى يجتمعا. (السنن الكبریٰ للبيهقي، القسم والنشوز / باب الحكمين في الشقاق بين الزوجين ۵۰۰/۷ رقم: ۱۴۷۸۹ دار الكتب العلمية بيروت، موسوعة آثار الصحابة ۵۸/۲ رقم: ۴۰۲۴)

ولو حكما رجلين لابد من اجتماعهما؛ لأنه أمر يحتاج فيه إلى الرأي. (الهداية، كتاب أدب القاضي / باب التحكيم ۱۲۹/۳ إدارة المعارف ديوبند، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية ۲۰۵/۱۱ رقم: ۱۵۹۲۷ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۵/۵/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

زمینی نزاع کو حل کرنے کے لئے غیر مسلم پرشاسن کا سہارا لینا؟

سوال (۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کے رشتہ دار نے جو مسئلے کو حل کرنے کے لئے پولیس و پرشاسن سے رجوع کیا، ٹھیک ہے؟ یا علماء دین اور مفتیان حضرات کے درمیان شرعی فیصلہ کرانا ٹھیک ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپسی نزاعات مل بیٹھ کر شریعت کی روشنی میں حل کر لینے چاہئیں، غیر مسلم افسران اور عدالت تک نزاعی معاملات کو لینے جانے میں دینی اور دنیوی ہر طرح کا نقصان ہے؛ تاہم مجبوری میں اپنے حق کی وصولی کے لئے انتظامیہ کا سہارا لینا بھی درست ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ، فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، ذٰلِكَ خَيْرٌ وَاَحْسَنُ تَأْوِيْلًا﴾ [النساء: ٥٩]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: كان أبو برزة الأسلمي يقضي بين اليهود فيما يتنافروا إليه فتنافر إليه ناس من المسلمين، فأنزل اللّٰه عز وجلّ: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَكْفُرُوْا بِهٖ﴾ (المعجم الكبير للطبراني ١١/٢٩٥ رقم: ١٢٠٤٥، الدر المنثور، النساء: ٦٠، ٢/٣١٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۷/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلمانوں کو اپنے مسائل میں غیر مسلم کو پنچ اور فیصل بنانا؟

سوال (۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسلمان کو اپنے جھگڑے کسی غیر مسلم سے حل کرانا چاہئے (جیسے کہ کچہری وعدالت وغیرہ)؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمانوں کو اپنے معاملات شریعت کے دائرے ہی میں

حل کرنے چاہئیں؛ لیکن اگر کسی جگہ ظلم سے بچنے اور اپنا حق اُصول کرنے کے لئے کچہری اور عدالت کے ذریعہ کارروائی کرائے بغیر چارہ نہ ہو تو اِس کی بھی اِجازت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۳/ ۴۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/ ۷/ ۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناحق مقدمہ میں ماخوذ ہونے والے کا مقدمہ لگانے والے سے مقدمہ کا خرچ وصول کرنا؟

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) ایک شخص جس کا نام یعقوب محمد بخش ہے، اس کا چند لوگوں کے ساتھ جھگڑا ہوا، جس میں فریق مخالف اور دوسرے لوگوں نے یعقوب کے نام کے ساتھ ساتھ دوسرے دو بے گناہ شخصوں (اقبال اور حافظ عبد الرشید ملو) کے نام بالکل جھوٹ طریقہ پر درج کروائے، مگر جب کورٹ میں اس معاملہ کی سنوائی ہوئی تو اول دو آدمی یعقوب اور اقبال بے گناہ ثابت ہوئے اور حافظ عبد الرشید ماخوذ ہوئے، اور ان کو اپنی بے گناہی ثابت کرنے میں دو لاکھ روپے خرچ ہو گئے، جس کا خرچ عبد الرشید کے والد یعقوب اور اقبال اور ان کے دوسرے بھائیوں کے پاس سے مانگ رہے ہیں، اور دلیل یہ ذکر کرتے ہیں کہ یعقوب کے اس فعل کی وجہ سے اُن کو سزا لگی ہے، حالاں کہ نام درج کرانے والا محمد عمر جی دوسرا آدمی ہے، تو کیا عبد الرشید یہ خرچ محمد عمر جی سے وصول کرے، یا اقبال بھائی اور مولانا عثمان اور دیگر لوگوں سے وصول کرے؟

(۲) آج دن تک ہم نے جتنی رقم حافظ عبد الرشید پر خرچ کی ہے، کیا ہم اس کو واپس لے سکتے ہیں؟

(۳) عبد الرشید کے اہل خاندان نے اُن کی رہائی کے لئے کوشش کی، جس میں اُنہوں نے جو رقم خرچ کی وہ ہم (یعنی یعقوب اور اقبال کے خاندان) سے پوچھے بغیر ہی خرچ کی، تو کیا اب ہم سے اس رقم کا مطالبہ وہ کر سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سوال میں ذکر کردہ تفصیل اگر درست ہے، تو حافظ عبدالرشید کا یعقوب یا اقبال سے اپنے مقدمہ کا خرچ وصول کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ حسبِ تحریر سوال مقدمہ میں عبدالرشید کا نام ڈلوانے میں یعقوب یا اقبال کا کوئی کردار نہیں ہے؛ بلکہ نام ڈالنے والا شخص محمد عمر جی ہے۔ بریں بنا عبدالرشید کو چاہئے کہ وہ عمر جی سے مقدمہ کا خرچ وصول کرے؛ کیوں کہ اس کی غلط حرکت کی وجہ سے ہی عبدالرشید زیر بار ہوا ہے۔

الافتاء بتضمين الساعي وهو قول المتأخرين لغلبة السعاية، وقال الحموي: إذا كان عادة ذٰلک الظالم أن من رفع إليه، ويقول فيه عنده أن يأخذ منه مالاً مصادرة يضمن الساعي في هٰذه الصورة ما أخذه الظالم هٰذا هو المفتي به، أفتى به المتأخرون من علمائنا ……، والفتوىٰ على قول محمدؒ لغلبة السعاة في زماننا. (الأشباه مع الحموي ٢٣٨)

(۲) آپ نے جو حافظ عبدالرشید پر رقم خرچ کی ہے، یہ دیکھا جائے گا کہ اگر بطور تبرع واحسان کی ہے، تو واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتے اور اگر بطور قرض دی ہے تو واپس لے سکتے ہیں۔

عن عبد الرحمن بن كعب بن مالک قال: كان معاذ بن جبل رضي اللّٰه عنه شابا سخيًا، وكان لا يمسک شيئًا فلم يزل يدان حتى أغرق ماله كله في الدين، فأتىٰ النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فكلّمه ليكلم غرماءه، فلو تركوا لأحد لتركوا لمعاذٍ لأجل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فباع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لهم ماله. حتى قام معاذ بغير شيء. (مشكاة المصابيح / باب الإفلاس والأنظار ٢٥٢)

يجب على المقترض أن يرد مثل المال الذي اقترضه إن كان المال مثلياً بالاتفاق. (الفقه الإسلامي وأدلته ٣٧٩٣/٥، ٥١٥/٤ الهدىٰ انٹرنیشنل دیو بند)

الديون تقضىٰ بأمثالها. (الأشباه والنظائر / الفن الثاني، كتاب المداينات ٣٤٩/٢ زكريا،

٤٤/٢ كراچى، كذا في الرد المحتار، كتاب الأيمان / باب اليمين في الضرب والقتل ٦٧٥/٥ زكريا)

حكم الهبة ثبوت الملک للموهوب له. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤١٣/١٤ زكريا)

(۳) عبدالرشید کی رہائی کے لئے ان کے اہل خاندان نے جو رقم خرچ کی ہے، وہ یعقوب اور اقبال سے وصول نہیں کر سکتے۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: …… العارية موَدَّاة والمِنُحَة مردودة …… الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ٣٢/٢)

حكم الهبة ثبوت الملک للموهوب له. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤١٣/١٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۱/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

❖

کتابُ الشرکۃ والمضاربۃ

شرکت ومضاربت

مضاربت کسے کہتے ہیں؟

سوال (۱): -کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مضاربت کسے کہتے ہیں؟ اورمضاربت کی شکل اوراس کاحکم بھی واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عقدمضاربت کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں ملاحظہ کی جائیں، خلاصہ یہ ہے کہ مضاربت میں ایک فریق روپئے لگاتاہے دوسرے فریق کی محنت ہوتی ہے اورنفع میں دونوں آپسی رضامندی سے فیصدی کے اعتبارسے شریک ہوتے ہیں اورنقصان کاذمہ داروہ فریق ہوتاہے جس نے پیسہ لگایاہے، محنت کرنے والافریق نقصان کاذمہ دارنہیں ہوتا؛ البتہ نفع نہ ہونے کی شکل میں نفع سے محروم رہتاہے۔

المضاربة عقد يقع على الشركة بمال من أحد الجانبين، ومراده الشركة في الربح، وهو يستحق بالمال من أحد الجانبين والعمل من الجانب الآخر ولا مضاربة بدونها. (الهداية ٣/ ٢٤١ إدارة المعارف ديو بند)

هي عقد شركة في الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب. (الدرالمختار مع الشامي / أول كتاب المضاربة ٨/ ٤٣٠ زكريا)

وشرط الوضيعة عليهما شرط فاسد؛ لأن الوضيعة جزء هالك من المال فلا يكون إلا على رب المال. (بدائع الصنائع / كتاب المضاربة ٥/ ١١٩ زكريا)

وإن لم يظهر ربح فلا شيء عليه أي المضارب. (الدرالمختار مع الشامي / باب

المضارب يضارب / فصل في المتفرقات ٤٤٧/٨ زكريا)

ذكر القدوري عن أبي يوسف: إن المضارب إذا لم يربح في المضاربة الفاسدة فلا أجر له. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٩٩/١٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

٦/٩/١٤١٣ھ

بینک کی آمدنی سے عقد مضاربت کرنا؟

سوال (۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عمر بینک میں ملازم ہے وہ بکر کو کچھ رقم معاملہ مضاربت پر دینا چاہتا ہے، تو بکر کا رقم لینا جائز ہے یانہیں؟ واضح رہے کہ عمر کا اور کوئی کاروبار نہیں بینک کی ملازمت ہے، بکر ایک غریب آدمی ہے وہ سوچتا ہے کہ معاملہ مضاربت پر بچوں کا کچھ بھلا ہوجائے گا، اس قسم کا استعمال جائز ہے یانہیں؟ اور اس سے جو نفع ہوا، اُس کا استعمال بکر کے لئے ٹھیک ہے یانہیں؟ اور معاملہ مضاربت میں اگر نقصان ہو تو اس نقصان میں دونوں برابر (عمر بکر) شریک ہوں گے یا صرف عمر کا نقصان ہوگا؟ اور بکر نقصان دینے کا مستحق نہیں ہوگا، اور اگر از روئے شرع بکر پر نقصان نہ آئے اور پھر بھی عمر زبردستی نقصان اس سے لے لے، تو یہ رقم عمر کے لئے سود ہوگی یا جائز ہوگی، کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بینک کی ملازمت سے حاصل شدہ آمدنی کو علماء نے مکروہ لکھا ہے؛ لہٰذا احتیاطاً اِس رقم سے کاروبار نہ کریں اور مضاربت اگر درست مال سے کرے مثلاً بینک کا ملازم کسی سے قرض لے کر بکر کو بطور مضاربت دے دے تو اس کا نفع بکر کے لئے بلا شبہ حلال ہوگا۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۳/۳۷۸، فتاویٰ رحیمیہ ۲/۱۹۴)

اور مضاربت میں نقصان پہلے نفع سے منہا کیا جاتا ہے، اس کے بعد اصل پونجی سے وضع ہوتا ہے، مضارب اس کا ذمہ دار نہیں ہوتا؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بکر سے نقصان وصول کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

وما هلك من مال المضارب فهو من الربح دون رأس المال …… فإن زاد الهالك على الربح فلا ضمان على المضارب؛ لأنه أمين. (الهداية، كتاب المضاربة / فصل في العزل والقسمة ٣/٢٦٦، فتح القدير ٨/٤٩٣ زكريا، كذا في البحر الرائق، كتاب المضاربة / باب المضارب يضارب ٥/٣٠٠ دار الكتب العلمية بيروت، ٧/٤٥٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

٦/٩/١٤١٣ھ

مضاربت میں ایک کا روپیہ اور دوسرے کا عمل اور نفع نقصان میں برابری کی شرط لگانا؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شاکر نے ذاکر سے کہا کہ ہم کو آپ دس ہزار روپئے دیجئے، ہم اس روپئے سے بھینس گائے بکری وغیرہ خرید کر بیچ لیا کریں گے، یا مطلقاً یہ کہا کہ ہم کو آپ دس ہزار روپئے دو، ہم کوئی سی بھی حلال تجارت کریں گے، اس میں ہونے والے نفع ونقصان میں دونوں مساوی رہیں گے، اور ذاکر نے روپئے دیتے وقت یہ شرط بھی رکھی کہ ہم خریدنے اور بیچنے میں تمہارے ساتھ نہیں ہیں، ہم سے تم دس ہزار روپئے یا کم وبیش جتنے کی ضرورت ہو لے جاؤ، تم اپنی ذمہ داری پر خریدو اور بیچو، نفع ونقصان دونوں میں ہم برابر کے شریک رہیں گے، اگر شاکر یہ شرط منظور کرلے، تو کیا کمائی کا یہ طریقہ جائز ہے یا ناجائز؟ دوسری صورت اِس میں یہ ہے کہ روپئے دینے والے نے کہا کہ خرید وفروخت میں ہم تمہارے ساتھ رہیں گے؛ لیکن ہم کو دو حصے تم کو ایک حصہ ملے گا، شریک ہونے والا یہ شرط منظور کرلے اور اس طرح کاروبار کرنے لگے، تو کیا اِس کی گنجائش ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ صورت مضاربت کی ہے، اس میں نفع کے اندر تو دونوں کی حسبِ مرضی حصہ داری ہوسکتی ہے؛ لیکن اگر نقصان اصل رقم ہی میں ہوجائے، تو وہ سارا

نقصان رقم دینے والے کو اٹھانا پڑے گا، محنت اور تجارت کرنے والا اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ اِسی طرح مضاربت میں یہ بھی شرط ہے کہ رقم دینے والا تجارت ومحنت میں خود دخیل اور شریک نہ ہو، اگر ان شرائط کا لحاظ رکھا جائے، تو اس طرح کا کاروبار حلال ہوسکتا ہے، اور مذکورہ سوال کی پہلی صورت میں نقصان میں برابری کی شرط صحیح نہیں۔ اور دوسری صورت میں خود روپئے دینے والے کا عمل میں شریک ہونا بھی درست نہیں ہے۔

هي …… عقد شركة في الربح بمال من جانب رب المال، وعمل من جانب المضارب. (الدر المختار) قيد به؛ لأنه لو اشترط رب المال أن يعمل مع المضارب فسدت. (الدر المختار / أول كتاب المضاربة ٨/ ٤٣٠ زكريا)

فإن ربح كان بينهما على ما شرطا، وإن هلك هلك عليه. (منحة الخالق / كتاب الشركة ٥/ ٢٩٣ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/ ۱۰/ ۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا شریک فی العمل اصل رأس المال میں بھی حصہ دار ہوگا؟

سوال (۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تین اشخاص زید، عمر، بکر نے ایک کاروبار شرکت میں شروع کیا اور تینوں حضرات نے اس میں پیسہ لگایا، ان تین کے علاوہ چوتھے شخص کو بھی ان تینوں نے کچھ عرصہ کے بعد اپنے اس کاروبار میں ورکنگ پارٹنر کی حیثیت سے شریک کیا، یعنی اس چوتھے شخص کو بغیر پیسے لگائے صرف دیکھ ریکھ اور دیگر محنت کے لئے شریک کاروبار کیا، کچھ عرصہ کے بعد زید، عمر، بکر جو پیسہ لگا کر کاروبار میں شریک تھے اس موجودہ کاروبار میں سے کچھ پیسہ مشترکہ نکال کر ایک دوسرا کاروبار شروع کردیتے ہیں، تو کیا اس دوسرے کاروبار میں چوتھا شخص جو صرف پہلے ہی کاروبار میں شریک تھا اس دوسرے کاروبار میں بھی شریک مانا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریرِ سوال چوں کہ مذکورہ چوتھا شخص پہلے کاروبار میں صرف عملی شریک تھا، اس نے اپنا ذاتی سرمایہ اس میں نہیں لگایا تھا؛ لہٰذا وہ اس کاروبار میں صرف مقررہ نفع ہی کا حق دار ہے، رأس المال میں شریک نہیں ہے۔ بریں بنا اصل سرمایہ لگانے والے تینوں فریقوں نے اپنے اصلی سرمایہ سے رقم نکال کر جو نیا کاروبار شروع کیا، اس میں چوتھا شخص حصہ دار نہیں بنے گا، اور اس نئے کاروبار کے نفع میں سے اسے کچھ مطالبہ کرنے کا شرعاً حق نہیں ہے۔

وإذا استوفی رأس المال فإن فضل شيء کان بینهما؛ لأنه ربح، وإن نقص فلا ضمان علی المضارب. (الهداية، كتاب المضاربة / فصل في العزل والقسمة ٢٦٧/٣ الأمين كتابستان ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۵/۱۱/۲۶ھ

اگر مضارب مال کے ضائع ہونے کا دعویٰ کرے تو نقصان کا ضامن کون ہوگا؟

سوال (۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید سے ابوبکر نے ۱۵؍ ہزار روپئے تجارت کرنے کے لئے اس وعدہ پر لئے کہ جو بھی نفع ہوگا وہ ۵۰؍ فیصد زید کو ملے گا، اب چار ماہ بعد ابوبکر کہتا ہے کہ میں نے ذیشان کو مال لانے کے لئے رقم دی تھی، وہ سارا روپیہ لے کر بھاگ گیا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا اس رقم کا نقصان زید کو اٹھانا پڑے گا؟ اگر ایسا ہے تو کتنا نقصان اٹھانا پڑے گا؛ اس لئے کہ مال کے خرید وفروخت میں نقصان نہیں ہوا ہے، نہ کسی چور ڈاکو نے رقم کو چوری کیا ہے، یہ رقم ابوبکر کا آدمی لے کر بھاگا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ ذیشان کا ابوبکر

سے تعلق کس طرح کا ہے، اگر یہ ابوبکر کی ماتحتی میں کام کرنے والا کوئی معتمد ملازم ہے، جس کو ابوبکر نے مال لانے کے لئے رقم دی تھی، تو اس صورت میں ابوبکر ضامن نہیں ہوگا، اور زید کو نقصان برداشت کرنا پڑے گا؛ لیکن اگر ذیشان کوئی اجنبی شخص ہے یا اس کا کردار مشکوک ہے، تو ایسی صورت میں اُس نقصان کا ضامن ابوبکر ہی ہوگا، زید پر اُس کی ذمہ داری نہیں ڈالی جائے گی۔

ثم المدفوع إلى المضارب أمانة في يده؛ لأنه قبضه بأمر مالكه لا على وجه البدل والوثيقة – إلى قوله – وإذا خالف كان غاصبًا لوجود التعدي منه على مال غيره. (الهداية / كتاب المضاربة ۲۵۷/۳ الأمين كتابستان ديوبند، كذا في البحر الرائق / كتاب الشركة ۳۰۰/۵ دار الكتب العلمية بيروت، ۱۶۶/۵ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۲/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عقدِ مضاربت میں رأس المال ہلاک ہوجانے پر مضارب پر تاوان نہیں

سوال (۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امداد حسین نے ۵؍ ہزار روپئے کی رقم ماسٹر کلو کو دھان خریدنے کے لئے دی اور نفع ونقصان نصفا نصف طے ہوا، کلو نے اس روپئے سے دھان خرید کر بیچ دیا، جس سے نفع ہوا، ماسٹر کلو نے نفع کے بارے میں امداد حسین کو اطلاع دی، امداد حسین نے رقم واپسی کا مطالبہ نہیں کیا، اس کے بعد ماسٹر کلو نے اس رقم سے مزید دھان خریدا اور بیچا، اور بعد میں جب امداد حسین نے رقم کا مطالبہ کیا تو ماسٹر کلو نے کہا کہ دوسرے معاملہ میں نقصان ہوگیا، اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) یہ نقصان کس کے ذمہ ہوگا؟

(۲) نقصان کا حساب ماسٹر کلو کو دینا ضروری ہے یا نہیں؟

(۴) امداد حسین کتنی رقم کا حق دار ہے؟ کیا پہلے منافع کے نفع میں اس کا حق ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطلق عقد مضاربت کا معاملہ ہے اور ماسٹر کلو کی طرف سے پہلی بیع وشراء کر لینے اور امداد حسین کو اس کے ہونے والے نفع سے مطلع کرنے کے بعد دوسرا معاملہ کرنا شرعاً صحیح ہے، اس دوسرے معاملہ میں اگر واقعۃً نقصان ہوا ہے اور اتنا زیادہ ہوا ہے کہ رأس المال ہی کم ہوگیا تو یہ نقصان ماسٹر کلو کے ذمہ نہیں؛ بلکہ امداد حسین کے ذمہ ہے، کیوں کہ عقد مضاربت میں مضارب امین ہوتا ہے، اور اگر دوسرے معاملہ کا نقصان پہلے معاملہ کے حاصل شدہ نفع سے کم ہے، تو نقصان نکالنے کے بعد جو نفع بچے گا، اس میں دونوں نصفا نصف شریک ہوں گے۔ (مستفاد: فتاویٰ مظاہر علوم ۱؍۱۶۸ سہارنپور، فتاویٰ محمودیہ ۱۱؍۳۰۸ زکریا)

وما هلک من مال المضاربة فهو من الربح دون رأس المال……؛ فإن فضل شيء عن رأس المال كان بينهما؛ لأنه ربح، وإن نقص عن رأس المال فلا ضمان على المضارب؛ لأنه أمين. (الجوهرة النيرة ۲/ ۱۶۱، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية ۱۵/ ۳۹۹ زكريا، الهداية / كتاب المضاربة ۳/ ۲۵۰ إدارة المعارف ديوبند، ۳/ ۲۶۶ الأمين كتابستان ديوبند)

إنما كانت الوضيعة على رب المال. (بدائع الصنائع، كتاب المضاربة / ما يرجع إلى العاقدين ۵/ ۱۱۶ زكريا، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ۳/ ۴۴۷ دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ماسٹر کلو کو حساب دینا لازم ہے بغیر حساب دئے نفع ونقصان کا علم نہیں ہوسکتا۔

(۳) امداد حسین عقد مضاربت کے مابقیہ رأس المال کا مستحق ہے اور پہلے معاملہ کے نفع میں سے بھی اگر دوسرے معاملہ کے نقصان کے بعد کچھ بچا ہو تو اس میں بھی آدھے کا حق دار ہے۔

(حوالہ بالا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴؍۳؍۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مجہول طریقے پر مضاربت کا معاملہ؟

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: محمد شفیع نے زاہد کو ایک لاکھ روپئے دیتے وقت دونوں کے درمیان یہ بات تھی کہ اس رقم میں محمد زاہد کاروبار کرے گا، اور منافع میں دونوں شریک رہیں گے؛ لیکن یہ شرکت کتنے فیصد ہوگی اور حساب کس وقت لگایا جائے گا یہ رقم کتنے وقت کے لئے دی جارہی ہے، ایسی کوئی بات طے نہ ہوئی کیوں کہ محمد زاہد کو کاروبار کے لئے رقم کی ضرورت تھی اور اسے رقم مل رہی تھی، اور محمد شفیع کو منافع کی امید تھی اس لئے اس نے رقم دے دی؛ البتہ دل میں یہی خیال تھا کہ یہ معاملہ مضاربت کا ہے، اور اس کے بارے میں ایک دوسرے کو یہ کہتے بھی رہے کہ تم اس کا مسئلہ مفتی صاحب سے معلوم کرلینا؛ لیکن مکمل تفصیل کے ساتھ کسی نے معلوم نہیں کیا، کچھ عرصہ تک محمد زاہد محمد شفیع کو پابندی سے تین ہزار روپئے ماہانہ منافع کے نام پر دیتا رہا، اس کے بعد رقم دینے میں کچھ آگے پیچھے کرنے لگا تو محمد شفیع نے رقم جمع کرنے اور قرض دینے والی ایک غیر سودی تنظیم ''قرضِ حسنہ'' کی پاس بک محمد زاہد کے پاس دیدی کہ تم اس میں روزانہ پیسہ جمع کرادینا، کچھ دنوں تک یہ چلتا رہا؛ لیکن محمد زاہد اس میں بھی پابندی سے جمع نہیں کراسکا۔ (اس بیچ میں محمد شفیع نے محمد زاہد سے اصل رقم میں سے دس ہزار روپئے لے لئے) تو محمد شفیع نے ہر ہفتہ سات سو روپئے مقرر کرکے وصول کرنا شروع کردیا، اور اپنی اصل رقم کا مطالبہ محمد زاہد سے کرنے لگا، محمد زاہد نے اب تک کتنی رقم دی اس میں دونوں کا اختلاف ہے؛ لیکن امید ہے کہ دونوں ایک رقم مثلاً پچاس ہزار کے لین دین پر متفق ہوجائیں گے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں کے درمیان ہونے والا معاملہ شریعت کے اعتبار سے کون سا معاملہ ہے؟ آیا یہ معاملہ سود کا ہے یا مضاربت کا؟ بہر صورت تصفیہ کی شکل کیا ہوگی کہ شرعی اعتبار سے دونوں کے ذمہ ایک دوسرے کی کتنی رقم آتی ہے کہ جس کو ادا کرکے معاملہ کو صاف کرلیا جائے، اور کسی کے ذمہ عند اللہ مؤاخذہ باقی نہ رہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ سرے سے فاسد اور مجہول ہے؛ لہٰذا اُسے صرف قرض قرار دیا جائے گا، اور محمد شفیع نے محمد زاہد کو جو ایک لاکھ روپئے دئے تھے وہ پورے واپس

لینے کا مستحق ہوگا، اور اس سے زائد وہ کسی رقم کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: على اليد ما أخذت حتى تؤدي. (مشكاة المصابيح ٢٥٥، السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب رد المغصوب ١٥٨/٦ رقم: ١١٥١٩ دار الكتب العلمية بيروت، ١٧٨/٦ دار الحديث القاهرة)

أخرج الحارث بن أبي سلمة في مسنده عن علي أمير المؤمنين: كل قرض جر منفعةً فهو ربا. (فيض القدير / حرف الكاف ٣٤/٥ رقم: ٦٣٣٦ مصطفىٰ الباز رياض، إعلاء السنن / كتاب الحوالة ٤٩٩/١٤ كراچی، طحاوي شريف ٢٢٩/٢، شامي ١٦٦/٥ كراچی، ٣٩٥/٧ زكريا)

كل شرط فاسد في المضاربة يوجب جهالة الربح أو قطع الشركة في الربح يوجب فساد المضاربة. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٣٩٧/١٥ زكريا)

وشرطها ...... كون الربح بينهما شائعًا ...... وكون نصيب كل منهما معلومًا. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / أول كتاب المضاربة ٤٣٣/٨-٤٣٢ زكريا)

الديون تقضى بأمثالها. (الأشباه والنظائر، الفن الثاني / كتاب المداينات ٤٤/٢ كراچی، شامي ٦٧٥/٣ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مضاربت میں مال لگانے والے کا اپنے لئے منافع متعین کرنا؟

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد شکیل ومحمد رمضانی دونوں صاحبان تجارت میں اس طرح شرکت کرنا چاہتے ہیں کہ محمد شکیل تجارت ومحنت کریں گے اور محمد رمضانی روپئے لگائیں گے اور اس میں جو نفع ہوتا ہے اس نفع میں مثلاً سو روپئے نفع ہوا تو تقریباً ۱۵/ روپئے محمد رمضانی صاحب کے ہوں گے اور ۸۵/ روپئے محمد شکیل کے ہوں گے اور بالفرض اگر نقصان ہوا، تو چوں کہ محمد شکیل نفع کے ۸۵/ روپئے لے رہا ہے؛ لہٰذا وہ

نقصان اس میں سے پورا کریں گے، محمد رمضانی کو ایک سو روپئے کے نفع میں ۱۵/ روپئے ملنے ہی ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کی شرکت جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں مضاربت کے معاملہ میں یہ شرط لگانا کہ محمد رمضانی بہرحال پندرہ فیصدی کا مستحق ہوگا، اور نقصان کی صورت میں محمد شکیل ذمہ دار ہوگا ناجائز ہے، مضاربت میں شرعی ضابطہ یہ ہے کہ اگر نقصان ہوجائے تو اولاً کل نفع سے اس کو پورا کیا جائے گا اور سارا نفع لگنے کے باوجود بھی نقصان باقی رہے، تو اب جس نے پیسہ لگایا ہے وہ نقصان کا ذمہ دار ہوگا، محنت کرنے والے پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی؛ لہٰذا سوال میں ذکر کردہ معاملہ شرعاً فاسد ہے۔

وما هلک من مال المضاربة فهو من الربح دون رأس المال؛ فإن زاد الهالک على الربح فلا ضمان على المضارب؛ لأنه أمين. (الهداية ۲۶۶/۳، فتح القدير ۴۷۱/۸ دار الفكر بيروت، ۴۹۳/۸ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ۴۸۰/۱۵ رقم: ۲۳۷۹۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۲/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شرکت ومضاربت کے علاوہ مشترک کاروبار کرنے کی کیا شکل ہے؟

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور بکر شرکت ومضاربت کے علاوہ کوئی کاروبار کرنا چاہتے ہیں؛ لہٰذا شرعی اعتبار سے کوئی ایسا طریقہ بتائیں جس سے بکر زید کی رقم کاروبار میں لگا سکے اور سود بھی نہ بنے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرکت ومضاربت کے علاوہ مشترک کاروبار کی کوئی شکل نہیں ہے، بلاشرکت کسی ایک فریق کو نفع اٹھانا اس وقت جائز ہوسکتا ہے، جب کہ ایک فریق دوسرے کو بطور قرض رقم دے اور منافع کچھ نہ لے، آپ کو چاہئے کہ خود کاروبار کریں یا اپنی رقم سے

کوئی مشنری وغیرہ خرید لیں اور اس کو کرایہ پر اٹھا دیں، تو اس کا کرایہ لینا آپ کے لئے حلال ہوگا۔

نوع یرد علی منافع الأعیان کاستیجار الدور والأراضي والدواب والثیاب وما أشبه ذٰلک (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الإجارة / الباب الأول ٤/٤١١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۱۱/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مضاربت کی ایک شکل اور اُس کا حکم؟

سوال (۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک کاروبار میں ہم تین لوگ شریک ہوئے، ایک کی دوکان دوسرے کی صرف محنت اور تیسرے کی صرف رقم، ہم نے آپس میں بیٹھ کر منافع/نقصان اس طرح طے کیا کہ 40% دکان کا حصہ اور 15% دکان کے مالک کی محنت کا اور 25% دوسرے کی محنت کا اور 20% رقم والے شریک کا، اب ہمیں کسی نے بتایا کہ ہمارا طریقہ کار غلط تھا، دکان کا پرسنٹیج غلط ہے؛ بلکہ دکان کا موجودہ بازار میں دکان کی کرایہ کی مارکیٹ کے اعتبار سے کرایہ طے ہونا چاہئے تھا؛ لہٰذا شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں جو صحیح حکم ہو وہ صادر فرمادیں۔

نوٹ:- جس کی دکان تھی اس نے اس وقت کرایہ پر نہ دے کر نفع نقصان کی بنیاد پر کاروبار میں دکان دی تھی، کرایہ پر دینے کو منع کر دیا تھا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِس معاملہ میں تیسرا شخص رب المال کے درجہ میں ہے، جب کہ پہلا اور دوسرا شخص مشترک طور پر مضارب ہے، اور پہلے شخص کی دوکان ہونے کی وجہ سے نفع کے اندر اس کا دوسرے شخص سے زیادہ حصہ رکھنا آپسی رضامندی سے درست ہے؛ لہٰذا یہ معاملہ شرعاً جائز ہے اور ہر شخص نفع میں سے اپنے حصہ کو لینے کا مجاز ہے، جب کہ اصل سرمایہ میں نقصان کی ساری ذمہ داری رب المال یعنی تیسرے شخص پر ہے۔

دفع مالاً مضاربةً على أن يبيع المضارب في دار رب المال، أو دار المضارب كان جائزًا. (الفتاویٰ الهندية / كتاب المضاربة ٤/ ٢٨٨ زكريا)

وإن شرطا الربح للعامل أكثر من رأس ماله جاز أيضا على الشرط، ويكون المال الدافع عند العامل مضاربة. (شامي، كتاب الشركة / مطلب في توقيت الشركة روايتان ٤/ ٣١٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مضاربت کی مختلف شکلیں اور اُن کے اَحکام؟

سوال (۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) زید اور عمر دونوں پارٹنرشپ میں تجارتی کاروبار کرتے ہیں جس کی شکل یہ ہے کہ مکمل رقم زید کی ہے، مثلاً ایک لاکھ روپے، اور عمر کا کوئی پیسہ نہیں؛ لیکن ساری محنت اور سارا کاروبار عمر ہی دیکھتا ہے، زید کچھ بھی نہیں کرتا، زید یہ کہتا ہے کہ ہر مہینے مجھے تم پانچ ہزار روپئے دے دیا کرو، نفع خواہ کتنا بھی ہو، اور میں نقصان میں تمہارا شریک نہ ہوں گا، تو کیا اس طرح کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز زید کے لیے یہ پانچ ہزار روپئے کی رقم حلال ہوگی یا نہیں؟

(۲) زید اور عمر دنوں کی رقم برابر ہے اور نفع ونقصان میں بھی دونوں برابر برابر کے شریک رہیں گے، البتہ سارا کاروبار اور دیکھ ریکھ عمر ہی کرتا ہے، زید کچھ بھی نہیں کرتا، تو یہ شکل جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے حاصل شدہ نفع حلال ہوگا یا نہیں؟

(۳) زید کی رقم کم ہے مثلاً بیس ہزار روپئے، اور عمر کی رقم زیادہ مثلاً ۸۰/ ہزار روپئے ہیں، اور سارا کاروبار، پوری دیکھ ریکھ اور محنت عمر کرتا ہے، البتہ نفع ونقصان میں دونوں برابر کے شریک ہیں تو کیا یہ شکل جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے حاصل ہونے والے نفع کا کیا حکم ہے؟

(۴) زید کی رقم کم ہے اور عمر کی رقم زیادہ ہے، اور ساری دیکھ بھال اور محنت عمر ہی کرتا ہے

اور عمر زید کو ہر ماہ طے شدہ معاملہ کے مطابق ایک متعین رقم مثلاً پانچ سو روپئے دے دیتا ہے، تو کیا عمر کا اس طرح متعین رقم دینا اور زید کا اس کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مسئولہ صورت میں رب المال زید کا یہ کہنا کہ مجھے تم ہر مہینہ پانچ ہزار روپئے دے دیا کرو، اور میں نقصان میں شریک نہ ہوں گا یہ معاملہ جائز نہیں ہے اور شرط کے مطابق زید کے لئے وہ مذکورہ پانچ ہزار روپئے لینا جائز نہ ہوگا، معاملہ اس طرح ہونا چاہئے کہ جو نفع ہو اس میں فیصدی کے حساب سے دونوں مقررہ حصہ کے اعتبار سے شریک ہوں اور اگر نفع نہ ہو؛ بلکہ نقصان ہی نقصان ہو تو وہ سارا رب المال زید کے اوپر آئے گا، عمر مضارب نقصان کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

هي عقد شركة في الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب. (الدر المختار / أول كتاب المضاربة ٨/ ٤٣٠ زكريا)

ومن شرطها أن يكون الربح بينهما مشاعًا لا يستحق أحدهما دراهم مسماة من الربح. (الهداية / كتاب المضاربة ٣/ ٢٤٢ إدارة المعارف ديوبند)

الربح على ما شرطا والوضيعة على قدر المالين ولم يفصل. (الهداية / كتاب الشركة ٢/ ٦٢٩)

وشرط الوضيعة عليهما شرط فاسد؛ لأن الوضيعة جزء هالك من المال فلا يكون إلا على رب المال. (بدائع الصنائع / كتاب المضاربة ٥/ ١١٩ زكريا)

إن المضارب إذا لم يربح في المضاربة الفاسدة، فلا أجر له. (الفتاوىٰ التاتارخانية ١٥/ ٣٩٩ رقم: ٢٣٥٣٦ زكريا)

وإن لم يظهر ربح فلا شيء عليه أي المضارب. (الدر المختار مع الشامي، باب المضارب يضارب / فصل في المتفرقات ٨/ ٤٤٧ زكريا)

فإذا ظهر في المال ربح صار شريكًا فيه بقدر حصته من الربح؛ لأنه ملك جزءاً من المال المشروط بعمله والباقي لرب المال؛ لأنه نماء ماله، فإذا فسدت بوجه من الوجوه صار بمنزلة الأجير لرب المال. (بدائع الصنائع، كتاب المضاربة / بيان حكم المضاربة ٥/ ١٢٠ زكريا)

(۲) یہ معاملہ درست ہے، اور جس طرح بھی منافع طے ہو جائے زید اور عمر منافع لے سکتے ہیں؛ البتہ زید کو بھی حق حاصل ہوگا کہ، وہ کاروبار کی دیکھ ریکھ میں شریک ہو اور اس کے بارے میں معلومات رکھے، عمر اُسے منع نہیں کرسکتا۔

وأما شركة المفاوضة فهي أن يشترك الرجلان فيتساويا في مالهما وتصرفهما؛ لأنها شركة عامة في جميع التجارات يفوض كل واحد منهما أمر الشركة إلى صاحبه على الإطلاق، إذ هي من المساوات ...... فلا بد من تحقيق المساوات ابتداء وانتهاء، وكذا في التصرف؛ لأنه لو ملك أحدهما تصرفا لا يملك الآخر لغات التساوي. (الهداية /أول كتاب الشركة ٢/ ٦٢٤ مكتبه بلال ديوبند)

كون الربح بينهما على ما شرطا. (بدائع الصنائع / كتاب المضاربة ٥/ ١١٣ المكتبة النعيمية ديوبند)

وذكر شيخ الإسلام في هٰذا الموضع أيضًا إذا قال كل واحد منهما لصاحبه: إعمل في ذٰلک برأيک، جاز لكل واحد منهما أن يعمل بما يقع في التجارة من الرهن والارتهان، والخلط، بماله، والمشاركة مع الغير فى التجارة.

(الفتاویٰ التاتارخانية ٧/ ٤٩٤ رقم: ١٠٩٧٩ زكريا)

(۳) آپسی رضامندی سے یہ صورت جائز ہے۔

وتصح مع التفاضل في المال دون الربح أي بأن يكون لأحدهما ألف وللآخر ألفان مثلاً واشترطا التساوي في الربح. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الشركة

/ مطلب في توقيت الشركة روايتان ٦/ ٤٨٤ زكريا)

إذا جاء أحدهما بألف درهم والآخر بألفين واشتركا على أن الربح بينهما نصفان والعمل عليهما فهو جائز. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٧/ ٤٩١ رقم: ١٠٩٦٩ زكريا)

(۴) مسئولہ صورت میں زید کا عمر کو ہر ماہ متعین رقم دینا درست نہیں، دونوں میں منافع کی شرکت فیصدی کے حساب سے ہونی چاہئے۔

ولا يجوز الشركة إذا شرط لأحدهما دراهم مسماة من الربح؛ لأنه شرط يوجب انقطاع الشركة فعساه لا يخرج إلا قدر المسمى لأحدهما. (الهداية / كتاب الشركة ٢/ ٦٣٢ مكتبه بلال ديوبند)

ومنها أن يكون المشروط لكل واحد منهما من المضارب ورب المال من الربح جزءًا شائعًا، فإن شرطا عددًا مقدرًا لا يجوز والمضاربة فاسدة. (بدائع الصنائع / كتاب المضاربة ٥/ ١١٩ المكتبة النعيمية ديوبند)

وكون الربح بينهما شائعًا فلو عيّن قدرًا فسدت. (الدر المختار مع الشامي / أول كتاب المضاربة ٨/ ٤٣٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۷/۷/۱۴۳۳ھ

مشترکہ کاروبار میں سرمایہ لگاکر صرف نفع میں شرکت کی شرط لگانا؟

سوال (۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) طفیل احمد شرکت کی تجارت کررہا تھا کہ اُس کے والد مشتاق احمد نے اُس کی والدہ کی سفارش سے تجارت میں شرکت کی درخواست کی تو طفیل احمد نے اپنے والد مشتاق احمد کو تجارت میں ۲۵/ فیصد کا حصہ دار بنادیا، طفیل احمد کے والد مشتاق احمد اپنی زوجہ کی آبائی رقم تجارت میں لگاکر ۵۰/ فیصد کے حصہ دار بن گئے، اَب طفیل احمد کا سرمایہ اور محنت اس تجارت میں لگا ہوا ہے، جب کہ والد

مشتاق احمد کا صرف سرمایہ لگا ہوا ہے، والد مشتاق احمد اور بھائی حفیل احمد دونوں کی کوئی محنت اس تجارت میں شامل نہیں صرف نفع میں حصہ دار بنے، گھاٹا اور نقصان کی صورت میں دست بردار رہیں۔

(۲) طفیل احمد نے اپنے والد کو تجارت سے علیحدہ کرنے کی بات کی، تو والد نے علیحدہ ہونے کے لئے طفیل احمد سے یہ شرط لگائی کہ عبد المالک (مرحوم دادا) نے جو جائیداد تمہیں دی ہے، وہ میرے نام پر کردو، اس صورت میں علیحدہ ہوسکتا ہوں ورنہ نہیں، جب کہ مذکورہ شرط سراسر غیر شرعی ہے، ایسی صورت حال میں طفیل احمد اپنے والد اور چھوٹے بھائی کو تجارت سے شرعاً علیحدہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اس تجارت میں ایک بڑا نقصان بھی ہوا، جس میں والد مشتاق احمد جو ۵۰؍ فیصد کے حصہ دار ہیں اور بھائی ۲۵؍ فیصد کے حصہ دار ہیں، ان دونوں نے نقصان میں کوئی شرکت نہیں کی، پورا کا پورا نقصان صرف طفیل احمد کو بھرنا پڑا۔ اب سوال یہ ہے کہ طفیل احمد اپنے والد کو تجارت سے علاحدہ کرکے ان کے حصہ کی رقم کو جو درحقیقت والدہ کا پیسہ ہے، ان کی اجازت کے بغیر تمام ورثہ میں تقسیم کرسکتا ہے یا نہیں، اس رقم میں مشتاق احمد کو جو رقم بطور وراثت ملے گا اس رقم کے ذریعہ تجارت میں جو نقصان ہوا ہے اس کی بھرپائی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سوال سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ والد مشتاق احمد نے سرمایہ لگا کر طفیل احمد کے ساتھ اس کے چھوٹے بھائی حفیل احمد کو بھی ۲۵؍ فیصدی نفع کا شریک بنایا اور ظاہر یہی ہے کہ طفیل احمد نے اس معاہدہ کو قبول کرلیا تھا اور اس کے مطابق نفع کی تقسیم کی جاتی رہی ہوگی، بریں بنا فی نفسہٖ یہ معاملہ شرکت درست ہو چکا ہے؛ البتہ اس میں یہ تفصیل ضروری ہے کہ جتنے بھی حصہ دار ہیں وہ جس طرح حسبِ تفصیل نفع میں شریک ہیں، اسی طرح نقصان میں بھی شریک ہیں؛ بلکہ وہ شرکاء جن کی طرف سے صرف سرمایہ لگا ہے عمل نہیں ہے، وہ نفع کے مستحق اُسی وقت ہوتے ہیں جب کہ نقصان کی بھرپائی ہوکر نفع سامنے آئے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ

یہ لوگ صرف نفع میں شریک رہیں نقصان میں شامل نہ ہوں، اس لئے جب سے شراکت قائم ہوئی ہے، اُس وقت سے لے کر آج تک نفع ونقصان دونوں کا حساب لگا کر معاملہ طے کرنا چاہئے۔

وتصح أي شركة العنان في نوع من التجارات أو في عمومها وببعض مال كل منهما وبكله ومع التفاضل في رأس المال والربح …… والوضيعة أي الخسران على قدر المال، وإن شرطا غير ذٰلک لقوله عليه السلام: الربح على ما شرطا، والوضيعة على قدر المالين من غير فصل بين التساوي والتفاضل.

(سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر / كتاب الشركة ۵۵۳/۲- ۵۵٤ دار الكتب العلمية بيروت، الهداية / كتاب الشركة ۳۰۰/۳-۳۰۱ دار الكتب العلمية بيروت، ٦۰۹/۲ المكتبة النعيمية ديوبند)

لو كان المال منهما في شركة العنان، والعمل على أحدهما إن شرطا الربح على قدر رؤوس أموالهما جاز، و يكون ربحه له، ووضيعته عليه – إلى قوله – ولو شرطا الربح للدافع أكثر من رأس ماله. لم يصح الشرط ويكون مال الدافع عند العامل بضاعة، و لكل واحد منهما ربح ماله، كذا في السراجية.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الشركة / الفصل الثاني في شرط الربح والوضيعة وهلاك المال ۳۲۰/۲ زكريا، شامي، كتاب الشركة / مطلب في توقيت الشركة روايتان ٤۸٤/٦ زكريا)

والربح على ما شرطا؛ لأن الوضيعة على قدر المالين ولم يفصل. (الهداية / كتاب الشركة ۲٤۲/۳ إدارة المعارف ديوبند)

(۲) اس شرکت سے علیحدگی کے لئے والد کا یہ شرط لگانا کہ طفیل احمد کو دادا نے جو جائیداد دی ہے وہ والد کے نام کردی جائے یہ شرط غیر شرعی ہے، طفیل احمد کو حق ہے کہ وہ اس شرط کو تسلیم نہ کرے اور معاہدۂ شرکت اور شرکتی کاروبار کو ختم کردے، اور ہر فریق کو اس کے حصہ کی مالیت دے کر فارغ کردے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳۹۸/٦، ۳۹۹، جامع الفتاویٰ ۳۱٦/۴)

وفي البحر عن البزازية: اشتركا واشتريا أمتعة ثم قال أحدهما لا أعمل

معک بالشرکة و غاب فباع الحاضر الأمتعة، فالحاصل للبائع، وعلیه قیمة المتاع؛ لأن قوله لا أعمل معک فسخ للشرکة معه، وأحدهما یملک فسخها، وإن کان المال عروضًا ...... هو المختار. (شامي، کتاب الشرکة / مطلب یرجح القیاس ٥٠٥/٦ زکریا)

لیس لأحد أن یأخذ مال غیره بلا سبب شرعي. (شرح المجلة لسلیم رستم باز ٦٢ رقم المادة: ٩٧ کوئٹه، البحر الرائق / کتاب السیر، فصل في التعزیر ٦٨/٥ زکریا، الفتاویٰ الهندیة / فصل فی التعزیر ١٦٧/٢ زکریا)

(۳) جب سے شرکت شروع ہوئی ہے اس وقت سے لے کر اب تک نفع ونقصان کا پورا حساب لگایا جائے اور کاروبار کے ہر فریق کو نفع کے ساتھ نقصان میں بھی شریک قرار دیا جائے، پھر طفیل احمد کو حق ہوگا کہ نقصان کی تلافی میں اس کی طرف سے جو زائد رقم لگی ہے وہ مشترک کاروبار سے وصول کرے اور جس رقم کو طفیل احمد اپنی والدہ کی وراثت کہہ رہا ہے، اس کے متعلق یہ بات تحقیق طلب ہے کہ اس شرکت کی ابتداء خود والدہ کی مرضی سے ہوئی تھی، جیسا کہ سوال نمبر ۳ میں درج ہے، اس لئے اغلب یہی ہے کہ اُنہوں نے رقم اپنے شوہر مشتاق احمد کو ہبہ کردی ہوگی؛ لہٰذا اس کو وراثت قرار دینا محل نظر ہے۔

لان الترکة في الاصطلاح ما ترکه المیت من الأموال صافیًا عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال کما في الشروع السراجیة. (شامي / کتاب الفرائض ٤٩٣/١٠ زکریا)

وجد دنانیر مدیونة وله علیه درهم له أن یأخذه لاتحادهما جنسًا في الثمنیة ...... والفتویٰ الیوم علی جواز الأخذ عند القدرة، من أي مال کان لا سیما في دیارنا لمداومتهم العقوق. (شامي، کتاب الحجر / قبیل مطلب تصرفات المحجور بالدین کالمریض ٢٢١/٩ زکریا، طحطاوي علی الدر المختار ٨٦/٤، بحواله: فتاویٰ محمودیه ٤١١/١٦ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ٢٣/٥/١٤٣٤ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اُدھار قسطوں پر جمع شدہ رقم کو پیشگی شرکت کا حصہ مان کر نفع دینا؟

سوال (۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طٰہٰ کمپنی زمینوں کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتی ہے، اس میں دوسرے لوگوں کو بھی شرکت کرکے نفع حاصل کرنے کا موقع دیتی ہے، جس کا طریقہ کار یہ ہے کہ جس کو کمپنی کے کاروبار میں شرکت کرنی ہے تو وہ کمپنی کا فارم حاصل کرکے اس کو پر کرے، اور سال میں کم ازکم ۱۲/ ہزار روپئے کی رقم جمع کرکے شرکت کرے، اس میں کمپنی کی طرف سے یہ سہولت ہوتی ہے کہ شیئر ہولڈر یہ رقم خواہ ایک مشت ادا کرے یا سال بھر میں ہر ماہ قسطوار ایک ایک ہزار جمع کرے، جتنی رقم سے شرکت کرنی ہے، اور رقم کی ادائیگی میں جو طریقہ اختیار کرنا ہے، اس کو فارم کی تکمیل کے وقت واضح کرنا ہوگا، فارم کی کاروائی مکمل ہونے کے بعد اس کی شرکت کمپنی تسلیم کرلیتی ہے، کمپنی شرکاء کی جمع شدہ رقم اور اپنی خود کی رقم سے زمین خریدتی ہے، اور پھر اس کو فروخت کرتی ہے، سال بھر اسی طرح کمپنی خرید وفروخت کرتی رہے گی، سال مکمل ہونے کے بعد کمپنی اپنے تمام شرکاء کو حاصل شدہ نفع کا ۲۵/ فیصد سے ۳۵/ فیصد تک نفع تقسیم کرتی ہے، ۲۵/ فیصد سے ۳۵/ فیصد نفع کی تقسیم اس لئے ہے کہ کمپنی کاروبار میں ۷۵/ یا ۶۵/ فیصد رقم اپنی لگاتی ہے اور باقی شرکاء کی۔ اس تفصیل کے بعد معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ کاروبار شرعی اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ معاملہ میں اگر یک مشت نقد رقم جمع کرکے کاروبار میں لگائی جائے، اور پھر فیصدی نفع دیا جائے تو یہ معاملہ شرعاً شرکت ومضاربت میں داخل ہوکر جائز ہوسکتا ہے، بشرطیکہ شیئرز کمپنیوں کے دیگر مفاسد اس میں نہ پائے جائیں؛ لیکن ادھار اور قسط وار جمع شدہ رقم کو پیشگی حصہ شرکت مان کر اس پر نفع دینا جیسا کہ سوال نامہ میں لکھا گیا ہے، یہ طریقۂ کار شرعاً فاسد اور غیر صحیح ہے، اس لئے مذکورہ کمپنی کو اپنا طریقہ کار بدلنا لازم ہے۔

لا بد أن يكون المال مسلمًا إلى المضارب، ولا بيد لرب المال فيه؛ لأن

المال أمانة في یده، فلابد من التسلیم إلیه. (الهدایة / کتاب المضاربة ۲۵۸/۳، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ۳۹۴/۱۵ رقم: ۲۳۵۰۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۰/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی سے مہر کی رقم واپس لے کر کاروبار میں لگانے پر منافع کا حق دار کون ہوگا؟

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر نے مہر کی پوری رقم خوشی سے اپنی بیوی کو دے دی اور پھر وہی رقم یہ کہہ کر واپس لے لی کہ یہ رقم میں کاروبار میں لگا رہا ہوں، یہ بتائیں کہ اِس رقم پر منافع کا حق بیوی کو ہے یا شوہر کو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر نے یہ رقم بیوی سے بطور قرض لی ہے، تو اُس کے منافع کا شوہر ہی مالک ہے، اور اصل مہر کی رقم بیوی کو واپس کرنی ہوگی، اور اگر یہ رقم مضاربت کے طور پر لی ہے، تو چوں کہ مضارب اور رب المال کا حصہ متعین نہیں کیا گیا، اِس لئے یہ مضاربت فاسد ہے، اس صورت میں شوہر صرف اپنی محنت کے بقدر روپئے کا حق دار ہوگا، بقیہ ساری رقم بیوی کو واپس کی جائے گی اصل بھی اور نفع بھی۔

ولو شرط کله للمضارب کان قرضًا …… المضارب إذا عمل في المضاربة الفاسدة وربح یکون جمیع الربح لرب المال وللمضارب أجر مثله فیما عمل. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب المضاربة / قبیل الباب الثاني ۲۸۸/۴ زکریا، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ۳۹۸/۱۵-۳۹۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰/۳/۱۴۱۱ھ

غیر متعین نفع کے ساتھ کاروبار میں شرکت؟

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کاروبار کرتا ہے اس کے کاروبار میں ایک نے کچھ روپیہ لگایا تھا، اور سال میں کچھ روپیہ نفع کے طور پر دے دیا کرتا تھا، نفع کے بارے میں زید کو اس بات کا اختیار تھا کہ زید جو مناسب سمجھے گا دے دیا کرے گا، زید سال میں اپنی سمجھ سے نفع دیتا رہا دو تین سال کے بعد نفع کا ریشیو کچھ کم ہوگیا اور وہ صاحب سال کا سال نفع لیتے رہے، چھ سات سال کے بعد ان صاحب نے اپنا پورا روپیہ واپس لے لیا، اور زید سے کہا کہ جو ریشیو کم کرکے آپ نے پانچ چھ سالوں میں نفع دیا ہے وہ ہم کو اسی ریشیو سے دے دیجئے، زید کا کہنا ہے کہ جب کچھ طے نہیں کیا تھا اور ہم کو آپ نے اختیار دیا تھا کہ جو سمجھ میں آئے گا دے دیجئے گا، تو ہم نے دے دیا اور اگر آپ کو جس سال سے ریشیو (%) میں کمی معلوم ہوئی، تو آپ کو اسی سال بتانا چاہئے تھا، میں آپ کا روپیہ واپس کردیتا، اور آپ کا معاملہ ختم ہوجاتا، پانچ چھ سال تک نفع لیتے رہے اور کبھی کسی زیادتی کا سوال اور کوئی اعتراض نہیں رہا، اب جب اپنا پورا روپیہ واپس لے لیا تو ایک دو سال کے بعد اپنے من سے جوڑ کر زید کے اوپر کیلیم کھڑا کر رہے ہیں۔

(۱) زید کا سال میں اس طرح سے روپیہ دینا کہیں سود میں تو نہیں داخل ہے؟

(۲) ان کا ریشیو کی بنیاد پر اپنے من سے روپیہ مانگنا ٹھیک ہے یا غلط؟

(۳) ان صاحب کا پانچ چھ سال تک نفع لیتے رہنا اور تقریباً چھ سال کے بعد چھ سال کا کیلیم بنانا کیا صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملۂ شرکت شروع ہی سے فاسد ہے؛ اس لئے کہ اس میں نفع کی مقدار طے نہیں ہوئی ہے؛ لہٰذا یہ معاملہ اصلاً قرض کا ٹھہرا، اور زید نے نفع کے عنوان سے جو کچھ روپئے وقتاً فوقتاً مذکورہ صاحب کو دیا، وہ از قبیل تبرع اور احسان ہوگا، اور قرض کی ساری

رقم واپس لینے کے بعد مزید کسی رقم کا مطالبہ مذکورہ صاحب کی طرف سے درست نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: استقرض رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم سنا، فأعطى سنا خيرًا من سنه، وقال: خياركم أحاسنكم قضاءً ا. (سنن الترمذي، أبواب البيوع / باب ما جاء في استقراض البعير أو الشيء من الحيوان ۲٤٥/۱)

وأن يكون الربح معلوم القدر، فإن كان مجهولاً تفسد الشركة. (الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الشركة ۳۰۲/۲ زكريا)

وإذا أضافه إلى ما لا ينتفع به إلا باستهلاك عينه، فهو تمليك للعين، فيكون قرضًا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب العارية / الباب الأول ٣٦٣/٤)

كل قرض جر نفعًا حرام، أي إذا كان مشروطًا ...... وإن لم يكن النفع مشروطًا في القرض، فعلى قول الكرخي لا بأس به. (شامي ۳۹٥/۷ زكريا)

ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٢ رقم المادة: ۹۷ كوئٹه، البحر الرائق / كتاب السير، فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، الفتاویٰ الهندية / فصل فى التعزير ١٦٧/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منافع کی رقم متعین کرکے دوکان میں شرکت کرنا؟

سوال (۱٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بیکری تین شخصوں کے مابین مشترک ہے، اُن تینوں آدمیوں کے مابین معاملہ اِس طرح طے ہوا کہ چھ مہینہ ایک آدمی دوکان کے اُمور انجام دے گا اور اِن چھ ماہ کی مدت میں باقی دونوں شریک کو چھ ہزار روپے بطور نفع کے دینا ہوگا اور باقی نفع اس کا ہوگا، چاہے دوکان میں نفع ہو یا نقصان، اور یہ قانون ہر ایک شریک کے لئے ہے اور ایسا اِس لئے کرنا پڑتا ہے کہ شریک جس کی زیر

نگرانی دوکان ہے، وہ دوسرے شریک سے مہینہ ختم ہونے کے بعد باوجود نفع ہونے کے جھوٹ بولے کہ مجھ کو اس مہینہ میں بہت نقصان ہوا؛ لہٰذا چھ ہزار کے عوض تین ہزار لے لو، گویا کہ یہ قانون لوگوں کی عدم اعتمادی اور دیانت داری نہ ہونے کی وجہ سے لگایا ہے تو ایسی مجبوری میں اس طرح کی شرکت جائز ہوگی۔ بحوالہ کتب مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ طریقہ پر رقم متعین کرکے معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، اس سے عقدِ شرکت فاسد ہوجاتا ہے۔

عن ابن سيرين أنه كان يكره أن يدفع الرجل إلى الرجل المتاع مضاربة، ويحسبه عليه دراهم. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب البيوع والأقضية / في البزّ يدفع مضاربة ٤٢٨/١١ رقم: ٢٢٧٨٧)

لا تصح المضاربة حتى يكون الربح مشاعًا بينهما بأن يكون أثلاثًا أو منصفًا ونحوهما. (مجمع الأنهر / كتاب المضاربة ٤٤٦/٣ دار الكتب العلمية بيروت، كذا في البحر الرائق / كتاب المضاربة ٤٤٨/٧ زكريا، الهداية / كتاب المضاربة ٢٥٨/٣ ياسر نديم)

ومن الشرط أن يكون الربح جزءًا شائعًا في الجملة لا معينًا. (بدائع الصنائع ٥٩/٦ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۴/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

روپیہ میں بیس پیسے کے حساب سے کاروبار میں شریک بنانا

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اپنے کاروبار میں کئی سال پہلے ہم نے ایک صاحب کو بغیر لاگت ۲۰؍ پیسے کے شریک بنایا تھا، دوکان کے کاروبار سے ہی ایک باغ میں نے اُن کی اہلیہ اور اپنی اہلیہ کے نام سے دس پیسہ فی حصہ کی

حیثیت سے خریدا، جس کی رقم کی ادائیگی دوکان سے ہی کی گئی، اب چونکہ اس باغ کو بیچ رہے ہیں، اس صورت میں حصہ دار کو کتنی ادائیگی اور کس حساب سے کی جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ نے جس صاحب کو کاروبار میں روپئے میں بیس پیسے کا شریک بنایا ہے، اور یہ شرکت باہمی رضامندی سے قائم ہے، تو اِس کے اعتبار سے مذکور خرید شدہ باغ میں بھی اُن کا بیس فیصدی حصہ ہوگا، اور فروختگی کی شکل میں جو قیمت آئے گی، وہ اُن کے حصہ کے بقدر اُنہیں دی جائے گی۔

عن الثوري: في رجل دفع إليه مالاً مضاربةً بالثلث، أو بالربع، أو ما تراضيا، قال: هو ماله يشترط فيه ما شاء. (المصنف لعبد الرزاق، كتاب البيوع / باب اشتراط المقارض ۲۵۷/۸ رقم: ۱۵۱۳۲)

إذا شرطا الربح على قدر المالين متساويا، أو متفاضلاً فلا شك أنه يجوز، ويكون الربح بينهما على الشرط. (بدائع الصنائع ۸۳/۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۱/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تین فیصد خریداری پر تجارت میں شرکت کرنا؟

سوال (۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک تاجر کو سرمایہ اِس شرط پر دیا کہ وہ ہر خریداری پر تین فیصد روپئے متعین طور پر دے گا اور تجارت اپنی پسند سے کرے گا، ایسی صورت میں سرمایہ لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ شرط پر سرمایہ لگانا شرعاً درست نہیں ہے؛ البتہ اگر مجموعی نفع میں فیصدی نفع کی شرکت ہو تو درست ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴۲۰/۳)

الشرط الخامس: أن يكون نصيب المضارب من الربح معلومًا على وجه لا تنقطع به الشركة في الربح، حتى لا يقعا في المنازعة في الثاني. (الفتاویٰ التاتارخانية ۵/۱۵ ۳۹ زکریا)

لأن الشركة يقتضي التسوية. (المحيط البرهاني في الفقه النعماني / كتاب الشركة ومما يتصل بهٰذا الفصل ۶/ ۳۸۰ کوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۹/۱۱/۱۴ھ

۲۵٪ فیصد نفع دینے کی شرط پر کاروبار میں شریک ہونا؟

سوال (۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب دوسرے کے مال پر چاندی چڑھانے کا کام کرتے ہیں، اور اُس کی اُجرت لیتے ہیں، مشین عمارت وغیرہ اُن کی اپنی ہے، وہ کسی اور صاحب سے رقم لے کر اُن کو نفع میں شریک کرنا چاہتے ہیں، جب کہ تھوڑی بہت رقم خود اپنی بھی لگانا چاہتے ہیں، جس کی صورت یہ طے پائی ہے کہ اخراجات سے قطع نظر آمدنی (نفع کا ۷۵٪ فیصد خود کام کرنے والے اور ۲۵٪ فیصد رقم دینے والے صاحب کو ملے گا۔

نوٹ:- اس کام کے لئے مخصوص قسم کے ایک کیمیکل کی خریداری بھی کرنی پڑتی ہے جسے گولڈ پیسٹنگ کہتے ہیں:

(۱) سوال یہ ہے کہ آیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۲) یہ شرکت کی کون سی قسم ہوگی؟

(۳) اگر یہ صورت ناجائز ہے تو اسے جائز کرنے کا شرعی طریقہ کیا ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں جو مطلقاً نفع کی تقسیم کی صورت لکھی گئی ہے وہ

درست نہیں ہے؛ البتہ جواز کی شرعی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ دوسرے شخص سے گولڈ پلیٹنگ کیمیکل کی خریداری کے لئے رقم بطور مضاربت لی جائے، اب اس پر عامل جو محنت کرے گا اور مشینوں کا استعمال کرے گا، اس پر جو خرچ آئے مثلاً بجلی کا بل اور مشینوں کی مرمت وغیرہ اسے اولاً نفع سے ادا کیا جائے گا، اس خرچ کی ادائیگی کے بعد جو رقم بچے گی وہ آپس میں حسبِ تصریح تقسیم کرلی جائے گی، اور اگر مضارب گولڈ پلیٹنگ کی خریداری میں اپنا پیسہ بھی لگائے گا تو اس میں دوسرے کی شراکت نہ ہوگی؛ بلکہ اس لگائی ہوئی رقم کے تناسب سے نفع کا مالک اور اخراجات کا ذمہ دار خود مضارب ہوگا، اور پوری دیانت داری کے ساتھ دونوں رقموں کا حساب الگ الگ رکھنا ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۴۲۰)

المضاربة: شرعًا عبارة عن عقد على الشركة في الربح بمال من أحد الجانبين والعمل من الجانب الآخر. (الفتاویٰ الهندية / أول كتاب المضاربة ٤/٢٨٥ زكريا)

مستفاد: لو كان للمضارب دواب يحمل عليها متاع المضاربة إلى مصر من الأمصار كان علفها على المضاربة ما دامت في عملها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب المضاربة / الباب الثاني عشر في نفقة المضارب ٤/٣١٣ زكريا)

إذا دفع إلى رجل ألف درهم فقال: نصفه قرض عليك ونصفه معك مضاربة بالنصف، فأخذه على ذٰلك فهو جائز على ما سمى …… ولو عمل به فربح كان نصف الربح للعامل، ونصفه على ما شرط في المضاربة بينهما. (الفتاوى الهندية، كتاب المضاربة / الباب الثالث في الرجل يدفع المال بعضه مضاربة وبعضه لا ٤/٢٩٠ زكريا)

لا يملك المضاربة والشركة والخلط بمال نفسه إلا بإذن. (الدر المختار) وفي الشامية: إلا أن تكون معاملة التجار في تلك البلاد أن المضاربين يخلطون ولا ينهونهم، فإن غلب التعارف بينهم في مثله وجب أن لا يضمن. (شامي / كتاب المضاربة ٨/٤٣٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۵/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نفع ونقصان میں شرکت کے بغیر ماہانہ تین ہزار منافع دینے کی شرط لگانا؟

سوال (۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی تاجر کسی شخص سے ایک ایک لاکھ روپیہ اس شرط پر لے کہ ماہانہ تین ہزار روپئے منافع کا دے دیا کروں گا، میرے اگلے نفع ونقصان سے تمہیں کوئی مطلب نہیں ہے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ معاملہ قطعاً جائز نہیں، یہ سراسر سود ہے، ہاں اگر مضاربت کی شرط پر معاملہ کیا جائے، یعنی نقصان رب المال کے ذمہ ہو، اور نفع میں دونوں حسبِ شرط شریک ہوں تو درست ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ۷/۲۴۵، امداد الفتاویٰ ۳/۴۲۰)

أخبرنا سفيان قال: لا تكون المفاوضة حتى تكون سواء في المال وحتى يخلطا أموالهما ولا تكون المفاوضة والشركة بالعروض .... وما أدّان واحد من المتفاوضين، فقال: قد أدنت كذا وكذا فهو مصدق على صاحبه، وإن مات أحدهما أخذ الآخر، وإن شاء الغريم يأخذ أيهما باع سلعته أخذ المبتاع أيهما شاء. (المصنف لعبد الرزاق / باب المفاوضين ۸/۲۵۹ رقم: ۱۵۱٤۰)

ومنها أن يكون المشروط لكل واحد منهما من المضارب ورب المال من الربح جزءًا شائعًا نصفًا أو ثلثًا أو رُبعًا، فإن شرطا عددًا مقدرًا بأن شرطًا أن يكون لأحدهما مائة درهم من الربح أو أقل أو أكثر والباقي بالآخر لا يجوز. (بدائع الصنائع / كتاب المضاربة ۵/۱۱۹ المكتبة النعيمية وزكريا ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کاروبار کے لئے پیسہ دے کر سیزن کے حساب سے متعینہ رقم لینا؟

سوال (۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے پاس کچھ رقم ہے جس کو میں ایک آدمی کے پاس لگانا چاہتا ہوں، اور وہ مجھے سیزن کے حساب سے اس رقم کے لینا، نیز کچھ روپیہ دینا چاہتے ہیں، تو اس میں آدمی سے کس طرح حساب کروں؟ یا پھر پورے سال کے حساب سے رقم لگاؤں، میرا کوئی نہ کاروبار ہے نہ اولاد، میں بالکل خالی ہوں، میرا اِس رقم کے علاوہ اور کوئی سہارا نہیں ہے، اس لئے میں چاہتا ہوں آپ وہ طریقہ بتائیں جو سود نہ ہو۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کاروبار میں روپیہ لگانے پر ماہانہ سیزن پر پیشگی متعین رقم لینا جائز نہیں ہے، جواز کی شکل صرف یہ ہے کہ کاروبار کرنے کے لئے روپیہ دیا جائے، اور جو نفع ہو، اس میں فیصد کے اعتبار سے شرکت کی جائے، اور اگر نفع نہ ہو تو پیسہ لگانے والے کو مابقیہ رأس المال کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔

منها إعلام مقدار الربح؛ لأن المعقود عليها هو الربح، وجهالة المعقود عليه توجب فساد العقد، ولو دفع إليه ألف درهم عن أنهما يشتركان في الربح ولم يبن مقدار الربح جاز ذٰلک، والربح بينهما نصفان؛ لأن الشركة تقتضي المساواة. (بدائع الصنائع / كتاب المضاربة ۱۱۸/۵ زكريا، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية ۳۹۵/۱۵ رقم: ۲۳۵۱۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۳/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترکہ بیکری سے ایک شریک کا ماہانہ رقم متعین کر کے لینا؟

سوال (۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم چار ساتھی ایک بیکری میں شریک ہیں، میرا حصہ صرف دس پیسے کا ہے، بقیہ تینوں کا ۳۰-

۳۰/ پیسے کا ہے، ہر ایک ساتھی اپنے اپنے متعینہ وقت پر بیکری چلاتا ہے، نفع نقصان سب کو تقسیم کر دیا جاتا ہے؛ لیکن جب میرا نمبر بیکری چلانے کا آتا ہے، تو میں اسے تینوں حصہ داروں سے یہ کہہ دیتا ہوں کہ میرا نمبر بھی تم چلاؤ اور مجھے ہر مہینہ پانچ ہزار روپئے دے دیا کرو، نفع نقصان سے مجھے کوئی مطلب نہیں، یا میں اپنے نمبر کو الگ سے زید کو دیتا ہوں، یہ کہہ کر کہ تم کو پانچ ہزار روپیہ مہینہ دوں گا میرا نمبر چلاؤ، نفع نقصان میرا ہے، کیا یہ دونوں طریقے درست ہیں، جب کہ آپس کی رضامندی سے طے کرتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ہر شریک اپنے حصہ شرکت کے بقدر نفع نقصان میں حصہ دار ہے، جو ہر ماہ کم وبیش ہوسکتا ہے؛ لہٰذا کسی ایک فریق کا متعین طور پر ہر مہینہ میں اپنے لئے کوئی رقم لازمی طور پر طے کرلینا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں دیگر شریکوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے؛ اس لئے کہ ممکن ہے کہ جتنی رقم اس شریک کے لئے طے کی گئی ہے، اس سے زیادہ کاروبار میں نفع ہی نہ ہو، پس یہ شرط مفسد شرکت ہوگئی؛ البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی شریک اپنی جگہ پر بطور اجیر کام کرانے کے لئے کسی کو متعین کردے اور اس کو اپنی طرف سے مقررہ اُجرت دے، تو دیگر شرکاء کی اجازت سے یہ معاملہ شرعاً درست ہوگا۔

وتفسد إن شرط لأحدهما دراهم مسماة من الربح؛ لأنه شرط يوجب انقطاع حق الشركة، فعساه لا يخرج إلا القدر المسمى لأحدهما. (البحر الرائق / كتاب الشركة ٥/٢٩٦ دار الكتب العلمية بيروت، ٥/١٧٧ كراچی)

ولكل من شريكي العنان والمفاوضة أن يبضع ويستاجر (كنز) وأما الاستيجار فلكونه معتاداً بين التجار. (البحر الرائق / كتاب الشركة ٥/٢٩٦ دار الكتب العلمية بيروت، ٥/١٧٧ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۲/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترکہ دوکان سے بغیر لکھے اپنی ضرورت کے لئے رقم لینا؟

سوال (۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری شادی تقریباً چار سال پہلے ہوئی تھی، میری رہائش سسرال والوں کے ساتھ ہے، میرے دیور اور جیٹھ شادی شدہ ہیں، میرے شوہر کو ملاکر ۵/ بھائی ہیں اور ایک سسر ساس ہیں، ایک دوکان ہے جس کا کوئی خاص کاروبار نہیں چلتا؛ لیکن جائیدادیں وغیرہ ہیں، جن سے کرایہ کی آمدنی معقول ہے اور اخراجات اس سے پورے کئے جاتے ہیں؛ لیکن دوکان سے سب بھائی اپنی کچھ نہ کچھ ضرورت کے لئے بغیر لکھے رقم لے لیتے ہیں، ویسے سب بھائی برابر کے شریک ہیں، کیا ان کا بغیر لکھے رقم لینا اور خرچ کرنا جائز ہے، جب کہ ماہانہ خرچ کے لئے باپ سب کو رقم دیتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب کہ دوکان سب بھائیوں میں مشترک ہے، تو کسی کو کم اور کسی کو زیادہ لینا درست نہیں ہے، ہاں البتہ ہر بھائی ضرورت پڑنے پر علی الحساب رقم بطور قرض لے لے، پھر متعینہ وقت پر سب شرکاء کا حساب لین دین کرکے برابر سرابر کردیا جائے، تو اس کی اجازت ہوگی۔

وكذا لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأي. (شامي، كتاب الشركة / فصل في الشركة الفاسدة ٦/٢ ٥٠ زكريا)

وإذا أذن كل واحد منهما لصاحبه بالاستدانة عليه لزمه خاصة أيضًا، حتى كان له أن يأخذ منه، وليس له أن يرجع على شريكه أيضًا هو الصحيح على قياس رواية المبسوط. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤/ ٣٦٤ زكريا)

إذا أراد رب المال أن يجعل المال مضمونًا على المضارب أقرضه كله إلا درهمًا منه وسلّمه إليه وعقد شركة العنان، ثم يدفع إليه الدرهم ويعمل فيه المستقرض، فإن ربحا كان بينهما على ما شرطا، وإن هلك هلك عليه.

(شامي، كتاب الشركة / مطلب في توقيت الشركة روايتان ٦/ ٤٨٤ زكريا)

فلو كان العامل هو المستقرض كما هو العادة كان له نصف الربح بقدر ماله لكنه محمول على ما إذا شرط العمل عليه، وإن لم يشرط صح التفاضل كما علمت من التوفيق. (شامي، كتاب الشركة / مطلب في توقيت الشركة روايتان ٦/ ٤٨٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۲۴/ ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲۰/ فیصدی نفع ونقصان کے ساتھ ۱۵/ لاکھ روپئے میں شرکت کرکے سات لاکھ واپس لینا؟

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) زید نے اپنے کاروبار میں ایک صاحب سے ۱۵/ لاکھ روپیہ اس شرط پر لے کر لگایا کہ ۲۵/ فیصد نفع اور نقصان میں حصہ دار رہیں گے، کاروبار میں نقصان نہیں ہوا اور نفع کا پچیس فیصد ان کو سال میں دے دیا کرتے تھے، ان صاحب نے اپنے ۱۵/ لاکھ روپئے میں سے سات لاکھ روپیہ واپس لے لیا اور بقیہ آٹھ لاکھ روپئے کی کوئی شرط نہیں طے ہوئی، زید نے اپنے حساب سے انکو نفع دیا اور کہا کہ جو میں نے مناسب سمجھا دے رہا ہوں، جس پر انہوں نے کہا کہ میں کچھ کہہ نہیں رہا ہوں ٹھیک ہے، کچھ سال کے بعد وہ صاحب پھر سات لاکھ روپیہ لگانا چاہ رہے تھے، تو زید نے مزید روپیہ لگانے کے لئے منع کردیا، اور زید سال کا سال ان کو اپنے حساب سے نفع دیتا رہا ہے، اور دے رہا ہے، انہوں نے روپیہ لگاتے وقت زید سے یہ پوچھا تھا کہ جب آپ کا کاروبار چل جائے گا تو ہمارا روپیہ واپس کرکے ہمیں الگ تو نہیں کردیں گے جس پر زید نے کہا تھا کہ ہم الگ نہیں کریں گے؛ لیکن جب انہوں نے بغیر کسی نئے معاہدہ کے اپنا سات لاکھ روپیہ نکال لیا تو پچھلا معاہدہ خود بخود ختم ہوگیا، زید ان کا آٹھ لاکھ روپیہ بھی واپس کرنا چاہتا ہے، چونکہ یہ معاہدہ صرف زید سے ہوا تھا تو اس کا تعلق زید کے لڑکے سے تو نہیں باقی رہے گا۔ کیا زید کا اپنے حساب سے نفع دینا

کہیں سود میں تو نہیں داخل ہو جائے گا؟

(۲) کیا زید کا آٹھ لاکھ روپیہ واپس کر دینا صحیح ہے یا غلط ہے؟

(۳) کیا زید کی وفات کے بعد یہ معاہدہ زید کے لڑکوں کی طرف تو منتقل نہیں ہو جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) عقد شرکت ایک غیر لازم عقد ہوتا ہے، فریقین میں سے کوئی بھی فریق جب چاہے اسے ختم کرنے کا مجاز ہے؛ لہٰذا جب مذکورہ صاحب نے اپنے لگائے ۱۵/ لاکھ روپئے میں سے ۷/ لاکھ روپئے واپس لے لئے، تو اس رقم کے بقدر عقد شرکت ختم ہوگیا، اور مابقیہ رقم میں دلالۃً شرکت اسی پچیس فی صدی نفع کے تناسب سے باقی ہے؛ لہٰذا جب تک یہ رقم کاروبار میں لگی رہے گی زید پر اس آٹھ لاکھ روپئے کے بالمقابل آنے والی نفع کی رقم کا پچیس فیصدی حصہ مذکورہ صاحب کو دینا لازم رہے گا، اور سوال میں یہ جو لکھا گیا کہ زید اپنے حساب سے اپنی صواب دید پر نفع دیتا رہا، یہ صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ ان صاحب کا استحقاق پچیس فی صدی میں ہے، اگر اس سے کم نفع دیا گیا ہے تو حساب لگا کر پورا نفع دینا لازم ہوگا۔

تصح مع التفاضل في المال دون الربح …… والربح على ما شرطا. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الشركة / مطلب في توقيت الشركة روايتان ٦/٤٨٣-٤٨٦ زكريا)

وتبطل الشركة بموت أحدهما …… وبفسخ أحدهما ولو المال عروضًا.

(تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الشركة / مطلب يرجح القياس ٦/٥٠٤-٥٠٥ زكريا)

یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ نقصان میں پچیس فی صدی کی شرط کا اعتبار نہیں ہوگا؛ بلکہ کاروبار میں لگے ہوئے کل سرمایہ میں آٹھ لاکھ روپئے کا جو تناسب بیٹھے گا، اسی اعتبار سے وہ نقصان کا ذمہ دار ہوگا، مثلاً اسی لاکھ کا کاروبار ہے تو آٹھ لاکھ والا صرف دس فی صدی نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔

لا خلاف أن اشتراط الوضيعة بخلاف قدر رأس المال باطل. (شامي، كتاب الشركة / مطلب: اشتراط الربح متفاوتًا ٦/٤٧٥ زكريا)

الوضيعة على قدر المال وإن شرطا غير ذٰلک. (شامي، کتاب الشرکة / مطلب في تحقيق حکم التفاضل في الربح ٦/٤٨٦ زکريا)

(۲) مسئولہ صورت میں زید کا بقیہ آٹھ لاکھ روپئے واپس کر کے مذکورہ شخص سے شرکت ختم کرنے کا مجاز ہے، اور زید کا یہ وعدہ کہ ہم الگ نہیں کریں گے اس وقت ختم ہوگیا تھا، جب خود مذکورہ شخص نے تقریباً آدھی شرکت پیسے واپس لے کر ختم کردی تھی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَمَا اسْتَقَامُوْا لَکُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ﴾ [التوبة، جزء آيت: ۷]

وتبطل الشرکة بموت أحدهما ...... وبفسخ أحدهما ولو المال عروضًا.

(تنوير الأبصار مع الدر المختار، کتاب الشرکة / مطلب يرجح القياس ٦/٥٠٤-٥٠٥ زکريا)

(۳) یہ معاہدہ زید کے لڑکوں تک منتقل نہیں ہوگا؛ البتہ زید کی وفات کے بعد اگر لڑکے چاہیں تو ازسرِنو معاملہ کرسکتے ہیں۔

وتبطل الشرکة بموت أحدهما. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، کتاب الشرکة / مطلب يرجح القياس ٦/٥٠٤ زکريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۷؍۷؍۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معاملات کی صفائی کے لئے نفع ونقصان کا تحریری ریکارڈ رکھنا؟

سوال (۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مولانا اسعد ایک نیک امین انسان ہیں، وہ سورت شہر میں لوگوں سے رقم لے کر کاروبار کرتے تھے، ان کا کاروبار خفیہ ہوتا تھا، مفتی عبید نے بندہ عبد القیوم کے سامنے مولوی اسعد صاحب کے کاروبار کی نوعیت اور نفع کی شرح اور اُن کی شخصیت کی امانت داری کا تذکرہ کیا، جس سے مجھے بھی اطمینان ہوگیا، میں نے بھی اپنے رشتہ داروں سے رقمیں لے کر مضاربت کے طور پر دے دیں، میرے رشتہ دار نہ مفتی عبید کو جانتے ہیں اور نہ مولوی اسعد صاحب کو، تمام رشتہ داروں نے میرے اوپر اعتماد کر کے رقم دی تھی۔

مجھے بھی مفتی عبید پر پورا اعتماد تھا، اس لئے کبھی کوئی تحریر اُن سے نہیں لی؛ البتہ ان کو یہ تاکید ضرور کی کہ جس مکان یا جس چیز میں مولوی اسعد رقم لگاویں، اس پر آپ برابر نگرانی رکھیں، اور مکان زمین وغیرہ کے دستاویز کا زیر عکس بھی احتیاطاً مولوی اسعد سے لیتے رہیں، مگر ان کو مولوی اسعد پر بہت اعتماد تھا، اس لئے دستاویز لینے یا مکان دیکھنے کی زحمت نہیں کی۔

ایک دن اچانک مولوی اسعد کا انتقال ہوگیا، اب میں عبد القیوم مفتی عبید سے پوچھتا ہوں کہ مولوی اسعد نے کہاں کہاں مکانات خرید کر رکھے تھے؟ اور ہمارے روپئے کس کس کاروبار میں لگے ہوئے ہیں؟ تو مفتی عبید فرماتے ہیں: مکانات کی جگہیں معلوم نہیں، نہ اس کا کوئی پروف ودستاویز کی زیروکس میرے پاس ہے؟

واضح رہے مولوی اسعد صاحب جب کوئی مکان یا جائیداد خریدتے تھے، تو دستاویز اپنے نام کا نہیں بنواتے تھے؛ بلکہ خود مکان خرید کر قبضہ کر لیتے تھے، اور جب اس کو بیچتے تھے تو دستاویز مشتری کے نام کا بنوادیتے تھے؛ تاکہ سرکاری قوانین کے چنگل اور دستاویز کے صرفہ سے بچ جائیں۔

(۱) اب دریافت یہ ہے کہ کیا میرے رشتہ دار اپنی اپنی رقم مجھ سے مانگ سکتے ہیں، یعنی میں ضامن ہوں؟ اس میں میری کوئی تعدی ہے؟

(۲) میں مفتی عبید کو ضامن بنا سکتا ہوں، بایں معنی کہ اُنہوں نے کوئی دستاویز نہیں رکھی، نہ یہ معلوم کیا کہ مکانات کہاں ہیں؟

(۳) اگر مفتی عبید ضامن ہیں تو کتنے حصہ تک؟

(۴) مضاربت میں مسئلہ یہ ہے کہ نقصان کی صورت میں نقصان کی تلافی اولاً نفع سے کی جاتی ہے، پھر راس المال میں سے، تو کیا صورت مسئولہ میں مضارب ثالث مولوی اسعد کا انتقال کر جانا اور دی گئی رقم کہاں لگائی اس کا سراغ نہ ملنا، مضاربت میں نقصان کہلائے گا، اگر مضاربت میں نقصان کہا جائے تو کیا آج تک میں نے اور مفتی عبید نے جو کچھ نفع کمایا وہ اصل مالک (میرے رشتہ داروں) کو واپس کرنا ہوگا؟

(۶) اگر مفتی عبید ضامن ہیں تو اس صورت میں بھی نفع واپس کرنا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کاروبار میں اگر شرعی اصولوں کا لحاظ نہ رکھا جائے تو وہی دشواریاں سامنے آتی ہیں، جن کا ذکر آپ نے تفصیلی سوال نامہ میں کیا ہے، کسی کی زندگی یا موت کا کچھ بھروسہ نہیں ہوتا، اس لئے مضاربت اور شرکت وغیرہ کے کاروبار میں تحریری ریکارڈ یا کاروبار کے متعلق بنیادی معلومات فریقین کو ہونی ضروری ہیں، جس کا لحاظ زیر بحث معاملات میں نہیں رکھا گیا، اور آنکھ بند کرکے ایک دوسرے پر اعتماد کیا گیا، اس لئے بہتر صورت یہ ہے کہ فیصلہ کے بجائے متعلقہ فریقوں کے درمیان مصالحت کی راہ اپنائی جائے، اور کسی واقف کار معتمد علیہ شخص یا افراد کو فیصل بنا کر اس کے فیصلہ کے مطابق معاملہ کو حل کیا جائے؛ تاکہ سبھی فریقوں کی رعایت رکھی جاسکے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ [النساء، جزء آیت:۱۲۸] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۷/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترکہ کاروبار سے علیحدہ ہوجانے کے بعد منافع کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک باپ نے مع اپنے چار بیٹوں کے آج سے ۴۵؍سال قبل مرادآباد میں کم وبیش حصہ شرکت کے ساتھ پارٹنرشپ میں مرادآبادی برتن کی فرم شروع کی، کچھ عرصہ بعد باپ نے اپنے بڑے بیٹے کو بمبئی میں دوکان کرنے کے لئے بھیج دیا؛ لہٰذا اُس بیٹے نے ایک دوکان بمبئی میونسپل بورڈ سے اپنے نام سے کرائے پر لی اور اِس دوکان میں کاروبار شروع کردیا، مرادآباد کی دوکان سے مال جاتا اور بمبئی والی دوکان پر بکری ہوتا، ایک سال سب سے بڑا بیٹا بمبئی دوکان پر رہتا اور ایک سال سب سے چھوٹا بیٹا بمبئی رہتا، اس طرح چاروں بھائی مع اپنے والد کے کاروبار کرتے رہے، اور چاروں بھائی مع اپنے والد کے مرادآباد و بمبئی کی دوکان سے کم وبیش حصہ (نفع) سے مستفیض ہوتے رہے، اس طرح بمبئی والی دوکان میں والد اور چاروں بھائیوں کی اچھی خاصی رقم جمع ہوگئی (منافع کی صورت میں) کچھ عرصہ بعد باپ کا انتقال ہوگیا، باپ کی تمام جائیداد اور روپئے کا بٹوارا چاروں

بھائیوں اور ایک بہن اور ایک ماں میں تقسیم ہوگیا، بمبئی کی دوکان چوں کہ کرائے کی تھی؛ لہٰذا اُس دوکان کی تقسیم عمل میں نہیں آسکی، اب تینوں بھائی بمبئی والی دوکان سے مستفیض ہوتے رہے، والد کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد تینوں بھائیوں نے بمبئی کی دوکان اُسی طرح چالو حالت میں مع اپنے سرمایہ ۴۵ / ہزار روپے کے ساتھ ایک دیگر شخص کو ایک ہزار روپئے ماہوار کرایہ پر دے دی، اور تینوں بھائی برابر مستفیض ہوتے رہے، اور میونسپل بورڈ کا کرایہ یہ تینوں بھائی ادا کرتے رہے، کچھ عرصہ بعد چوتھے بھائی (جس کو والد نے اپنی زندگی میں کاروبار سے الگ کردیا تھا) نے بمبئی والی دوکان سے آنے والے کرایہ سے مستفیض ہونے کی خواہش ظاہر کی، جس کو تینوں بھائیوں نے اُس کی خواہش کی عزت کرتے ہوئے چاروں بھائیوں کے درمیان یہ تحریر طے ہوئی جو کہ منسلک ہے:

یہ کہ ۱۱ / ماہ کا کرایہ ۱۱ / ہزار روپئے تین بھائیوں نے آپس میں برابر برابر تقسیم کیا ہے۔ اور ایک ماہ کا کرایہ ایک ہزار روپئے چھوتھے بھائی کو دینا طے پایا، اس طرح پورے سال کی بمبئی سے آنے والی کرایہ کی رقم چاروں بھائیوں نے تقسیم کرلی اور تینوں بھائی ۳۳۳-۳۳۳ / روپئے یعنی کل ایک ہزار روپئے اپنے چوتھے بھائی کو دیتے رہے، تقریباً چھ سال بعد بمبئی والی دوکان کے کرایہ میں اضافہ ہوا، (۳ / ہزار روپئے سالانہ) تو چوتھے بھائی نے بھی اپنے معاوضہ میں اضافہ کرنے کے لئے تینوں بھائیوں سے کہا جس کا تینوں بھائیوں نے انکار کردیا، چوتھے بھائی نے بغیر اضافہ کے یعنی ایک ایک ہزار روپئے سالانہ لینے سے انکار کردیا، کافی عرصہ تک چاروں بھائیوں میں یہ ہی چلتا رہا، تینوں بھائی بغیر اضافہ کے یعنی ایک ہزار روپئے سالانہ حساب سے دینا چاہتے تھے، مگر چوتھا بھائی ایک ہزار سے زائد کا خواہش مند تھا، ایک ہزار روپئے سے زیادہ تینوں بھائیوں نے نہیں دئے اور ایک ہزار چوتھے بھائی نے لئے نہیں، اِسی درمیان تینوں بھائیوں میں سے ایک بھائی کا انتقال ہوگیا، مرنے والے نے اپنے پیچھے صرف چار لڑکیاں اور ایک بیوی اور ایک وصیت نامہ چھوڑا ہے، جو کہ منسلک ہے، اور چوتھے بھائی کو کچھ بھی دینے کا کوئی ذکر نہیں ہے، چوتھے بھائی نے وصیت کو تسلیم کرکے دستخط بھی کردئے، مگر اپنا مطالبہ بھی برابر مرحوم کے وارثین سے طلب کررہا ہے، کیا چوتھے بھائی کا مطالبہ جائز ہے؟ اور کیا مرنے والا چوتھے بھائی کا قرض دار ہے؟ اگر ہے تو بغیر

اضافہ کے (جتنا مرنے والا اپنی زندگی میں دینا چاہتا تھا) چوتھا بھائی لینے سے انکار کرتا رہا یا اضافہ کے ساتھ؟ کچھ عرصہ بعد باقی دونوں بھائیوں کا بھی انتقال ہوگیا، ان دونوں بھائیوں نے اپنے پیچھے ایک ایک لڑکا اور لڑکیاں اور پوتیاں چھوڑی ہیں، کیا یہ دونوں بھائی بھی چوتھے بھائی کے قرض دار ہیں، تینوں بھائیوں نے جو تحریر چوتھے بھائی کو لکھ کر دی تھی، کیا یہ تحریر تینوں بھائیوں کے وارثین پر بھی لاگو ہوگی، کیا تینوں بھائیوں کے انتقال کے بعد بھی چوتھے بھائی کو ایک ہزار روپئے سالانہ دیا جائے گا یا زائد، اب چوں کہ تینوں بھائیوں کا انتقال ہوگیا اور دوکان بمبئی میونسپل بورڈ سے کرایہ پر لے کر دیگر شخص کو (ضمنی کرایہ دار) کو کرایہ پر دے رکھی ہے، اب موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے اگر بمبئی والی دوکان کے حقوق کسی دوسرے شخص کے نام منتقل کردئے جائیں یعنی میونسپل بورڈ کا کرایہ دار اسی شخص کو بنادیا جائے اور وہ شخص جو بھی نذرانہ پیش کرے تو اس نذرانہ کی رقم لینے کا حق دار پیارے میاں (جو کہ میونسپل بورڈ کے کرایہ دار تھے) کے ورثہ لینے کے حق دار ہیں یا تینوں بھائی جو کہ ہمیشہ سے اس سے آنے والی آمدنی سے مستفیض ہوتے تھے، یا چوتھا بھائی بھی شریک ہوگا، اگر شریک ہوگا تو کس طرح سے؟ جو تحریر چاروں بھائیوں کے درمیان ہوئی تھی اس کا مضمون اس قدر مہمل ہے کہ تینوں بھائیوں نے کیوں ایک ہزار روپئے چوتھے بھائی کو دینا منظور کرلیا تھا، جب کہ باپ نے اپنی زندگی میں ہی چوتھے بیٹے کو کاروبار سے الگ کردیا تھا، نیز باپ کی وراثت یا حق کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا، کیوں کہ دوکان کی مالک بمبئی میونسپل بورڈ ہے اور دوکان کرایہ پر لے رکھی ہے، اور نہ ہی اس تحریر میں بھائیوں نے اپنی ہمشیرہ کو شامل کیا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چوتھے بھائی (جو کاروبار سے الگ تھا) کے لئے بقیہ تینوں بھائیوں نے دوکان کی آمدنی میں سے جو ایک ہزار روپئے سالانہ دینے متعین کئے تھے، وہ اُن کی جانب سے محض تبرع کا وعدہ تھا، اپنی زندگی میں جو کچھ انہوں نے بھائی کو دیا وہ از قبیل احسان تھا، اس لئے چوتھا بھائی نہ تو اس رقم میں اضافہ کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہے، اور نہ ہی وہ بھائیوں کے ورثاء سے اس رقم کے مطالبہ کا حق رکھتا ہے، بھائیوں نے زندگی میں جو وعدہ کیا تھا،

اس کا التزام ان کے ورثاء پر لازم نہیں ہے۔

وكل من شركاء الملك أجنبي في الامتناع عن تصرف مضرٍّ في مال صاحبه لعدم تضمنها الوكالة. (الدر المختار، كتاب الشركة / مطلب الحق أن الدين يملك ٦/ ٤٦٧ زكريا)

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض. (الهداية / أول كتاب الهبة ٣/ ٢٨٣ الأمين كتابستان ديوبند)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه. (شرح المجلة لسليم رستم باز ١/ ٦١ رقم المادة: ٩٦، وكذا في قواعد الفقه ١١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۱/ ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شرکت عنان میں نفع میں کمی بیشی؟

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دریافت طلب امر یہ ہے کہ دو شخصوں نے مل کر تجارت کی، اور یہ طے کیا کہ اس تجارت میں جو بھی نفع ہوگا اس کی تقسیم مالیت کے اعتبار سے کریں گے، یعنی کل تین حصہ ایک فریق کو اور ایک حصہ فریق ثانی کو، واضح رہے کہ تین حصے والے کی رقم زیادہ تھی اور ایک حصہ والے کی رقم کم تھی، مثلاً سو روپئے نفع ہوا تو ۷۵/ روپئے اور ۲۵/ روپئے کے حساب سے تقسیم ہوگا، مذکورہ تجارت جائز ہے یا ناجائز؟ میں نے کئی کتابوں میں اس تجارت کو درست پڑھا ہے، ”شرح بدایہ مجمع الانہر“ ”بہشتی زیور“ وغیرہ میں لکھا ہے کہ مذکورہ تجارت شرکت عنان کی قبیل سے ہے، اور شرکت عنان میں جائز ہے کہ ایک کا مال کم ہو اور نفع کی تقسیم باہمی رضا مندی پر ہو خواہ برابر یا دو حصہ، یا ایک حصہ کرکے۔

(مجمع الانہر مکتبہ فقیہ الامت ۲/ ۵۵۲)

اور شرح بدایہ میں ہے:

وأما شركة العنان وهي أن يشترك اثنان في نوع بز أو طعام، أو يشتركان في عموم التجارات، ويصح التفاضل في المال، ويصح أن يتساويان

في المال ويتفاضلا في الربح. (البداية ۶۵۹/۲)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرکت عنان میں نفع کے تناسب سے برابری لازم نہیں کم وبیش بھی ہوسکتا ہے، اور آپ نے جو حوالہ جات لکھے ہیں وہ درست ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۲/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لکڑی چننے، گھاس اکٹھی کرنے اور شکار کرنے میں شرکت کا حکم؟

سوال (۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''قدوری'' ص: ۱۱۷ کتاب الشرکۃ کے اندر یہ مسئلہ مذکور ہے کہ لکڑی چننے اور گھاس اِکٹھی کرنے اور شکار کرنے میں شرکت نہیں ہے، حالاں کہ لوگ یہ مذکورہ تینوں کام بطور مجبوری شرکت کے ساتھ مثلاً مچھلی شکار کرنے جاتے ہیں، اس میں کم ازکم دو آدمی کی ضرورت ہوتی ہے، ایک کشتی پکڑتا ہے اور دوسرا آدمی جال پھینکتا ہے، اِسی طریقہ سے تین آدمی مچھلی شکار کرنے گئے، ایک آدمی کشتی پکڑتا ہے دو آدمی جال پھینکتے ہیں، بسا اوقات ایک آدمی زیادہ مچھلی شکار کرتا ہے؛ لیکن تقسیم برابر برابر کیا جاتا ہے، اور یہ لوگوں کا باقاعدہ تعامل ہے، اُسی جیسا حال گھاس اکھٹی کرنے کا اور لکڑی جمع کرنے کا ہے؛ لہٰذا آنجناب مسئلہ کا تشفی بخش جواب دیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قدوری اور ہدایہ وغیرہ میں جو مسئلہ لکھا ہے، وہ اپنی جگہ پر درست ہے اور اس اعتبار سے مچھلی پکڑنے میں شرکت کا جو طریقہ رائج ہے وہ بھی فاسد نہیں ہے؛ البتہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر دونوں شریکوں نے ایک ساتھ جال پھینکا ہے تو پکڑی جانے والی مچھلیوں میں دونوں کا حق برابر ہوگا، اور اگر ایک نے جال پھینکا اور دوسرے نے اس کا تعاون کیا تو مچھلیاں سب جال پھینکنے والے کی ہوں گی اور تعاون کرنے والے کو اس کی محنت کا معاوضہ ملے گا، جو کل پکڑی جانے والی مچھلیوں کی نصف قیمت سے زائد نہ ہوگا۔

فإن أخذاه معا فهو بينهما نصفان، لاستوائهما في سبب الاستحقاق، وإن أخذه أحدهما ولم يعمل الآخر شيئًا، فهو للعامل، وإن عمل أحدهما وأعانه الآخر في عمله بأن قلعه أحدهما، وجمعه الآخر، أو قلعه وجمعه وحمله الآخر فللمعين أجر المثل بالغًا ما بلغ عند محمد، وعند أبي يوسف لا يجاوز به نصف ثمن ذلك. (الهداية / كتاب الشركة ۲/ ٦١٣ مكتبه بلال ديو بند) فقط اللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۶/۳/۲۳ھ

باپ اور چچا کے مشترکہ کاروبار میں معاونت کرنے والے بیٹے کا کتنا حصہ ہے؟

سوال (۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو سگے بھائی ۱۹۸۶ء سے پیتل کے کاروبار میں برابر کے شریک تھے، جس میں بڑے بھائی کا ایک لڑکا کاروبار میں ۱۹۹۵ء سے پورے وقت کے لئے لگا تار اور کاروبار کے سارے فرائض کو برابر انجام دینے لگا اور بڑے بھائی کا ایک اور چھوٹا لڑکا لگا تار کاروبار میں آدھے وقت کے لئے لگا، ۱۹۹۸ء میں دونوں بھائیوں میں آپسی اختلاف پیدا ہوا، جس کی وجہ سے کاروبار میں علیحدگی ہوگئی۔ مہربانی کرکے دونوں بچوں کا کاروبار میں شرع کے مطابق کیا حق بنتا ہے، یہ بتانے کی زحمت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کاروبار میں ان لڑکوں کی باقاعدہ حصہ داری مقرر نہیں کی گئی؛ بلکہ وہ اپنے والد کے تعاون کے طور پر بلا کسی معاہدہ کے کام کرتے رہے، تو اب علیحدگی کے وقت اُن لڑکوں کا الگ سے کوئی حصہ نہیں ہے، صرف اُن کے باپ ہی اپنے حصہ کے مستحق ہیں۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: ولدُ الرجل من كسبه ومن أطيب كسبه فكلوا من أموالهم. (سنن أبي داؤد، كتاب الإجارة /

باب في الرجل يأكل من مال ولده ۲/ ۴۹۸ رقم: ۳۵۲۹ دار الفكر بيروت)

أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما مال، فالكسب كله للأب، إذا كان الابن في عيال الأب لكونه معيناً له. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الشركة / الباب الرابع في شركة الوجوه ۲/ ۳۲۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۰/۱/۲۲ھ

کیا باپ کے ساتھ مشترکہ کاروبار کرنے سے اَولاد کو بھی مالکانہ حقوق حاصل ہوں گے؟

سوال (۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں بڑے تاجروں میں یہ بات عام ہے کہ اُن کے جولڑکے یا رشتہ دار دکان یا کارخانہ میں کئی سال سے کام کرتے ہیں، اُن کو ۳۰/۲۰ فیصد کا شریک بناتے ہیں، مثلاً زید نے دوکان کھولی، کچھ سال کے بعد دوکان میں توسیع ہوئی اور دوسرے آدمی کی ضرورت پڑ گئی، تو اپنی ایک لڑکے محمد کو دوکان میں لگا دیا، پھر پانچ چھ سال کے بعد زید نے اپنے لڑکے محمد سے کہا کہ ’’اب تیری محنت اور کام کے عوض میں میں تم کو ۳۰/۲۰ فیصد شریک بناتا ہوں‘‘ تو اس صورتِ حال میں کیا اس کو شرعی شریک شمار کیا جائے گا یا پہلے تقسیم کرنے کی ضرورت ہے؟ اگر تقسیم ضروری ہے تو اگرچہ ممکن ہے؛ لیکن عملاً مشکل ہے، تو کیا اِس کا کوئی آسان حل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ کے ساتھ جو اَولاد کاروبار میں شریک ہوتی ہے، اُس کو مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہوتے؛ بلکہ کل آمدنی کا مالک باپ ہوتا ہے، اولاد اس کی معاون شمار ہوتی ہے، الا یہ کہ والد روپئے یا سامان الگ کر کے کسی اولاد کو مالک وقابض بنا دے، اور دیگر رشتہ دار اگر کاروبار میں شریک کئے جائیں اور سال بسال اُن کے حصہ کا نفع انہیں دیا جاتا رہے، تو ایسی

صورت میں وہ شریک مان لئے جائیں گے اور اُنہیں قانوناً وشرعاً مالکانہ حقوق حاصل ہو جائیں گے، اُن رشتہ داروں کا حکم اولاد سے الگ ہے؛ اس لئے کہ اولاد کے ساتھ عطیات میں جس طرح برابری کا حکم ہے دیگر رشتہ داروں کے ساتھ اس طرح مساوات لازم نہیں۔

وقدمنا أن هٰذا ليس شركة مفاوضة ما لم يصرحا بلفظها أو بمقتضياتها مع استيفاء شروطها، ثم هٰذا في غير الإبن مع أبيه، لما في القنية: الأب وإبنه يكتسبان في صنعة واحدة، ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن كان الإبن في عياله لكونه معينًا له، ألا ترىٰ لو غرس شجرةً تكون للأب. (الرد المحتار، كتاب الشركة / مطلب اجتمعها في دار واحدة واكتسبا ولا يعلم التفاوت الخ ۲/۶ ۵۰ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الشركة / الباب الرابع ۳۲۹/۲ زكريا، شرح المجلة لسليم رستم باز ۱/۱ ۷٤ رقم المادة: ۱۳۹۸ كوئٹه، تنقيح الفتاوىٰ الحامدية / كتاب الشركة ۹۵/۱ مصر، الفتاوىٰ الكاملية / كتاب الشركة ۵۱ رشيدية، تعليقات محموديه ۲۰۵/۱٤ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۶/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا شرکت کے معاملہ میں کام کرنے والا معاوضہ کا مستحق ہے؟

سوال (۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید وعمر نے آج سے تین سال پہلے ۴۰؍ ہزار روپے سے جن میں سے ۲۰؍ ہزار روپے عمر کے تھے، کچے مال کی تجارت شروع کی تھی، اور یہ طے ہوا تھا کہ نفع ونقصان برابر کا رہے گا، اس درمیان مال کی خرید وفروخت اور اس سلسلہ میں پیش آنے والی تمام مشکلات اور جملہ محنت ومشقت تنہا زید برداشت کرتا رہا، الحمد للہ اصل رقم جو کہ ۴۰؍ ہزار تھی، اسے چھوڑ کر تین سال کے عرصہ میں ایک لاکھ ۲۰؍ ہزار روپئے نفع کے حاصل ہوئے، جن میں سے زید نے ۴۵؍ ہزار روپئے کی رقم عمر کو دے دی، اور ۴۵؍ ہزار روپئے کی رقم زید نے لے لی، اور اصل رقم کو ملا کر ۷۰؍ ہزار روپئے کی رقم کچے مال کی

شکل میں لوگوں کے پاس قرض ہے، اوران مقروضین کا زید نے عمر سے مقابلہ کرادیا ہے، جس کو مقروضین بار بار کے تقاضہ کے باوجود ادا کرنا نہیں چاہتے، مگر قرض کے اقراری ہیں، صرف یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ جب ہوں گے دے دیں گے، اس صورتِ حال کو بنیاد بنا کر عمر زید پر الزام رکھتا ہے کہ زید نے میرے اسّی ہزار روپیہ کی بے ایمانی کر لی، اور شرکت ختم کرنا چاہتا ہے، زید کو شرکت کے ختم ہونے پر تو کوئی اعتراض نہیں ہے، مگر زید یہ کہتا ہے کہ طے شدہ شرط کے مطابق جو نقصان قرض کی صورت میں ہو رہا ہے، اس کو بھی برابر تقسیم کرو۔

صورتِ مذکورہ میں دریافت یہ کرنا ہے کہ مال کی خرید وفروخت اور تمام مشکلات کا مقابلہ تنہا زید نے کیا ہے، اور عمر اس سے بالکل لاتعلق رہا ہے، اس کا کوئی معاوضہ زید کو ملنا چاہئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر شرکت کا معاملہ کرتے وقت جانبین سے یہ بات طے ہو چکی تھی کہ خرید وفروخت اور دیگر معاملات سب زید سے متعلق ہوں گے، تو ایسی صورت میں زید مذکورہ معاملات کی وجہ سے کسی قسم کے معاوضہ کا مستحق نہ ہوگا۔

وشركة الصنائع والتقبل: وهي أن يشترك خياطان، أو صباغ وخياط على أن يتقبلا الأعمال أي محلها …… ويكون الكسب بينهما. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر / كتاب الشركة ٢/٥٥٦ كوئٹه)

شركة الأعمال: هي عقد شركة على تقبل الأعمال …… فالأجيران المشتركان يعقدان الشركة على تقبل أي التزام العمل الذي يطلبه منهما المستأجر، سواء متساويا أو متفاضلاً في ضمان العمل. (شرح المجلة ٢/٧٣٦ رقم المادة: ١٣٨٥ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۲/۳/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شرکت والے معاملہ میں قرض کا نقصان کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال (۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرض کی شکل میں جو نقصان ہورہا ہے اس کو دونوں شرکاء زید وعمرو برداشت کریں گے یا تنہا زید؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب بوقتِ معاملہ نفع ونقصان دونوں میں شرکت کا معاملہ تھا، تو اب قرض کی صورت میں جو نقصان ہورہا ہے، اس کو برداشت کرنے میں بھی دونوں شرکاء برابر شریک ہوں گے، تنہا زید پر اس کا بار نہیں ڈالا جائے گا۔

عن علي في المضاربة: الوضيعة على المال والربح على ما اصطلحوا عليه.

(المصنف لعبد لرزاق ٨/٢٤٨ رقم: ١٥٠٨٧، إعلاء السنن / كتاب المضاربة ١٦/٣٩ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: …… المسلمون على شروطهم. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما ذكر عن النبي في الصلح بين الناس ١/٢٥١)

وإن شرطا أن يكون الربح بينهما نصفين فالوضيعة على قدر رأس مالهما. (الفتاویٰ التاتارخانية ٥/٦٥٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۳/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر مشترکہ زمین کا کوئی حصہ سرکاری سڑک میں آجائے تو شرکاء پر کس حساب سے ذمہ داری آئے گی؟

سوال (۳۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مشترکہ کھیت کے چار آدمی برابر برابر کے حصہ دار تھے اور ہر حصہ دار بلا پیمائش کے کم وبیش رقبہ پر قابض تھا، کھیت کے کچھ حصہ میں سرکاری سڑک نکل گئی، سڑک کا اندراج سرکاری

کاغذات میں ابھی تک نہیں ہے، اب ان چار آدمیوں نے اپنے کھیت کا چوتھائی چوتھائی حصہ مختلف چار آدمیوں کو فروخت کردیا، جب کہ خریدار اپنا چوتھائی چوتھائی حصہ تقسیم کرنے کو کہتے ہیں، اُن میں ایک حصہ دار سڑک میں جو رقبہ کٹا ہے، اُس کو اپنے حصہ میں لکھانے کو تیار نہیں؛ بلکہ زبردستی قبضہ کئے ہوئے ہے، کیا مشترکہ کھیت میں سے جو رقبہ سڑک میں کٹا ہے چاروں حصہ داروں پر لگنا چاہئے یا نہیں اور اگر کوئی زبردستی سڑک میں جو حصہ کٹا ہے، اسے اپنے حصہ میں نہ لگاتے ہوئے کوئی مذہبی عمارت مثلاً مسجد یا مدرسہ بنائے تو کیا یہ جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ زمین کی باقاعدہ شرعی تقسیم سے قبل ہی حصہ داروں نے اپنے حصے خریداروں کے بدست فروخت کردئے ہیں؛ لہٰذا اس کھیت اور زمین میں سڑک بنانے کے لئے جو حصہ کاٹا گیا ہے، وہ چاروں حصہ داروں پر لگایا جائے گا اور اُس حصہ کو نکال کر مابقیہ زمین میں خریداروں کا حق ہوگا۔ بریں بنا جو حصہ دار اپنے حصہ میں سڑک کا حصہ نہ لگانے کا مطالبہ کررہا ہے وہ حق بجانب نہیں ہے، اور کھیت کے جس حصہ پر اس نے دیگر شرکاء کی اجازت کے بغیر قبضہ کیا ہے، اُس میں مسجد وغیرہ بنانا درست نہیں ہے، الا یہ کہ دوسرے شریک اجازت دے دیں۔

المستفاد من العبارة الآتية: وأما الثاني وهو شرائط النفاذ فاثنان: الملك أو الولاية، وأن لا يكون في البيع حق لغير البائع .... (شامي، كتاب البيوع / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ٤/٥٠٥ كراچی، ٧/١٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۱/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترکہ کاروبار کی آمدنی اور اُس سے خریدی ہوئی چیزیں کس طرح تقسیم ہوں گی؟

سوال (۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید اور بکر دو بھائی تھے، دونوں کا کاروبار مشترکہ تھا، زید کا تقریباً بیس سال قبل انتقال ہو چکا ہے، زید نے اپنے نابالغ تین لڑکے اور دو لڑکیاں اور ایک بیوی چھوڑی، جن میں سے ایک لڑکی کا شادی کے بعد انتقال ہوگیا، اور زید کے تینوں لڑکے اپنے چچا بکر کے ساتھ کاروبار میں شریک ہوگئے اور بکر اپنے بھتیجوں کی سرپرستی کرتے رہے، اور بکر کے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اور بیوی ہے، بکر نے ہی اس مشترکہ کاروبار میں سے اپنے اور بھائی کے بچوں کی شادی بیاہ اسی مشترکہ کاروبار میں سے کی ہے، اور اسی کاروبار میں سے ۴؍ بہوؤں کو زیور بھی برابر چڑھایا ہے، اور اسی کاروبار میں سے چار مکانات خریدے اور مکانوں کی مرمت وغیرہ بھی کرائی گئی ہے، اب یہ حضرات یہ چاہتے ہیں کہ شریعت کی رو سے ہماری تقسیم ہوجائے، برائے مہربانی یہ فرمادیں کہ ہر ایک کے حصہ میں کتنی کتنی میراث بنے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ کاروبار جب کہ دونوں بھائیوں (زید اور بکر) کے درمیان مشترکہ تھا، اور زید کی وفات کے بعد تقسیم کے بغیر اس کا بھائی بکر حسبِ سابق کاروبار کی دیکھ بھال کرتا رہا، اور زید کے بچوں کے بڑے ہونے کے بعد اُنہیں اپنے ساتھ لگالیا، تو اِس کاروبار میں زید کے بعد اس کی اولاد کی شرکت قائم ہوگئی ہے؛ لہٰذا اگر اُسے تقسیم کیا جائے، تو کاروبار کی آمدنی اور اُس آمدنی سے خرید کردہ تمام جائیداد وغیرہ دونوں بھائیوں کے ورثہ میں نصفا نصف تقسیم ہوگی، جس بھائی کا انتقال ہوگیا ہے، اس کے حصہ کے مالک اس کے ورثہ ہوں گے، اور جو بھائی زندہ ہیں وہ اپنے حصہ کے زندگی میں خود مالک ہوں گے۔

والمراد أن شركة الملک لا تبطل أي لا يبطل الاشتراک فيها؛ بل يبقى المال مشتركًا بين الحي وورثة الميت كما كان. (شامي، كتاب الشركة / مطلب يرجع القياس ٤/٣٢٧ كراچی، ٦/٥٠٤ زكريا)

فما كان من ربح فهو بينهما على قدر رؤوس أموالهما، وما كان من

وضیعة أو تبعة فکذٰلک. (شامي، کتاب الشرکة / مطلب: شرکة العقد ٤/٣٠٥ کراچی، ٦/٤٧٥ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۱/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترکہ کاروبار کی آمدنی سے خریدی گئی زمین اور دیگر منافع کس طرح تقسیم ہوں گے؟

سوال (۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں محمد رفیق اور میرے بہنوئی محمد یاسین ہم دونوں ایک کارخانہ میں مزدوری کا کام کرتے تھے، پھر اس کے بعد گھر پر ہی مزدوری کا کام لاکر کرنے لگے، اسی دوران ہم نے اپنے آرڈر بھی بنائے، ہم دونوں ہی نے خوب رات دن محنت کی جس کے نتیجے میں کافی ترقی ہوئی، اس میں سے ہم نے رقم نکال کر مشترکہ آمدنی میں سے مکان بھی بنائے، اور جائیداد بھی خریدی، اور جائیداد فروخت بھی کی، کارخانہ میں جو مشترکہ مال اسٹاک کی شکل میں تھا اور نقد رقم تھی، وہ سب میرے بہنوئی محمد یاسین ہی کے پاس رہی، جب کہ کام شروع کرنے میں دونوں فریقوں نے کوئی رقم نہیں لگائی تھی، صرف محنت کرتے رہے، جو بھی فائدہ ہوتا رہا وہ اسی میں لگاتے رہے، اس پر علماء کرام کیا فیصلہ کرتے ہیں، دونوں کو کتنا کتنا حصہ ملنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ یہ کاروبار شروع سے مشترکہ چلا آرہا ہے، اور دونوں ہی نے محنت کرکے اس کو ترقی دی ہے؛ لٰہذا کاروبار کی آمدنی سے جو بھی جائیداد خریدی جائے گی یا جو مکانات وغیرہ بنائے جائیں گے، وہ دونوں شریکوں کے درمیان مشترک رہیں گے، اسٹاک میں رہ جانے والے مال میں دونوں حصہ دار برابر کے شریک رہیں گے، کسی ایک شریک کو سارے مال پر قبضہ کی اجازت نہیں۔

قوله: ولزمه نصف الثمن بناء على أن مطلق الشركة يقتضي التسوية. (الرد المحتار، كتاب الشركة / مطلب: يرجح القياس ٦/٥٠٧ زكريا، عزيز الفتاویٰ ٦١٩)

رجل اشترى عبدًا وقبضه، فطلب رجل آخر منه الشركة فيه فأشركه فيه، فله نصفه بنصف الثمن الذي اشتراه، بناءً على أن مطلق الشركة يقتضي التسوية إلا أن يبين خلافه. (الفتاویٰ الهندية / الفصل الثاني في الألفاظ التي تصح بها والتي لاتصح ٢/٣٠٤ زكريا)

إن مقتضى الشركة يقتضي التسوية، قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ﴾ (فتح القدير / كتاب الشركة ٦/١٥٥ زكريا)

لأن الشركة تقتضي التسوية. (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، كتاب الشركة / ومما يتصل بهٰذا الفصل ٦/٣٨٠ المكتبة الغفارية كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۸/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترکہ روپیہ سے خریدی ہوئی بس کی آمدنی بھی مشترکہ ہوگی؟

سوال (۳۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد صاحب کی مالی حالت بہت کمزور تھے، وہ میری تعلیم کا خرچ تو کیا، صحیح طریقہ سے روٹی بھی نہیں کھلا سکتے تھے، میرے ماموں چھ بھائی ہیں، جن کا مشترکہ کاروبار ہے، ان میں سے بڑے ماموں کے کوئی اولاد نہیں تھی، چناں چہ میرے مذکورہ لاولد ماموں نے میرے والدین کی رضامندی سے مجھے اپنی کفالت میں لے لیا، میں اپنے ماموں کے پاس اولاد کی طرح رہنے لگا؛ لیکن ولدیت میں ماموں کا نام نہیں لکھوایا، ماموں نے مجھے پڑھایا لکھایا اور تعلیم مکمل ہونے کے بعد ملازمت کے لئے سعودیہ عربیہ بھیج دیا، اور اپنی ہی مرضی سے اپنی بھانجی سے میرا نکاح کرادیا، ملازمت لگتے ہی میں نے اپنے ماموں ممانی اور والد صاحب کو حج بیت اللہ کے لئے بلایا، میرے ماموں ممانی نے اپنے آپ فرسٹ کلاس کے ذریعہ اور میرے والد صاحب کو تھرڈ کلاس کے ذریعہ

سفر کرایا، جب کہ تینوں میرے خرچ پر حج کے لئے گئے تھے، اور میں نے دورانِ حج ان کے قیام تک ان کی دل سے خدمت کی، اور تین مہینہ تک اپنی ملازمت چھوڑ کر ان کی خدمت میں لگا رہا، سعودیہ عربیہ میں ملازمت کے ذریعہ جتنا پیسہ میں نے کمایا، سب کا سب اپنے ماموں کے پاس ڈرافٹ کے ذریعہ اور نقد بھیجتا رہا، اس نیت کے ساتھ کہ ماموں میرے والد کی جگہ ہیں، اس پیسہ کو میرے روشن مستقبل کے لئے استعمال میں لائیں گے، اور میرا کاروبار بڑھے گا، ان کی ترقی میں میری بھی ترقی ہوگی، اسی وجہ سے میں نے اپنے پاس ایک پیسہ بھی جمع نہیں رکھا، ماموں نے میرے پیسے میں سے ستر ہزار روپئے اور اتنا ہی اپنے مشترکہ کاروبار میں سے لگا کر باقی قرض لے کر ایک بس خریدی، جس کے قرض کی ادائیگی مذکورہ بس کی آمدنی سے بہت پہلے کی جا چکی ہے۔ مذکورہ بس جو درحقیقت آدھی میری ہے اس کی آمدنی پانچ سال تک مجھے نہیں ملی ہے، کیا میں اس آمدنی کا حق دار رہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال اگر واقعۃً مذکورہ بس میں آپ نصف کے شریک تھے، تو شرکت کے بعد سے برابر بس کی آمدنی میں آپ حصہ دار رہوں گے۔

عن ابن سيرين قال: المفاوضة في المال أجمع. (المصنف لعبد الرزاق ٨/٢٥٩ رقم: ١٥١٣٨)

إذا صحت (المفاوضة) فما اشتراه أحدهما يقع مشتركًا. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الشركة / مطلب: فيما يقع كثيرًا في الفلاحين الخ ٦/٤٧٨ زكريا)

إن مقتضى الشركة يقتضي التسوية، قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ﴾ (فتح القدير / كتاب الشركة ٦/١٥٥ زكريا، كذا في المحيط البرهاني / كتاب الشركة ٦/٣٨٠ كوئٹه)

فشركة الأملاك: العين يرثها رجلان أو يشتريانها …… فأما شركة المفاوضة: فهي أن يشترك الرجلان فيتساويان في مالهما وتصرفهما ودينهما.

(الهداية / كتاب الشركة ٢/ ٦٠٥-٦٠٦ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۷ ۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھانجے کی ذاتی رقم سے خریدے ہوئے مکان کے منافع میں ماموں کا شرکت کرنا؟

سوال (۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری ہی رقم سے ایک مکان میرے نام سے ماموں نے خرید کر مجھے دیا تھا، اس کو کچھ برسوں کے بعد فروخت کر دیا، کیا مذکورہ مکان کی قیمت یا منافع میں میرے ماموں شریک ہوں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جو مکان خالص آپ کی رقم سے خریدا گیا اُس کی قیمت کے نفع میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوگا، وہ سارا پیسہ صرف آپ کا ہے۔

الثاني شركة العقود وركنها الإيجاب والقبول، وهو أن يقول شاركتك في كذا وكذا وبقول الآخر: قبلت. (الهداية / كتاب الشركة ٢/ ٦٠٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۷ ۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھانجے کی ذاتی رقم سے ماموں کا مشترکہ کاروبار کرنا؟

سوال (۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا پیسہ ماموں نے اپنے بھائیوں کے مشترکہ کاروبار میں لگایا، اور اس کو فروغ دیا، جس کا مجھ سے کبھی ذکر نہیں کیا؛ لیکن اب میرے پاس ناقابل تردید ثبوت موجود ہیں، اور ان تمام شرکاء کو بھی اس کا علم ہو چکا ہے، کیا اس کاروبار میں جس میں میرا بھی پیسہ لگا ہوا ہے، میری شرکت کرنا شرعاً مانی جائے گی یا نہیں، اور اس کاروبار میں میرا بھی حصہ بنتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو پیسہ آپ کے ماموں نے آپ کی اجازت کے بغیر مشترکہ کاروبار میں لگایا یہ قطعاً جائز نہیں تھا، اُن کو اس کا بالکل حق نہیں تھا کہ وہ آپ کے مفاد کے خلاف اسے استعمال کریں؛ لہٰذا وہ اس پورے پیسہ کے ضامن ہیں؛ لیکن وہ پیسہ جس کاروبار میں لگایا گیا ہے اس کے نفع میں آپ شرعاً حصہ دار نہیں ہیں۔

عن عمرو بن يثربي رضي اللّٰه عنه قال: شهدت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في حجة الوداع بمنىٰ، فسمعته يقول: لا يحل لامرءٍ من مال أخيه شيء إلا ما طابت به نفسه. (سنن الدار قطني ٢٢/٣ رقم: ٢٨٦٠)

فلا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الأجر إلا بإذنه، وكل واحد منهما في نصيب صاحبه كالأجنبي. (قدوري مع الشرح الثميري / كتاب الشركة ٢٤٦/٢)

لأن المضمونات تملك بأداء الضمان مستندًا إلى وقت الغصب عندنا.

(الهداية / كتاب الغصب ٣٧٥/٣) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۷/۷/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

کیا ایک شریک پورے مشترکہ مکان کو فروخت کرسکتا ہے؟

سوال (۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مکان غیر منقسمہ جس میں تین حصہ دار شریک ہیں، کیا ایک حصہ دار پورے مکان کا سودا کرسکتا ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مشترکہ مکان کی باقاعدہ تقسیم سے قبل اُس مکان کے کسی بھی حصہ دار کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دیگر شرکاء کی رضامندی کے بغیر صرف اپنا حصہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرے، دوسرے شرکاء کے حصص فروخت کرنا تو دور کی بات ہے۔

ولو كانت الدار مشتركة بينهما باع أحدهما بيتًا معينًا أو نصيبه من بيت معين فللأخر أن يبطل البيع (الدر المختار) وتحته في الشامي: وأما البناء فذكر الطرسوسي: أنه إما أن تكون الأرض لهما أو لغيرهما أو لأحدهما، فإن كانت لهما، ففي المحيط: أنه لو باع أحدهما حصته من البناء فقط لأجنبي لم يجز ولو بإذن الشريک. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الشركة / مطلب مهم في بيع الحصة الشائعة من البناء أو الغراس ٣٠٢/٤ بيروت، ٤٧٠/٦- ٤٧١ زكريا)

وكل من شركاء الملک أجنبي في الامتناع عن تصرف مضر في مال صاحبه. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الشركة / مطلب: الحق أن الدين يملك ٤٦٧/٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٣٠١/٢ زكريا، الهداية ٦٠٥/٢ المكتبة النعيمية ديوبند)

ولا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الأخر إلا بأمره، وكل واحد منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه. (الفتاوىٰ الهندية، أول كتاب الشركة / الباب الأول ٣٠١/٢، مجمع الأنهر / كتاب الشركة ٥٤٣/٢، كذا في الهداية / كتاب الشركة ٦٠٥/٢ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۳/۲/۱۴۱۱ھ

کیا ایک شریک مشترکہ مکان میں سے صرف اپنا حصہ فروخت کرسکتا ہے؟

سوال (۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ایک یا دو حصہ دار اپنا حصہ کسی غیر شخص کے ہاتھ فروخت کردے، تب شریعت کے مطابق خریدار اور بقایا حصہ داروں کے درمیان کیا حکم ہے۔ وضاحت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بلا اجازت شرکاء شرعاً یہ بیع ہی درست نہیں ہے؛ لہٰذا

اِس کے ذریعہ خریدار مشترک مکان کا مالک نہ ہوگا، علاوہ ازیں شرکاء ازروئے شریعت حق شفعہ بھی رکھتے ہیں، یعنی اُنہیں غیر کے ہاتھ کوئی حصہ فروخت کرنے پر حق اعتراض بھی حاصل ہے۔

قلت: ومثل الخلط والاختلاط بيع ما فيه ضرر على الشريک أو البائع أو المشتري کبيع الحصة من البناء. (شامي، کتاب الشرکة / مطلب: الحق أن الدين يملك ٣٠٠/٤ کراچی، ٤٦٨/٦ زکريا)

وإلا لم يجز بيعه من الأجنبي بلا إذن الشريک. (شامي، کتاب الشرکة / مطلب مهم في بيع الحصة الشائعة الخ ٤٧٠/٦ زکريا)

ففي المحيط: أنه لو باع أحدهما حصته من البناء فقط لأجنبي لم يجز، ولو بإذن الشريک؛ لأن للبائع مطالبته بالهدم ...... ففي البدائع والخلاصة: لو باع الأجنبي لم يجز؛ لأنه لا يمكنه تسليمها إلا بضرر وهو نقض البناء. (شامي، کتاب الشرکة / مطلب مهم في بيع الحصة الشائعة الخ ٤٧٠/٦ زکريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۳/۲/۱۴۱۱ھ

مشترکہ باغ میں سے ایک شریک کا اپنا حصہ فروخت کرنا؟

سوال (۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو کاروبار میرے سسر (حاجی محمد اسماعیل صاحب مرحوم) نے شروع کیا تھا، جس میں میرے شوہر (محمد اخلاق صاحب) ومیرے جیٹھ (محمد فاروق صاحب) آدھے آدھے کے حصہ دار ہیں، اسی کاروبار میں سے میرے جیٹھ محمد فاروق صاحب نے اپنی بیوی رابعہ خاتون اور اپنے بھائی کی بیوی عائشہ خاتون یعنی میرے نام ایک ۵۲/ بیگھہ کا باغ خریدا تھا، جس میں دونوں یعنی عائشہ خاتون، رابعہ خاتون کے نام رجسٹری ہوئی ہے۔ اَب میرا سوال اسی طرح ہے کہ میں اپنے حصے کے آدھے یعنی ساڑھے چھبیس بیگھہ کو بیچنا چاہتی ہوں، کیا یہ میرا عمل شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال جب کہ آپ کے سسر کی مرضی سے آپ کے جیٹھ نے مذکورہ ۵۲؍ بیگھہ کے باغ کا نصف حصہ آپ کے نام سے خریدا تھا، اور یہ نام رجسٹرڈ شدہ ہے؛ لہٰذا جس طرح اس باغ کے دوسرے نصف حصے کی مالک رابعہ خاتون ہیں، اسی طرح آپ بھی اپنے نصف حصہ کی قانوناً وشرعاً مالک ہیں، اور آپ اپنا حصہ الگ کر کے بیچنے میں خودمختار ہیں، کسی کو اس میں رکاوٹ ڈالنے کا حق نہیں ہے۔

ويقسم في المنقول والعقار المشترک، ودعوى الملک يعني يقسم في الموروث المنقول والعقار المشتري، وفيما إذا ادعوا الملک، ولم يذكروا كيفية انتقاله إليهم قسم بقولهم من غير إقامة بينة، أما في المنقول والعقار المشتري فلما بينا من المعنى والعرف. (البحر الرائق / كتاب القسمة ٨/١٤٩ كراچی)

وقسم نقلي يدعون إرثه بينهم، أو ملكه مطلقًا أو شرائه ......، قلت: ومن النقلي البناء والأشجار حيث لم تتبدل المنفعة بالقسمة، وإن تبدلت فلا جبر قاله شيخنا: وعقار يدعون شرائه، أو ملكه مطلقًا. (الدر المختار مع تنوير الأبصار / كتاب القسمة ٩/٤٣٧ زكريا)

ويجوز بيع أحدهما نصيبه من شريكه في جميع الصور، ومن غير شريكه بغير إذنه إلا في صورة الخلط والاختلاط. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الشركة ٢/٣٠١ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳؍۶؍۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مشترکہ تالاب سے اگر ایک شریک اپنا حصہ فروخت کرے تو حق شفعہ کس کو ملے گا؟

سوال (۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

ایک تالاب کے تین شرکاء ہیں، ان میں سے ایک شریک کا حصہ زیادہ ہے، اور اس شخص نے اپنا حصہ کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا، جب کہ باقی دو شرکاء میں سے ایک کا ارادہ خریدنے کا ہے، چناں چہ یہ شخص اپنے حق شفعہ کو کس کے پاس کس طریقہ سے طلب کرے گا؟ اور کون خریدنے کا سب سے پہلے حق دار ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک شریک نے جب اپنا حصہ بیچ دیا ہے، تو اب حق شفعہ سب سے پہلے اس کے دونوں شریکوں کے لئے برابر طور پر ثابت ہوگا، اور اگر دونوں شریک اپنے حق شفعہ کا مطالبہ کریں تو مبیع کو دونوں کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا، اور اگر ان دونوں شریکوں میں سے ایک شریک اپنا حق شفعہ چھوڑنے کی صراحت کردے تو دوسرے شریک کے لئے فروخت شدہ پورے حصہ میں حق شفعہ ثابت ہو جائے گا۔

قال الشعبي: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الشفيع أولى من الجار، والجار أولىٰ من الجنب. (نصب الراية ٤٢٦/٤)

عن شريح قال: الخليط أحق من الشفيع، والشفيع أحق ممن سواه.
(المصنف لعبد الرزاق / باب الشفعة بالجوار والخليط أحق ٧٩/٨)

تجب بعد البيع …… بقدر رؤوس الشفعاء؛ لاستوائهم في استحقاق الكل لوجود علته، فيجب الاستواء في الحكم. (الدر المختار مع الشامي ٣١٩/٩-٣٢٠ زكريا)

الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع، ثم للخليط في حق المبيع، ثم للجار. (الهداية / كتاب الشفعة ٣/٧ مكتبة البشرىٰ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۷/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک شریک کا دیگر شرکاء کو اطلاع دئے بغیر مشترکہ تالاب کی گھاٹی بند کرنا؟

سوال (۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک تالاب ہے جس میں چار افراد شریک ہیں، اس تالاب میں نہانے اور دیگر منافع حاصل کرنے کیلئے ایک گھاٹی ہے، ان لوگوں میں سے جس کا حصہ زیادہ ہے، اس نے اپنے شرکاء کو اطلاع دئے بغیر اس گھاٹی کو بند کردیا، کیا یہ شریعت کے نقطۂ نظر میں جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ اس کی گھاٹی میں سے اپنا حصہ الگ کرنا چاہے تو کس طریقہ سے الگ کرے؟ اگر توڑ کر اپنا حصہ الگ کرے گا تو باقی شرکاء کو نقصان پہنچے گا، تو اس جیسی صورت میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تالاب میں جس شریک کا حصہ زیادہ ہے اس کیلئے دیگر شرکاء کو اطلاع کئے بغیر گھاٹی کو بند کرنا جائز نہیں ہے، اور اس گھاٹی میں سے اپنا حصہ الگ کرنے کی صورت میں دیگر شرکاء کو نقصان پہنچ رہا ہو، تو ایسی صورت میں جب تک دیگر شرکاء راضی نہ ہوں اپنے حصے کو الگ کرنا درست نہ ہوگا۔

ولا يقسم حمام ولا بير ولا رحى إلا أن يتراضي الشركاء؛ لأنه يشتمل على الضرر في الطرفين. (الهداية / كتاب القسمة ٣٩٩/٤ إدارة المعارف ديوبند)

فلا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بإذنه. (الهداية / كتاب الشركة ٦٠٥/٢ دار الكتاب ديوبند) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۷/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

شرکاء کی مرضی کے بغیر کسی کو کاروبار میں شریک کرنا اور زائد رقم لینا؟

سوال (۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی نذیر وعبدالرشید ومحمد الیاس نے عرصہ تقریبا ۲۰-۲۲ر سال ہوا ہینڈلوم آرٹ کا کام مشترکہ اِس طرح شروع کیا کہ حاجی نذیر وعبدالرشید نے کافی رقم لگائی، اور محمد الیاس کی رقم لگانے کی حیثیت

نہیں تھی صرف منیم تھے، یعنی بہی کھاتہ اور اکاؤنٹ لکھنے کا کام جانتے تھے، جنہوں نے باہمی مشورہ سے طے کیا کہ حاجی نذیر وعبدالرشید روپے لگائیں گے اور محمد الیاس کاروباری محنتانہ اور اکاؤنٹ کا کام کریں گے، سب کی شرکت برابر ہوگی، کچھ عرصہ نہایت ایمان داری سے کام چلتا رہا، اس کے بعد محمد الیاس منیم نے خواہش ظاہر کی کہ کام اچھا چل رہا ہے، میں تنہا کام سنبھال نہیں پارہا ہوں؛ لہٰذا ایک ملازم رکھ لیا جائے، حاجی نذیر وعبدالرشید نے منظور کرلیا، تب محمد الیاس منیم نے رائے دی کہ اگر آپ لوگوں کی مرضی ہو تو میں اپنے لڑکے حافظ ارشاد کو رکھ لوں، اس طرح میری آمدنی میں اضافہ ہوجائے گا، حاجی نذیر وعبدالرشید نے اسے منظور کرلیا اور یہ بھی طے پایا کہ حافظ ارشاد کو دو ہزار روپئے ماہانہ دیا جائے گا، اسے بھی حاجی نذیر وعبدالرشید نے منظور کرلیا۔

اور اب صورت حال یہ ہوئی کہ تین شریک اور ایک ملازم فرم میں ہوگئے، ایک مدت کے بعد حاجی نذیر نے اپنی جگہ پر اپنے لڑکے محمد رشید کو کردیا، اس درمیان آڑت کا کام کمزور پڑ گیا؛ لہٰذا سب کے مشورہ سے ایکسپورٹ کا کام ہونے لگا، تھوڑے دن ہوئے تو محمد رشید نے حساب کرنا چاہا، جب حساب شروع ہوا تو معلوم ہوا کہ محمد الیاس منیم نے بجائے تین شریک کے چھ شریک کرلئے اور وہ شریک جو بنائے گئے، وہ محمد الیاس منیم کے لڑکے تھے، بددیانتی سے یہ شریک بنالئے گئے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس فرم سے کچھ روپئے نکال کر بغیر مشورہ کے اپنے چوتھے لڑکے محمد شعیب کو بھی کوئی کام کرادیا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ محمد الیاس منیم کا شرکاء کو بغیر بلائے یہ حرکتیں کرنا اور صرف اپنے لڑکوں کو فائدہ پہنچانا بددیانتی اور غبن ہے یا نہیں؟ اگر کاروبار میں مزید افراد کی ضرورت تھی تو شرکاء کے لڑکوں کو بھی لگانا چاہئے تھا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال شریک محمد الیاس نے کاروبار کے دیگر شرکاء کی مرضی کے بغیر جن افراد کو کاروبار میں شریک بنایا ہے، اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اسی طرح جو زائد رقم دیگر شرکاء کے علم میں لائے بغیر نکالی گئی ہے وہ کھلی ہوئی بددیانتی ہے، یہ سب رقم محمد

الیاس کو کاروبار میں واپس لوٹانی لازم ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۱۰/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترکہ زمین پر شرکاء کی اِجازت کے بغیر تعمیر کرنا؟

سوال (۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ۷؍ بھائیوں اور ۷؍ بہنوں پر مشتمل ایک خاندان کی ایک قطعہ اراضی ہے، اس عمارت میں ایک بھائی دیگر بھائیوں کی پیشگی اجازت کے بغیر یا اپنے بڑے سے کہے بغیر جدید تعمیر کرا لیتا ہے، اور جس جگہ وہ تعمیر کراتا ہے، وہ اُس کے حصہ سے زائد ہے، حالاں کہ ابھی کوئی تقسیم یا حد بندی نہیں ہے، یہ تعمیر شرعی اعتبار سے کہاں تک درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ وارث کو اِس تعمیر کی شرعاً اِجازت نہیں ہے، اُسے سب شرکاء سے اِجازت لینا اور اُن کا حق ادا کرنا لازم ہے۔

وكل من شركاء الملك أجنبي في الامتناع عن تصرف مضرٍّ في مال صاحبه لعدم تضمنها الوكالة. (الدر المختار، كتاب الشركة / مطلب الحق أن الدين يملك ٤٦٧/٦ زكريا)

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض. (الهداية / أول كتاب الهبة ٢٨٣/٣)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه. (شرح المجلة لسليم رستم

باز ۱/ ٦١رقم المادة: ٩٦، وكذا في قواعد الفقه ١١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۱۲/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حق کرایہ داری سے ایک شریک کا نام ختم کرنا؟

سوال (۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور بکر دونوں حقیقی بھائی ہیں، اپنے والد صاحب کے زمانہ سے دونوں ایک ہی دوکان میں کاروبار کرتے ہیں؛ لیکن اس مسئلہ کو لے کر ہم دونوں میں نزاع پیدا ہوگیا ہے کہ دوکان کے کرایہ کی رسید ہمارے والد صاحب کے نام سے چلی آرہی تھی، تقریباً پچاس برس سے اور والد صاحب کی وفات کے بعد بھی تقریباً تیس برس تک والد صاحب ہی کے نام سے رسید کرایہ داری آتی رہی؛ لیکن اب کچھ عرصہ سے میرے بڑے بھائی نے رسید اپنے نام کرالی ہے بغیر مجھے بتائے ہوئے، تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اُن کا فعل ناجائز ہے، جب کہ حق کرایہ داری دونوں کو برابر پہنچتا ہے، رسید کرایہ داری میں میرا نام بھی پڑنا چاہئے تو میرا مطالبہ جائز ہے یا نہیں؟ اور بڑے بھائی صاحب کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؛ کیوں کہ دوکان بازار میں ہے، اور بڑی دوکان ہے، اور موقع کی دوکان ہے، اِس سلسلہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؛ تاکہ شریعت کی رو سے جائز حق ہے وہ ملے اور انصاف ہوسکے اور وقت ضرورت کام آسکے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب دونوں بھائی ایک دوکان میں کاروبار کرتے ہیں، تو اس کی کرایہ داری میں بھی دونوں کا نام ہونا چاہئے، کسی ایک کو اجازت نہیں ہے کہ وہ حق کرایہ داری صرف اپنے نام کرالے؛ کیوں کہ اس دور میں یہ حق ایک مستقل حیثیت اختیار کرچکا ہے؛ اس لئے جو بھی اس دوکان سے وابستہ ہوکر نفع اٹھا رہا ہے، اس کو کرایہ داری کا حق شرعاً ملنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۶/ ۱۵۸)

فشركة الأملاک: العين يرثها رجلان أو يشتريانها، فلا يجوز لأحدهما

أن يتصرف في نصيب الأخر إلا بإذنه، وكل واحد منهما في نصيب صاحبه كالأجنبي. (الهداية / كتاب الشركة ٢/٤٦٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷؍۲؍۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترک زمین میں تعمیر کے لئے عوامی چندہ کرنا؟

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم لوگ اصالت پورہ کے رہنے والے ہیں اور سکونت بمبئی اختیار کررکھی ہے، عرصہ پچاس سال سے ہم سولہ لوگوں نے ایک آراضی مرادآباد فروٹ اینڈ ویجی ٹیبل کمپنی کے نام سے ۱۹۶۲ء میں خرید کی ہے، دو حصہ میں تقسیم تھی دونوں حصے خرید کر لیئے، جس میں ایک پلاٹ شادی بیاہ یا موت کے لئے سولہ اشخاص کی ضرورت میں آنے کیلئے چھوڑا تھا، اب عرصہ کافی گذر چکا ہے، اب ہم اس کو تکمیل میں لانا چاہتے ہیں، کچھ پارٹنرز فوت ہوچکے ہیں کچھ باقی ہیں، کچھ پارٹنروں نے بلکہ بیشتر پارٹنروں نے پلاٹ فروخت کردیئے ہیں، جو کمپنی کے اُصولوں کے خلاف ہے، اب آبادی کافی ہوچکی ہے، جو پارٹیاں اُن کی وارث ہیں، اُن کی ذاتی رائے ہے کہ عمارت میں صرف پارٹنروں کا یا وراثان کا ہی پیسہ لگے یا پھر بمبئی والوں کا؟ آپ حدیث کے مطابق بتایئے کہ ہم اپنے پارٹنروں کی مرضی کے مطابق عمارت کا کام مکمل کریں یا یہاں کے مقامی لوگوں کی مرضی پر چلیں، پارٹنرز چاہتے ہیں کہ نیچے کی عمارت شادی ہال کے نام سے مکمل کی جائے اور اوپر مدرسہ قائم ہو، جیسے کہ پہلے ہی پارٹنروں نے طے کررکھا ہے۔ اور اوپر مدرسہ کی تعمیر میں اگر کچھ کمی آئے تو وہ بمبئی کے لوگوں سے ضرورت پوری کرلی جائے، مقامی لوگوں سے چندہ کرنے کے حق میں رائے نہیں ہے، کیوں کہ یہ چیز ہم نے اپنی ضرورت سمجھ کر چھوڑی تھی، اگر یہاں سے چندہ کیا گیا تو عوامی حق شروع ہوجائے گا، ہم لوگ چاہتے ہیں یہاں کے مقامی لوگوں کو اس طرح فائدہ پہنچے کہ نیچے کے ہال سے آمدنی کا کچھ حصہ معمولی طریقہ سے وصول کیا جائے، جس سے مدرسہ مسجد کی جگہ لے لے اور اس کا خرچ یہیں سے

پورا ہوسکے، جس سے یہاں کے مقامی لوگوں کو پورا پورا فائدہ پہنچ سکے، نماز کی جگہ کی سخت ضرورت ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو جگہ سولہ شرکاء نے مشترکہ مقاصد کے لئے چھوڑی ہے، وہ اُن کی مشترک ہے اور اُنہیں اِس پر پوری طرح مالکانہ تصرف حاصل ہے، اور چوں کہ وہ وہاں اپنی ذاتی ملکیت کی تعمیر کرانا چاہتے ہیں؛ اس لئے اُنہیں خود اپنا ذاتی سرمایہ اس کی تعمیر میں صرف کرنا چاہئے، اِس مقصد سے عوامی چندہ کرنا صحیح نہیں ہے، اگر عوامی چندہ سے تعمیر کریں گے تو اس میں عوام کا حق بھی لازم ہوجائے گا۔

قال الشامي: قلت: لكن الشركة قد تتحقق بالاختلاط. (شامي / كتاب الشركة ٦/٤٦٦ زكريا)

لأن الشركة ركنها: الإيجاب والقبول وهو أن يقول: شاركتك كذا وكذا. (الهداية ٢/٦٢٤) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۵/۳/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

❖

کتاب الودیعة

اَمانت وودیعت

اِسلام میں اَمانت داری کی تعلیم؟

سوال (۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اسلام میں امانت کا کیا مقام ہے؟ اللہ پاک نے کلام اللہ شریف میں حکم دیا ہے کہ امانت؛ امانت والوں کو ادا کرو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کچھ اس طرح کا مفہوم سنا ہے ''اس میں ایمان نہیں جس میں امانت نہیں''، اس کا ماحصل کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَمانت یعنی ہر طرح کے حقوق اور ذمہ داریوں کو ادا کرنا اِسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا، وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ، اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ، اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا﴾ [النساء: ۵۸]

اِس آیت کا ماحصل یہی ہے کہ جو بھی حقوق بندے سے متعلق ہیں، خواہ خالق کے ہوں یا مخلوق کے، ان سب کو ادا کرنا امانت اور اُن میں کوتاہی کرنا خیانت ہے۔ ظاہر ہے کہ جو اللہ کے حقوق کو ادا نہ کرے گا، یعنی اسے ایک نہ مانے گا اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرائے گا، وہ مؤمن کیسے ہوسکتا ہے؟ اور اس میں جتنا زیادہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی کا مرض ہوگا، اتنی ہی اُس کے ایمان میں کمزوری اور کمی ہوگی۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ قال: قلما خطبنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

عليه وسلم إلا قال: لا إيمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له. (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان / الفصل الثاني ١٥/١، رواه البيهقي في شعب الإيمان ٧٨/٨ رقم: ٤٣٥٤، مسند أحمد ١٥٤/٣)

قال الملا علي القاري: لا إيمان أي على وجه الكمال لمن لا أمانة له في النفس، ولأهل والمال، وقيل: فيما استؤمن عليه من حقوق اللّٰه وحقوق العباد التي كلف بها، وإنما انتفى كمال الدين بانتفائها؛ لأنه يؤدي إلى استباحة الأموال والأعراض والأبضاع والنفوس وهٰذه فواحش تنقص الإيمان وتقهره إلى أن لا يبقى منه إلا أقله؛ بل ربما أدت إلى الكفر ومن ثم قيل: المعاصي بريد الكفر. (مرقاة المفاتيح / كتاب الإيمان ١٨٧/١ تحت رقم: ٣٥ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۱۱/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَمانت کے روپئے کا بعینہٖ محفوظ رکھنا لازم ہے

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے بکر کے پاس دس روپئے امانت رکھے، بکر نے وہ روپیہ اپنے خرچ میں استعمال کرلیا، تو کیا امانت میں خیانت ہوگئی، کیا روپیوں میں بھی وہی روپئے واپس کرنا ضروری ہوتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اَمانت کے روپیہ کا بعینہٖ محفوظ رکھنا لازم ہے، اگر مالک کی عرفاً یا دلالۃً یا صراحۃً اجازت کے بغیر اُن میں تبدیلی کرے گا، تو گنہگار اور ضامن ہوگا۔

وكذا لو خلطها المودع بجنسها أو بغيره بماله أو مال اٰخر. بغير إذن المالك بحيث لا تتميز إلا بكلفة كحنطة بشعير ودراهم، جياد بزيوف ضمنها. (الدر المختار / كتاب الإيداع ٦٦٨/٥-٦٦٩ دار الفكر بيروت، ٤٦٢/٨ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوديعة / الباب الرابع ٣٤٨/٤ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الوديعة ٤٧١/٣ كوئٹه)

والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تؤاجر ولا ترهن وإن فعل شيئًا منها ضمن.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوديعة / الباب الأول ۳۳۸/٤ زكرياء البحر الرائق / كتاب الوديعة ۲۷۵/۷ كراچی)

لا يتعين الثمن بالتعين في العقد، مثلاً: لو أرى المشتري البائع ذهبًا مجيديًا في يده، ثم اشترى بذٰلک الذهب شيئًا، لا يجبر على أداء ذٰلک الذهب بعينه؛ بل له أن يعطى البائع ذهبًا مجيديًا من ذٰلک النوع غير الذي أراه إياه.

يراد بالعقد عقد المعاوضة كالبيع والإجارة، وأما غيرهما من العقود كالإيداع والشركة، فتتعين فيه النقود بالتعيين، فلو أودع رجلاً عشرين ذهبًا عثمانيًا، لزم الوديع أن يردّ هٰذه الذهبات عينًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ۱۲٤ رقم المادة: ۲٤۳ المكتبة الحقانية كوئٹه)

أحكام النقد: لا يتعين في المعاوضات ...... ولا يتعين في النذر والوكالة قبل التسليم، وأما بعده فالعامة كذٰلک، ويتعين في الأمانات والهبة والصدقة والشركة.

(الاشباه والنظائر / أحكام النقد وما يتعين فيه ۳۰۹، رد المحتار / كتاب البيوع ۱۵۳/۵ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۹/۹/۱۴۱۳ھ

بینک میں بطورِ امانت روپیہ جمع کرنا؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسلمان کو اپنا امین کسی غیر مسلم کو بنانا چاہئے (جیسے کہ بینک)؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر دوسری جگہ حفاظت کا انتظام نہ ہو یا قانونی ضرورت ہو، تو بینک میں روپیہ بطور امانت رکھنے کی اجازت ہے، مگر اس سے ملنے والا سود اپنے استعمال میں لانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۱۲/۱۶ ڈابھیل)

ولا بأس بأن يؤاجر المسلم دارًا من الذمي ليسكنها، فإن شرب فيها الخمر أو عَبَدَ فيها الصليب أو دخل فيها الخنازير، لم يلحق المسلم إثم في

شيء من ذٰلک؛ لأنه لم يؤاجرها لذٰلک، والمعصية في فعل المستاجر، وفعله دون قصد رب الدار، فلا إثم على رب الدار في ذٰلک. (المبسوط للسرخسي، كتاب الإجارات / باب الإجارة الفاسدة ۳۹/۱٦ المكتبة الحبيبية)

الحاجة تنزل منزلة الضرورة، عامةً كانت أو خاصةً، ولهٰذا جوزت الإجارة على خلاف القياس للحاجة. (الأشباه والنظائر / القاعدة الخامسة، الفن الأول ۹۳ کراچی، ۲٦۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۷/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سونا چاندی کا اَمانت میں لین دین کرنا؟

سوال (۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سونا اور چاندی اَمانت میں لینا یا اَمانت میں دینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سونے اور چاندی کا اَمانت میں لین دین فی نفسہٖ درست ہے، جب کہ اُس کے ساتھ خلافِ شریعت کوئی شرط نہ لگی ہو، اور امانت رکھنے والے کے لئے اس سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔

وشرطها كون المال قابلاً لإثبات اليد عليه. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الوديعة ۳۳۸/٤ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوديعة ۲۷۳/۷ كراچی)

الوديعة إذا كانت دراهم أو دنانير، أو شيئًا مما يكال أو يوزن فانفق المودع طائفةً منه ضمن ما أنفق. (خانية على هامش الهندية، كتاب القضاء / الباب الحادي والعشرون في الجرح والتعديل ۳۷۲/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱۱/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَمانت کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا؟

سوال (۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جولوگ اَمانت کے ادا کرنے میں لیت ولعل کریں یا ادا نہ کریں، اُن کے متعلق حکم شرعی کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَمانت کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا اور ٹال مٹول سے کام لینا گناہ اور نفاق کی خاص علامت ہے، جب بھی اصل مالک اپنی امانت شدہ چیز کا مطالبہ کرے، اُس کی فوراً ادائیگی ضروری ہے، اور امانت میں ذاتی تصرف کی اجازت نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أدّ الأمانة إلى من ائتمنک، ولا تخن من خانک. (سنن أبي داؤد، كتاب البيوع / باب في الرجل يأخذ حقه ۱۴۲/۲ المكتبة الإمدادية ملتان، فيض القدير ۴۲۶/۱ رقم: ۳۰۸ مكتبة نزر مصطفى الباز رياض)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: كنت آخذًا بزمام ناقة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في أوسط أيام التشريق، أذود عنه الناس، فقال: …… ومن كانت عنده أمانة فليؤدها إلى من ائتمنه عليها. (المسند للإمام أحمد ۶۹/۶ رقم: ۲۰۱۷۲ دار إحياء التراث العربي بيروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أؤتمن خان. (صحيح البخاري، كتاب الإيمان / باب علامة المنافق ۱۰/۱ رقم: ۳۳، مرقاة المفاتيح ۲۱۱/۱ رقم: ۵۵ بيروت، ۱۲۵/۱ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قلما خطبنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إلا قال: لا إيمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له. (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان / الفصل الثاني ۱۵/۱، رواه البيهقي في شعب الإيمان ۷۸/۸ رقم: ۴۳۵۴، مسند أحمد ۱۵۴/۳)

وإن طلبها ربها فحبسها قادرًا على تسليمها، فمنعها يعني لو منع صاحب الوديعة بعد طلبه، وهو قادر على تسليمها، يكون ضامنًا؛ لأنه ظالم بالمنع، حتى لو لم يكن ظالمًا بالمنع لا يضمن. (البحر الرائق / كتاب الوديعة ٤٦٧/٧ زكريا، تبيين الحقائق / كتاب الوديعة ٢٠/٦ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في الرد المحتار / كتاب الإيداع ٦٦٥/٥ کراچی)

وفي الفتاویٰ الهندية: أما حكمها فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال أمانة في يده، ووجوب أدائه عند طلب مالكه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوديعة / الباب الأول ٣٣٨/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سسر کا اَمانت رکھے ہوئے زیورات بہو کو دینے میں پس وپیش کرنا؟

سوال (۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر نے کچھ زیورات مجھے شادی پر بطور تحفہ دئے تھے، جیسا کہ عرفاً بیوی اُن تحائف کی مالک ہوتی؛ لہٰذا میں اُن زیورات پر پوری طرح قابض تھی، کسی پریشانی سے میں نے اپنے سسر صاحب کے پاس بطور اَمانت رکھ دی تھی، اب وہ دینے سے پس وپیش کررہے ہیں؛ لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں مجھے اُن زیورات کو واپس لینے کا حق ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جو زیورات آپ کی ذاتی ملکیت تھے، اُنہیں آپ واپس لینے کی شرعاً حق دار ہیں، سسر صاحب کو آپ کی امانت آپ کو لوٹا دینی چاہئے۔

متى أراد المودع أخذ وديعته لزم المستودع ردها، لقوله تعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾ (إعلاء السنن ٧٥/١٦ بيروت)

وهي أمانة هٰذا حكمها مع وجوب الحفظ والأداء عند الطلب. (الدر المختار / كتاب الإيداع ٦٦٤/٥ کراچی، ٤٥٥/٨ زكريا)

وفي البحر؛ لأنه ظالم بالمنع. (البحر الرائق / كتاب الوديعة ۲۷۵/۷ كوئٹه، ٤٦٧/۷ زكريا)

فإن طلبها ربها فحبسها وهو قادر على تسليمها صار غاصبًا؛ لأنه ظلم. (الدر المنتقى مع مجمع الأنهر / كتاب الوديعة ۳/ ٤٧٠ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۰/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا اَمانت ادا نہ کرنے والے کی نجات نہیں ہوگی؟

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسلمان شخص کی مغفرت اُس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک کہ اَمانت واپس نہ کردی جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضابطہ تو یہی ہے کہ جب تک حقوق العباد کو ادا نہ کردیا جائے یا معاف نہ کرالیا جائے، اس وقت تک نجات نہ ہوگی۔ باقی اللہ معاف فرمادیں تو بات الگ ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: من كانت له مظلمة لأحدٍ من عرضه أو شيء فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينارٌ ولا درهمٌ، إن كان له عملٌ صالحٌ أُخِذَ منه بقدر مظلمته، وإن لم تكن له حسناتٌ أخذ من سيئات صاحبه فحُمل عليه. (صحيح البخاري، كتاب المظالم والغصب / باب من كانت له مظلمةٌ عند الرجل فحلَّلها له هل يُبين مظلمته؟ رقم: ۲٤٤۹ دار الفكر بيروت، سنن الترمذي رقم: ۲٤۱۹، الترغيب والترهيب مكمل ٤۸٦ رقم: ۳٤۰۸ بيت الأفكار الدولية، مشكاة المصابيح ٤۳٥/۲)

عن أبي هرير ة رضي اللّٰه عنه أيضًا أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: أتدرون من المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع، فقال: إن المفلس من أمتي، يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة، ويأتي وقد شتم هٰذا، وقذف هٰذا، وأكل مال هٰذا، وسفک دم هٰذا، وضرب هٰذا، فيُعطى هٰذا من حسناته، وهٰذا من حسناته، فإن فنيت حسناته قبل أن يُقضى ما عليه، أخذ من

خطایاهم فطرحت علیه، ثم طرح في النار. (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب / باب تحریم الظلم رقم: ۲۵۸۱ بیت الأفکار الدولیة، سنن الترمذي رقم: ۲۴۱۸، الترغیب والترهیب مکمل ٤٨٦ رقم: ۳۴۰۹ بیت الأفکار الدولیة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَمانت کی واپسی کا ہرجانہ وصول کرنا؟

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا اَمانت رکھنے والا مالک مال سے اَمانت کی واپسی کا کچھ ہرجانہ وصول کرسکتا ہے، اگر وصول کرے تو کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَمانت واپس کرنے کے لئے مالک سے ہرجانہ وصول کرنا سراسر ظلم ہے، شرعاً اِس کی اِجازت نہیں ہے۔

عن صفوان بن سُلیم أخبره، عن عدّة من أبناء أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، عن آبائهم دِنْیَةً: عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: ألا من ظلم معاهدًا أو انتقصه أو کلفه فوق طاقته، أو أخذ منه شیئًا بغیر طیب نفس، فأنَا حَجیجُه یوم القیامة. (سنن أبي داؤد، کتاب الخراج والإمارة والفيء / باب في تعشیر أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات رقم: ۳۰۵۲ دار الفکر بیروت، الترغیب والترهیب مکمل ۶۲۹ رقم: ۴۵۴۸ بیت الأفکار الدولیة) (ومعنی: "دنیة" لاصقو النسب، کذا في البذل ۱۰/۲۸۲ أعظم جراه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عاریت پرلیا ہوا سونا فروخت کرنا اور اَمانت سے قرض وصول کرنا؟

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید نے خالد سے چار تولہ سونا اپنی بیوی کو پہنانے کے لئے یہ کہہ کر لیا کہ شادی ختم ہوتے ہی میں آپ کی اس اَمانت کو واپس کردوں گا، اب شادی ختم ہونے کے بعد زید نے اس سونے کو بیچ کر تجارت میں لگا دیا، تقاضہ در تقاضہ پر اس نے پانچ ہزار روپیہ خالد کو دے دیا اور خالد نے روپیہ کو لے لیا، یہ کہہ کر کہ یہ آپ کی امانت ہے جس دن بھی آپ ہمارا سامان واپس کریں گے میں روپیہ حوالہ کردوں گا، باوجودیکہ خالد کا زید کے اوپر اتنا ہی روپیہ بطور دین بھی موجود ہے، کیا اس روپیہ کو خالد دین میں کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ زید اب خالد کو وہ رقم دے رہا ہے جو کہ اس وقت سونے کو بیچ کر پایا تھا، جس کو آج تقریباً دس سال کا عرصہ گذر گیا، خالد اس وقت کی قیمت لینے کیلئے تیار نہیں ہے، اور کہتا ہے کہ ہم کو ابھی صرف چار تولہ سونا چاہئے، اگر کسی مجبوری سے نہ دے سکو تو ہم اس وقت کی قیمت لیں گے جو کہ ابھی ہے، تو کیا خالد کے لئے اس وقت کی رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر اس وقت کی قیمت لے رہا ہے تو اس میں کچھ ربا تو نہیں ہے، یا سونا ہی ابھی لے تو اس میں بھی تو کچھ ربا نہیں؟ مسلک حنفیہ کے مطابق مدلل ومفصل جواب سے سرفراز فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سونا چاندی کا شمار مثلی چیزوں میں ہوتا ہے، یعنی اگر کوئی اُنہیں غصب کرلے تو اُنہی کے مثل مالک کو لوٹانا ضروری ہوتا ہے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جب کہ زید نے خالد سے بطور عاریت سونا لیا، پھر اسے بیچ دیا، تو اس پر لازم ہے کہ اتنا ہی سونا وہ خالد کو لوٹائے، خواہ اس کی اس وقت کتنی ہی قیمت کیوں نہ ہو۔

كذا تستفاد من عبارة الهندية: إذا كان عند رجل وديعة دراهم أو دنانير أو شيئًا من المكيل والموزون، وأنفق شيئًا منها في حاجته حتى صار ضامنًا لما أنفق. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوديعة / الباب الرابع فيما يكون تضييعًا للوديعة ٣٤٨/٤ زكريا)

فإن آجر المستعير أو رهن فهلكت ضمنه المعير. (الدر المختار / كتاب العارية ٦٧٩/٥ دار الفكر بيروت، ٤٧٧/٨ زكريا)

إلا إذا استعارها ليرهنها فتكون كالإجارة (الدر المختار) لأن هٰذه إعارة

فيها منفعة لصاحبها؛ فإنها تصير مضمونةً في يد المرتهن، وللمعير أن يرجع على المستعير بقيمته. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوديعة ٥/ ٦٨٢ كراچی)

فإن آجر أو رهن المستعير فهلكت العارية ضمنه المعير أي ضمن المعير المستعير . (درر الحكام شرح غرر الأحكام / كتاب العارية ٧/ ١٣٧)

اور مسئولہ صورت میں اگر خالد کا قرض زید پر ہے، تو وہ بقدر قرض زید کے رکھوائے ہوئے امانت کے روپیوں سے وضع کرسکتا ہے۔

رجل له على رجل دين مائة درهم، وله عنده وديعة مائة درهم، فقال: جعلتها قصاصًا بديني إن كانت الدراهم في يديه أو قريبة منه، بحيث يقدر على قبضها جاز، وصارت قصاصًا . (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوديعة / الباب العاشر في المتفرقات ٤/ ٣٥٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/ ۷/ ۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَمانت دار کا انتقال ہوجائے تو ورثہ اُس کے امین ہیں؟

سوال (۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کے پاس کسی کی امانت تھی، اُس کا انتقال ہوگیا، اُس کی اولاد نے اُس پر اپنا قبضہ جمالیا، تو اُس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اولاد پر لازم ہے کہ وہ اَمانت کو صاحبِ اَمانت یا اُس کے ورثہ تک لوٹائیں، ورنہ وہ گنہگار اور مؤاخذہ دار ہوں گے۔

عن حماد قال: سألته عن رجل مات وعنده وديعة، وعليه دين فلم تعرف الوديعة من الدين، قال: هم بالحصص، يقول: يحاص فيها من يطالبه بشيء.

(المصنف لعبد الرزاق، كتاب البيوع / باب الوديعة ٨/ ١٨٣ رقم: ١٤٨٠٤)

المودع أو المضارب أو المستعير أو المستبضع وكل من كان المال بيده أمانة إذا مات قبل البيان، ولم تعرف الأمانة بعينها؛ فإنه يكون دينًا عليه في تركته؛ لأنه صار مستهلكًا للوديعة بالتجهيل. (الرد المحتار / كتاب الإيداع ۸/۴۵۸ زكريا)

إذا مات رب الوديعة فالوارث خصم في طلب الوديعة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوديعة / الباب السابع في رد الوديعة ۴/۳۵۴ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلم فنڈ میں جمع شدہ رقم سے بلا اِجازتِ کھاتے داران تجارت کرنا؟

سوال (۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسلم فنڈ میں جمع شدہ رقم سے کھاتے داران کی اِجازت کے بغیر کوئی تجارت کی جاسکتی ہے؟ جب کہ نفع ونقصان کا کھاتے داروں سے کوئی تعلق نہ ہو، اور اُن کو اُن کی جمع شدہ رقم کی ادائیگی بھی بروقت ہوتی رہے؟ مذکورہ تجارت سے جو نفع اِدارہ کو حاصل ہو، تو کیا اُس رقم کو ادارہ کے اخراجات پر خرچ کر سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رقم جمع کرنے والے مالکان کی اجازت کے بغیر اُن کی رقومات سے تجارت کرنا بھی جائز نہیں ہے؛ اِس لئے مسلم فنڈ میں جمع شدہ رقومات کو تجارت میں ہرگز نہ لگایا جائے۔ اور اگر تجارت میں لگادی تو یہ رقم مسلم فنڈ کے پاس بطور قرض ہو جائے گی، اور اس کے نفع نقصان کا ذمہ دار مسلم فنڈ ہوگا، کھاتے داران پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب / مطلب فيما يجوز من التصرف الخ ۹/۲۹۱ زكريا)

والوديعة لا تودع ولا تعاد ولا تواجر ولا ترهن وإن فعل شيئًا منها ضمن.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوديعة / الباب الأول ٣٣٨/٤ زكريا، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوديعة ٤٦٧/٧ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۹/۳/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

درزی کا سلائی کے کپڑے میں سے بچا کر اپنے پاس رکھنا؟

سوال (۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک سلائی کارخانہ کھولا ہے اور وہ سلنے کے لئے ایک غیر مسلم کا کپڑا لاتا ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ غیر مسلم مثلاً ۲۰۰/ میٹر کپڑا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں ۶۰/ پیس بنانا ہے، اور پیس کی لمبائی وچوڑائی اتنی اتنی ہونی چاہئے اور عام طور سے ۶۰/ پیس ہی اتنے کپڑے میں بنتے ہیں، اب اگر زید وہ ۶۰/ پیس ۱۹۹/ میٹر کپڑے میں تیار کردے اور ایک میٹر کپڑا اپنے ذہن سے کسی طرح بچالے تو اس ایک میٹر کپڑے کو اس کے لئے لینا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ ۶۰/ پیس بنانے میں اگر ۲۰۱/ میٹر کپڑا لگ جائے تو ایک میٹر اپنی جیب سے دینا ہوگا، اس طرح کا کاروبار عام طور سے ہو رہا ہے اور کپڑا لاکھوں میٹر کی تعداد میں بغیر ناپے تولے دیا جاتا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ معاملہ اجارہ کا ہے، جو کپڑا غیر مسلم نے اجیر مشترک کو دیا ہے وہ امانت ہے، اس میں سے کوئی بھی حصہ مالک کی صراحۃً یا دلالۃً اِجازت کے بغیر خیانت کرکے اپنے استعمال میں لانا درست نہ ہوگا۔

عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أنه كان يضمن الصباغ والصائغ، وقال: **لا يصلح للناس إلا ذاك**. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب ما جاء في تضمين الإجراء ٢٠٢/٦ رقم: ١١٦٦٦، المصنف لعبد الرزاق / باب ضمان الأجير الذي يعمل بيده ٢١٧/٨ رقم: ١٤٩٤٨، المصنف لابن أبي شيبة / في الأجير يضمن أم لا ٣١٥/٤ رم: ٢٠٤٧٨)

أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه ضمن الصباغ الذي يعمل بيده.

(المصنف لعبد الرزاق / باب ضمان الأجير الذي يعمل بيده ۸/۷ ۲۱ رقم: ۱٤۹٤۹)

والمتاع أمانة في يده، فإن هلك لم يضمن شيئًا عند أبي حنيفة وهو قول زفر ويضمنه عندهما …… القدوري: وما تلف بعلمه كخريق الثوب من دقه وزلق الحمَّال وانقطاع الحبل الذي يشدّ به المكارى السفينة من يده مضمون عليه. (هداية / باب ضمان الأجير ۲۹۲/۳)

اِسی طرح صورتِ مسئولہ میں اگر ۲۰۱؍ میٹر کپڑا لگ جائے تو ایک میٹر کپڑا مزید مستاجر (غیر مسلم) سے لینا چاہئے؛ کیوں کہ کپڑا اُسی کے لئے بنایا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گڈی میں روپیہ کم نکلنے پر ضمان کس پر ہوگا؟

سوال (۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مدرسہ کا محصل ہے، رمضان کے مہینہ میں دفتر میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور دس دس روپئے کی تیس گڈیاں من جملہ تیس ہزار روپے مدرسہ میں بمد زکوٰۃ دیئے، رسید بھی محصل نے اُن کو دے دی، پھر محصل یعنی زید نے اُن گڈیوں میں سے ایک کو شمار کیا، بقیہ کی نوبت نہیں آئی، پھر زید نے اُن ہی گڈیوں کو مدرسہ کے خزانچی کے حوالہ کر دیا، حسبِ اُصول ایک ماہ یا اِس سے زائد عرصہ کے بعد خزانچی نے بینک میں جمع کرنے کے واسطے وہ رقم بھیجی، جس پر بینک کے اہل کار نے جب گڈیوں کو تفصیل سے دیکھا تو اُن گڈیوں میں بیس نوٹ پانچ پانچ کے نکلے جس سے مذکورہ تیس ہزار روپئے میں سے سو روپئے کم ہوئے۔ اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو رقم من جملہ رقم میں سے مبلغ ایک سو روپئے کم نکلے، اُس کا ضمان کس کے اوپر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ واقعہ مسئولہ صورت میں مدرسہ کے محصل یا خزانچی کسی پر بھی کم ہوئی رقم کا ضمان نہیں ڈالا جاسکتا ہے؛ بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ چندہ دینے والے

نے اتنی ہی رقم دی تھی؛ اِس لئے کہ محصل اور خزانچی محض اَمین ہیں، اور گڈیوں میں ایسی کمی بیشی اُن کی طرف سے عام طور پر متصور نہیں۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ليس على المستعير غير المغل ضمانٌ، ولا على المستودع غير المغل ضمانٌ. (سنن الدارقطني ٣/ ٣٦ رقم: ٢٩٣٩، السنن الكبرىٰ للبيهقي ٦/ ٩١)

وهي أمانة فلا تضمن بالهلاك، واشتراط الضمان على الأمين باطل.

(تنوير الأبصار مع الدر المختار ٨/ ٤٥٥-٤٥٦)

والوديعة أمانة في يد الوديع، فإذا هلكت بلا تعد منه، وبدون صنعه وتقصيره في الحفظ لا يضمن. (شرح المجله لسليم رستم باز ٤٣١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۲/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نگراں کی کوتاہی سے مدرسہ کے جانور گم ہوجانے کا ضمان کس پر ہوگا؟

سوال (۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کئی سالوں سے مدرسہ دار العلوم مؤمن پورہ ناگپور میں قربانی کا نظم کیا جاتا ہے، اِمسال بھی دار العلوم میں قربانی ہوئی، اور مجھ کو ہی قربانی کے جانوروں کے لئے چارا پانی اور دیکھ ریکھ کے لئے منتخب کیا، اور اِس سال بھی یہ خدمت میرے ذمہ آئی، بقرعید سے کچھ دن پہلے ناظم مدرسہ نے دار العلوم کے اساتذہ کی ایک میٹنگ لی، اُس میٹنگ میں اَساتذہ کو متفرق کام سونپا گیا، اور مجھ کو قربانی کے جانوروں کی دیکھ ریکھ اور چارا پانی کا کام دیا گیا، نیز میٹنگ میں ناظم صاحب نے جانوروں کو مدرسہ تک پہنچانے کی ذمہ داری قصائی اور طلبہ دار العلوم کے سپرد کی تھی، اِس سال میں اور میرے ساتھیوں نے مل کر بقرعید کے موقع پر جانوروں کی تجارت کی، جس جگہ مدرسہ کے جانور تھے اُس جگہ پر چار لوگوں کے جانور بندھے ہوئے تھے، سب لوگ اپنا اپنا جانور بیچ رہے تھے، اور مدرسہ کے جانور بھی اُسی جگہ بندھے تھے، مدرسہ کے جانوروں کی نگرانی میں میرے ساتھ مدرسہ

دارالعلوم کے پانچ طلبہ بھی تھے، جو صبح سے شام تک جانوروں کی نگرانی اور چارا پانی کا نظم کرتے تھے، مدرسہ دارالعلوم سے متصل ایک چھوٹا سا میدان ہے، سب جانور وہیں پر بندھے ہوئے تھے، اور دوسرے بیچنے والے حضرات کے جانور بھی وہیں تھے، ناظم صاحب اور مجلسِ منتظمہ کے ایک رکن نے ایک بیوپاری سے ۴۰/ جانور خریدے، دوسرے بیوپاری سے ۸۶/ جانور خریدے، ناظم صاحب نے مجھ کو فون کیا کہ مدرسہ کے جانور خرید لئے ہیں، وہ رات میں آئیں گے، اور سب جانوروں پر نشان لگا ہے اور ڈی بھی لکھا ہوا ہے، ٹوٹل ۱۲۶/ جانور خریدے گئے ہیں، اور گنتی کرنے پر ۱۲۶/ جانور تھے، یہ جانور بقرعید سے ۳/ یا ۴/ دن پہلے خریدے گئے تھے، میں اور طلبہ دارالعلوم روزانہ جانوروں کی گنتی کرتے تھے، جانور برابر ۱۲۶/ تھے، ناظم صاحب نے جانوروں کو مدرسہ تک پہنچانے کی ذمہ داری قصائی اور طلبہ کے سپرد کی تھی، مگر قصائیوں نے ایک بھی جانور مدرسہ تک نہیں پہنچایا، اور صرف کچھ جانور کی رسی کھول کر دی، میں بھی جانوروں کی رسی کھول کر دیتا تھا، اور طلبہ نے مدرسہ پہنچایا، اور میں نے میدان کے گیٹ پر ایک طالب علم کو متعین کر دیا تھا، جو جانور گیٹ سے نکلے اُس کو گنتے رہو، طلبہ جانوروں کو مدرسہ لا رہے تھے، سب جانور راستہ میں بیٹھ گئے، کچھ ہی جانور مدرسہ تک آئے، باقی جانور راستہ میں جگہ جگہ بیٹھ گئے، میں اور طلبہ نے مل کر اُن جانوروں کو ہاتھ ٹھیلے کے ذریعہ سے مدرسہ تک پہنچائیں۔ ہاتھ ٹھیلا بھی ٹوٹ گیا تو کچھ جانور چھوٹی گاڑی سے لائے گئے (یعنی چار چکے والے سے) جس طالب علم کو میں نے میدان کے گیٹ پر گنتی کرنے کے لئے مقرر کیا تھا، وہ بھی کچھ جانوروں کی گنتی کر کے وہاں سے چلا گیا، میں نے اُس سے پوچھا کہ تم نے کتنے جانور گنے؟ تو اُس طالب علم نے جواب دیا کہ سب لڑکوں نے (یعنی طلبہ دارالعلوم) آ کر کہا کہ جانور جگہ جگہ بیٹھ گئے ہیں، تو میں بھی اُن کے ساتھ جانور دیکھنے چلا گیا، اور آپ جانوروں کو کھول کر لڑکوں کو دے رہے تھے، اور مجھ سے بھی طلبہ نے کہا کہ مولوی صاحب جانور سب بیٹھ گئے ہیں، جب میں نے دیکھا کہ سب جانور جگہ جگہ بیٹھے ہیں، تو میں نے اپنے ایک دوست کا ہاتھ ٹھیلہ لایا اور ہم سب نے مل کر ٹھیلا کے ذریعہ سے جانوروں کو دارالعلوم میں پہنچائیں، اور ایک جانور کو پہنچانے میں تقریباً آدھا گھنٹہ لگتا تھا، اور ناظم صاحب نے قصائی کو جانور لانے کے لئے مقرر کئے

تھے۔ قصائی نے صرف کچھ جانوروں کی رسی کھول کر طلبہ کو دی اور قصائی بھی میدان سے چلے گئے جس جگہ مدرسہ کے جانور تھے اُس کو نورانی میدان کہتے ہیں، یہ جگہ مدرسہ دارالعلوم سے تھوڑے فاصلہ پر ہے، اور یہ واقعہ ۹؍ ذی الحجہ کا ہے۔ ۱۰؍ ذی الحجہ کو دارالعلوم کی انتظامیہ نے کھال کی وصولی کے لئے شہر میں کئی حلقہ بنائے تھے، ایک حلقہ کا ذمہ دار مجھ کو بنایا ہے۔ ۱۰؍ ذی الحجہ کو اپنے حلقہ میں طلبہ کے ساتھ کھال وصول کی، کھال وصول کرنے کے بعد جو جانور بچے تھے اُن کو چارا پانی کر کے میں اپنے گھر آ گیا؛ کیوں کہ ۹-۱۰؍ ذی الحجہ کی محنت کی وجہ سے طبیعت وصول کرنا تھا، ۱۱؍ ذی الحجہ کو جتنے جانور بچے تھے وہ سب جانور چار چکے والی گاڑی سے میں اور طلبہ دارالعلوم نے مل کر مدرسہ تک پہنچا دیا۔ اِس سال میں اور میرے ساتھیوں نے مل کر بقرعید کے موقع پر قربانی کے جانوروں کی تجارت کیں، میرے ساتھیوں نے ہی پورا مال بیچا، میں نے زیادہ سے زیادہ وقت مدرسہ کے جانوروں کی دیکھ ریکھ اور چارا پانی میں صرف کیا۔ مدرسہ کے جانوروں میں سے ۱۰؍ جانور کم ہیں، پتہ نہیں کہاں گئے؟

(۱) قربانی کے جانور خریدنے اور ذبح کرنے سے متعلق انتظامیہ لوگوں کی وکیل ہوتی ہے، وہی اُن چیزوں کی ذمہ داری بذاتِ خود یا اساتذہ کے واسطے سے نبھائی ہے، کمی زیادتی کی صورت میں ضامن کون ہوگا؟

(۲) جانوروں کی گنتی میدان سے بھیجنے کے وقت جانوروں کو کھولنے اور رسی بچوں کے ہاتھ میں دینے کی وجہ سے دشوار تھی؛ اِس لئے ایک بچہ کو گیٹ پر گنتی کے لئے رکھا، کچھ دیر کے بعد جانوروں کے بیٹھ جانے کی اطلاع ملی، میں وہاں چلا گیا، بچوں نے بھی برابر گنتی نہیں کی، ایسی صورت میں ضامن کون ہوگا؟

(۳) ناظم صاحب نے کہا سب جانوروں پر نشانات ہیں جب کہ اخیر میں آنے والے جانوروں پر نشانات نہیں تھے، جو جانور چھوڑے گئے تھے کچھ جگہ پر بیٹھ گئے تھے، ایک جانور کے بارے میں بچہ کہہ رہا ہے کہ یہ مدرسہ کا ہے، جب کہ اُس پر نشان نہ ہونے کی وجہ سے حاجی مرتضی صاحب نے انکار کر دیا، اِسی طرح ممکن ہے نشانات نہ ہونے کی وجہ سے کچھ جانور موجود ہونے کے باوجود اُن کو لے کر نہیں گئے، اِس صورت میں ضامن کون ہوگا؟

(۴) جب انتظامیہ وکیل ہوتی ہے، اور کچھ جانور ایسے تھے جو عیب دار تھے، اُن کی قربانی نہیں ہوسکتی تھی، ۱۵؍ جانور جن کے دانت نہیں تھے۔ ۵؍ جانور جس کے کوہلے ٹوٹ گئے تھے۔ ۱؍ جانور قریب المرگ، اُس کو ذبح کیا گیا، ایک جانور مدرسہ کے گیٹ سے بھاگا اور ایک جانور ایسا بھی تھا، جس کی دُم کا اکثر حصہ کٹا ہوا تھا، صرف چمڑے پر باقی تھا، تو اُن جانوروں کی قربانی ہوئی یا نہیں؟ نہ ہونے کی صورت میں اُس کی بھرپائی کون کرے گا؟ جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جب جانوروں کو دیکھ ریکھ کی پوری ذمہ داری آپ کی تھی، تو انتظامیہ نے میدان سے مدرسہ تک پہنچانے کی ذمہ داری قصاب اور طلبہ کے ذمہ کیوں کی؟ پھر میدان تک آپ کے بقول قصابوں کو گن کر حوالہ کرنے کی ذمہ داری آپ کی تھی؛ لیکن تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ ذمہ داری بھی آپ نہیں نبھا پائے، اور آپ حتمی طور پر یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ میدان سے کتنے جانور مدرسہ لائے گئے، اس لئے واضح طور پر آپ کی طرف سے کوتاہی نظر آتی ہے، بریں بنا گم شدہ جانوروں کا ضمان آپ کو دینا ہوگا۔

(۳) اور نگرانی میں یہ بھی داخل ہے کہ مدرسہ کے جانور دیگر جانوروں سے ممتاز رہیں، جس کے لئے جانوروں پر نشان لگانا ضروری تھا، اور نگراں ہونے کی بنا پر یہ ذمہ داری اصالۃً آپ کی تھی، جانوروں پر نشان نہ لگنے کی وجہ سے ہی گمشدگی کا واقعہ پیش آیا، یہ آپ کی طرف سے بڑی کوتاہی ہے، اس کا ضمان آپ کے اوپر لازم ہے۔

الأجیر للحفظ یضمن بترک الحفظ، وذٰلک أن یغیب عن بصرہ حتی ضاع. (الفتاویٰ الهندية ٤/ ٥١٠)

وإن کان خاصًا: فإن کانت الأغنام لواحد لا ضمان، وإن الاثنین أو ثلاثة ضمن. (شامي ٩/ ٩٧ زکریا)

(۴) سوال یہ ہے کہ جب آپ کو جانوروں میں مذکورہ عیوب کا پتہ تھا، تو آپ نے پہلے ہی سے انتظامیہ کو مطلع کیوں نہیں کیا؟ اور مطلع کیا تھا تو انتظامیہ نے کیا جواب دیا؟ ان عیوب پر

شاہد آپ کے علاوہ کوئی اور بھی ہے؟ پہلے اِس کی تحقیق کی جائے، اُس کے بعد ہی جواب لکھا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۵/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدرسہ کی رسید ضائع ہونے پر ضمان

سوال (۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کو ایک دینی اِدارہ نے رسید بک برائے وصولی چندہ دی، اُس میں سے ۶۸/ اوراق رسیدات استعمال ہوئے، اُن کی وصولی ادارہ میں جمع کردی، مابقیہ ۳۲/ ورق سادہ رہے، اِسی درمیان گھر کی صفائی پتائی کی وجہ سے وہ رسید بک ضائع ہوگئی۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ شرعاً اُس کا کیا ضمان واجب ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو باحوالہ حکم شرعی کی رہبری پر بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ کی رسید زید کے پاس بطور اَمانت تھی؛ لہٰذا گھر کی پتائی وغیرہ کے وقت، اُس کو کسی محفوظ مقام پر رکھنا زید کے ذمہ لازم تھا؛ لیکن زید نے حفاظت نہیں کی، اور رسید کے کچھ اوراق ضائع ہوگئے، تو حفاظت میں کوتاہی کی وجہ سے زید شرعاً ضائع شدہ صرف ۳۲/ اوراق کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

وإذا تعدى المودع في الوديعة – إلى قوله – إذا نقصها ضمن. (شامي ٨/٤٦٤ زكريا، الجوهرة النيرة ٢/٣٥٢)

الأجير للحفظ يضمن بترك الحفظ. (الفتاوىٰ الهندية ٤/٥١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۵/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عاریت پر لی ہوئی سائیکل غائب ہوگئی؟

سوال (۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اُستاذ محترم نے اپنے دو شاگردوں کو اپنی ذاتی ضرورت کے لئے ایک بچہ سے عاریۃً سائیکل لے کر مدرسہ سے تقریباً ۱۷ر کلومیٹر دور روانہ کیا، اور ساتھ ہی یہ تاکید بھی کر دی کہ شام تک ہر حال میں مدرسہ واپس آجانا، شاگردوں نے اِس ضرورت کو پوری کرنے کے بعد مدرسہ واپس آنے کے بجائے وہیں سے قریب ہی میں اپنے گھر چلے گئے، دوسرے دن شام تک مدرسہ کے قریب آ کر رات ایک کالج میں گذاری اور علی الصباح پھر مدرسہ سے دور ۱۹ر کلومیٹر ایک ریلوے اسٹیشن قصبہ بھنان کے لئے روانہ ہو گئے، وہاں سے پھر بذریعہ ٹرین مع سائیکل گونڈہ پہنچے، ٹی ٹی کے گرفتار کر کے رہا کرنے کے باوجود اُنہوں نے اپنا سفر دوسری گاڑی سے جانب لکھنؤ رکھا، رات میں پولیس والوں نے بارہ بنکی کے قریب ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر ٹکٹ کے بارے میں تفتیش کر کے لڑکے کو مع سائیکل اُتار لیا اور سائیکل ایک ہوٹل پر رکھ کر شاگرد کو یہ کہہ کر روانہ کر دیا کہ دو سو روپے لے آؤ پھر سائیکل ملے گی، شاگرد پانچ یوم کے بعد مدرسہ آئے، گفت وشنید کے بعد مذکورہ بالا تفصیل بتلائی، ساتھ ہی دونوں شاگردوں میں سے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ سائیکل بھنان اسٹیشن پر فروخت کی ہے، جب کہ دوسرا لاعلمی ظاہر کر رہا ہے، بسیار تحقیق وتفتیش کے باوجود دونوں بیانوں میں سے کوئی ایک بھی واضح نہیں ہے۔ دریں حالت استفسار یہ ہے کہ سائیکل کا جرمانہ کس پر عائد ہوگا؟ آیا مستعیر اُستاذ پر، یا تعدی کرنے والے شاگردوں پر، یا دونوں پر؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ مذکورہ لڑکوں کی تعدی کی وجہ سے عاریت کی سائیکل ضائع ہوئی ہے، اِس لئے وہ لڑکے مستعیر (اُستاذ صاحب) کے لئے سائیکل کی قیمت کے ضامن ہوں گے اور اُستاذ صاحب معیر (سائیکل کے مالک) کو ضمان کا پیسہ ادا کریں گے؛ اِس لئے کہ اُن کا ہی معاملہ معیر کے ساتھ ہے، جن لڑکوں نے سائیکل ضائع کی ہے اُن کا معیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ولو استعار ذهبًا فقلده صبيا فسرق الذهب منه أي من الصبي؛ فإن كان

الصبي يضبط حفظ ما عليه من اللباس لم يضمن وإلا ضمن؛ لأنه إعارة والمستعير يملكها. (شامي / كتاب العارية ٤٨٤/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۷/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چوری سے توبہ کے لئے کیا مال کی واپسی ضروری ہے؟

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چوری کے گناہ سے توبہ کرنے کے لئے کیا یہ ضروری ہے کہ جس کی چوری کی ہے اُس کا مال واپس کرے اور اُس سے معافی مانگے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوری سے توبہ کرکے جن آدمیوں کے مال کی چوری کی ہے، جہاں تک ممکن ہوسکے اُن کا مال واپس کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے۔ (کفایت المفتی ۱۷۷/۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۸/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَجیر سے سامان ضائع ہونے پر ضمان کس پر ہوگا؟

سوال (۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے حامد کی دوکان سے ایک سامان خریدا، سامان کی قیمت ادا کرکے بل بھی لے لیا؛ لیکن حامد نے کہا کہ میں اپنی ذمہ داری سے کل ایک اَجیر کے ذریعہ آپ کا سامان بحفاظت گھر تک پہنچا دوں گا، آپ اَجیر کی صرف اُجرت دے دیں۔ دوسرے دن جب اَجیر سامان لے کر زید کے گھر کی طرف نکلا تو زید نے حامد کو فون پر اطلاع دی کہ کل میں نے جو سامان خریدا تھا، اُس کے بجائے دوسرا بدل کردو، تو حامد نے کہا کہ اَجیر تو سامان لے کر نکل گیا ہے، جب آپ کے گھر کے پاس آئے

تو آپ اُس کو واپس دوکان لے جانے کے لئے کہہ دیں، انشاء اللہ میں سامان بدل کر دوسرا بھیج دوں گا، جب اَجیر واپس لے کر دوکان گیا تو سامان اَجیر کی غلطی سے ٹوٹ چکا تھا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زید نے حامد کی دوکان سے ایک سامان خریدا، اور قیمت بھی ادا کردی؛ لیکن خود زید (مشتری) نے ایک اَجیر کو تلاش کیا، اُجرت طے ہونے کے بعد بحفاظت سامان گھر تک پہنچانے کے وعدہ کے ساتھ اُس کے حوالہ کیا، کسی وجہ سے سامان واپس کرنا پڑا، گھر تک سامان لانے کے دوران اَجیر کی غلطی سے ٹوٹ گیا۔

مندرجہ بالا دونوں صورتوں میں اَجیر کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ اِس ٹوٹے ہوئے سامان کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ اگر پہلی صورت میں اَجیر اُس ٹوٹے ہوئے سامان کا ذمہ دار ہے تو آیا بائع اَجیر سے ٹوٹے ہوئے سامان کی قیمت وصول کرے گا یا مشتری سے؟ براہِ کرم مکمل ومدلل اِس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ دونوں صورتوں میں اگر تعدی کے بغیر اَجیر سے وہ سامان ضائع ہوا ہے، تو اَجیر پر اُس کا ضمان نہیں ہے، اور پہلی صورت میں چوں کہ ٹیلی فون پر بائع ومشتری نے آپس میں بیع فسخ کرنے پر اتفاق کرلیا ہے؛ اِس لئے مبیع مشتری کے ضمان میں آنے سے قبل بائع کے ضمان میں رہتے ہوئے ہلاک ہوئی ہے؛ لہٰذا بائع اُس کا ذمہ دار ہوگا۔ اور دوسری صورت میں بہرصورت نقصان مشتری ہی کا ہے؛ کیوں کہ بائع اَجیر کے معاملہ میں دخیل ہی نہیں؛ البتہ اگر اَجیر کی تعدی سے سامان ضائع ہوا ہے تو اَجیر سے ضمان لیا جائے گا۔

والثاني الأجير الخاص، ولا يضمن ما هلك في يده، أو بعمله إلا إذا تعمد الفساد كالمودع. (شامي ٩٧/٩ زكريا)

اشترى وعاء لبن خائر في السوق، فأمر البائع بنقله إلىٰ منزله فسقط في الطريق، فعلى البائع إن لم يقبضه المشتري. (شامي ٨٩/٧ زكريا)

ولو قبض بعد ذلك حقيقةً الآن يصير مشتريًا قابضًا، حتى لو هلك هلك عليه بالاتفاق. (الفتاوىٰ الهندية ۱۸/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گاڑی حادثہ میں مجروحین اور مہلوکین کے ورثہ کا ڈرائیور سے پیسے وصول کرنا؟

سوال (۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک گاڑی کو ڈرائیور کی غلطی کی وجہ سے حادثہ پیش آ گیا، جس میں بعض افراد زخمی ہوئے اور بعض ہلاک ہوئے، زخمیوں اور مہلوکین کے ورثہ نے گاڑی کے مالک و ڈرائیور کے خلاف عدالت میں جرمانے کا مقدمہ دائر کر دیا، جس میں زخمیوں نے اپنے زخموں کی نوعیت علاج کا خرچ اور علاج کے دنوں میں کوئی کام نہ کرسکنے کا معاوضہ طلب کیا، اور مہلوکین کے ورثہ نے مہلوکین کی آمدنی ورثہ کو اُن کے نہ ہونے کی وجہ سے ہونے والی ذہنی واقتصادی پریشانیوں کا تذکرہ کیا۔ اِس مقدمہ کے دائر کرنے میں خالص شروعی اصطلاحات یعنی ''دیت'' ''جنایت'' وغیرہ کے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے ہیں؛ بلکہ اُس کے ہم معنی یا قریب المعنی الفاظ مثلاً ''نقصان کی بھرپائی'' ''ہرجانہ'' اور ''امداد'' وغیرہ استعمال کئے گئے ہیں، آگے معاملہ یہ پیش آتا ہے کہ اُس گاڑی کا بیمہ کرایا گیا ہے، اور یہ بیمہ ''تھرڈ پارٹی انشورنش'' ہے، یہ ذمہ داریوں کا بیمہ کہلاتا ہے، جس کا مطلب سادہ الفاظ میں یہ ہوتا ہے کہ گاڑی کا ڈرائیور اِس بات کا بیمہ کراتا ہے کہ گاڑی چلاتے وقت اگر اُس سے کوئی ایسا حادثہ پیش آتا ہے جس کی وجہ سے اُسے قانوناً جرمانہ کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے (جو عامۃً اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ کوئی ڈرائیور بآسانی اُسے ادا نہیں کرسکتا) تو اُس جرمانہ کی ادائیگی بیمہ کمپنی کرے گی (اُس کی وضاحت جدید فقہی مسائل ۱۱۸/۴ پر ''حادثات کا اِنشورنس'' کے عنوان سے ہے، اور غالبًا یہ بیمہ کی اُن قسموں میں سے ہے جن کا ہونا گاڑی چلانے کے لئے ضروری ہے)

اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زخمیوں اور مہلوکین کے ورثہ کے لئے ایسی رقم کے حصول کے لئے کوشش کرنا کیسا ہے؟ اگر حاصل کر چکے ہوں تو اُس کا مصرف کیا ہوگا؟ برائے مہربانی جلد اور واضح جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مجروحین اور مہلوکین کے اَولیاء کو ڈرائیور سے نقصان کی تلافی کے بطور رقم کا مطالبہ کرنا جائز ہے، خواہ ڈرائیور اپنی جیب سے یہ رقم ادا کرے یا بیمہ کمپنی اُس کی طرف سے ادا کرے، دونوں کی گنجائش ہے۔ اور بیمہ کمپنی کی طرف سے ادائیگی کی شکل میں یہ رقم حکومت کی طرف سے تبرع کہلائے گی، اُس کا استعمال کرنا مہلوکین کے ورثہ کے لئے جائز ہے، نیز مجروحین کے علاج ومعالجہ میں یہ رقم خرچ کرنی درست ہے۔ (مستفاد: انوارِ رحمت ۳۴۷)

عن إبراهيم عن علي في فارسين اصطدما، فمات أحدهما أنه ضمن الحي للميت. (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۳۳۲)

يجوز الصلح عن دم العمد والخطاء في النفس وما دونها، وفي الخطاء لو صالح على أكثر من الدية لا يجوز، وهٰذا إذا صالح على أحد مقادير الدية، أما إذا صالح على غير ذٰلک جازت الزيادة. (الفتاویٰ الهندية ٤/ ٣٦٠)

وفي الخطاء كذلک لا تصح الزيادة؛ لأن الدية في الخطاء مقدرة حتى لو صالح بغير مقاديرها صح كيفما كان بشرط المجلس، لئلا يكون دينًا بدين. (شامي ٨/ ٤١٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/ ۵/ ۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

◆

كتاب الهبة

ہبہ اور ہدیہ کے احکام

ہبہ کا زبانی دعویٰ؟

سوال (۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اخلاق علی خاں کے چار لڑکے ہیں، اخلاق علی کے انتقال کے بعد ایک شخص ان کی دوکان کے بارے میں کہتا ہے کہ اخلاق علی صاحب مجھے ہبہ زبانی کر گئے ہیں، کیا وارثین کی موجودگی میں زبانی شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ جب کہ اس شخص کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے، نیز وارثین کی جانب سے کورٹ میں مقدمہ چل رہا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک شرعی ثبوت تحریری یا گواہوں کے ذریعہ یا ورثہ کے اعتراف کے ذریعہ نہ پایا جائے، اُس وقت تک ہبہ کا دعویٰ معتبر نہ ہوگا۔

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامی ٦١/٤ كراچی، ١٠٦/٦ زكريا)

والإقرار: وهو في عرف أهل الشرع عبارة عن خبر يوجب شيئًا على المخبر، وهو من أقوىٰ أدلة الصدق؛ لأن العاقل لا يميل إلى الكذب إلا ما يتعلق به النفع، فإذا تعلق به الضرر لا يأتي به …… وفي التحفة: الإقرار حجة؛ لأنه خبر صدقٍ، أو راجح صدقه؛ لإن المال محبوب المرء طبعًا فلا يقربه كاذبًا. (الفتاوىٰ التاتارخانية / كتاب الإقرار ١٤/٣ رقم: ٢٠١٠٣ زكريا)

أقل ما يجوز في حقوق الناس فيما بينهم من الطلاق والعتاق والنكاح

وكفالة المال والإبراء وقضاء القاضي ...... شهادت رجلين، أورجل وامرأتين.

(الفتاویٰ التاتارخانية ۴۱۸/۱۱ زكريا)

ثم الدعوى الصحيحة لا توجب استحقاق المدعي للمدعى بنفسه، لقوله عليه السلام: لو أعطى الناس بدعواهم، لأدّعى ناس دماء قوم وأموالهم؛ لكن البينة على المدعي واليمين على من أنكر. وفي رواية: على المدعى عليه، كذا في المبسوط والتحفة. (الفتاویٰ التاتارخانية ۵/۱۳ زكريا)

والحديث أخرجه الترمذي في سننه عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، الأحكام / باب ما جاء في أن البنية على المدعي ۱۴۹/۱ رقم: ۱۳۵۶، والبيهقي في السنن الكبرىٰ عن ابن عباس ۳۹۴/۱۵ رقم: ۲۱۸۰۷. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۳۰/۱۰/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قبضہ دیئے بغیر زبانی ہبہ کردہ جائیداد کا حکم؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی محمد عثمان کا انتقال ہوا اُنہوں نے ایک مکان چھوڑا، جس کے کل دو وارث ہیں، ایک لڑکا محمد اسلم اور ایک لڑکی فیروزہ، حاجی صاحب کی اہلیہ کا پہلے ہی انتقال ہو چکا ہے، حاجی صاحب نے انتقال سے قبل فرمایا تھا کہ اِس مکان میں تین کمرے فیروزہ کے ہیں، باقی پورا مکان محمد اسلم کا ہے، یہ بات حاجی صاحب نے زبانی طور پر کہی تھی، نہ کوئی کاغذ لکھا اور نہ دونوں میں سے کسی کو قبضہ دیا، حاجی صاحب کے انتقال تک اُس مکان میں نہ محمد اسلم رہتے تھے اور نہ فیروزہ؛ بلکہ مکان کی ایک منزل کرایہ پر ہے، جس کا کرایہ حاجی صاحب کے پاس ہی آتا تھا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ محمد اسلم کہتے ہیں کہ یہ مکان ہم دونوں بہن بھائیوں کو ہمارے والد نے ہبہ کیا ہے؛ لہٰذا تقسیم اس طرح ہوگی کہ صرف تین کمرے فیروزہ کے ہیں، باقی پورا مکان میرا ہے، فیروزہ کہتی ہیں کہ میں نے بہشتی زیور

میں پڑھا ہے کہ ہبہ قبضہ دیئے بغیر صحیح نہیں ہوتا ہے، ہمارے والد نے نہ تو ہمارے نام کوئی کاغذ لکھا اور نہ ہمیں قبضہ دیا؛ اس لئے مکان کی تقسیم میراث کے اُصول کے مطابق ہوکر مکان چوں کہ تین منزلہ ہے؛ اس لئے دو منزل پوری محمد اسلم کی اور ایک منزل پوری میری ہو، اِن حالات کے تحت آپ سے چند باتیں دریافت کرنی ہیں:

(۱) ہبہ کے صحیح ہونے کے لئے قبضہ ضروری ہے یا صرف زبانی کہہ دینے سے ہبہ صحیح ہوجاتا ہے؟

(۲) مذکورہ حالات میں والد کے مکان میں فیروزہ کے صرف تین کمرے ہوں گے یا مکان کا تہائی حصہ، یعنی تین منزلوں میں سے پوری ایک منزل؟

(۳) اگر محمد اسلم نے اپنی بہن کو پوری ایک منزل مکان کا تہائی حصہ نہیں دیا، تو کیا وہ گنہگار ہوں گے؟

(۴) مکان کا جو کرایہ والد کے انتقال کے بعد آیا ہے، اس میں صرف محمد اسلم کا حق ہے یا دونوں کا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہبہ کی تکمیل کے لئے حسی یا معنوی قبضہ ضروری ہے، اور حسبِ تحریر سوال مسئولہ معاملہ میں کسی طرح کا قبضہ نہیں پایا گیا؛ اس لئے اس زبانی ہبہ کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اور پورے متروکہ مکان کی تقسیم سبھی وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ ضروری ہوگی اور جو حصہ دار اپنے استحقاق سے زائد رکھے گا وہ گنہگار رہوگا، اور مکان کی تقسیم میں منزل کے اعتبار سے تقسیم کے بجائے زمین کے رقبہ کے اعتبار سے تقسیم مناسب ہے؛ تاکہ آئندہ کوئی خلفشار کا موقع نہ رہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لتؤدن الحقوقَ إلى أهلها يومَ القيامةِ، حتى يُقاد للشاة الجَلْحاءِ من الشاة القَرناء.

(صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب / باب تحريم الظلم رقم: ٢٥٨٢، مشكوة المصابيح، باب الظلم / الفصل الثالث ٢/٤٣٥)

والقبض لابد منه لثبوت الملک. (الهداية / أول كتاب الهبة ٣/ ٢٦٧)

والد کے انتقال کے بعد مکان کا جو کرایہ آیا ہے، وہ حسبِ حصصِ شرعیہ سبھی وارثین کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، اور حسبِ تحریرِ سوال چوں کہ وارثین میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے؛ لہٰذا دو تہائی حصہ لڑکے کو اور ایک تہائی حصہ لڑکی کو ملے گا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِىٓ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/ ۱۰/ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زبانی ہبہ بغیر قبضہ کے معتبر نہیں؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مختار احمد کو اُن کے ماموں ایوب خاں صاحب نے اپنا مکان ہبہ کر دیا تھا؛ لیکن قبضہ نہیں دیا، تو کیا یہ ہبہ درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قبضہ کے بغیر ہبہ مکمل نہیں ہوتا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں ہبہ درست نہیں ہوا۔

عن عثمان وابن عمر وابن عباس رضي اللّٰه عنهم أنهم قالوا: لا تجوز صدقة حتى تقبض. (رواه البيهقي ٦/ ١٧٠، إعلاء السنن ١٦/ ٩١ رقم: ٥٢٦٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عن معاذ بن جبل وشريح رضي اللّٰه عنهما أنهما كانا لا يجيزانها حتى تقبض" اهـ. (رواه البيهقي ٦/ ١٧٠، إعلاء السنن ١٦/ ٩١ رقم: ٥٢٦٥ دار الكتب العلمية بيروت)

عن إبراهيم قال: الهبة لا تجوز حتى تقبض، والصدقة تجوز قبل أن تقبض.

(المصنف لعبد الرزاق / باب الهبات ٩/ ١٠٧، التعليقات على الهداية / كتاب الهبة ٦/ ٢٣٨ مكتبة البشرى كراچی)

ولا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة. (الفتاویٰ الهندية ٤/ ٣٧٧ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (الدر المختار مع الشامي ۴۹۳/۸ زكريا، خانية على الهندية ۲۶۱/۳ كوئٹه)

والقبض لا بد منه لثبوت الملک لقوله عليه السلام: لا يجوز الهبة إلا مقبوضة. (الهداية ۲۶۷/۳، الفتاویٰ التاتارخانية ۴۱۲/۱۴ رقم: ۲۱۵۳۶ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۱/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تاحیات خود مالک رہنے کی شرط پر نابالغ بیٹے کو تمام جائیداد ہبہ کرنا؟

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: والدین نے اپنی دیگر بالغ اولاد ہوتے ہوئے اپنے نابالغ بیٹے کو اپنی تمام تر جائیداد و مال ہبہ کردیا اور یہ شرط رکھی کہ جیتے جی ہم مالک اور ہمارے مرنے کے بعد بیٹا مالک، تو کیا یہ ہبہ صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اِس شرط کے ساتھ ہبہ کرنا کہ زندگی میں ہم مالک ہیں اور مرنے کے بعد فلاں بیٹا مالک ہے، یہ ہبہ نہیں؛ بلکہ وصیت ہے، اور وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی؛ لہٰذا والد کے انتقال کے بعد مذکورہ مال وجائیداد کسی ایک بیٹے کی نہ ہوگی؛ بلکہ مرحوم میت کے سب وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ اس میں وارث ہوں گے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ۵۰۹/۷)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال عليه الصلاة والسلام: لا تجوز الوصية لوارث إلا أن يشاء الورثة. (السنن الكبریٰ للبيهقي ۳۵۷/۹ رقم: ۱۲۷۹۸)

ولا تجوز الوصية لوارث لقوله عليه السلام إن الله أعطى كل ذي حق حقه إلا الوصية لوارث؛ ولأنه يتأذى البعض بإيثار البعض ففي تجويزه قطعية الرحم. (الهداية / كتاب الوصايا ۶۲۵/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۴/۸/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صرف بیع نامہ میں نام داخل کرانے سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی

سوال (۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے ۳۵/ سال قبل ایک مکان ۵۵/ سو روپئے میں خریدا تھا، اُس وقت اُس شخص کے پاس صرف ۲/ ہزار روپئے تھے، اور ۴/ ہزار روپئے قرضِ حسنہ لے کر اس مکان کو خریدا تھا، اور اس نے اِس خریداری بیع نامہ میں اپنی والدہ کا نام بھی شامل کرادیا تھا، اس کے بعد کئی مرتبہ اس مکان کی تعمیر ومرمت وغیرہ اپنے پیسوں سے کرائی۔ ۱۹۸۸ء میں خریدار کے چھوٹے بھائی نے اپنی ماں پر جج کے یہاں ایک دعویٰ کیا کہ میری والدہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں، اور یہ مکان مجھ کو زبانی دے دیا تھا، اب اس کو کاغذی شکل دے دی جائے، اور ایک جوابی دعویٰ والدہ سے داخل کرادیا، اِس مقدمہ میں عدالت نے اِس جوابی دعویٰ پر مالک مکان کے چھوٹے بھائی کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا، تو کیا والدہ صرف قانونی طور سے مالک تھیں؟ شریعت کے اعتبار سے ان کو مالک نہیں بنایا تھا؟ تو کیا والدہ کو یہ شرعی حق پہنچتا ہے کہ مکان وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو دے سکتی ہیں، اور اُنہوں نے یہ قانونی فائدہ اٹھاکر ایسا کیا، تو کیا سزا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ واقعہ صورتِ مسئولہ میں اگر اس شخص نے صرف اپنی ذاتی رقم سے مذکورہ مکان خریدا ہے اور زبانی یا تحریری طور پر اپنی ماں کو ہبہ وغیرہ نہیں کیا ہے، تو اس مکان کا وہ خود ہی مالک ہے، ماں اس کی مالک نہیں ہے، اور ماں کو اس کی اِجازت کے بغیر مکان میں تصرف کرنا شرعاً درست اور جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/ ۳۶)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا یحل مال امرء إلا بطیب نفس منه. (مشکاة المصابیح / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتیح / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۶/ ۱۱۸ المکتبة الأشرفیة دیوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۵/ ۷۲، شعب الإیمان للبیهقي

٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء؛ لأن كون الشيء ملكًا لرجل يقتضي أن يكون مطلقًا في التصرف فيه كيف ما شاء. (شرح المجلة ١٣٢/٤ رقم المادة: ١١٩٢ المكتبة الحقانية پشاور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۶/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ملکیت کے لئے سرکاری رجسٹری ضروری ہے؟

سوال (٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غابن کی چند لڑکیاں ہیں سب کو اپنی زندگی میں برابر جائیداد تقسیم کردی، سب کو قبضہ دے دیا، ایک لڑکی کے علاوہ سب کو سرکاری بیع نامہ بھی کرادیا ہے، اتنے میں غابن کا انتقال ہوگیا، کیا وہ لڑکی جس کا سرکاری بیع نامہ نہیں ہوا، وہ اپنی جائداد کی مالک رہے گی، جب کہ سرکاری بیع نامہ اُس کے نام نہیں ہے؟ کیا مالک بننے کے لئے سرکاری بیع نامہ ضروری ہے یا واہب کا ہبہ کردینا اور قبضہ دے دینا مالک بننے کے لئے کافی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکاری رجسٹری ضروری نہیں؛ بلکہ ہبہ اور قبضہ سے ملکیت تام ہوجاتی ہے۔

والقبض لا بد منه لثبوت الملك. (الهداية ٢٦٧/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۳/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہبہ مشاع تام نہیں ہوتا

سوال (٧):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کی ملکیت میں دو مکان تھے، زید کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ایک اہلیہ ہے، زید نے اپنے بیٹوں کو ایک مکان زندگی میں ہبہ کر دیا تھا اور بیٹوں نے وقتاً فوقتاً کبھی کبھار اس میں سکونت بھی اختیار کی تھی، مگر زید کی زندگی میں بیٹوں کے درمیان یہ مکان مشترک ہی رہا، تقسیم نہ ہوسکا، اس مکان کی تعمیر کے سلسلہ میں زید نے کچھ قرض اپنی اہلیہ سے بطور قرض بھی لیا، اور اس کے کاغذات بیٹوں کے نام کردئے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے اپنی زندگی میں اپنے لڑکوں کے نام جو مکان ہبہ کیا ہے، وہ حسبِ تحریرِ سوال ہبہ مشاع ہے، اور اس طرح کا ہبہ حضرت اِمام ابوحنیفہؒ کے مفتی بہ قول کے مطابق تام اور نافذ نہیں؛ لہٰذا یہ مکان زید کے تمام وارثین کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۶/ ۱۴۱ ڈابھیل)

هبة المشاع فيما لا يقسم لا تفيد الملك عند أبي حنيفةؒ، وفي القهستاني: لا تفيد الملك وهو المختار كما في المضمرات، وهٰذا مروي عن أبي حنيفة وهو الصحيح. (شامي / كتاب الهبة ٨/٤٩٦ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۳/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

دو بیٹوں کو مشترک طور پر دوکان ہبہ کرنا؟

سوال (۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے والد صاحب نے اپنی زندگی میں ان کی ایک دوکان جو تقریباً ۸/ فٹ چوڑی اور ۱۴-۱۵/ فٹ لمبی، اپنے دو بیٹے خالد اور رشید کو ہبہ کرکے اگریمنٹ بنوایا، اور والد کے انتقال کے بعد ضرورت کی وجہ سے اُس دوکان کو فروخت کر دیا گیا۔

اَب صرف سوال یہ ہے کہ کیا یہ ہبۃ المشاع ہے، جس کی وجہ سے ہبہ درست نہ ہو؟ اس

سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ یہ دوکان بازار کے جس حصہ میں تھی وہ علاقہ کاروباری اعتبار سے بہت ہی سست رفتار ہے، یہی وجہ ہے کہ اس دوکان کو کرایہ پر دینے میں بھی بہت دقت آتی تھی، اور جن لوگوں نے کرایہ پر لیا انہوں نے کرایہ کی رقم بہت ہی کم رکھی جو درحقیقت علاقہ کے اعتبار سے غلط نہیں تھی، اگر اس دوکان کو درمیان سے تقسیم کیا جائے تو تقریباً ۴-۴ رفٹ کی دوکان بن جاتی اور ظاہر ہے کہ ایسی دوکان اس علاقہ میں نہ خود خالد، رشید چلا سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی کرایہ دار اس کے لئے آگے بڑھتا، یعنی وہ ناقابل انتفاع ہوجاتی، یہ اس دکان کی، اس کے محل وقوع میں حیثیت تھی، تو کیا اب بھی یہ ہبۃ المشاع ہوکر ناقابل اعتبار رہوگا؟

نوٹ:- مذکورہ تفصیل کا مقصد محض حقیقت کشائی ہے، ہبہ کے صحیح ہونے یا کروانے کی کوشش نہیں ہے، اگر یہ ناقابلِ اعتبار بھی ہوجائے، تو الحمدللہ خالد رشید پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، خوف خدا کی وجہ سے ایک عرصہ کے بعد یہ پوچھا جارہا ہے۔ فقط بینوا توجروا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں حضرات صاحبینؒ کے نزدیک ہبہ درست اور تام ہوچکا ہے، اور ضرورت کے وقت اُن کے قول پر عمل کی گنجائش ہے؛ لہٰذا مذکورہ موہوبہ دوکان کو فروخت کر کے اس کی قیمت مذکورہ دونوں بیٹوں کے لئے آپس میں تقسیم کرلینا جائز ہے۔

وصح هبة اثنين لواحد داراً لا عكسه، خلافًا لهما، فإن عندهما تصح نظراً إلى أنه عقد واحد فلا شيوع. (مجمع الأنهر / كتاب الهبة ۳۵۸/۲ دار إحياء التراث العربي بيروت، كذا في البحر الرائق ۷۸۹/۷ كراچی)

وإن وهبها واحد من اثنين لا يجوز عن أبي حنيفة، وقالا يصح؛ لأن هذه هبة الجملة منهما إذ التمليك واحد فلا يتحقق الشيوع. (الهداية/ كتاب الهبة ۲۸۸/۳)

والمؤثر الشيوع عند القبض لا عند العقد حتى لو وهب الكل، ثم سلم النصف لا يجوز، ولو وهب النصف ثم النصف، وسلم الكل جاز. (الكفاية شرح الهداية ۴۹۶/۷ كذا في التعليقات على الهداية ۲۴۹/۶ مكتبة البشرىٰ كراچی)

وبما ذكره هٰهنا علم أن قوله: (تصح في محوز مقسوم) معناه أنها تملك بهٰذه الشروط، لا أن الصحة متوقفة على القسمة؛ لأنه لو وهب شائعًا بقسم، تصح الهبة من غير ملك، ولهذا لو قبضه مقسومًا. ملك. ولو كان شرطًا للصحة، لا حتيج إلى تجديد العقد، كما لا يخفى. (البحر الرائق / كتاب الهبة ۴۸۷/۷-۴۸۸ زكريا)

(فإن قسمه وسلّمه صح): أي لو وهب مشاعاً، لم قسمه وسلمه، جاز؛ لأن تمام الهبة بالقبض، وعنده: لا شيوع فيه. ولو سلمه شائعًا، لا يملكه حتى لا ينفذ تصرفه فيه، ويكون مضمونًا عليه، وينفذ فيه تصرف الواحب. (تبيين الحقائق / كتاب الهبة ۵۵/٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۷/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مملوکہ جائیداد کا ہبہ کرنا؟

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص زبانی چند جائیدادوں کا ہبہ کرے اور ان میں کسی ایک جائیداد میں ہبہ کرنے والے کا حصہ وملکیت نہ ہوتو کیا وہ ہبہ شرعاً جائز وقابلِ عمل ہوگا، یا وہ ہبہ اس لئے ناقابلِ عمل اور قابلِ تنسیخ ہوگا کہ وہ جزوی طور پر عمداً غلط کیا گیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس جائیداد میں دوسرے کا حصہ ہے، یا وہ اُس کی ملکیت بالکل نہیں ہے، تو واہب کے لئے اِس طرح ہبہ کرنا شرعاً درست نہیں ہے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اُس شخص کا اپنی غیر مملوکہ جائیدادوں کا ہبہ کرنا شرعاً درست نہیں ہوا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۹]

ومنها أن يكون مملوكًا للواهب، فلا تجوز هبة مال الغير بغير إذنه لاستحالة تمليك ما ليس بمملوك للواهب، كذا في البدائع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الأول ٤/ ٣٧٤، بدائع الصنائع، الهبة / ما يرجع إلى الموهوب ٥/ ١٦٩ المكتبة النعيمية ديوبند)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب / مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير ٩/ ٢٩١ زكريا، الأشباه والنظائر، الفن الثاني / كتاب الغصب ١٥٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ١٨/٧/١٤١٣ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہبہ تام ہونے کے بعد گواہ فوت ہوگئے؟

سوال (١٠):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی صاحب اپنا مکان اپنے بیٹے کے نام زبانی ہبہ کریں اور موہوب الیہ منظور وقبول کرے، نیز قبضہ بھی کرلے، جس دن زبانی ہبہ کرے اس کے بیس دن بعد یادداشت ہبہ کی تحریر مع گواہوں کے روبرو کردیں، اگر گواہ فوت ہوجائیں تو کیا شکل ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہبہ کی صحت کے لئے صرف ایجاب وقبول اور قبضہ شرط ہے؛ لہٰذا جب باپ نے اپنے بیٹے کے نام زبانی ہبہ کردیا اور بیٹے نے قبول کرکے اس پر قبضہ کرلیا، تو ہبہ تام ہوگیا اور بیٹا مکان کا مالک ہوگیا۔

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض. (الهداية ٣/ ٢٦٧، عناية مع الفتح ٩/ ١٩)

تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول: وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرعات لا تتم إلا بالقبض. (شرح المجلة لسليم رستم باز ١/ ٤٦١ رقم المادة ٨٣٧ كوئٹه، كذا في البحر الرائق / كتاب الهبة ٧/ ٤٨٣ زكريا)

البتہ اگر باپ کی کئی اولاد ہوں اور وہ بلا وجہ دوسروں کو محروم کر کے صرف ایک بیٹے کو مکمل مکان ہبہ کر دے تو وہ گنہگار ہوگا۔

رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز في القضاء، ويكون اٰثما فيما صنع.

(فتاویٰ خانية على هامش الفتاویٰ الهندية ۲۷۹/۳، الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ۶۹۶/۵ كراچی)

اور چوں کہ ہبہ کے تام ہونے اور ہبہ کی صحت کے لئے گواہ بنانا شرط نہیں؛ لہٰذا گواہوں کے فوت ہوجانے کی وجہ سے ہبہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

ويتم الهبة بالقبض الكامل. (الدر المختار مع الشامي/ كتاب الهبة ۶۹۰/۵ كراچی)

والإشهاد ليس بشرط لازم؛ لأن الهبة تتم بالإعلام. (شامي ۶۹۴/۵ كراچی)

سوى بينهم يعطي الإبنة مثل ما يعطي للإبن وعليه الفتوىٰ، هٰكذا في فتاوىٰ قاضي خان، وهو المختار، كذا في الظهيرية. (الفتاوى الهندية / الباب السادس في هبة الصغير ۳۹۱/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۵/۴ھ

ہبہ تام ہونے کے بعد باطل کرنا؟

سوال (۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ہبہ تام ہو جانے اور موہوب لہ کے قبضہ کر لینے کے بعد واہب کے لئے اِس بات کی گنجائش ہے کہ اپنے ہبہ کو باطل کر دے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہبہ تام ہونے کے بعد مالکان کی مرضی کے بغیر اسے باطل کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ

تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ [النساء، جزء آيت: ٢٩]

ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلاسبب شرعي، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه رده. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ٦٢/١، رقم المادة: ٩٧ المكتبة الحنفية كوئٹه)

تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، التبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٤١٢/١ رقم المادة: ٨٣٧ المكتبة الحنفية كوئٹه)

وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا غير مشاع مميزًا غير مشغول، وركنها هو الإيجاب والقبول، وحكمها ثبوت الملک للموهوب له غير لازم. (الدر المختار مع الرد المحتار / كتاب الهبة ٦٨٨/٥ كراچی)

يملک الموهوب له الموهوب بالقبض. (شرح المجلة ٣٨١/٣ رقم المادة: ٨٦١ مكتبه حقانيه پشاور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۷/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہبہ کرنے کے بعد واپسی کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے کوئی چیز کسی شخص کو ہبہ کرکے مالک بنادیا تھا، اُس کے بعد اب زید اُس چیز کا مطالبہ کررہا ہے کہ ہماری چیز ہمیں واپس کردی جائے؛ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ مطالبہ از روئے شرع کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنی ہبہ کردہ چیز کی واپسی کا مطالبہ کرنا شرعاً مکروہ ہے؛ تاہم اگر قاضی واپسی کا فیصلہ کردے یا موہوب لہ (ہبہ لینے والا) اپنی خوشی سے واپس کردے، تو

لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنہما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لیس لنا مثل السوء الذي یعود في ہبتہ کالکلب یرجع في قیئة. (صحیح البخاري، کتاب الھبة / باب الھبة للمشرکین ۳۵۷/۱)

وإذا وھب ھبةً لأجنبي فلہ الرجوع فیھا، والمراد بما روي نفی استبداد الرجوع. أما الکراھة فلازمة لقولہ علیہ السلام: العائد في ھبتہ کالعائد في قیئہ. (الھدایة / کتاب الھبة ۲۷۳/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۶/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَولاد کو جائیداد ہبہ کرنے کے بعد واپس لینا؟

سوال (۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جائیداد و مال اپنی سگی اولاد کو ہبہ کرنے کے بعد واپس لیا جا سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر صرف ہبہ کیا ہے اور مالک وقابض نہیں بنایا ہے، تو یہ ہبہ واپس ہوسکتا ہے، اور اگر ہبہ کرکے موہوب لہ کو مالک وقابض بنادیا ہے، تو اس کی مرضی کے بغیر ہبہ واپس نہیں لینا چاہئے؛ لیکن اگر سخت ضرورت ہوتو والد کے لئے اَولاد کو دئے گئے مال کو واپس لینے کی گنجائش ہے۔

عن ابن عمر وابن عباس رضي اللّٰہ عنہما عن النبي صلی اللّٰہ علیہ ولسم قال: لا یحل لرجل أن یعطي عطیة، أو یھب ھبة، فیرجع فیھا إلا الوالد فیما یعطي ولدہ، ومثل الذي یعطي العطیة، ثم یرجع فیھا کمثل الکلب یأکل، فإذا شبع قاء، ثم عاد قیئہ. (سنن أبي داؤد / باب الرجوع في الھبة رقم: ۳۵۳۹، نصب الرایة ۱۲۴/۴، بحوالہ: الھدایة / باب ما یصح رجوع وما لا یصح ۲۹۰/۳ مکتبہ بلال دیوبند، ۲۵۲/۶ مکتبہ البشری کراچی)

عن عامر قال : إذا وهب الرجل الهبة فهو أحق بها ما دامت في يده، فإذا أعطاها فقد جازت. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب البيوع / في الرجل يهب الهبة فيريد أن يرجع فيها ۲۳٦/۱۱ رقم: ۲۲۱۳۰)

والمراد بما روي نفي استبداد الرجوع وإثباته للوالد فإنه يتملكه للحاجة وذٰلک يسمى رجوعًا. (الهداية، كتاب الهبة / باب ما يصح رجوعه ومالا يصح ۲٥۳/٦ مكتبة البشرى كراچی، ۲۹۱/۳ مكتبه بلال ديوبند)

قوله: نفي استبداد الخ، أي عدم استقلال الواهب بالرجوع من غير قضاء ولا رضا، إلا الوالد إذا احتاج إلى ذٰلک، فإنه ينفرد بالأخذ لحاجته بلا قضاء وإلا رضاء. (البناية شرح الهدية ٥۲۷/۱۲ كذا في لتعليقات على الهداية ۲٥۳/٦ مكتبة البشریٰ كراچی، ۲۹۱/۳ مكتبه بلال ديوبند)

وللواهب أن يرجع في هبته قبل أن يقبضه الموهوب له، كان الموهوب له حاضرًا، أو غائبًا، أذن له في قبضه أم لم يأذن. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٤۹/۱٤ زكريا)

وفي الكفاية قول: المراد بما روى نفى استبداد الرجوع يعني الواهب لا يقبد بالرجوع في هبته؛ بل لا بد من القضاء أو الرضاء لا الوالد؛ فإنه يستبد بالرجوع فيما يهبه لولده عند احتياجه إلى ذٰلک للإنفاق على نفسه، وذٰلک قد يسمىٰ رجوعًا في الهبة مجازًا. (الكفاية على شرح الهداية: فتح القدير ۱۱/۹ المكتبة الأشرفية ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۸/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہبہ کرنے کے بعد باپ کا جائیداد واپس لینا اور اُس میں تصرف کرنا؟

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: عابد نے اپنے لڑکوں کو زمین عطیہ کرکے زمین تقسیم کردی قبضہ دے دیا، اس کے بعد عابد کسی ایک لڑکے سے ناراض ہوا اور اپنے دوسرے لڑکوں کو اس کی زمین جس سے ناراض ہوا ہے، بغیر اس کی رضامندی کے خود زراعت شروع کردی، جس بیٹے سے باپ ناراض ہے اس کا رہن سہن، کاروبار الگ ہے، کیا ان کا اس بیٹی کی زمین کا جوتنا اور کھونا بغیر اس کی رضامندی کے جائز ہے یا ناجائز؟ اور وہ باپ بھائی ”**لا یحل مال امرءٍ الا بطیب نفسٍ منه**“ میں داخل ہوگا یا نہیں؟ اور جب یہ زمین زبردستی قبضہ کرکے زراعت کی ہے، تو اس میں غصب کا مسئلہ ہوگا کہ کل مال جو اس میں پیدا ہو مغصوب منہ کا رہے گا اور غاصب کو جوت کھود کی مزدوری ملے گی یا کل زراعت کا آدھا ملے گا؟ جو شرعی حکم ہو آگاہ کریں؟ اگر مغصوب منہ کو نہیں دیا، تو یہ کمائی ہوئی رقم قرض ہوگی یا نہیں؟ جیسا کہ ضمیمہ بہشتی زیور حصہ ۱۱ر میں تحریر ہے کہ بیٹے کا مال جب کہ باپ ضرورت مند ہو تو بغیر بیٹے کی رضامندی کے باپ کے ذمہ قرض ہے، جیسے دوسروں کا مال نہیں کھاسکتا بغیر رضا کے ایسے ہی بیٹے کا بھی نہیں کھاسکتا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعۃً بیٹوں کو ہبہ کرکے قبضہ بھی دے دیا ہے تو اَب بلا شدید ضرورت کے رضامندی کے بغیر کسی بیٹے سے جائیداد واپس نہیں لی جاسکتی۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں باپ کا بیٹے کی مقبوضہ ومملوکہ زمین کو اس کی رضامندی کے بغیر اپنے استعمال میں لانا مناسب نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم العائد في هبته كالعائد في قيئه. (صحيح البخاري، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها / باب لا يحل لأحد أن يرجع في هبته وصدقته ۳۵۷/۱ رقم: ۲۶۲۱ دار الفكر بيروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الرجل أحق بهبته ما لم يُثَب منها. (سنن ابن ماجة، كتاب الهبات / باب من وهب هبته رجاء

ثوابها ۱۷۲/۲ رقم: ۲۳۸۷، المستدرك للحاكم / كتاب البيوع ۶۰/۲ رقم: ۲۲۲۳ دار الكتب العلمية)

عن عامر قال: إذا وهب الرجل الهبة فهو أحق بها ما دامت في يده، فإذا أعطاها فقد جازت. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب البيوع / في الرجل يهب الهبة فيريد أن يرجع فيها ۲۳۶/۱۱ رقم: ۲۲۱۳۰)

وإن وهب هبة لذي رحم محرم منه لم يرجع فيها. (الهداية ۲۹۲/۳ مكتبه بلال)

لأنه حصل بسبب خبيث وهو التصرف في ملك الغير. (الهداية ۳۵۹/۴)

الهبة أنواع هبة لأجنبي وهبة لذي رحم محرم، وهبة لذي رحم ليس بمحرم، أو لمحرم ليس بذي رحم، وفي جميع ذٰلک للواهب حق الرجوع قبل التسليم، وبعد التسليم ليس له حق الرجوع في ذى الرحم المحرم، وفيما سوى ذٰلک له حق الرجوع إلا أن بعد التسليم لا ينفرد الواهب بالرجوع؛ بل يحتاج فيه إلى القضاء، أو الرضاء، وقبل التسليم ينفرد الواهب بذلک، وإذا وهب أحد الزوجين لصاحبه لا يكون له حق الرجوع. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۴۴۸/۱۴ رقم: ۲۱۶۷۰ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۳/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کا لڑکوں کے نام زمین ہبہ کر کے اُس میں ثالث کو شریک ٹھہرانا اور اُسے فروخت کرنا؟

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے دو لڑکے ہیں اور چار لڑکیاں ہیں، زید کی بیوی بسم اللہ خاتون کا پندرہ سال قبل انتقال ہوگیا، پندرہ سال کے بعد زید نے دوسرا نکاح بقول زید اِن شرائط پر کیا کہ: ’’میں دوسرا نکاح اِن شرائط پر کر رہا ہوں کہ کل اراضی کو میں ابوبکر (جو بڑا لڑکا ہے) اور عمر (جو چھوٹا لڑکا ہے) کو دے رہا ہوں‘‘ اور دوسرے لفظوں میں میں نے اپنی کل اراضی کو اِن دونوں لڑکوں کو ہبہ کر دیا، اور اِسی وقت

سے اِن دونوں لڑکوں کو مالک وقابض بنادیا ہے اور اس کی آمدنی بھی وہی لے رہے ہیں، مسجد میں بیٹھ کر جو قسمیہ جملے استعمال کیے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں: ”میں حلفیہ کہتا ہوں کہ اس کل آراضی میں سے ہونے والی بیوی کا کوئی حق نہیں رہے گا، اور نہ ہی ہونے والے بچوں کا اس آراضی میں سے کوئی حق ہوگا“۔ مذکورہ جملے حلفیہ طور پر چند جگہ استعمال کیے، زید سرکاری ملازم ہے، بقول زید کہ موجودہ تنخواہ ہونے والی بیوی کے لئے اور آئندہ ہونے والے بچوں کے لئے رہے گی، اس تنخواہ میں سے ابوبکر اور عمر کو کچھ نہیں ملے گا، گذشتہ فنڈ میں ہونے والی بیوی، ابوبکر اور عمر دونوں فریق شریک رہیں گے، اِس عہد وپیمان کے پانچ باشرع لوگ شاہد ہیں، اور زید نے خود لڑکوں سے یہ عہد کیا کہ جس وقت آپ دونوں بھائی بیع نامہ کرانا چاہیں کرالیں، میں بخوشی ہر وقت تیار ہوں۔ مندرجہ بالا گواہوں کے روبرو یہ جملے کہے گئے، اب موجودہ وقت میں ابوبکر وعمر نے اپنے والد زید سے کہا کہ آپ کل آراضی کا بیع نامہ کرادیں، تو زید نے گذشتہ عہد وپیمان کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یہ کہا کہ کسی بھی صورت میں بیع نامہ نہیں کراؤں گا۔ یاد رہے کہ نکاحِ ثانی کے ایک سال کے بعد دوسری بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوا، لڑکے کی پیدائش کے بعد ابوبکر اور عمر نے اپنے والد زید سے بیع نامہ کے لئے کہا تو اُنہوں نے انکار کردیا، اور کہا کہ میں آراضی کا بیع نامہ نہیں کروں گا؛ کیوں کہ اِس آراضی میں ہونے والا بچہ بھی شریک ہے، اور بقول ابوبکر وعمر زید نے آراضی کو فروخت کرنا شروع کردیا۔ مفتیانِ کرام اس مسئلہ کی وضاحت فرماکر برائے کرم یہ بتائیں کہ زید کی کل آراضی بعد الہبہ ابوبکر وعمر کی رہے گی یا ثالث بھی شریک رہے گا، یا زید کو اس کا اختیار ہے کہ فروخت کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال تفصیلِ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ زید نے اپنے لڑکوں کو زمین ہبہ کرکے اس پر قبضہ ودخل بھی لڑکوں کو ہی دے دیا ہے؛ لہٰذا ہبہ صحیح ہوگیا، اور وہ لڑکے اس زمین کے شرعاً مالک ہوگئے، اب زید کا ہبہ سے انکار صحیح نہیں ہے، اور اس زمین میں زید کی دوسری بیوی کی اولاد کا کوئی حق نہیں ہے۔

واضح رہے کہ از روئے شریعت موہوب لہ کی ملکیت ثابت ہونے کے لئے اس کے نام بیع نامہ رجسٹری ضروری نہیں؛ بلکہ ہبہ کے بعد قبضہ کافی ہے۔

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض. (الهداية / كتاب الهبة ۲۸٦/۳ مكتبه بلال)

ولا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة، ويستوي فيه الأجنبي والولد إذا كان بالغًا. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الثاني فيما يجوز من الهبة ۳۷۷/٤ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (الدر المختار/ كتاب الهبة ٦۹۰/٥ دارالفكر بيروت، ٤۹۳/۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکان موہوب پر کسی کو کرایہ دار رکھنا؟

سوال (۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر مکان موہوب واہب کے سامان سے مشغول ہو تو ہبہ مکمل نہیں ہوگا، سوال یہ ہے کہ اگر واہب نے مکان میں کسی کرایہ دار کو رکھا تھا، تو کیا یہ بھی اس مکان کو مشغول کرنا سمجھا جائے گا؟ جب کہ ایسا ہوتا ہے کہ ملکیت بدل جاتی ہے اور کرایہ دار باقی رہتا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک کرایہ کا معاملہ آپسی رضامندی سے براہِ راست نئے مالک سے طے نہ ہو اس موہوبہ مکان پر موہوب لہ کا قبضہ تام نہ ہوگا۔ جیسا کہ درج ذیل جزئیہ سے واضح ہوتا ہے:

لو وهب طفله دارًا يسكن فيها قوم بغير أجر جاز، ويصير قابضًا لابنه، لا لو كان بأجر. (شامي / كتاب الهبة ٤۹٥/۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے نام مکان رجسٹرڈ کر کے کسی عزیز کو بطور عاریت اُس میں ٹھہرانا؟

سوال (۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دوسرے مکان کے سلسلہ میں زید نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ چوں کہ زندگی میں میں نے تم کو کھانا کپڑا دیا مگر مکان نہیں دیا (زندگی بھر مدرسہ کے وقف کے مکان میں رہے) اس لئے یہ مکان میں تم کو سکنیٰ میں دیتا ہوں، چناں چہ زید نے اس مکان کے کاغذات اپنی اہلیہ کے نام کر دئے، اور عاریۃً اپنے ایک عزیز کو اس میں ٹھہرا دیا، زید کی وفات کے بعد تک وہ اس میں رہے، وفات کے بعد مکان خالی کر کے چابی زید کی اہلیہ کے پاس آ گئی؛ لیکن اہلیہ زید کی زندگی میں نہ جا سکی، اور اسی کے ساتھ زید نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ بیٹیاں تمہارے ساتھ رہیں گی، جب آئیں گی، زید کے انتقال کو اس وقت ۱۹-۲۰/ سال ہو گئے ہیں؟ زید کے انتقال کے آٹھ سال بعد زید کی اہلیہ نے اس مکان کو بیچ دیا، اور پھر اس رقم کو اپنی ملکیت سمجھتے ہوئے اپنی تینوں بیٹیوں کو اپنی صواب دید پر کچھ کچھ دے دیا؛ تا کہ وہ اپنی اپنی زمین خرید لیں، اس صورتِ حال میں ان دونوں مکان کی تقسیم ورثہ کے درمیان شرعی طور سے کیا ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے اگر دوسرا مکان حقِ سکنی کے عوض اپنی اہلیہ کے نام رجسٹرڈ کر کے انہیں کی مرضی سے یا ان کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت سے کسی عزیز کو اس مکان میں بطور عاریت ٹھہرایا ہے، جیسا کہ سوال کا قرینہ دال ہے، تو یہ مکان شرعاً زید کی اہلیہ کی ملکیت میں آ چکا ہے، اور وہ اس میں ہر طرح کے تصرف کی مجاز ہیں؛ تاہم بہتر ہے کہ وہ سب اولاد لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ ہبہ میں برابری کا معاملہ کریں۔

وحاصله أن التخلية قبض حكمًا لو مع القدرة عليه بلا كلفة؛ لكن ذٰلك يختلف بحسب حال المبيع، وفي نحو دار فالقدرة على إغلاقها قبض. (شامي كتاب البيوع / مطلب في شروط التخلية ٦/٧ ٩ زكريا)

ثم لاخلاف بين أصحابنا في أن أصل القبض يحصل بالتخلية في سائر الأموال. (بدائع الصنائع ١٤٠/٥ مكتبه رشيديه كوئٹه، ٤٩٨/٤ زكريا)

تفسير التسليم والقبض فالتسليم والقبض عندنا هو التخلية، والتخلي وهو أن يخلى البائع بين المبيع وبين المشتري بدفع الحائل بينهما على وجه يتمكن المشتري من التصرف فيه، فيجعل البائع مسلماً للمبيع والمشتري قابضًا له.

(بدائع الصنائع ٢٤٤/٥ مكتبه رشيديه كوئٹه، ٤٩٨/٤ زكريا)

يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة إلا لزيادة فضل له في الدين، وإن وهب ماله كله لواحد جاز قضاء، وهو آثم، كذا في المحيط. (البحرا لرائق / كتاب الهبة ٢٨٨/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۳/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اپنی جائیداد فروخت کرکے اولاد کی کفالت و پرورش میں خرچ کرنا؟

سوال (۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک جائیداد مجھے میرے والد مرحوم سے تحریری وزبانی وراثت میں ملی ہے، اس جائیداد میں میرے چار لڑکوں نے قبضہ کررکھا ہے، یہ چار لڑکے بالغ ہیں، اور میرے خرچ کی کفالت بھی نہیں کررہے ہیں، اور چار لڑکے نابالغ ہیں، جو کہ میرے ساتھ ہی رہ رہے ہیں، ایسی حالت میں اس جائیداد کو فروخت کردوں اور اس پیسہ سے میں اپنا قرض ادا کردوں، اور بقیہ پیسہ اپنی کفالت خرچ کے لئے رکھوں یا نہیں؟ اس بارے میں شریعت کیا اجازت دیتی ہے؟ دوسرے یہ کہ اس کی قیمت مثال کے طور پر ایک روپیہ ہے، تو اس کو میں اپنی کل اولاد پر کس طرح تقسیم کروں؟ اور اس میں سے میرا اور میری بیوی کا حصہ سہام بتادیں، اِن دونوں باتوں کا خلاصہ جس طرح شریعت اجازت دیتی ہو، تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ اپنی زندگی میں اپنی کل جائیداد کے مالک ومتصرف ہیں، اگر ضرورت ہو تو اُسے فروخت کرکے اپنا قرض وغیرہ ادا کرسکتے ہیں، اور اگر زندگی میں آپ بچوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں، تو سب لڑکے لڑکیوں کو برابر برابر حصہ دے دیں، اور حسبِ ضرورت بیوی کو بھی دے دیں۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (التفسير البيضاوي / الفاتحة: ٧)

ذكر المعلى بن منصور عن أبي يوسف: لا بأس بأن يؤثر الرجل بعض ولده على بعض، إذا لم يرد الإضرار، وينبغي أن يسوي بينهم إذا كان يريد [العدل] فإن كانوا ذكورًا وإناثًا سوى بينهم في العطية، لقول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: (أكل ولدك أعطيت مثل ما أعطيت هٰذا؟) (مختصر اختلاف العلماء لأبي جعفر الطحطاوي، كتاب الهبة / في تخصيص بعض الولد بالهبة ١٤٢/٤ رقم: ١٨٤٣ دار البشائر الإسلامية) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۰/۲/۳ھ

تعلیمی ضروریات میں رقم خرچ کرکے واپس مانگنا؟

سوال (۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ماموں جان نے میری اولاد کی طرح پرورش کی، پڑھایا لکھایا، میری تعلیم پر تقریباً ۲۲/ ہزار روپے خرچ کئے، اگر ماموں اس مذکورہ رقم کا مجھ سے مطالبہ کریں کیا مجھے رقم کی ادائیگی کرنی چاہئے اور کتنی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بچپن میں آپ کے ماموں نے آپ کی تعلیم وتربیت پر جو کچھ خرچ کیا ہے، وہ سب تبرع اور احسان ہے، بعد میں اُس کے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔

عن الثوري قال: ونقول: ذو الرحم ذو الرحم، قال: ونقول: لا يكون

الثواب حتى يهبه، ويقول: هٰذا ثواب ما أعطيتني، وإن أعطاه مثل ذٰلك.

(المصنف لعبد الرزاق، مواهب / باب الهبات ١٠٩/٩ رقم: ١٦٥٣٥)

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا كانت الهبة لذي رحم محرم لم يرجع فيها. (المستدرك للحاكم / كتاب البيوع ٦١/٢ رقم: ٢٣٢٤ دار الكتب العلمية بيروت، السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الهبة / باب المكافاة في الهبة ١٨١/٩ رقم: ١٢٢٥٧، سنن الدارقطني / كتاب البيوع ٣٩/٣ رقم: ٢٩٥٥)

أما إذا كان بغير أمره – فلأنه تبرع باسقاط الحق عنه – فلا يملك أن يجعل ذٰلك مضموناً عليه. (بدائع الصنائع، كتاب الهبة / شرط جواز التعويض ١٨٩/٥ المكتبة النعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷؍۷؍۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اپنا زیور اپنی مرضی سے خرچ کرنے کے بعد شوہر سے مطالبہ کرنا؟

سوال (۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سعید کی شادی مؤرخہ ۱۴؍۴؍۱۹۹۹ کو مسمی سعدیہ کوثر کے ساتھ ہوئی، میاں بیوی نے تقریباً دس سال بحسن وخوبی زندگی گذاری، اس دوران ایک لڑکی تولد ہوئی، بیوی کے والدین نے اس کو ۱۴۰؍ گرام سونے کے زیورات دئے اور شوہر کو ۲۱؍ گرام زیورات بطور تحفہ دئے، شوہر سعید کے ذمہ داروں نے سعدیہ کوثر کو ۸۷؍ گرام سونا کے زیورات دئے کل ملا کر بیوی کے زیورات ۲۲۷؍ گرام ہوئے، اب میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہوا نا اتفاقی اس حد تک پہنچ گئی کہ بیوی نے خلع کی درخواست دار القضاء میں دیدی، اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ سعدیہ کے ۲۲۷؍ گرام زیورات میں سے ۱۲۱؍ گرام زیورات انہیں کے پاس ہیں، بقیہ ۱۰۶؍ گرام زیورات کا حساب درج ذیل ہے:

الف:- ۴؍ گرام سونے کا ایک زیور بیوی پہن کر کسی تقریب میں گئی، رات میں سوتے

وقت بیوی نے وہ زیور نکال کر شوہر کو حفاظت کے لئے دے دیا، شوہر اس کو جیب میں رکھ کر سویا، اس دوران وہ زیور غائب ہوگیا، صبح کو میاں بیوی نے مصالحت کرلیا کہ جو چیز گم ہوگئی اس کو چھوڑ دیا جائے، اب اس کا مطالبہ بیوی کی طرف سے کیا جارہا ہے، جب کہ اس واقعہ کو ہوئے دس سال ہوگئے، کیا اس زیور کا ضمان شوہر پر شرعاً واجب ہے؟

ب:- شوہر کے بھائی کی شادی ہوئی ایسے موقعوں پر نئے جوڑے کو تحفہ دینے کا رواج ہے، اس رواج کے مطابق میاں بیوی اپنی رضا مندی کے ساتھ ۱۶؍ گرام کا ایک زیور نئے جوڑے کو تحفہ میں دیا، اس واقعہ کو گذرے ہوئے تقریباً ۵؍ سال ہوگئے، اب علیحدگی کی صورت میں بیوی کی طرف سے اس زیور کا مطالبہ ہورہا ہے، کیا شرعاً شوہر پر اس زیور کا تحفہ واپس لے کر لوٹانا واجب ہے؟

ج:- بیوی کے والدین بہت قرض دار تھے اور اس وجہ سے وہ بہت پریشان رہتے تھے، انہوں نے اپنے داماد سے درخواست کیا کہ کہیں سے سودی قرض لے کر دیں، داماد نے ان کے لئے سودی قرض کا انتظام کردیا، اور اس کے علاوہ عقد کے کئی سال تک عدم استقرار حمل رہا، شوہر نے استقرار حمل کے علاج کے لئے بھی سودی قرض لیا، اس کی صورت حقیقت یہ ہے کہ داماد نے سسرال والوں کے قرض اور بیوی کے لئے علاج کے لئے بھی سودی قرض لیا، سودی قرض اتنا ہوگیا کہ اس کو ادا کرنا محال ہوگیا، تو ایسی مجبوری کی صورت میں سعدیہ نے شوہر سے کہا کہ میرے زیورات فروخت کرکے اس سود کی رقم ادا کردو، سعدیہ کے حکم سے شوہر سعید نے ۷۷؍ گرام سونے کے زیورات فروخت کرکے ادا کیا، بعد میں سسرال والوں نے اصل رقم ادا کرکے قرض کو ختم کیا، اب سوال یہ ہے کہ ۷۷؍ گرام سونا جو سعدیہ کوثر کے حکم سے فروخت کرکے سعید نے سود کی رقم ادا کی ہے، کیا ان زیورات کا شوہر پر ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو زیورات بیوی نے برضا ورغبت فروخت کرادئے اور اس کی رقم آپسی رضا مندی سے قرض وغیرہ میں ادا کردی گئی، اسی طرح جو زیور بیوی نے دیور کی

شادی میں ہدیہ کیا، نیز شوہر سے گم شدہ جس زیور پر مصالحت ہوچکی تھی، ان تمام چیزوں کا اب خلع کے وقت مطالبہ درست نہ ہوگا۔

عن عمر بن شعیب عن أبیه عن جده رضي اللّٰه عنه عن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لیس علی المستعیر غیر المغلّ ضمان، ولا علی المستودع غیر المغل ضمان. (سنن الدارقطني / کتاب البیوع ٣٦/٣ رقم: ٢٩٣٩)

والعاریة أمانة إذا هلکت من غیر تعدٍ لم یضمن. (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب العاریة / الفصل الرابع ٧٧/١٦ رقم: ٢٤٢٥١ زکریا)

حکم الهبة ثبوت الملک للموهوب له غیر لازمٍ. (الفتاویٰ التاتارخانیة ٤١٣/١٤ زکریا)

کل یتصرف في ملکه ما شاء. (شرح المجلة لسلیم رستم باز ٦٥٣/١) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مکان خرید کر والدہ کے نام کر کے اُس کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ کی ایک کنواری اولاد عمر نے اپنے نام ایک مکان خریدا پھر بعد میں عمر نے اس مکان کو اپنی ماں ہندہ کے نام کردیا، اب عمر ہندہ سے کہتا ہے کہ میرا مکان مجھے دے دو، ہندہ کا کہنا ہے کہ مکان میرے نام ہے میں سب اولاد کو برابر تقسیم کردوں گی؛ کیوں کہ مکان اب ہندہ کے نام میں ہے، کیا ایسی صورت میں عمر کا مکان پر دعویٰ صحیح ہے یا ہندہ اپنی سب اولادوں میں تقسیم کردے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ مکان ہندہ کے قبضہ میں دے دیا گیا ہے تو اب اس میں دینے والے لڑکے کو تصرف کرنے کا حق نہیں ہے، ہندہ جس کو چاہے وہ مکان تقسیم کرسکتی ہے، ہاں اگر محض کاغذی طور پر ہبہ کیا ہو ہندہ کا قبضہ نہ ہوا ہو، تو اس ہبہ کا اعتبار نہیں، اور مکان صرف خریدنے والے لڑکے ہی کا ہوگا، دوسرے اس میں مستحق نہ ہوں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۴۸/۱۳)

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض …… والقبض لا بد منه لثبوت الملك ولنا قوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة، والمراد نفي الملك؛ لأن الجواز بدونه ثابت. (الهداية / كتاب الهبة ۲۸۱/۳ دار المعارف ديوبند، ۲۸۶/۳ مكتبه بلال ديوبند، ۲۳۸/۶ مكتبة البشریٰ كراچی، كذا في البحر الرائق / كتاب الهبة ۴۸۳/۷ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الهبة ۴۹۱/۳ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بہن اپنا حصۂ جائداد بھائی کو ہبہ کرنے کے بعد واپس لے سکتی ہے؟

سوال (۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے باپ نے لڑکی کی بھی شادی کرادی اور لڑکے کی بھی شادی کرادی، اس کے بعد لڑکا اور لڑکی کے ماں باپ مرگئے، اس کے بعد زمین وغیرہ کے حصہ آدھا بہن کی طرف نکلتا ہے اور آدھا بھائی کی طرف، تو بہن نے خوشی کے ساتھ اپنا آدھا حصہ بھائی کو دے دیا، یعنی اپنی زمین بھائی کے نام سے رجسٹری کردیا، پھر اُس کی بہن کے گھر والے بہن پر ظلم وستم کرنے لگے کہ اپنے بھائی کو زمین کیوں دے دی؟ جاؤ بھائی کے گھر جاؤ، وہیں کھاؤ پیو، بار بار گھر سے نکالتا ہے؛ لیکن اب لڑکی کا بھائی گیہوں کے موسم میں گیہوں، دھان کے موسم میں دھان اور پاٹ کے موسم میں پاٹ ہر چیز دیتا ہے، اب اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شرعی طور پر مذکورہ زمین میں لڑکی کا حق تہائی اور لڑکے کا دو تہائی حق تھا، جب لڑکی نے برضا ورغبت اپنی زمین کا حصہ بھائی کو دے دیا، تو اسے واپس لینے لینے کا حق نہیں ہے اور بھائی ہر سال جو پیداوار دیتا ہے، وہ اس کی طرف سے احسان اور تبرع ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم

العائد في هبته كالعائد في قيئه. (صحيح البخاري، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها / باب لا يحل لأحد أن يرجع في هبته وصدقته ٣٥٧/١ رقم: ٢٦٢١ دار الفكر بيروت)

فلو وهب لذي محرم منه نسبًا لا يرجع. (الدر المختار، كتاب الهبة / باب الرجوع في الهبة ٧٠٤/٥ دار الفكر بيروت)

وفي الفتاوىٰ العتابية: الرجوع في الهبة مكروه في الأحوال كلها، ويصح. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الهبة / الرجوع في الهبة ٤٤٨/١٤ رقم: ٢١٦٦٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا اولاد کا اپنے ماں باپ سے حصہ مانگنا جائز ہے؟

سوال (۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر کا انتقال چار سال پہلے ہوا ہے، میں اکبری بیگم جس مکان میں رہتی ہوں، وہ مکان ۸۰ر گز جگہ میں ہے، میرے چار لڑکے ہیں، اور تین لڑکیاں ہیں، دو لڑکوں کی شادی ہوگئی ہے اور ایک بڑا لڑکا دماغی حالت اس کی ٹھیک نہیں ہے، اور دو لڑکوں کی شادی ہوچکی ہے، دو لڑکے جو شادی شدہ ہیں وہ مجھے بہت پریشان کرتے رہتے ہیں، اور اپنا حصہ مانگ رہے ہیں، اور میں چھوٹے لڑکے کے ساتھ میں رہتی ہوں، میں بہت پریشان ہوں، میں شرع سے جس کے حصے میں جو بھی جگہ آئے آپ فتویٰ دے دیں؛ تاکہ میں اُسے دے دوں، اور میرا بڑا لڑکا جس کے دماغی حالات ٹھیک نہیں ہیں، میں اس لڑکے کا کھانا کپڑا انہلانا خود کرتی ہوں، اور اُس کے پیر میں ناسور ہے، اور وہ واکر سے چلتا ہے، فتویٰ دیجئے کس کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی زندگی میں آپ کی کسی اولاد کو آپ کی ملکیت میں اپنا حصہ مانگنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے، آپ کو اختیار ہے کہ آپ کسی اولاد کو زندگی میں کوئی

حصہ نہ دیں، اور آپ کی وفات کے بعد جو اولاد باحیات ہوں گی، ان میں سے ہر لڑکی کو اِکہرا اور ہرلڑکے کو دوہرا حصہ دیا جائے گا۔ بریں بنا جو لڑکے آپ کو اپنا حصہ مانگ کر پریشان کررہے ہیں، وہ سخت گنہگار ہیں، اُنہیں اِس کا ہرگز حق حاصل نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوۡلَادِكُمۡ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: رضا الرب في رضا الوالد، وسَخَطُ الرب في سخطِ الوالد. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدين ۲/۱۲ المكتبة الأشرفية ديوبند، صحيح ابن حبان ۲۲۸/۱ رقم: ۴۳۰ دار الفكر بيروت، المستدرك للحاكم ۱۵۲/۴، كنز العمال ۲۰۰/۱۶ رقم: ۴۵۵۴۴، الترغيب والترهيب مكمل ص: ۵۳۷ رقم: ۳۷۹۴ بيت الأفكار الدولية)

كل أحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعين. (كنز العمال ۷۶/۶ رقم: ۱۵۲۸۵)

كل ذي مال أحق بماله يصنع به ما شاء. (كنز العمال ۷۶/۶ رقم: ۱۵۲۸۶)

إذ لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أخيه بغير سبب شرعي. (شامي ۱۰۶/۶ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۷/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی زندگی میں بیٹے کا حصہ طلب کرنا؟

سوال (۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے والد کا ایک دادا لٰہی مکان ہے۔ ہمارا چھوٹا بھائی جو والد کا نافرمان ہے، ماں باپ کے کہنے کے مطابق نہ پڑھائی کی اور نہ کام کیا۔ اور شادی بھی والدین کی مرضی کے خلاف کرلی، اب وہ گھر میں گھس کر شر پھیلا رہا ہے، اور مطالبہ کررہا ہے کہ میرا حصہ دو، آپ سے درخواست ہے کہ اس کا کتنا

حصہ بنتا ہے؟ جب کہ ہم سات بہن بھائی ہیں اور ماں باپ بھی حیات ہیں، چار بہنیں اور تین بھائی ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں آپ کے والد صاحب کو اپنے مکان اور اُس کی قیمت پر مکمل اختیار حاصل ہے۔ کسی بھی اولاد کو اُن کی زندگی میں اپنے حصے کے مطالبے کا حق نہیں ہے؛ تاہم اگر والد صاحب زندگی ہی میں اپنا مال بخوشی تقسیم کرنا چاہتے ہیں، تو اپنے سب لڑکے لڑکیوں کو برابر برابر حصہ دے کر قابض بنادیں، اور اُس میں سے جتنا چاہیں اپنے لئے روک لیں۔

المالک هو المتصرف في الأعیان المملوکة کیف شاء. (التفسیر البیضاوي / الفاتحة:۷، شرح المجلة للأتاسي رقم: ۱۱۹۲)

أما بیان الوقت الذي یجري فیه الإرث، قال مشائخ بلخ: الإرث یثبت بعد موت المورث. (شامي ۷۵۸/٦ کراچی، البحر الرائق ۳٦٤/۸ زکریا)

ولو وهب رجل شیئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضیل البعض علی البعض في ذٰلک لا روایة لهٰذا في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ أنه لا بأس به إذا کان التفضیل لزیادة فضل له في الدین، وإن کانا سواء یکره. وروی المعلی عن أبي یوسف أنه لا بأس به إذا لم یقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوی بینهم یعطي الإبنة مثل ما یعطي للإبن وعلیه الفتویٰ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الهبة / الفصل السادس في الهبة للصغیر ۳۹۱/٤ زکریا، عمدة القاري ۱٤۲/۱۳ بیروت)

وفي الخلاصة: المختار التسویة بین الذکر والأنثیٰ في الهبة، ولو کان ولده فاسقًا. (البحر الرائق / کتاب الهبة ۲۸۸/۷ کراچی، ٤۹۰/۷ زکریا)

وذهب الجمهور إلی أن التسویة مستحبة، فإن فضل بعضًا صح وکره، وحملوا الأمر في حدیث النعمان علی الندب، والنهي علی التنزیه. (إعلاء السنن،

كتاب الهبة / باب استحباب التسوية بين الأولاد ۹۷/۱٦ إدارة القرآن كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَولاد کے لئے والد کی زندگی میں بٹوارہ کا مطالبہ جائز نہیں؟

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے دو شادیاں کیں جس میں پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے اور دوسری بیوی سے پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں، پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے، اور اُس کے لڑکے کی شادی ہوچکی ہے، وہ لڑکا اپنا مکان بنا کر رہتا ہے، دوسری بیوی کی ایک لڑکی کی شادی ہوچکی ہے اور دوسری لڑکیوں کی شادی کی تیاری ہے، والد نے اپنی پانچ بیگھہ زمین فروخت کردی ہے، پہلی بیوی کا لڑکا بٹوارہ چاہتا ہے، مگر والد صاحب انکار کررہے ہیں؟

(۲) پہلی بیوی کے لڑکے نے اپنا مکان بنا رکھا ہے، کیا اُس کی مالیت میں والد اور دوسری بیوی یا اور بچوں کا حق ہے، شریعت کے حساب سے کتنا ہوتا ہے؟

(۳) والد ابھی حیات ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ جب تک میرے سب بچوں کی شادی نہیں ہوجاتی ہے، کوئی بٹوارہ نہیں ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والد کی حیات میں اَولاد کو اُس کی جائیداد میں اپنے حصہ کا مطالبہ کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے؛ بلکہ والد خود مختار رہے، وہ اپنی ملکیت میں جیسے چاہے تصرف کرسکتا ہے، پس مسئولہ صورت میں پہلی بیوی کے لڑکے کا والد کے اوپر بٹوارہ کا دباؤ ڈالنا جائز نہیں ہے، اور اُس لڑکے نے جو اپنا مکان بنا رکھا ہے، اُس میں یہ تحقیق مطلوب ہے کہ یہ مکان اُس نے اپنی ذاتی کمائی سے بنوایا ہے، یا والد نے بنا کر دیا ہے، اگر اس نے اپنی ذاتی کمائی سے بنایا ہے، تو اس میں دیگر بھائی بہنوں کا کوئی حق نہ ہوگا، اِسی طرح اگر والد نے اپنی طرف سے بنوا کر

اسے ہبہ کردیا ہے، اور مالک وقابض بنادیا ہے، تو بھی دیگر لوگوں کا اس میں حق نہ ہوگا؛ البتہ اگر والد نے اس کو مکان کا مالک نہیں بنایا ہے؛ بلکہ صرف رہائش کیلئے دے رکھا ہے، تو والد کے انتقال کے بعد یہ مکان والد کے ترکہ میں شامل ہوگا، اور حسبِ حصصِ شرعیہ وارثین میں تقسیم کیا جائے گا۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (التفسير البيضاوي ٣٥١/٣، / الفاتحة: ٧)

وتتم الهبة بالقبض الكامل، فيشترط القبض قبل الموت. (الدر المختار مع الشامي ٤٩٣/٨ زكريا، خانية على الهندية ٢٦١/٣ كوئٹه، مجمع الأنهر ٤٩١/٣)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعينٍ من الأموال. (شامي ٧٥٩/٦ كراچی، البحر الرائق ٣٦٥/٩) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۸/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی زندگی میں بیٹے کے پیسوں سے بنایا ہوا مکان کس کی ملکیت ہے؟

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک فیملی ہے جس میں ماں باپ بیٹے اور چند عدد لڑکیاں ہیں، باپ اور تمام بیٹے دار العلوم کے فاضل ہیں، فراغت کے بعد بڑے بیٹے باپ کے ساتھ ایک مدرسہ میں پڑھانے لگے، بعد میں اخراجات کی کثرت کی وجہ سے وہ باپ کے خرچ پر سعودی عرب گئے، وہاں اللہ نے فراوانی دی، اچھا پیسہ کمایا اور والد کو دیا، اِدھر والد بھی مدرسہ سے تنخواہ پاتے رہے، گھر کے تمام اخراجات ایک مشترکہ فیملی کی طرح انجام پاتے رہے، والد صاحب نے مکان بنوایا اور بڑے بیٹے کے مشورہ سے نقشہ ایسا رکھا کہ علیحدگی کے وقت اسے دو مکان بنایا جاسکے، والد نے ایک زمین خریدی، جو دونوں لڑکوں کے نام خریدی، پھر ایک دوسری زمین خریدی گئی اور عورتوں کے نام پر لکھوانے میں چوں کہ

خرچ کم آ رہا تھا، اس لئے والد نے دونوں بہوؤں کے نام لکھوانے کی تجویز پیش کی؛ لیکن بڑے لڑکے نے یہ کہا کہ بہوؤں کا کیا بھروسہ، وہ آج ہمارے پاس ہیں کل نہ ہوں، اس لئے وہ زمین ماں کے نام لکھوائی گئی، کچھ اور زمین ہے جو والد کے نام خریدی گئی، اِدھر دوسرا لڑکا جو زیر تعلیم تھا، فارغ ہوا، گھر پر کاروبار کیا؛ لیکن ناکام ہوگیا، کچھ دنوں بغیر کاروبار کے رہا، فراغت کے بعد پورے عرصہ میں وہ کھیتی اور گھر کے دیگر کام بڑے بیٹے کے بال بچوں کے دوا علاج کے سلسلہ میں دوڑ بھاگ بھی کرتا رہا، اِدھر سعودی میں چار پانچ سالوں سے بڑا بھائی بھی دوکان پر لگ گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اخیر تک تمام اُمور عام فیملیوں کی طرح مشترکہ انجام پاتے رہے، اب بڑا بیٹا یہ کہتا ہے کہ یہ ساری زمینیں اُس کی ملکیت ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ میں نے باپ کو جو پیسے دئے تھے، وہ بطور وکالت کے دئے تھے، باپ کا کہنا یہ ہے کہ اس طویل عرصہ میں اُنہوں نے وکالت کی بات نہ تو تحریراً کبھی کہی اور نہ زبانی، مکان دونوں کے لئے بنوایا گیا، دونوں کے نام ایک زمین مشترکہ طور پر خریدی گئی، ایک زمین ماں کے نام اور کچھ زمین والد کے نام خریدی گئی، کبھی بڑے بیٹے نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ زمین والد کی ملکیت میں ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ظاہر یہی ہے کہ بڑے بیٹے نے سعودی عرب سے باپ کے پاس جو رقم بھیجی ہے وہ بطور وکالت نہ تھی؛ بلکہ بطور ہدیہ تھی، اسی بنا پر باپ اس میں مالکانہ تصرف مشورہ سے کرتا رہا، اور بڑا بیٹا اس پر کبھی معترض نہیں ہوا، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے۔ بریں بنا جو جائیداد باپ کے نام پر ہے یا مصلحۃً ماں کے نام پر ہے وہ سب باپ کی ملکیت شمار ہوگی، اگر وہ زندگی میں ان کے درمیان تقسیم کرنا چاہتا ہے، تو سب لڑکے ولڑکیوں کو برابر دینا چاہئے، اس ملکیت میں موروثی اور خرید کردہ سب جائیدادیں شامل ہوں گی، اور اگر باپ نے زندگی میں ہبہ اور قبضہ مکمل نہیں کرایا تو اس کی وفات کے بعد مذکورہ جائیدادوں میں سب وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ مستحق ہوں گے۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضي اللّٰه عنه أن رجلاً أتی النبي صلی

اللّٰه عليه وسلم فقال: يا رسول اللّٰه! إن لي مالاً وولدًا، وإن والدي يحتاج مالي. قال: ’’أنت ومالک لوالدک، إن أولادكم من أطيب كسبكم فكلوا من كسب أولادكم“.

(سنن أبي داؤد، كتاب الإجارة / باب في الرجل يأكل من مال ولده ٦٦٥ رقم: ٣٥٣٠ دار الفكر بيروت)

أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما مال فالكسب كله للأب، إذا كان الابن في عيال الأب لكونه معينًا له. (الفتاویٰ الهندية، الشركة / الباب الرابع في شركة الوجوه ٣٢٩/٢ كوئٹه) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۵/۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

باپ کی موجودگی میں اولاد کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی؟

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اپنی زندگی میں اپنے مال وجائیداد کا خود مالک ہوں، یا میری اولاد بھی زندگی میں ہی حصہ دار ہوگی؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک آپ حیات ہیں، آپ اپنے مال وجائیداد کے خود مالک ہیں، آپ کی زندگی میں آپ کی اولاد کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل لمسلم أن يأخذ مال أخيه بغير حق. (مجمع الزوائد ١٧١/٤)

لإن الملک ما من شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (شامي / أول كتاب البيوع ١٠/٧ زكريا)

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقةً أو حكمًا. (شامي، كتاب الفرائض / مطلب في تعريف الحال والملك والمتقوم ٤٩١/١٠ زكريا)

هل أرث الحي من الحي أم من الميت؟ المعتمد الثاني. (الدر المختار / كتاب

الفرائض ١٠/٤٩٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۲۲/۷/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جو لڑکا باپ سے الگ رہتا ہو اُس کو جائیداد میں حصہ دینا؟

سوال (۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پانچ لڑکے ہیں، جس میں سے بڑا لڑکا شادی ہونے کے بعد الگ ہوگیا ہے، اور زید نے اپنے مال میں سے اس کو کچھ نہیں دیا، اب بڑا لڑکا اپنا کاروبار کرنے لگا، اور زید اپنے چار لڑکوں میں رہنے لگا، اس کے بعد میں ان چاروں لڑکوں اور زید نے خود کما کر زمین خریدی، اس کے بعد مال کی تقسیم ہوتی ہے، تو اب بڑا لڑکا صرف زید کے مال میں شریک ہے یا جو سب بھائیوں نے مل کر خریدی اس میں بھی مال کا حق دار ہے؟ خریدی ہوئی زمین زید کے نام پر ہے؛ لہٰذا اب کس کا کتنا حق ہوتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے اپنے لڑکوں کے ساتھ رہ کر جو کچھ بھی کمایا یا جائیداد بنائی، ان سب کا اصلاً زید ہی مالک ہے، زید کی موجودگی میں لڑکے مالک نہیں ہے، اب اگر زید اپنا مال تقسیم کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنے سب لڑکوں کو برابر دینا چاہئے، اور جو بڑا لڑکا الگ رہتا ہے اس کو بھی برابر دینا چاہئے۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضي اللّٰه عنه أن رجلاً أتی النبي صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: یا رسول اللّٰه! إن لي مالاً وولدًا، وإن والدي یحتاج مالي. قال: ’’أنت ومالک لوالدک، إن أولادکم من أطیب کسبکم فکلوا من کسب أولادکم‘‘.

(سنن أبي داؤد، کتاب الإجارة / باب في الرجل یأکل من مال ولده ٦٦٥ رقم: ٣٥٣٠ دار الفکر بیروت)

أب وابن یکتسبان في صنعة واحدة ولم یکن لهما مال فالکسب کله للأب، إذا کان الابن في عیال الأب لکونه معینًا له. (الفتاوی الهندیة، کتاب الشرکة /

الباب الرابع في شركة الوجوه ۳۲۹/۲ کوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۰/۲/۵ھ

زندگی میں مکان اور جائیداد کی تقسیم کا شرعی طریقہ؟

سوال (۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے پاس ایک مکان ایک سو آٹھ گز میں ہے جس میں میری رہائش ہے اس کے علاوہ پینسٹھ گز زمین ہے سب ایک جگہ رہنے کی وجہ سے بھائیوں میں لڑائی ہوتی ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ان سب کو اپنی حیات میں جائداد میں الگ الگ حصہ تقسیم کردوں جہاں جس کا دل چاہے رہے میرے پاس چار لڑکے اور چھ لڑکیاں ہیں میری بیوی حیات ہے، آپ سے درخواست ہے کہ تحریر فرمادیں کس کو کتنا حصہ دیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر آپ اپنی زندگی میں وارثین کے درمیان تقسیم کرکے ہر ایک کو مالک ودخیل بنانا چاہتے ہیں، تو اُس کے لئے حکم یہ ہے کہ آپ اپنی اہلیہ کو اپنی مرضی سے مناسب مال دے کر سب بچوں کو مابقیہ مال برابر تقسیم کردیں اور لڑکیوں کو بھی لڑکوں کے برابر دیں؛ کیوں کہ زندگی میں اولاد کے درمیان برابری کا حکم دیا گیا ہے، نیز آپ کو اس کی بھی اجازت ہے کہ ایک تحریر تیار کریں کہ میری وفات کے بعد سب موجود وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ مستحق وراثت ہوں گے، ایسی صورت میں اہلیہ کو کل مال کا آٹھواں حصہ اور ہر ایک لڑکے کو دوہرا اور ہر ایک لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا، اور جب تک آپ حیات رہیں گے کل مال کے مالک ومتصرف رہیں، اور وفات کے بعد شریعت کے مطابق وارثین میں جائیداد تقسیم ہوگی۔

عن أبي صفرة قال: سمعت النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه يخطب قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: اعدلوا بين أولادكم، اعدلوا بين أولادكم.

(شعب الإيمان للبيهقي ٤٠٨/٦ رقم: ٨٦٩١)

قال العبد الضعيف محمد تقي العثماني عفا اللّٰه عنه: قد ثبت بما ذكرنا، أن مذهب الجمهور في التسوية بين الذكر والأنثى في حالة الحياة أقوىٰ وأرجح من حيث الدليل، ولكن ربما يخطر بالبال أن هٰذا في ما قصد فيه الأب العطية والصلة، وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه في ما بين أولاده في حياته؛ لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته؛ فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي، ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال لما يكون بعد الموت، وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث، فلو قسّم رجل في مثل هذه الصورة لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ على قول الإمام أحمد، ومحمد بن الحسن – رحمهما اللّٰه – فالظاهر أن ذلک يسع له، ولم أر ذلک صريحًا في كلام الفقهاء غير أنه لايبد وخارجًا عن قواعدهم، واللّٰه سبحانه وتعالىٰ أعلم. (تكملة فتح الملهم، الهبة / مذهب الجمهور التسوية ين الذكور والأثى ٧٥/٢ زكريا)

يعطى الإبنة مثل ما يعطى للإبن وعليه الفتوىٰ وهو المختار. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في هبة الصغير ٣٠١/٤ زكريا، وكذا في الدر المختار / أول كتاب الهبة ٦٩٦/٥ دار الفكر بيروت)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثىٰ في الهبة، ولو كان ولده فاسقًا. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٢٨٨/٧ كراچى، ٤٩٠/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۹/۷/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کاروباری سرمایہ اور رہائشی مکان کی زندگی میں تقسیم؟

سوال (۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں کاروباری فرد ہوں، الحمد للہ میرے تین فرزند ہیں جو کہ بہت نیک صالح ہیں، اور دختران

نیک صالحہ سے بھی خدا نے نوازا ہے، میری دلی خواہش ہے کہ خداوند کریم کے عطاء کئے ہوئے اثاثہ کو دختران وپسران کو بطریقِ شریعتِ محمدی تقسیم کرسکوں۔ میرے کاروبار میں شریک ہیں، مشترکہ کاروبار ہے، فرزندان بہت ہی سعادت منداور محنتی ہیں، اُن کی محبت سے الحمد للہ کاروبار نے ترقی کی ہے، میری ناقص رائے ہے کہ کاروباری سرمایہ میرے حصہ کا جو ہوتا ہے، وہ پسران کو تقسیم کردوں، اور میرا جو رہائشی مکان ہے اُس کو میں دختران کو تقسیم کردوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ اپنی زندگی میں اپنے تمام اثاثہ کے مالک ہیں، اِن مملوکہ اشیاء کے بارے میں شرعی ضابطہ یہ ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد لڑکوں کو دوہرا اور لڑکیوں کو اکہرا حصہ ملتا ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص زندگی میں تقسیم کرنا چاہے، تو اسے سب لڑکے لڑکیوں کو برابر برابر حصہ دینا چاہئے، کاروباری سرمایہ اور مکانات وغیرہ سب کا یہی حکم ہے۔

عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه وهو على المنبر يقول: أعطاني أبي عطية، فقالت عمرة بنت رواحة: لا أرضى حتى تشهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فأتى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال: إني أعطيت ابني من عمرة بنت رواحة عطية، فأمرتني أن أشهدک يا رسول اللّٰه! قال: أعطيت سائر ولدک مثل هٰذا؟ قال: لا، قال: فاتقوا اللّٰه واعدلوا بين أولادكم. قال: فرجع، فردّ عطيته. (صحيح البخاري / باب الإشهاد في الهبة ٣٥٢/١ رقم: ٢٥١٥، إعلاء السنن ١١٦/١٦ رقم: ٥٢٧٧ دار الكتب العلمية بيروت، ٩٤/١٦ إدارة القرآن كراچی)

قال أبويوسف يجب التسوية إن قصد بالتفضيل الإضرار، وذهب الجمهور إلى أن التسوية مستحبة، فإن فضل بعضا صح وكره. وإن كانا سواء يكره وروى المعلى عن أبي يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ أنه لابأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم يعطي الإبنة مثل ما يعطي للإبن وعليه الفتوىٰ، هٰكذا في فتاوىٰ قاضي خان، وهو المختار كذا في الهندية. (الفتاوىٰ

الهندية / الباب السادس ٣٩١/٤، عمدة القاري ١٤٦/٦ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ۱۴۱۷/۶/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کی زندگی میں اولاد کے درمیان کارخانہ کی تقسیم؟

سوال (۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے والد محترم حیات ہیں، ہم تین بھائی اور تین بہنیں تھیں، ان میں سے ایک بہن مسماۃ سلمہ خاتون کا انتقال ہوچکا ہے، اُن کی اولاد حیات ہے، والد محترم کا ارادہ بن رہا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہی اپنے کارخانہ کو اپنی اولاد کے مابین تقسیم فرمادیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ ہم بھائی بہنوں کے درمیان والد محترم کارخانۂ مذکور کو کس طور پر تقسیم فرمائیں؟ وراثت کے طور پر یہ تقسیم ہوگی یا سب کو برابر دیا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئلہ یہ ہے کہ اگر والد صاحب اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان مال تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ سب لڑکے لڑکیوں کو برابر حصہ دیا جائے۔

ولو وهب رجل لأولادهٖ في الصحة سوّى بينهم هو المختار. (الفتاویٰ الهندية ٣٩١/٤ زكريا)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثىٰ في الهبة، ولو كان ولده فاسقًا. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٢٨٨/٧ كراچی، ٤٩٠/٧ زكريا)

وذهب الجمهور إلىٰ أن التسوية مستحبة، فإن فضل بعضًا صح وكره.

(فتح الباري ٢١٤/٥ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ۱۴۱۲/۹/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زندگی میں بیوی بیٹی اور نواسوں کے درمیان جائیداد کی تقسیم؟

سوال (۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد مسلم کی ایک بیوی اور اولاد میں صرف ایک لڑکی ہے، ساتھ ہی دو بھتیجے اور ایک مرحوم بھتیجے کی اولاد اور دو علاتی بھائی ہیں، محمد مسلم ماشاء اللہ اس وقت صحت مند ہے اور اپنا سارا کام کاج خود ہی کرتے ہیں، انہوں نے اپنی ساری جائیداد کے تین حصہ کر کے ایک تہائی اپنی بیوی کو حق مہر اور خدمت زوج میں بطور عطیہ دیدیا ہے۔ اور دوسری ایک تہائی اپنی غریب لڑکی جو صاحب اولاد ہے کو عطیہ کردیا ہے۔ اور تیسرا ایک تہائی اپنی تینوں نواسیوں اور دو نواسوں کی شادی بیاہ اور تعلیم وتربیت پر خرچ کرنے کیلئے وصیت کردیا ہے، گویا اپنی ساری جائیداد کو اپنی زندگی ہی میں تقسیم کردیا ہے اور ساری جائیداد سے سبک دوش ہوگئے اور اپنی بیوی اور بیٹی کو مالکہ بنادیا ہے، اور ایک تہائی لڑکی کی اولاد کیلئے وصیت کردیا ہے؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ محمد مسلم کا اس طرح اپنی جائیداد کو اپنی حیات میں عطیہ اور وصیت کردینا شرعاً درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آپ نے اپنی بیوی اور بیٹی کو ہبہ کر کے ان کو قابض ومالک بنادیا ہے، تو یہ ہبہ درست ہوگیا، اور یہ مال آپ کی ملکیت سے خارج ہوگیا۔ اور آپ نے اپنے نواسے اور نواسیوں کے لئے جو وصیت کی ہے، یہ آپ کے انتقال کے بعد موجود مال میں سے صرف ایک تہائی حصہ میں نافذ ہوگی، اس متروکہ مال کے دو تہائی حصوں میں سے بیوی اور بیٹی کا بھی حق ہوگا؛ البتہ اگر وہ اپنا حق چھوڑ دیں تو پھر کوئی بات نہیں۔

ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما يبقى بعد الكفن والدين إلا أن تجيز الورثة أكثر من الثلث. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ زكريا)

وفسروه بالزيادة على الثلث، وبالوصية للوارث، قال إلا أن يجيزها الورثة بعد موته. (الهداية / كتاب الوصايا ٦٣٩/٤ إدارة المعارف ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱۱/۲۳ھ

زندگی میں اولاد اور بیوی کے درمیان جائیداد کس طرح تقسیم کریں؟

سوال (۳۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: راقم الحروف اپنی حیات میں ہی اپنی جملہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو اپنے بیوی وبچوں کو تقسیم کرنا اور ہبہ کرنا چاہتا ہے، ازروئے شرع میری رہنمائی فرمائی جائے؟ پانچ لڑکیاں اور ایک بیوی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آپ زندگی میں لڑکیوں کو برابر برابر حصہ دے کر انہیں قابض ودخیل بنا سکتے ہیں، اسی طرح جو مناسب ہو وہ بیوی کو دے سکتے ہیں؛ لیکن اگر لڑکیوں اور بیوی کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آپ کے وارث بن رہے ہوں مثلاً بھائی بھتیجہ وغیرہ، تو بہتر ہے کہ آپ بالقصد انہیں اپنی وراثت سے محروم کرنے کا ارادہ نہ کریں؛ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

[عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم] من فرّ من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجة / باب الحيف في الوصية ١٩٤، وكذا في مشكاة المصابيح / كتاب الوصايا ٢٦٦)

یعنی جو شخص اپنے وارث کی میراث کو کاٹے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جنت میں اس کے حصہ میں سے آنے والی میراث کو قطع کرے گا۔

عن النعمان بن بشير رضي الله عنه – وهو على المنبر – يقول: أعطاني أبي عطية فقالت عمرة بنت رواحة: لا أرضى حتى تشهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: إني أعطيت ابني من عمرة بنت رواحة عطية، فأمرتني أن أشهدک يا رسول الله! قال: أعطيت سائر ولدک مثل هٰذا، قال: لا، قال: فاتقوا الله! واعدلوا بين أولادكم. قال: فرجع، فرد عطيته. (صحيح البخاري، كتاب الهبة / باب الإشهاد في الهبة ٣٥٢/١ رقم: ٢٥٨٧ دار الفكر بيروت)

واحتجوا أيضًا بأنه صلى الله عليه وسلم قال: اعدلوا بين أولادكم، أو قال: سووا بينهم، وفي رواية قال: اعدلوا بين أولادكم في النحل كما تحبون أن تعدلوا بينكم في البرّ. (إعلاء السنن / باب استحباب التسوية بين الأولاد في العطاء ١١٧/١٦ دار الكتب العلمية بيروت، ٩٧/١٦ إدارة القرآن كراچی)

وفي المختار: التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة. (البحر الرائق / باب الهبة ٢٨٨/٧ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۹/۱۴۱۷ھ

فالج زدہ شخص کی جائیداد اولاد کے درمیان کس طرح تقسیم کریں؟

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص مسلسل ایک دو سال تک فالج زدہ ہو، وہ اگر اپنی زمین جائیداد اپنی اولاد کو ہبہ کرنا چاہے تو یہ ہبہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اپنی حیات میں اولاد کے درمیان زمین جائیداد تقسیم کرنا چاہے تو برابر تقسیم کرنا ضروری ہے، یا اس میں کمی بیشی کی گنجائش ہے، یا اگر صاحب جائیداد اولاد کو آپسی لڑائی جھگڑے سے بچانے کے لئے اپنی حیات میں قانون میراث کے مطابق اموال تقسیم کرنا چاہے، تو یہ تقسیم صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور صاحب جائیداد گنہگار ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فالج زدہ شخص کا حکم بھی ہبہ وغیرہ کے معاملہ میں صحت مند شخص کی طرح ہے، لہٰذا فی نفسہ اس کا ہبہ کرنا درست اور معتبر ہے، ایسا شخص اگر اپنی زندگی میں اپنی اولاد کے درمیان زمین اور جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ سب لڑکے لڑکیوں کو برابر حصہ دے کر ہر ایک کو اپنے حصے پر قابض اور دخیل بنا کر خود دست بردار ہوجائے۔

اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ میراث کے قانون کے مطابق جس وارث کا جو حصہ شرعی بنتا

ہے وہ اس کے حق میں رجسٹری وصیت کردے، اور حصۂ میراث کے مطابق زندگی ہی میں اُنہیں قابض بنادے؛ تاکہ بعد میں نزاع نہ ہو۔

الأفضل في هبة الابن والبنت، التثليث كالميراث وعند الثاني: التنصيف وهو المختار، ولو وهب جميع ماله من ابنه جاز، وهو آثم. (بزازية على هامش الهندية، الهبة / الجنس الثالث في هبة الصغير ٢٣٧/٦ زكريا)

قد ثبت بما ذكرنا، أن مذهب الجمهور في التسوية بين الذكر والأنثى في حالة الحياة أقوىٰ وأرجح من حيث الدليل، ولكن ربما يخطر بالبال أن هٰذا في ما قصد فيه الأب العطية والصلة، وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه في ما بين أولاده في حياته؛ لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته؛ فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي، ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال لما يكون بعد الموت، وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث، فلو قسّم رجل في مثل هذه الصورة لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ على قول الإمام أحمد، ومحمد بن الحسن – رحمهما اللّٰه – فالظاهر أن ذلک يسع له، ولم أر ذلک صريحًا في كلام الفقهاء غير أنه لا يبدو خارجًا عن قواعدهم، واللّٰه سبحانه وتعالىٰ أعلم. (تكملة فتح الملهم، الهبة / مذهب الجمهور التسوية بين الذكور والأنثى ٧٥/٢ دار العلوم کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۲/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچوں کی شادی تک جائیداد کی تقسیم موقوف رکھنا؟

سوال (۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی آٹھ اولادیں ہیں، جن میں سات لڑکے اور ایک لڑکی ہے، زید کی ان اولاد میں سے ایک لڑکے کی شادی ہوگئی ہے، اب یہ لڑکا جس کی شادی ہوئی ہے، وہ اپنے والدین سے الگ ہوتا

ہے، تو اب والدین کو کیا یہ حق حاصل ہے کہ زمین اور جائیداد میں اس وقت تک اس شادی شدہ بیٹے کو حصہ نہ دیں، جب تک کہ ان سب کی شادی نہ کردیں، نیز کیا گھر سے بھی نکال سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ زندگی میں اپنی جائیداد کا بالکلیہ مالک ہے، اس لئے باپ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی جائیداد سب لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کے بعد تقسیم کرے یا پہلے، نیز باپ کو یہ بھی اختیار رہے کہ وہ اپنے شادی شدہ لڑکے کو علیحدہ کردے؛ البتہ اگر لڑکا کمانے پر قادر نہ ہو، تو اتنے روپئے پیسے کا مالک بنادینا بہتر ہے کہ جس سے وہ اپنی روزی حاصل کرسکے۔

المالک هو المتصرف في الأعیان المملوکة کیف شاء. (التفسیر البیضاوي / الفاتحة: ۷)

فإن بلغه کان للأب أن یوجره أو یدفعه في حرفة لیکتسب وینفق علیه من کسبه لو کان ذکراً. (شامي، باب النفقة / مطلب الصغیر والمکتسب نفقة في کسبه لا علی أبیه ۵/۳۳۷ زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۷/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

زندگی میں جائداد تقسیم کرنے میں اَولاد کے درمیان مساوات بہتر ہے

سوال (۳۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری کچھ جائیداد ہے، جس کو تقسیم کرنا چاہتا ہوں، تفصیل درج ذیل ہے: میری دو بیویاں تھیں، پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، دوسری موجود ہے، پہلی بیوی سے چار بچے ہیں، جن میں دو لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں، دو لڑکیوں اور ایک لڑکے کی شادی کردی ہے، ایک لڑکا جس کی شادی کرنی باقی ہے، دوسری بیوی سے صف دو لڑکیاں ہیں، جس میں سے ایک لڑکی کی شادی کردی ہے اور ایک لڑکی کی شادی کرنی ہے، براہِ کرم شرعی حق سے آگاہ کیا جائے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زندگی میں اگر آپ تقسیم کرنا چاہیں، تو اپنی سبھی اولاد کو

خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں، برابر برابر حصہ دے کر اُنہیں قابض ودخیل بنادیں، اِسی طرح جتنا مناسب سمجھیں بیوی کو دے دیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۵/۴۲۱ میرٹھ، مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/۵۰۴، ۶/۴۷۵)

عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه وهو على المنبر يقول: أعطاني أبي عطية، فقالت عمرة بنت رواحة: لا أرضى حتى تشهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فأتى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال: إني أعطيت ابني من عمرة بنت رواحة عطية، فأمرتني أن أشهدک يا رسول اللّٰه! قال: أعطيت سائر ولدک مثل هٰذا؟ قال: لا، قال: فاتقوا اللّٰه واعدلوا بين أولادكم. قال: فرجع، فردّ عطيته. (صحيح البخاري / باب الإشهاد في الهبة ۱/۳۵۲ رقم: ۲۵۱۵، إعلاء السنن ۱٦/۱۱٦ رقم: ۵۲۷۷ دار الكتب العلمية بيروت، ۱٦/۹۷ إدارة القرآن كراچی)

ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض في ذٰلک لا رواية لهٰذا في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن كانا سواء يكره. وروى المعلى عن أبي يوسف أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم يعطي الإبنة مثل ما يعطي للإبن وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الفصل السادس في الهبة للصغير ٤/۳۹۱ زكريا، عمدة القاري ۱٤٦/٦ بيروت)

ولو وهب رجل شيئًا لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض في ذٰلک على البعض. روى المعلى عن أبي يوسف أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوىٰ بينهم يعطي للإبنة مثل ما يعطي للإبن، والفتوىٰ على قول أبي يوسفؒ. (فتاوىٰ خانية ۳/۲۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۳/۱۱/۱۴۱۳ھ

تقسیم جائیداد میں اولاد کی ضرورت کو پیشِ نظر رکھنا؟

سوال (۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں بجنور خاص محلہ چاہ شیریں کا رہنے والا ہوں، میرا ایک پختہ رہائشی مکان ہے، میرے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، سب کا ماشاء اللہ بیاہ شادی ہوچکی ہے، اور سب کا الگ الگ کھانا پینا ہے، میری عمر بفضلہٖ تعالیٰ ۸۰ سال سے کچھ تجاوز کرچکی ہے، میری خواہش اور کوشش یہی ہے کہ میں اس جائیداد کو اپنے سامنے ہی تقسیم کرجاؤں؛ تاکہ میرے بعد بھائیوں وغیرہ میں کوئی تنازع نہ رہے، سب سے بڑے بیٹے ماشاء اللہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں، ان کی تین بیٹیاں ہیں، ان کا اپنا گھر بھی ہے، وہ ماشاء اللہ خوش حال ہیں، اُن کے بعد بیٹی ہے وہ بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اور خوش حال ہے، شادی شدہ ہے، پھر بیٹا ہے ڈپلومہ انجینئر ہے، ایک بیٹا ہے اُن کا اپنا گھر بھی ہے، درمیانی خوش حال ہیں، پھر بیٹا ہے ہائی اسکول پاس ہے ملازم ہے؛ لیکن تنخواہ بہت کم ہے، تنگی سے گذر ہوتی ہے، ایک بیٹی ہے، سب سے چھوٹا بیٹا ہے، اس کا کوئی کام نہیں بے روزگار ہے، اس کا اپنا کوئی مکان بھی نہیں ہے، تعلیم انٹرمیڈیٹ مار بی میں ڈپلومہ ہے، اُن کے تین سال کا ایک بیٹا ہے اور شیر خوار ایک بیٹی ہے۔ مذکورہ مکان میں بیٹوں میں سے کوئی رہنے کو تیار نہیں ہے؛ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مذکورہ مکان کو بیچ کر جو روپیہ ملے، اس میں سے سب سے زیادہ سب سے چھوٹے بیٹے کو دوں، اس کے حالات کو دیکھتے ہوئے، وہ سب سے زیادہ ضرورت مند ہے، اس کا کوئی روزگار بھی نہیں ہے اور نہ ہی اُس کا کوئی مکان ہے، سب بھائیوں میں مالی طور پر سب سے زیادہ کمزور ہے، اُس کے بعد اس دوسرے بیٹے کو دوں جو ملازم تو ہے، مگر اس کی تنخواہ کم ہے، اِسی طرح ان سے بڑے دونوں بھائیوں کو اُن دونوں بھائیوں سے کم دوں؛ کیوں کہ وہ دونوں خوش حال ہیں، اور مالی حالت میں کمزور نہیں ہیں، تو کیا میں ایسا کرسکتا ہوں؟ اور پھر دونوں شادی شدہ بیٹیوں کو کتنا کتنا کس حساب سے دینا ہے؟ اسی طرح ان سے بڑے دونوں بھائیوں کو، ان دونوں بھائیوں سے کم دوں کیونکہ دونوں خوش حال ہیں، اور مالی حالت میں کمزور نہیں ہیں، کیا میں ایسا کرسکتا ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ اگر زندگی میں اپنا مکان وغیرہ اولاد میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں، تو آپ کو چاہئے کہ سب لڑکے لڑکیوں کو برابر برابر حصہ دے کر اُنہیں قابض و مالک بنادیں، اور ضرورت مند ہونے یا نہ ہونے کی بنیاد پر اولاد کے مابین تفریق نہ کریں، پھر اگر کوئی بھائی یا بہن ضرورت کو دیکھتے ہوئے اپنا کل یا بعض حصہ اپنی مرضی سے ضرورت مند بھائیوں کو دے دیں، تو یہ اُس کا فعل ہوگا۔

عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه أن أمه بنت رواحة سألت أباه بعض الموهِبة من ماله لابنها، فالتوى بها سنة، ثم بدا له، فقالت: لا أرضى حتى تُشهِدَ رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم على ما وهبتَ لابني، فأخذ أبي بيدي، وأنا يومئذ غلامٌ، فأتى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: يا رسول اللّٰه! إن أم هٰذا بنت رواحة، أعجبها أن أُشهِدَک على الذي وهبتُ لابنها، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يا بشير! ألک ولد سوى هٰذا؟ قال: نعم، فقال: أكلهم وهبتَ له مثل هٰذا؟ قال: لا، قال: فلا تُشهِدني إذًا، فإني لا أَشهَدُ على جَور. (صحيح مسلم، كتاب الهبة / باب كراهية تفضيل بعض الأولاد في الهبة ۳۷/۲ رقم: ۱٦۲۳ بيت الأفكار الدولية، صحيح البخاري ۳۵۲/۱ رقم: ۲۵۱۵، فتح الباري رقم: ۲۵۸۷)

وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين أولاده في حياته، لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته؛ فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي، ولكنه في الحقيقة، والمقصود استعجال لما يكون بعد الموت، وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث. (تكملة فتح الملهم / كتاب الهبة ۷۵/۲ مكتبة دارالعلوم كراچی)

ولو وهب رجل شيئا لأولاده في الصحة ...... وروى المعلى عن أبي يوسف أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم

يعطي الإبنة مثل ما يعطي للإبن وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الفصل السادس في الهبة للصغير ٤/ ٣٩١ زكريا)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثىٰ في الهبة، ولو كان ولده فاسقًا. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٧/ ٢٨٨ كراچی، ٧/ ٤٩٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۳۰/۱۰/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دین داری اور صلہ رحمی کی وجہ سے اَولاد کے درمیان ہبہ میں تفاوت برتنا؟

سوال (۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تقریباً ۳۰/ سال قبل زید کا انتقال ہوگیا، زید کے ورثہ میں ۵/ لڑکے اور ۳/ لڑکیاں ہیں، زید کی بیوی کا انتقال زید کی حیات ہی میں ہوگیا تھا۔ زید نے اپنی حیات میں لڑکے نمبر۲/ کے نام دو مکان تین پلاٹ، اور لڑکے نمبر۳/ اور ۴/ کے نام ایک ایک پلاٹ رجسٹری کرکے تینوں کو مالک بنا کر اس پر قبضہ دے دیا تھا، ۳/ اور ۴/ کے نام کئے گئے پلاٹ پر ٹین (پترا) کا شیڈ بھی تھا، نمبر ایک لڑکے کے نام اِسی طرح پانچ کے نام کچھ نہیں کیا گیا، نمبر ایک لڑکا کند ذہن اور لاولد ہے، لڑکا ۵/ کا دماغی توازن ابتداء ہی سے صحیح نہیں ہے، ان دونوں کی جملہ کفالت لڑکا ۲/ ابتداء سے آج تک کر رہا ہے، اسی طرح لڑکی نمبر۱/ و۲/ کی شادی زید نے کی مگر زید کے بعد سے تادم تحریر ان لوگوں کے ساتھ بھی لڑکا نمبر۲/ برابر صلہ رحمی کرتا رہتا ہے، لڑکی ۳/ کی شادی لڑکے ۲/ نے خود اپنے خرچ سے زید کے انتقال کے بعد کی؛ بلکہ بہنوں کی اولاد کے ساتھ بھی لڑکے ۲/ کی جانب سے حسنِ سلوک کا معاملہ رہا کرتا ہے، اِس کے برخلاف لڑکے ۳/ اور ۴/ ابتداء ہی میں ایسے رہے ہیں، جن کے باعث زید ان سے ناراض رہا، اور اُن کے مخدوش عادات واخلاق کے سبب اُنہیں صرف ایک ایک پلاٹ دینے پر اکتفاء کیا تھا۔

جس وقت زید کا انتقال ہوا، اُس وقت زید کے نام پر صرف ایک مکان تھا، اُس کے علاوہ تمام اشیاء کو زید نے اپنی حیات ہی میں لڑکے ۲/ و ۳/ و ۴/ کو ہبہ کرکے مالک بنادیا اور قبضہ بھی دے دیا تھا، لڑکا ۲/ نے تاجرانہ مہارت کے سبب کاروبار میں کافی ترقی کی اور اللہ کی توفیق سے تمام ہی رشتہ داروں کا حسبِ مراتب وضرورت برابر خیال رکھے ہوئے ہیں۔

اِن حالات کی روشنی میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو دو مکان اور تین پلاٹ زید نے اپنی زندگی ہی میں اپنے لڑکے ۲/ کے نام کرکے اسے جو قبضہ دے کر مالک بنادیا، یہ سب اور اِسی طرح لڑکے ۳/ اور ۴/ کو جو کچھ دے کر مالک بنادیا اور قبضہ دے دیا، کیا یہ سب ہبہ ہے؟ جیسا کہ آج سے تقریباً ۳۰/ سال پیشتر ہمارے شہر کے جید عالم مثلاً مولانا محمد عثمان صاحب بانی جامعۃ الصالحات، مولانا مفتی محمد الیاس صاحب اور مولانا عبدالحق صاحب رازی اور شہر کے سرکردہ پنچ حضرات نے اسے ہبہ تسلیم کرتے ہوئے لڑکے ۲/ سے کچھ اشیاء زید کے بعض دیگر بچوں کو بطور صلہ رحمی دلوایا تھا (ان کے حصہ کے علاوہ)؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق مورث نے اپنی زندگی میں جن بیٹوں کو مکان ہبہ کرکے انہیں زندگی ہی میں قابض و مالک بنادیا ہے، وہ اپنے اپنے موہوبہ مکان کے مالک ہیں؛ لہٰذا وہ مکانات اور پلاٹ میت کے ترکہ میں شامل ہوکر دیگر ورثہ میں تقسیم نہ ہوں گے، اور دین داری اور صلہ رحمی کی بنیاد پر میت نے ہبہ کرنے میں لڑکا ۲/ اور ۴/ کے درمیان جو تفریق وامتیاز اختیار کیا ہے، اُس میں بھی شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

عن صالح بن إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف رضي اللّٰه عنه أنّ عبد الرحمٰن فضل بني أم كلثوم بنحل قسمه بين ولده. (شرح معاني الآثار، الهبة والصدقة / باب الرجل ينحل بعض بنيه دون بعض ۲/ ۳۶۰ رقم: ۵۷۱۸)

ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض في ذٰلک لا رواية لهٰذا في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه

تعالیٰ أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن كانا سواء يكره.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الفصل السادس في الهبة للصغير ٣٩١/٤ زكريا، عمدة القاري ١٤٦/٦ بيروت)

والقبض لا بد له منه لثبوت الملک. (الهداية / كتاب الهبة ٢٦٧/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۷/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہبہ کرنے میں دانستہ یا نادانستہ اگر تھوڑی بہت کمی بیشی ہوجائے؟

سوال (۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: باپ جس جائیداد کو اپنی حیات میں تقسیم کردے اور اس تقسیم میں دانستہ یا نادانستہ طور پر کچھ فرق (تھوڑی بہت کمی کا) رہ جائے تو کیا کوئی حق دار برابری کا مطالبہ کرسکتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ اپنی حیات میں جائیداد تقسیم کرنے میں دانستہ یا نادانستہ طور پر کمی بیشی کرے تو بعد میں اس سے مطالبہ کا حق نہیں ہے، تاہم بلاوجہ والد کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔

وذهب الجمهور إلى أن التسوية مستحبة؛ فإن فضل بعضًا صح و كره، واستحبت المبادرة إلى التسوية أو الرجوع، فحملوا الأمر على الندب، والنهي على التنزيه. (فتح الباري / باب الإشهاد في الهبة ٢٦٧/٥ دار الكتب العلمية بيروت، ٢١٤/٥ دار الفكر بيروت)

ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض في ذٰلک لا رواية لهٰذا في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالیٰ أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن كانا سواء يكره. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الفصل السادس في الهبة للصغير ٣٩١/٤ زكريا، عمدة القاري ١٤٦/٦ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۵/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِرادۂ نقصان کے بغیر لڑکیوں کی شادی کے اِخراجات میں کمی بیشی کرنا؟

سـوال (۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالد کو اللہ پاک نے سات لڑکیاں عطا فرمائیں، خالد کے لڑکے نہیں ہیں، لڑکیوں کی شادی ہوگئی ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ پہلی لڑکی کی شادی ۱۹۶۵ء میں ہوئی، پندرہ سو روپیہ لگا تھا، اور دوسری لڑکی کی شادی ۱۹۹۸ء میں ہوئی، دو ہزار روپیہ لگا، غرضیکہ ہر شادی میں تیزی کی وجہ سے روپیہ پڑھتا رہا، اب خالد کی کو یہ فکر ہے کہ میرے نہ رہنے کے بعد شادیوں میں خرچہ کم وبیش ہونے کی وجہ سے اولاد میں آپس میں شر نہ پیدا ہو جائے؛ اس لئے خالد یہ سوچتا ہے کہ سب کا حصہ شادی کے خرچہ کے برابر ہو جائے؛ لیکن خالد کے پاس اتنی نقد رقم نہیں، جو سب کا حصہ برابر کردے، اگر ایسا نہ کرے تو قیامت کے روز اس کی پکڑ تو نہیں ہوگی؟ اور خالد پر مال نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ وغیرہ بھی فرض نہیں ہے، زمین تھوڑی ہے، جس سے زندگی بسر ہوتی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجـواب وبالله التوفيق: اِس سلسلہ میں آپ سے آخرت میں کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا؛ اس لئے کہ آپ کا مقصد دوسری اولادوں کو نقصان پہنچانا نہیں تھا۔

عن صالح بن إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف رضي اللّٰه عنه أنّ عبد الرحمٰن فضل بني أم كلثوم بنحل قسمه بين ولده. (شرح معاني الآثار، كتاب الهبة والصدقة / باب الرجل ينحل بعض بنيه دون بعض ۲/ ۳٦۰ رقم: ۵۷۱۸)

والجواب القاطع أن الإجماع قد انعقد على جواز إعطاء الرجل ماله بغير ولده، فإذا جاز له أن يخرج جميع ولده من ماله، جاز له أن يخرج عن ذٰلك بعضهم، ذكره ابن عبد البر …… والحاصل: أن حمل الأمر بالتسوية بين الأولاد

على الوجوب خلاف القياس، والإجماع في جواز إعطاء الرجل ماله بغير ولده، فيحمل على الندب، أو يقتصر النص على مورده، وهو تفضيل الرجل بعض أولاده بالهبة بطلب امرأة من نسائه، لكونه مؤديًا إلى تفضيل بعض النساء على بعض، وهو منهي عنه، ولا يتعداه، لا سيما وقد ثبت عن أبي بكر، وعمر، وعبد الرحمٰن ابن عوف، وابن عمر رضي اللّٰه عنهم أنهم نحلوا بعض أولادهم دون بعض. وقال العيني: واختلف العلماء من التابعين وغيرهم ...... اهـ.

وذهب الجمهور إلى أن التسوية مستحبة، فإن فضل بعضًا صح وكره، وحملوا الأمر في حديث النعمان على الندب، والنهي على التنزيه. (إعلاء السنن، كتاب الهبة / باب استحباب التسوية بين الأولاد ١٦/ ٩٦-٩٧ إدارة القرآن كراچی)

وروى المعلى عن أبي يوسف أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم يعطي الإبنة مثل ما يعطي للإبن وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في الهبة للصغير ٤/ ٣٩١ زكريا، عمدة القاري ٦/ ١٤٦ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/ ۳/ ۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باہمی نزاع کے اندیشہ سے تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ اَولاد کو برابر دینا؟

سوال (۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے چار لڑکے، دو لڑکیاں اور دو بہنیں ہیں، زید نے گھریلو کام کاج کی وجہ سے چھوٹے لڑکے کی تعلیم درجہ پانچ کے بعد منقطع کرادی، بقیہ تینوں لڑکوں کو اونچی تعلیم دینے کی انتھک کوشش کی؛ لیکن ایک ہی لڑکے نے اونچی تعلیم حاصل کرلی، بقیہ دو لڑکے ناکام رہے، زید کے پاس مکان،

زراعتی زمین، ٹریکٹر، ممبئی میں دوکان اور اچھی خاصی نقدی ہے، زید اپنی زندگی ہی میں لڑکوں کے باہمی اختلافات کی وجہ سے اپنی جائیداد کا بٹوارہ لڑکوں کے مابین کرنا چاہتا ہے، زید جس نے اونچی تعلیم حاصل کی ہے اس کو صرف مکان اور زراعتی زمین میں حصہ دے، بقیہ جائیداد تینوں لڑکوں کے مابین تقسیم کردے، تو کیا زید حقوق العباد کے تحت شرعی مجرم نہیں ہوگا، اگر نہیں تو ریاض الصالحین مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند ۲۶۸ باب کراهة تفضيل الوالد بعض أولاده على بعض في الهبة کے تحت مذکور حدیث کا مطلب کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کو اپنی جائیداد سب اولاد لڑکوں اور لڑکیوں میں برابر برابر تقسیم کرنی چاہئے؛ اس لئے کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ نابرابری کی شکل میں آپس میں نزاع اور فتنہ کا اندیشہ ہے۔

عن الشعبي قال: سمعت النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه على منبرنا هٰذا يقول: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: سوّوا بين أولادكم في العطية كما تحبون أن يسووا بينكم في البر.

قال الطحاوي: ففي هٰذا الحديث الأمر بالتسوية بينهم في العطية ليستووا جميعًا في البر. (تقريب شرح معاني الآثار، كتاب الهبة والصدقة / باب الرجل ينحل بعض بنيه دون بعض ۸٤/۳، مكتبة النعمة ديوبند)

ذهب قوم إلى أن الرجل إذا نحل بعض بنيه دون بعض؛ أن ذٰلك باطل، ووجب عليه التسوية بأحد أمرين؛ إما رد ما فضل به البعض، وإما إتمام نصيب الآخر.

وخالفهم في ذٰلك آخرون (منهم أبو حنيفة، ومالك، والشافعي) فقالوا: ينبغي للرجل أن يسوي بين ولده في العطية ليستووا في البر، ولا يفضل

بعضهم على بعض، فيوقع ذٰلك له الوحشة في قلوب المفضولين منهم؛ فإن نحل بعضهم شيئًا دون بعض، وقبضه المنحول لنفسه؛ إن كان كبيرًا، أو قبضه له أبوه من نفسه؛ إن كان صغيرًا بإعلامه إياه، والإشهاد به؛ فهو جائز. (تقريب شرح معاني الآثار، كتاب الهبة والصدقة / باب الرجل ينحل بعض بنيه دون بعض ٨١/٣ مكتبة النعمة ديوبند)

وإن قصد به الإضرار سوى بينهم يعطي الإبنة مثل ما يعطي للإبن وعليه الفتوىٰ. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في هبة الصغير ٣٩/٤ زكريا، فتاوىٰ قاضي خان على الهندية / كتاب الهبة ٢٧٩/٣، شامي / كتاب الهبة ٥٠٢/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۷/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جائیداد اور محبت میں والدین کا اولاد کی حق تلفی کرنا؟

سوال (۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسے والدین کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ جو اپنی اولاد کے ساتھ ہر معاملہ میں حق تلفی کرتے ہیں، مثلاً جائیداد کے معاملہ میں، محبت کے معاملہ میں، اللہ کے نزدیک ایسے والدین کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تربیت اور لین دین کے معاملہ میں والدین کو اپنی سب اولادوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہئے، اور بلا وجہ اولاد کے درمیان تفریق نہیں کرنا چاہئے، البتہ اگر اولاد نافرمان ہو تو لین دین میں ان کے درمیان تفریق کی گنجائش ہے، اور رہ گیا دلی محبت کا معاملہ تو اس کا زیادہ تر مدار والدین کے ساتھ اولاد کے برتاؤ پر ہوتا ہے، عموماً جو اولاد والدین کا زیادہ خیال کرتی ہے اور فرماں برداری کا مظاہرہ کرتی ہے، والدین کے دل میں اس کی قدر ومحبت دوسروں سے زیادہ ہوتی ہے؛ اس لئے اولاد کو چاہئے کہ وہ ایسا برتاؤ پیش کریں جس سے وہ والدین

کے منظور نظر بن جائیں۔

عن حاجب بن المفضل بن المهلب عن أبيه قال: سمعت النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه يقول: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إعدلوا بين أولادكم، إعدلوا بين أبنائكم. (سنن أبي داؤد، كتاب الإجارة / باب في الرجل يفضل بعض وُلده في النَّحل ص: ٦٦٧ رقم: ٣٥٤٤ دار الفكر بيروت)

قال النووي: فيه استحباب التسوية بين الأولاد في الهبة. (بذل المجهود / كتاب الإجارة ٢٧٣/١١ تحت رقم الحديث: ٣٥٤٤ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي أعظم جراه)

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث: قاربوا بين أولادكم (صحيح مسلم) قال قاضي: معناه أي سووا بينهم في أصل العطاء وفي قدره. (المنهاج في شرح صحيح مسلم مكمل ص: ١٠٣١ تحت رقم: ١٨- ١٦٢٣ بيت الأفكار الدولية)

عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه أن أمه بنت رواحة سألت أباه بعض الموهِبة من ماله لابنها، فالتوى بها سنة، ثم بدا له، فقالت: لا أرضى حتى تُشهِدَ رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم على ما وهبتَ لابني، فأخذ أبي بيدي، وأنا يومئذ غلامٌ، فأتى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: يا رسول اللّٰه! إن أم هٰذا بنت رواحة، أعجبها أن أُشهِدَكَ على الذي وهبتُ لابنها، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يا بشير! ألک ولد سوى هٰذا؟ قال: نعم، فقال: أكلهم وهبتَ له مثل هٰذا؟ قال: لا، قال: فلا تُشهِدني إذًا، فإني لا أَشْهَدُ على جَور. (صحيح مسلم، كتاب الهبة / باب كراهية تفضيل بعض الأولاد في الهبة ٣٧/٢ رقم: ١٦٢٣ بيت الأفكار الدولية، صحيح البخاري ٣٥٢/١ رقم: ٢٥١٥، فتح الباري رقم: ٢٥٨٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۱/۵/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بالغ اولاد کی موجودگی میں ساری جائیداد نابالغ بیٹے کو ہبہ کرنا؟

سوال (۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ماں باپ دیگر بالغ اولاد ہوتے ہوئے اپنی کسی ایک نابالغ اولاد کو اپنی ساری جائیداد ومال کو ہبہ کر سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحیح احادیث میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک اولاد کو دے کر دوسروں کو محروم کر دینے کو ظلم وناانصافی قرار دیا ہے۔ بریں بنا مسئولہ صورت میں ماں باپ کا اپنی کسی ایک اولاد کو ساری جائیداد ہبہ کر کے اسے مالک وقابض بنا دینا اور دیگر اولادوں کو محروم کر دینا ایک ناجائز عمل ہے۔

عن النعمان بن بشیر رضي اللّٰہ عنہ أن أمہ بنت رواحۃ سألت أباہ بعض الموهِبة من مالہ لابنها، فالتوی بها سنة، ثم بدا له، فقالت: لا أرضی حتی تُشهِدَ رسولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی ما وهبتَ لابني، فأخذ أبي بیدي، وأنا یومئذ غلامٌ، فأتی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: یا رسول اللّٰه! إن أم هٰذا بنت رواحة، أعجبها أن أُشهِدَکَ علی الذي وهبتُ لابنها، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: یا بشیر! ألک ولد سوی هٰذا؟ قال: نعم، فقال: أکلهم وهبتَ له مثل هٰذا؟ قال: لا، قال: فلا تُشهِدني إذًا، فإني لا أَشهَدُ علی جَور.

(صحیح مسلم، کتاب الهبة / باب کراهیة تفضیل بعض الأولاد في الهبة ۳۷/۲ رقم: ۱۶۲۳ بیت الأفکار الدولیة، صحیح البخاري ۳۵۲/۱ رقم: ۲۵۱۵، فتح الباري رقم: ۲۵۸۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۸/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نابالغ بیٹے کے نام زمین ہبہ کرنا؟

سوال (۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اولاً ہندہ سے شادی کی، اُس سے ایک لڑکا خالد پیدا ہوا، زید نے اُس کے نام اپنی زمین میں سے ٦٠/ بیگھہ زمین رجسٹری کرادی، اُس کے بعد دوسری عورت سے شادی کی، اُس سے اولاد ہوئیں، کیا اُس کا حصہ بھی اِس ٦٠/ بیگھہ زمین میں ہوگا یا نہیں، جو خالد کے نام کردی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بچپن میں جو ٦٠/ بیگھہ زمین خالد کے نام کی گئی ہے، وہ اس کی ملکیت میں آگئی؛ کیوں کہ باپ کے قبضہ کے ذریعہ ہبہ تام ہوچکا ہے، اَب دوسری اَولاد اس زمین کی مستحق نہ ہوگی؛ تاہم زید کو چاہئے کہ دیگر اَولاد کو بھی اتنی ہی زمین یا اُس کے بقدر مال ہبہ کرے۔

وفي الكافي: وإذا وهب الأب لطفله ملك الصغير بالعقد، ولا فرق بينهما، إذا كان في يده أو في يد مودعه، وكذا إذا وهبت للطفل أمه شيئًا، وهو في عيالها، وأبوه ميت، ولا وصي له جازت الهبة، وقبض الأم بمنزلة قبض الأب لو كان حيًّا، وكذا كل من يعوله كالعم والأخ. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الهبة / الفصل السادس في الهبة من الصغير ٤٦٤/١٤ رقم: ٢١٧٣١ زكريا)

وإذا وهب الأب لإبنه الصغير هبة ملكها الإبن بالعقد؛ لأنه في قبض الأب فينوب عن قبض الهبة. (الهداية ٢٨٧/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

كتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۹/۳/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین فروخت کر کے ایک بیٹے کا قرض ادا کرنا؟

سوال (۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، سب شادی شدہ ہیں، بیوی بھی حیات ہے، لڑکے کھاتے

کماتے ہیں، صورتِ حال یہ ہے کہ ایک لڑکے کے ذمہ کچھ قرض ہے، جس کا وہ ذمہ دار خود ہے، قرض اتنا ہے کہ زمین بیچے بغیر اس کی ادائیگی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اس صورتِ حال کے ذکر کے بعد سوال یہ ہے کہ زید اپنی زمین کا کچھ حصہ بیچ کر بیٹے کا قرض ادا کردے، تو اِس صورت میں دوسرے ورثہ کا حق جاتا ہے، ان کا حصہ میراث کم ہوتا ہے، کہیں زید کی پکڑ نہ ہوجائے، یا یہ کہ زید کو اپنی ملکیت میں کسی کی پرواہ کئے بغیر ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے، شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیٹے کی طرف سے قرض ادا کرنا گویا کہ اس کے قرض کے بقدر مال ہبہ کرنا ہے، اور حدیث میں آتا ہے کہ زندگی میں ہبہ کرتے وقت سب لڑکوں کے ساتھ برابری کرنی چاہئے؛ اس لئے مسئولہ صورت میں جتنی رقم اس لڑکے کے قرض میں زید ادا کرے، بہتر ہے کہ اتنی ہی رقم ہر ایک اولاد کو بھی زندگی میں دے کر قابض ودخیل بنادے، اگر ایسا نہیں کرے گا تو اولاد میں برابری نہ کرنے پر اس سے مؤاخذہ ہوسکتا ہے۔

سمعت النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه يخطب قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إعدلوا بين أولادكم، اعدلوا بين أولادكم. (شعب الإيمان للبيهقي ٤٠٨/٦ رقم: ٨٦٩١)

وإن قصده فسوىٰ بينهم يعطي البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوىٰ.

(الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ٥٠١/٨ زكريا)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثىٰ في الهبة، ولو كان ولده فاسقًا. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٢٨٨/٧ کراچی، ٤٩٠/٧ زكريا)

رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز في القضاء، ويكون اٰثمًا فيما صنع كذا في الخانية، وإن كان في ولده فاسق لا ينبغي أن يعطيه أكثر من قوته كي لا يصير معينًا في المعصية، كذا في خزانة المفتيين. ولو كان ولده فاسقًا

وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث هٰذا خير من تركه كذا في الخلاصة. (الفتاوى الهندية ٤/ ٣٨١ زكريا)

وفي الشامية: لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة؛ لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا، إن لم يقصد به الإضرار. (شامي ٨/ ٥٠١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/ ۶/ ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں باپ کی موروثی جائیداد صرف بیٹوں میں تقسیم کرنا؟

سوال (۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بڑے بیٹے نے جائیداد تقسیم کرنے کی دو تجویزیں رکھی ہیں، ایک یہ کہ موروثی جائیداد والد چھوٹے بیٹے کو دے دیں اور خریدی ہوئی جائیداد بڑے لڑکے کو دے دیں، واضح رہے کہ ثانی الذکر زمین کی قیمت پہلے سے کافی زیادہ ہے۔ دوسری تجویز یہ رکھی ہے کہ خلیل آباد کی دو زمینیں جن کی مالیت اچھی خاصی ہے، وہ بڑے بیٹے کو دے دی جائے اور بقیہ موروثی وغیر موروثی جائیداد دو برابر حصوں میں تقسیم کردی جائیں، سوال یہ ہے کہ باپ اگر اس طرح جائیداد تقسیم کردے تو کیا وہ شرعاً ماخوذ تو نہیں ہوگا؟ ایک بات اور جاننا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ باپ کو جو موروثی مکان ملا تھا وہ بوسیدہ ہوگیا ہے اور نیا مکان دونوں لڑکوں نے برابر تقسیم کرلیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس میں باپ کا حصہ نہیں ہے؟ یہ وضاحت کرنا اور ضروری سمجھتا ہوں کہ گھر کے اخراجات نیز نئے مکان کی تعمیر اور دیگر زمینوں کی خریداری میں گھر کی کھیتی کی آمدنی اور باپ کی کچھ نہ کچھ رقم اور بھی لگی ہے، طوالت کے لئے معذرت خواہ ہوں، امید ہے کہ جواب باصواب عنایت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بڑے بیٹے نے تقسیم جائیداد کی جو دونوں تجویزیں رکھی

ہیں، یہ منصفانہ نہیں ہیں، صحیح مسئلہ یہی ہے کہ والد کی موروثی یا غیر موروثی سب زمینیں بشمول خلیل آباد کی زمین کے سب وارثین میں برابر تقسیم کی جائیں گی، اور زندگی میں دینے میں لڑکوں اور لڑکیوں سب کو برابر دیا جائے، اور زندگی میں تقسیم نہ ہوتو بعد میں ہر لڑکی کو لڑکے سے آدھا ملے گا۔ سوال سے ایسا انداز ہوتا ہے کہ دونوں لڑکے مل کر باپ کی سب جائیداد زندگی ہی میں تقسیم کر لینا چاہتے ہیں، اور لڑکیوں کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، یہ بات شرعاً غلط ہے، اگر زندگی میں تقسیم ہوگی تو لڑکیوں کو بھی برابر برابر دینا چاہیئے، لڑکیوں کو نظر انداز کر کے صرف لڑکوں کو جائیداد بانٹنا درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۳۹/۱۶ ڈابھیل)

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آيت: ١١]

عن سعيد بن زيد رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح البخاري، بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٤/٢، وكذا في مشكاة المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من ظلم قيد شبر من الأرض طوقه من سبع أرضين. (صحيح البخاري / باب إثم من ظلم شيئًا من الأرض ٣٣١/١ رقم: ٢٤٥٣، صحيح مسلم ٣٣/٢ رقم: ١٦١٢ الترغيب والترهيب مكمل، كتاب البيوع وغيرها / الترهيب من غصب الأرض وغيرها ٤٢١ رقم: ٢٨٩٥ بيت الأفكار الدولية)

قال العبد الضعيف عفا اللّٰه عنه: قد ثبت بما ذكرنا، أن مذهب الجمهور في التسوية بين الذكر والأنثى في حالة الحياة أقوىٰ وأرجح من حيث الدليل، ولكن ربما يخطر بالبال أن هٰذا فيما قصد فيه الأب العطية والصلة، وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه في ما بين أولاده في حياته؛ لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته؛ فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي، ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال

لما يكون بعد الموت، وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث، فلو قسّم رجل في مثل هذه الصورة لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ على قول الإمام أحمد، ومحمد بن الحسن – رحمهما اللّٰه – فالظاهر أن ذلک يسع له، ولم أر ذلک صريحًا في كلام الفقهاء غير أنه لايبد وخارجًا عن قواعدهم، واللّٰه سبحانه وتعالیٰ أعلم. (تكملة فتح الملهم، الهبة / مذهب الجمهور التسوية بين الذكور والأنثى ٧٥/٢ دار العلوم كراچى)

عن حاجب بن المفضل بن المهلب عن أبيه قال: سمعت النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه يقول: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إعدلوا بين أولادكم، إعدلوا بين أبنائكم. (سنن أبي داؤد، كتاب الإجارة / باب في الرجل يفضل بعض وُلده في النَّحل ص: ٦٦٧ رقم: ٣٥٤٤ دار الفكر بيروت)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجة / باب الحيف في الوصية ١٩٤، وكذا في مشكاة المصابيح / كتاب الوصايا ٢٦٦)

حكم الهبة ثبوت الملک للموهوب له. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤١٣/١٤ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل ...... وحكمها ثبوت الملک للموهوب له.

(الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ٤٩٠/٨-٤٩٣ زكريا، الفتاویٰ الهندية / الباب السادس في هبة الصغير ٣٧٤/٤ زكريا)

يعطي الابنة مثل ما يعطي للإبن وعليه الفتویٰ وهو المختار. (الفتاویٰ الهندية / الباب السادس في هبة الصغير ٣٩١/٤، البحر الرائق / كتاب الهبة ٢٨٨/٧ زكريا)

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مترتبة: الرابع: يقسم الباقي بين ورثته بالكتابة والسنة وإجماع الأمة. (السراجي في الميراث ٣-٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۳/۳۰ ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خدمت گذار بیٹے کے نام پورا مکان رجسٹری کرنا؟

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری والدہ نے وہ مکان جس میں وہ رہتی تھیں، اس کی پکی رجسٹری میرے نام کردی تھی، مجھ سے کوئی روپیہ نہیں لیا، اور فرضی طور پر رجسٹرار سے کہا کہ یہ مکان میں نے ۹۰؍ہزار روپیہ میں اپنے بیٹے ''منور جمال عرف پپو'' کے ہاتھ فروخت کردیا، اور میں نے روپیہ نقد وصول کرلیا ہے، اس رجسٹری کرنے کی وجہ یہ تھی کہ میری والدہ اپنے بیٹے انور کمال اور چھوٹی بیٹی ہما پروین سے بہت سخت ناراض تھیں، یہ دونوں ان کی کوئی خدمت نہیں کرتے تھے اور دوسروں کے سامنے ان کی بے عزتی کرتے تھے، میں ان کا کل خرچہ اٹھاتا تھا اور ان کی خدمت کرتا تھا اور ان کی کل ذمہ داری والد کے انتقال کے بعد میرے اوپر تھی، وہ مجھ سے بہت محبت کرتی تھیں؛ اس لئے خوش ہوکر اُنہوں نے یہ مکان میرے نام کردیا تھا، مکان مذکورہ میرے قبضہ میں ہے اور میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہوں، اس مکان کی پکی رجسٹری عدالت سے میرے نام ہوچکی ہے، جن کے کاغذات میرے پاس موجود ہیں، میری والدہ کے انتقال کو تقریباً تین سال ہوچکے ہیں، اب میرے بھائی اور بہن مجھ سے مطالبہ کررہے ہیں کہ اس مکان میں جو ہمارا حصہ شریعت کے مطابق ہو بتایئے؟ اس کا نقد روپیہ ہمیں دے دو، ورنہ معاوضہ دار رہو، تو مکان مذکورہ میں شریعت اسلامی کے مطابق ان لوگوں کا کوئی حصہ بنتا ہے یا یہ لوگ بالکل ناحق ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ والدہ نے زندگی میں آپ کے نام رجسٹری کرکے آپ کو قبضہ اور دخل دے دیا تھا تو اب اس مکان میں دیگر ورثہ کا حق نہیں ہے۔

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض …… والقبض لا بد منه لثبوت الملك ولنا قوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة، والمراد هنا نفي الملك لا الجواز؛ لأن جوازها بدون القبض ثابت. (الهداية / كتاب الهبة ۲۸۱/۳ دار المعارف

ديـوبـنـد، ٢٣٨/٦ مكتبة البشرىٰ كراچى، كذا في البحر الرائق / كتاب الهبة ٤٨٣/٧ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الهبة ٤٩١/٣ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کو اگر ساری جائیداد ہبہ کردی، تو کیا لڑکیاں میراث کا مطالبہ کرسکتی ہیں؟

سوال (۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: والدین کی پانچ اولادیں ہیں، ایک لڑکا اور چار لڑکی، والدین نے اپنی ساری جائیداد و مال اپنے بیٹے کو ہبہ کردیا، تو کیا والدین کی انتقال کے بعد وہ لڑکیاں اس جائیداد و مال میں میراث کا مطالبہ کرسکتی ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر بڑے لڑکے کو ہبہ کرکے اپنی زندگی ہی میں مالک وقابض بنادیا ہے، اور خود والدین اس مکان وجائیداد سے قطعاً بے دخل ہوگئے ہیں، تو گو کہ یہ عمل ناجائز اور گناہ ہے؛ لیکن یہ ہبہ درست ہو جائے گا، اور لڑکیاں اس کی حق دار نہ ہوں گی؛ البتہ اگر صرف زبانی ہبہ کیا ہے، حقیقتاً مالک وقابض اور متصرف نہیں بنایا ہے، تو یہ ہبہ نافذ نہ ہوگا، اور والدین کے انتقال کے بعد اُن کے سب شرعی وارثین جن میں لڑکیاں بھی شامل ہیں، اُسی میں حق دار ہوں گے۔

عن النضر بن أنس قال: نحلني أنس نصف داره قال: فقال أبو بردة رضي اللّٰه عنه: إن سرک يجوز لک فاقبضه، فإن عمر بن الخطاب قضى في الأنحال: أن ما قبض منه فهو جائز، وما لم يقبض فهو ميراث، قال: فدعوت يزيد الرشک فقسمها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الهبات / باب ما جاء في هبة المشاع ١٥٨/٩ رقم: ١٢١٨٦)

عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه يقول: ما بال أقوام ينحلون أبنائهم، فإذا مات الإبن قال الأب: مالي وفي يدي، وإذا مات الأب قال: قد كنت نحلت ابني كذا وكذا، لا نحل إلا لمن أحازه وقبضه عن أبيه. (المصنف لعبد الرزاق ١٠٢/٩ رقم: ١٦٥/٩)

وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا غير مشاع مميزًا غير مشغول. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / أول كتاب الهبة ٤٨٩/٨ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (تنوير الأبصار مع الدر المختار /أول كتاب الهبة ٦٩٠/٥ دار الفكر بيروت، ٤٩٣/٨ زكريا)

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض …… قوله عليه السلام: لا يجوز الهبة إلا مقبوضة. (الهداية ٢٨٥/٣-٢٨٦ مكتبه رحمانيه)

وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرعات لا تتم إلا بالقبض.

(شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٦٢/١ رقم المادة ٨٣٧ كوئٹه، كذا في البحر الرائق / كتاب الهبة ٤٨٣/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۸/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹیوں کو دے کر، بیٹے کو محروم کرنا؟

سوال (۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی دو بیویاں ہیں، زید کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا، زید نے دوسری شادی کی اور دوسری بیوی سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، پہلی بیٹی کا نام سمیہ ہے، اور دوسری لڑکی کا نام عائشہ ہے، زید نے اپنے لئے اپنی رقم سے ایک جگہ خریدی اور اپنی کمائی ہوئی رقم سے اس جگہ پر ایک مکان بنوایا، زید نے دوسری بیوی سے پہلی لڑکی کو اپنا مکان ہبہ کردیا، اور دوسری لڑکی عائشہ کو ایک جگہ دے دی۔ اب رہی یہ بات کہ زید کے اپنی بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام ناصر ہے، زید نے ناصر کے لئے کوئی جگہ اور کوئی رقم نہ دی، جب زید نے اپنی بیٹیوں کو حصص ہبہ

کئے تھے، اُس وقت ناصر برابر گھر کو آتے جاتے نہیں تھے، زید نے اپنے بیٹے ناصر کو کچھ بھی نہیں دیا، تو کیا زید کا عنداللہ مؤاخذہ ہوگا؟ کیا زید کے ذمہ ناصر کو کچھ دینا ہے یا نہیں؟ زید نے جو فعل کیا، کیا یہ شریعت کے خلاف ہے؟ زید نے اپنی لڑکی کو جتنا حصہ دیا اتنا ہی حصہ اپنے لڑکے ناصر کو دینا کیا زید کے ذمہ واجب ہے؟ زید نے اِس حصہ کی اگر رقم دے دی، تو اس حصہ کے برابر ہوجائے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی شرعی وجہ مثلاً لڑکے کی نافرمانی وغیرہ کی وجہ سے لڑکے کو محروم رکھا ہے، تو زید گنہگار نہیں ہے؛ لیکن اگر بلا وجہ اسے محروم رکھا ہے، تو یہ مناسب نہیں ہے، اُسے چاہئے کہ جتنا ہر لڑکی کو دیا ہے اُتنا ہی یا اُس کے بقدر رقم لڑکے کو بھی دیدے، یعنی ہبہ میں اپنی تینوں اولاد کے ساتھ برابری کا معاملہ کرے۔

عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه وهو على المنبر يقول: أعطاني أبي عطية، فقالت عمرة بنت رواحة: لا أرضى حتى تشهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فأتى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال: إني أعطيت ابني بن عمرة بنت رواحة عطية، فأمرتني أن أشهدك يا رسول اللّٰه! قال: أعطيت سائر ولدك مثل هٰذا؟ قال: لا، قال: فاتقوا اللّٰه واعدلوا بين أولادكم. قال: فرجع، فردّ عطيته. (صحيح البخاري / باب استحباب التسوية بين الأولاد في العطاء ٣٥٢/١ رقم: ٢٥١٥، إعلاء السنن ١١٦/١٦ رقم: ٥٢٧٧ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض في ذٰلك لا رواية لهٰذا في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن كانا سواء يكره، وروى المعلى عن أبي يوسف أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم يعطي الإبنة مثل ما يعطي للإبن وعليه

الفتویٰ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الفصل السادس في الهبة للصغير ۳۹۱/٤ زكريا، عمدة القاري ١٤٦/٦ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱۰/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اپنا ذاتی مکان دیگر اولاد کو نہ دے کر صرف معذور بیٹی کو دینا؟

سوال (۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا ایک مکان ذاتی ہے، جو مجھے اپنی والدہ سے ترکہ میں ملا ہے، میں اسے اپنی ایک معذور لڑکی ''تاجور سلطانہ'' کو دینا چاہتی ہوں؛ تاکہ اس کے لئے سہارا ہوجائے، تو کیا میں اپنی زندگی میں اپنا مملوکہ مکان اپنی معذور بیٹی کو دینے کا حق رکھتی ہوں؟ جب کہ میرے اس لڑکی کے علاوہ چھ لڑکے اور ایک لڑکی اور ہے، شرعی حکم تحریر فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے مال میں سبھی اولادوں کا حق ہے، جس کی بنا پر آپ کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ سب کو محروم کرکے صرف ایک اولاد پر خرچ کریں؛ البتہ اگر دیگر اولاد راضی ہوں تو زیادہ ضرورت مند ہونے کی وجہ سے مذکورہ معذور لڑکی کا حصہ دوسروں سے کچھ زیادہ رکھ سکتی ہیں۔

أكثر أهل العلم على أن من فاضل بين أولاده، فوهب بعضهم دون بعض، ولم يسترد ذٰلک في حال حياته فإنه يصبح حقًّا للموهوب له ولا حق لسائر الورثة فيه. وبه قال مالک والشافعي وأصحاب الرأي وأحمد في أشهر الروايتين عنه. (مسائل الجمهور ۵۹۸/۲ رقم المسالة: ۱۰۱۹ دار السلام)

وروي عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن كانا سواء يكره، وروى المعلى عن أبي يوسف أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم يعطي الإبنة

مثل ما يعطي للإبن وعليه الفتوىٰ. (الفتاویٰ الهندية، الهبة / الفصل السادس في هبة الصغير ۳۹۱/٤ زكريا، عمدة القاري ۱٤٦/٦ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رہائشی مکان پر بیٹوں کو قابض اور دخیل بنا کر مابقیہ جائیداد تقسیم کرنا؟

سوال (۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ابھی حیات ہیں ان کی بیوی کا کئی سال پہلے انتقال ہوگیا ان کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، دونوں لڑکیوں نے اپنا اپنا حصہ لینے سے انکار کردیا، جس کی وجہ سے زید نے کچھ روز بعد رہائشی مکان کی ملکیت دونوں لڑکوں میں آدھی آدھی تقسیم کردی اور کاشت کی زمین دونوں لڑکوں میں مشترکہ طور پر استعمال کی جاتی رہی، پھر تقریباً چار پانچ سال بعد زید کی بڑی لڑکی ہندہ کا انتقال ہو گیا، چھوٹی لڑکی رشیدہ حیات ہے، پھر زید کے بڑے لڑکے عمرو کا بھی انتقال ہوگیا، ان کی بیوی نور جہاں حیات ہیں جس کے کوئی اولاد نہیں تھی، زید کا چھوٹا لڑکا خالد حیات ہے جس کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں جن میں سے ایک لڑکے بکر کو متوفی عمرو نے گود لے لیا تھا، اب فی الحال زید کی ملکیت صرف کاشت کی ۱۹/ بیگھہ زمین ہے، جس کی قیمت اس وقت ۲۰۱۳/۹/۱۱ء میں دو لاکھ روپئے فی بیگھہ کے حساب سے ۳۸/ لاکھ روپئے ہے۔

مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ زید کی موجودہ ملکیت کی رقم میں زید کے چھوٹے لڑکے خالد کا کتنا حصہ ہے؟ اور بڑے لڑکے کی بیوہ نور جہاں کا کتنا حصہ ہے؟ اور لے پالک کو کتنا ملے گا؟ زید کا چھوٹا لڑکا خالد اپنے حصے کی رقم کو اپنی بیوی اور اپنے تینوں لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے کس کو کتنا کتنا ملے گا؟ اور خالد کتنا لے سکتا ہے؟ اور اس کو کتنے مال میں اختیار حاصل ہے، نیز خالد تقریباً دس سال سے اپنے والد اور بڑے بھائی کی بیوہ اور اپنے سبھی لڑکے لڑکیوں اور شادی شدہ لڑکے کی سات ممبری فیملی کا سارا خرچ اٹھاتا چلا آرہا ہے، اور ایک لڑکی اور دو لڑکوں کی شادی کا بوجھ ابھی سر پر باقی ہے، اور ڈھائی لاکھ روپئے کا اب تک قرض بھی ہو چکا ہے، تو کیا ان ناگفتہ بہ حالات

میں خالد اپنے باپ کی ملکیت میں سے اپنے شرعی حصے کے علاوہ مزید رقم قرض کی ادائیگی اور لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کے لئے لے سکتا ہے یا نہیں؟ خالد کے لئے اپنے بڑھاپے اور کمزوری اور مجبوری کی حالت میں اپنی ملکیت میں سے کتنا روک کر اپنے پاس رکھ لینا جائز ہے، جس سے وارثین کی حق تلفی نہ ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت اگر رہائشی مکان دونوں بیٹوں کو دے کر اُن کو قابض اور دخیل بنا دیا تھا، تو وہ اُس کے مالک ہو چکے، اب جس بیٹے عمرو کا انتقال ہوا، اُس کے حصہ مکان میں سے ایک چوتھائی حصہ اس کی بیوی نور جہاں کو ملے گا، اور بقیہ تین چوتھائی حصے باپ ہونے کی حیثیت سے زید کی ملکیت کی طرف لوٹ آئیں گے، اب یہ مملوکہ حصہ اور وہ زمین جو دونوں لڑکے مشترکہ طور پر کاشت کررہے تھے، سب زید کی ملکیت ہے اور اس کے علاوہ بھی جو چیزیں اُس کی ملکیت میں ہیں، اُنہیں اگر اپنی زندگی میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، تو اپنے لئے حسبِ ضرورت جتنا چاہے رکھ لے، اور مابقیہ اپنے بیٹے خالد اور لڑکی رشیدہ کے درمیان برابر تقسیم کردے، اور اپنے ذاتی مال میں سے وہ اپنی بیوہ بہو نور جہاں اور اپنے پوتے بکر کے لئے بھی کچھ انتظام کرسکتے ہیں، اور زید وخالد کو بھی اپنی مرضی سے جو دے اُسے اُس کے لئے لینے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اس سے زائد کا وہ مطالبہ نہیں کرسکتا۔ اِسی طرح خالد اپنی حیات میں اگر اپنی اولاد میں مال تقسیم کرنا چاہے، تو اُسے بھی سب لڑکے اور لڑکیوں کو برابر دینا چاہئے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰه عليه وسلم: إعدلوا بين أولادكم في العطية.

(صحيح البخاري ۱/۳۵۲)

إن الدعی والمتبنی لا يلحق في الأحكام بالابن، فلا يستحق الميراث ولا يرث عنه. (أحكام القرآن للتهانوي ۵/۱۴۸)

وفي الموهوب أن يكون مقبوضًا غير مشاعٍ مميزًا غير مشغول، وتتم بالقبض الكامل. (مجمع الأنهر / كتاب الهبة ۳/۴۹۰)

كـل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شـرح المجلة ۱۳۲/٤ رقم المادة: ۱۱۹۲ مكتبه حقانية پشاور، التفسير البيضاوي ٦)

لـو قـال وارث تـركـت حـقي لا يبطل حقه، إذ الملک لا يبطل بالترک (جامع الفصولين بحواله محموديه ۲۳۸/۲۰ ڈابهيل)

يـعـطى الإبنة مثل ما يعطى للإبن وعليه الفتوىٰ. (الـفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في هبة الصغير ٣٠١/٤ زكريا، وكذا في الدر المختار / أول كتاب الهبة ٦٩٦/٥ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق شدہ خدمت گذار بیٹی کے لئے ہبہ میں مکان مختص کرنا؟

سوال (۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں رئیسہ عبدالقادر ممبئی میں رہتی ہوں، میری کچھ ذاتی پراپرٹی ہے؛ ایک مکان جس میں میں رہتی ہوں اور ایک بلڈنگ جس کا کرایہ ماہ بماہ آتا ہے، جس سے ہمارے اخراجات چلتے ہیں، یہ سب کچھ میرا ہے، میں ہی اس کی مالک ہوں، میری اولادوں میں چھ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے، میں چاہتی ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں سب کا حصہ دیدوں تاکہ میرے بعد اختلافات نہ رہیں، مجھے دریافت یہ کرنا ہے کہ:

(۱) میں جس مکان میں رہتی ہوں اس مکان میں میری خدمت کرنے والی بیٹی جو طلاق شدہ بھی ہے اور میرا ایک بیٹا جو دائم المریض ہے وہ رہتا ہے، یہی بیٹی اس کی بھی تیمارداری بھی کرتی ہے اور اس بیٹی کی دو بیٹیاں بھی ہیں، میں چاہتی ہوں کہ یہ مکان اپنی اس طلاق شدہ بیٹی عالیہ خاتون کو جو خدمت کرتی ہے اور بیمار بیٹے کی تیمارداری کرتی ہے اس کو ہبہ کردوں، اس کی ضرورت اور بےسہارگی کی وجہ سے ایسا کرنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ دیگر بیٹیاں ماشاءاللہ خوشحال ہیں۔

(۲) میرا دوسرا مکان جس کا کرایہ آتا ہے میں اس کو فروخت کرکے سبھی چھ لڑکیوں اور

ایک لڑکے کو دینا چاہتی ہوں اور کچھ رقم اپنی ضرورت کے لئے علیحدہ کرکے رکھنا چاہتی ہوں؛ تاکہ بوقت ضرورت کام آئے، تو کیا ایسا کرنا ہمارے لئے درست ہے یا نہیں؟ اس میں کسی کی حق تلفی یا ناانصافی تو نہیں ہے؟ حکم شرع سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر آپ کی دیگر اولادوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو مذکورہ خدمت گار بیٹی کے نام آپ اپنا مکان ہبہ کرکے اسے قابض ودخیل بنا سکتی ہیں؛ لیکن اگر دیگر بچیوں کو ناگواری کا اندیشہ ہو، تو آپ کے لئے یہ اقدام مناسب نہیں ہے۔

(۲) کرایہ والا مکان بیچ کر آپ زندگی میں لڑکے لڑکیوں کو برابر برابر رقم تقسیم کردیں اور اپنے لئے بھی حسبِ ضرورت رقم روک سکتی ہیں، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

عن الحسن في الرجل یوصی بأکثر من الثلث فیرضی الورثة، قال: هو جائز. (مسند الدارمي ۲۰۳۶/٤ رقم: ۳۲۳۷)

وإذا أوصی بأکثر من ثلث ماله لأجنبي فهٰذه الوصیة فیما زاد علی الثلث لا تجوز إلا بإجازة الوارث، وکذٰلک لو أوصی لواحد من الورثة، تتوقف وصیته علیٰ إجازة باقي الورثة بأيّ قدر حصلت الوصیة. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الوصایا / الفصل الثالث في بیان ما یجوز من الوصایا وما لا یجوز ۳۸۱/۱۹ زکریا)

ولو وهب رجل شیئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضیل البعض علی البعض في ذٰلک لا روایة لهٰذا في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ أنه لا بأس به إذا کان التفضیل لزیادة فضل له في الدین، وإن کانا سواء یکره، وروی المعلی عن أبي یوسف أنه لا بأس به إذا لم یقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوی بینهم یعطي الإبنة مثل ما یعطي للإبن وعلیه الفتویٰ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الهبة / الفصل السادس في الهبة للصغیر ۳۹۱/٤ زکریا، عمدة القاري ۱٤٦/٦ بیروت)

وفي الخلاصة: المختار التسویة بین الذکر والأنثیٰ في الهبة، ولو کان

ولده فاسقًا. (البحر الرائق / كتاب الهبة ۲۸۸/۷ كراچی، ۴۹۰/۷ زكريا)

يـكـره تـفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة إلا لزيادة فـضـل لـه فـي الـديـن، وإن وهـب مـالـه كله لواحد جاز قضاء، وهو آثم، كذا في المحيط. (البحرالرائق / كتاب الهبة ۲۸۸/۷ زكريا)

يـعـطى الإبنة مثل ما يعطى للإبن وعليه الفتوىٰ ...... رجل وهب في صحته كـل المال للولد جاز في القضاء، ويكون اٰثمًا فيما صنع كذا في الخانية. (الفتاوىٰ الهـنـدية، كتاب الهبة / الباب السادس في هبة الصغير ۴/ ۳۰۱ زكريا، وكذا في الدر المختار / أول كتاب الهبة ۶۹۶/۵ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی کے نام سے خریدے ہوئے پلاٹ کو ماں کا اپنے نام رجسٹرڈ کرانا؟

سـوال (۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے تین بیٹے دو بیٹیاں اور ایک بیوی ہے، دونوں بیٹیوں کی اس نے شادی کردی، دونوں بیٹیوں نے خواہش کی کہ لکھنؤ میں ان کی رہائش کے لئے زمین ہوجائے، چناں چہ زید نے دونوں بیٹیوں کے لئے ایک ایک پلاٹ خریدا، چھوٹی بیٹی زبیدہ کے لئے جو پلاٹ خریدا، اُس کی پوری قیمت کی ادائیگی اُس کے باپ زید نے کی، جب کہ بڑی بیٹی ہندہ نے اپنے باپ کو پلاٹ کی پوری رقم ازخود ادا کی، صرف رجسٹری کرانے میں جو خرچ ہوتا ہے، سود کی رقم اُس میں خرچ کی، گویا چھوٹی بیٹی زبیدہ کے لئے باپ کی طرف سے یہ زمین ہدیہ ہوئی، اور ہندہ نے خود اپنے پیسوں سے باپ کے واسطے سے خریدی، اِس کے بعد ہندہ نے اپنے باپ سے علیحدہ سے کہا کہ ابو میرے لئے ایک پلاٹ اسی طرح کا اور خرید دیجئے؛ لیکن ہندہ کے پاس پیسے بالکل نہ تھے، گویا ہندہ نے اپنے

باپ کو کلی اختیار دے کر ایک پلاٹ خریدنے کا وکیل بنایا، اور اپنے باپ کا احسان لینا چاہا، یہ گفتگو بالکل خاموش طریقہ پر ہوئی، باپ نے اسے منظور کرلیا اور ایک تیسرے پلاٹ کی بات کر لی؛ بلکہ معاملہ بھی کرلیا، اور ایک متعینہ پلاٹ کی قیمت بیس ہزار روپئے ادا کر دی، اور بائع نے اُس کی رسید کاٹ کر دے دی، باپ نے ہندہ کا نام لکھ کر بائع کو دے دیا کہ اُس کے نام رجسٹری کر دیں، باپ نے ہندہ سے پیسے مانگے، تو ہندہ نے کہا کہ پیسے نہیں ہیں زیور ہے، اس کو بیچ دوں؟ تو باپ نے زیور بیچنے سے منع کیا، اور یہ رقم باپ نے بطور قرض نہیں مانگی؛ بلکہ ہندہ کے مکان کی رجسٹری کرانے کے لئے مانگی تھی، اس بات کا علم جب زید کی بیوی کو ہوا، تو اس نے زید سے کہا کہ زمین میرے نام کر دو؛ لیکن زید نے انکار کرتے ہوئے اپنی بیٹی کے نام ہی زمین رجسٹری کرادی، زید اپنے بیٹوں اور گھریلو حالات سے ناراض بھی رہتا تھا، اس نے بیٹی سے کہا کہ میں تمہارے پاس ہی رہوں گا۔

الغرض زمین ہندہ کے نام کردی، اور پیسے بھی ادا کر دئے، اسی درمیان اچانک زید کا انتقال ہو گیا، زید کے انتقال کے بعد پلاٹ کی مابقیہ ۴۰؍ ہزار روپئے رقم کا ہندہ کی ماں نے انتظام کر کے ادا کی، اور اِس پلاٹ کو پھر اپنے نام کرانا چاہا، ہندہ کے پاس چوں کہ پیسے نہیں تھے، اس لئے وہ خاموش رہی اور ہندہ کی ماں نے رقم دے کر بائع سے زمین اپنے نام کرانے کو کہا؛ لیکن چوں کہ بائع زید مرحوم کے کہنے کے مطابق ہندہ کے نام رجسٹری کر چکا تھا، اور رجسٹری رسید ہندہ کے پاس آ گئی تھی، کچھ دنوں بعد ہندہ کی ماں نے اس سے رجسٹری رسید کا مطالبہ کیا، ہندہ نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے ماں کے اصرار پر دے دیا، اس کے بعد وہ زمین ہندہ نے چھوٹی بیٹی زبیدہ کو دینا چاہا؛ لیکن ہندہ نے سختی سے انکار کر دیا، اور مقدمہ کرنے کی دھمکی دی، اس لئے ماں اگلا قدم بڑھانے سے خاموش ہوگئی۔

ہندہ اور اُس کی بہن زبیدہ دونوں باپ کے ترکہ سے اب تک محروم ہیں، جب کہ زید نے ترکہ میں کافی زمین جائیداد، کھیت، مکان، سونے کے سکے، دواخانہ، بندوق، جنریٹر اسٹور، موٹر سائیکل اور گھریلو سامان جو تقریباً ڈیڑھ کروڑ کی مالیت کا تھا چھوڑا، ترکہ کی عملی تقسیم نہ بھائی چاہتے تھے اور نہ ماں، چناں چہ اسی طرح ۱۵؍ سال گذر گئے، ایک موقع پر دواخانے کی دوائیں بیٹوں کے نام تقسیم ہوئیں، تو ان دواؤں میں بیٹیوں کو بھی حصہ دیا گیا، اور بہت سی خراب دوائیں بیٹیوں کو

دیں، جس سے اُن کو بڑی شکایت ہوئی۔

اِسی طرح ایک کھیت بیچ کر ہندہ نے اپنی دونوں بیٹیوں کو بغیر حساب کے ۱۰-۱۰/ ہزار روپئے دئے، اس کے علاوہ اب تک ترکہ تقسیم نہیں ہوا ہے، ایک پرانا مکان جو خستہ حالت میں ہے، اس کے تعلق سے زید نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ یہ مکان دونوں بیٹیوں کا ہے، اب اس مکان کو نہ تو بھائی بیچنے کو تیار ہیں، اور نہ ہی بیچنے کے لئے پلیٹ لگانے کی اجازت دیتے ہیں، اور اس مکان کا کرایہ دونوں بہنوں میں سے کسی کو بھی نہیں دیا، سب کچھ ماں اپنے قبضے میں رکھتی رہی، اور پورے ترکہ میں تنہا تصرف کرتی ہے، ایک مرتبہ خود حج کیا، اور دوسری مرتبہ حج میں اپنے ساتھ تینوں بیٹوں کو حج کرایا اور ایک بیٹے کی شادی میں خوب خرچ کیا، خاندان کی سب لڑکیوں کو ایک ایک سونے کی انگوٹھی پہنائی، دوسری خاندانی لڑکیوں کی طرح حقیقی بیٹیوں کو بھی ایک ایک انگوٹھی دی، تینوں بیٹوں میں سب سے بڑے بیٹے کو مکان اور زمین کا زیادہ حصہ دیا، اور دواخانہ بھی اسی کا رہا، اس کے بعد چھوٹے بیٹے کو دیا اور منجھلے بیٹے کو کچھ حصہ دیا اور یہ کہا کہ لکھنؤ والی زمین تمہاری ہے، وہ بڑا مطمئن رہا کہ یہ زمین ہماری ہوگئی، ایک موقع پر ملک کی منتقلی اور ہبہ نامہ پر دستخط کرانے کے لئے منجھلا بیٹا اسٹامپ پیپر لے کر ہندہ کے پاس آیا، اس موقع پر بھی ہندہ نے زمین دینے سے صاف انکار کردیا، اور دستخط نہیں کئے۔

اخیر میں منجھلے لڑکے نے اپنی بہن سے کہا کہ ہمارے حصے کی زمین جو گھر پر ہے، اس کو تم دونوں بہن لے لو، ہندہ نے کہا کہ میں اس بارے میں اپنے بڑوں سے خسرا اور شیخ سے مشورہ کروں گی، منجھلے بیٹے کا کہنا ہے کہ تم نے یہ کہا کہ مجھے اس زمین کا کوئی لالچ نہیں اور اتنے سال تک خاموش رہیں اور مجھ کو دلاسا دیتی رہیں، ماں کے دینے کے بعد اسی وقت انکار کیوں نہیں کیا تھا؟ لہٰذا اب یہ زمین میری ہے، جب کہ ہندہ یہ کہتی ہے کہ ابو نے میرے کہنے پر میرے لئے ہی یہ زمین خریدی تھی، جب کہ ہندہ کی ماں کا یہ کہنا ہے کہ زید نے یہ زمین اپنے لئے خریدی تھی، اور لکھنؤ رہنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا، ہندہ کی ماں بھی اس کا اقرار کرتی ہے کہ زید مرحوم نے زمین ہندہ کی ماں کے نام رجسٹری کرنے سے انکار کردیا تھا؛ لیکن ہندہ کی ماں اس پر تیار نہیں ہوئی، اور وہ اس کو ترکہ میں شمار کرنا چاہتی ہے۔

الغرض ہندہ نے اپنے بڑوں سے مشورہ اور استفتاء کرکے پوچھا، تو شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ جب زمین زید نے اپنی زندگی میں ہندہ کے نام خریدی تھی، اور ہندہ کا نام لکھوا کر بیس ہزار روپئے بھی دے دئے تھے، تو یہ زمین ہندہ کی ہوگئی، فتویٰ لینے پر مفتی صاحب نے بھی شیخ الحدیث کی بات کی تائید کی اور مزید یہ کہا کہ ۴۰ ر ہزار روپئے جو بعد میں ہندہ کی ماں کی طرف سے دیئے گئے، ان کو واپس کرنے کی ضرورت نہیں، مرحوم کے ترکہ میں ہندہ کا جو حصہ بنتا ہے، اسی سے کاٹ لئے جائیں، مظاہر علوم سہارنپور کے فتویٰ کی عبارت یہ ہے:

”زمین ہندہ کی ملک شمار ہوگی اس کے باپ کے ترکہ میں شامل نہ ہوگی، نیز شرعاً بیع چوں کہ محض ایجاب وقبول سے تام ہو جاتی ہے، اس لئے مذکورہ زمین رجسٹری اور باقی ماندہ رقم کی بعد میں ادائیگی سے اس حکم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا، اور نہ باقی ماندہ رقم ہندہ کی ماں کے ادا کرنے سے اس زمین میں ان کا کوئی حصہ ہوگا“۔ (دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور)

اس پوری حقیقت وتفصیل کے آنے کے بعد ہندہ مطمئن ہوگئی کہ یہ زمین میری ہے اور کسی قیمت پر بھائی کو دینے کو تیار نہیں ہے؛ لیکن اس کے بھائی اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں، آنجناب سے گذارش ہے کہ مذکورہ تفصیل کو مدنظر رکھتے ہوئے درج سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں:

(۱) مذکورہ بالا صورت میں ہندہ نے اپنے باپ زید سے جس زمین کے خریدنے کو کہا تھا اور زید نے اپنی کارروائی بھی کردی تھی جس کا ماقبل میں ذکر ہوا اتنی کارروائی سے اس زمین کی بیع مکمل ہوئی یا نہیں؟

(۲) اگر بیع مکمل ہوگئی تھی تو کس کی ملک ہوگی؟ ہندہ کی یا اس کے باپ زید کی؟

(۳) اگر بیع مکمل نہیں ہوئی تھی بلکہ زید کے انتقال کے بعد مکمل ہوئی، تو اب یہ بیع کس کی طرف سے سمجھی جائے گی؟ ہندہ کی طرف سے یا اس کی ماں کی طرف سے؟ جب کہ بیع میں معاملہ ہندہ کی طرف سے اُسی کے نام پر ہوا تھا، اور بیع نامہ میں بھی اسی کا نام درج ہے، اور اسی کو برقرار رکھتے ہوئے قانونی معاملہ بھی انتہا کو پہنچا۔

(۴) یہ زمین زید کے ترکہ میں شمار ہوگی یا ہندہ کی ملک سمجھی جائے گی، یا ہندہ کی ماں کی ملک سمجھی جائے گی؟

(۵) ہندہ کی ماں نے جو رقم ادا کی تھی معلوم نہیں کہ وہ ترکہ میں سے دی تھی یا کہیں اور سے؟ کیا ہندہ یہ کہہ سکتی ہے کہ میراث میں میرا جو حصہ بنتا ہے اس میں سے اتنی رقم کم کر دینا؟

(۶) اگر ورثاء صحیح تقسیم نہیں کرتے تو ہندہ کا اس رقم کو اسی حساب میں شمار کرتے ہوئے نہ دینا درست ہے یا نہیں؟

(۷) ہندہ کا دل سے راضی نہ ہونے کے باوجود اس طرح کے جملے کہہ دینا کہ مجھے اس زمین کی لالچ نہیں یا ہندہ کی ماں کا اس زمین کو بیٹے کو دیتے وقت ہندہ کا کئی سال تک خاموش رہنا ہندہ کی ملک کو ختم کر دے گا، جب کہ وہ بدستور انکار کرتی رہی ہے۔

(۸) کیا مذکورہ زمین پر ہندہ کی ماں کا تصرف کرنا اپنے بیٹوں کو دینا اور ہندہ کو دینے میں مزاحمت کرنا درست ہے؟

(۹) بالفرض اگر وہ زمین ہندہ کی ملک نہیں بنتی تو زید کے ترکہ کی شرعی تقسیم نہ ہونے کی وجہ سے کیا ہندہ کے لئے جائز ہے کہ اپنے میراث کا شرعی حصہ سمجھتے ہوئے اسی کے بقدر زمین یا اس کی قیمت دیگر ورثاء کی رضا مندی کے بغیر لے لے، کیوں کہ شرعی تقسیم کرنے پر ورثہ تیار نہیں ہیں؟

(۱۰) اور اگر اس طرح لینا جائز ہے تو زائد قیمت جو بچے اس کو ورثاء میں تقسیم کرنا چاہئے یا صرف اپنی بہن زبیدہ کو دیدے؟ جب کہ وہ بھی میراث سے محروم ہے؟

(۱۱) زید کا اپنی زندگی میں یہ کہہ دینا کہ یہ مکان دونوں بیٹیوں کا ہے کیا اس کہنے سے وہ مکان ہندہ اور زبیدہ کی ملک سمجھا جائے گا یا وہ بھی زید کے ترکہ میں شمار ہوگا؟

(۱۲) مذکورہ بالا زمین اگر ہندہ کی ملک ہے تو کیا اس زمین کی وجہ سے زید کے ترکہ سے ہندہ کا حصہ ختم ہو جائے گا؟

(۱۳) زید کے ورثہ میں تین بیٹے دو بیٹیاں اور ایک بیوی ہے ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گے اور تقسیم کیسے ہوگی؟

[تنقیح جواب دارالافتاء مظاہر علوم سہارن پور]

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں ہندہ نے اپنے باپ سے جو یہ کہا کہ میرے لئے ایک زمین اور خرید دیجئے، اس سلسلے میں یہ واضح کیا جائے کہ ہندہ نے اپنے باپ سے مطلق زمین خریدنے کے لئے کہا تھا، یا زمین کی کچھ نوعیت بھی واضح کی تھی کہ اس طرح کی زمین خرید دیجئے، نیز مطلق زمین خریدنے کے لئے کہنے کی صورت میں یہ بھی کہا تھا کہ کسی بھی طرح کی زمین خرید دیجئے، یا صرف مذکورہ جملہ کہنے پر اکتفا کیا تھا، یا یہ کہ کس طرح کی زمین خریدنی ہے، ان کے درمیان پہلے سے متعین تھا؟ اس کی وضاحت کی جائے، تب حکم شرعی واضح ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

العبد: مقصود احمد مظاہر علوم سہارن پور ۷/رمضان/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: محمد طاہر عفا اللہ عنہ

[جواب دارالافتاء مظاہر علوم سہارن پور]

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں ہندہ نے اپنے باپ کو اپنے لیے زمین خریدنے کا وکیل بنایا تھا اور زمین کی نوعیت بھی متعین کر دی تھی، پس یہ عقد وکالت درست ہوا اور اس کے بعد اس نے ہندہ کی تعیین کے مطابق اور اس کی نیت سے زمین خریدی؛ لہٰذا وہ زمین ہندہ ہی کی ملک شمار ہوگی، اس کے باپ کے ترکہ میں شامل نہیں ہوگی، نیز شرعاً بیع چوں کہ ایجاب وقبول سے تام ہو جاتی ہے، اس لئے مذکورہ زمین کے لئے رجسٹری اور باقی ماندہ رقم کی بعد میں ادائیگی سے اس حکم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا، اور نہ باقی ماندہ رقم ہندہ کی ماں کے ادا کرنے سے اس زمین میں اس کا کوئی حصہ ہوگا۔

الأصل أنها أی الوكالة إن عمت أو علمت أو جهلت جهالة يسيرة، وهي جهالة النوع المحض كفرس صحت وإن فاحشة، وهي جهالة الجنس كدابة بطلت. (الدر المختار مع الشامي ٤٠٣/٤ كراچی، ٢٤٧/٤ زكريا)

ولو وكّله بشراء شيء بغير عينه، فالشراء للوكيل، إذا نواه للمؤكل أو شراه بماله. (شامي ٤٠٣/٤ كراچی، ٢٥٢/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد: مقصود عالم ۱۱؍رمضان؍۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: محمد طاہر عفا اللہ عنہ ۱۴۳۴/۹/۱۱ھ

جواب دار الافتاء مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اِس پیچیدہ مسئلے کا حل یہ ہے کہ زید کے انتقال کے وقت اس کی ملکیت میں جو بھی مال ہو خواہ وہ رہائشی یا صحرائی جائیداد کی شکل میں ہو یا نقدی سامان کی شکل میں ہو، وہ سب اس کے شرعی وارثین یعنی بیوی، بیٹوں اور بیٹیوں میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے، اور جس پلاٹ کے بارے میں اختلاف ہے اس کو بھی ترکہ میں شامل مان لیا جائے، پھر جب قیمت لگا کر ہندہ کے حصے میں جو ترکہ بیٹھے اس میں اس پلاٹ کو اس کے حوالے کر دیا جائے، اگر پلاٹ کی قیمت اس کے حصے سے زائد ہو تو اس سے زائد قیمت لے لی جائے اور اگر پلاٹ کی قیمت اس کے حصے سے کم ہو تو اسے مزید رقم ادا کی جائے، حق داروں کو ان کا حق پہنچانے کی ذمہ داری زید کی بیوی اور اس کے بیٹوں پر ہے، اگر وہ اس سلسلے میں زیادتی کریں اور بیٹیوں کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کریں گے، تو آخرت میں سخت مؤاخذہ دار ہوں گے اور زید کا ترکہ درج ذیل طریقے پر تقسیم کیا جائے گا:

٦۴/۸
زید میت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
۱/۸	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷

۷

کل ترکہ ٦۴؍برابر سہام میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا حصہ ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يأخذ أحد شبرًا من الأرض بغير حقه إلا طوقه اللّٰه إلى سبع أرضين يوم القيامة.

(صحيح مسلم، كتاب المساقاة / باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها ٣٣/٢ رقم: ١٦١١ بيت

الأفكار الدولية، صحيح البخاري ۱/۴۵۳، مشكوٰة المصابيح ۲۵۴)

عن سعيد بن زيد رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من أخذ شِبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوِّقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ۲/۴۵۴ رقم: ۳۱۹۸ دار الفكر بيروت، وكذا في مشكاة المصابيح / باب الغصب ۲۵۴ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی کے نام پر جمع کردہ رقم بیٹی کی ملک ہے؟

سوال (۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی بیوی کو مہر کی رقم جو کہ مبلغ ۳۰/ ہزار روپے تھے، شادی کی پہلی رات میں ادا کردئے تھے، کچھ عرصہ بعد میری بیوی نے مجھ سے ہزار روپئے اور لے کر بیٹی کے نام سے کھاتہ کھول کر بیٹی کے نام سے بینک میں محفوظ کردیا، شادی کے آٹھ سال کے بعد اب میری بیوی کا انتقال ہوگیا اور بیٹی کی عمر اس وقت تقریباً پانچ سال نو ماہ ہے، تو اب اس کی تمام رقم کے لئے کیا حکم ہے؟ بیٹی میرے پاس ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو رقم آپ کی بیوی نے اپنی بیٹی کے نام کھاتہ کھول کر بینک میں جمع کردی تھی، وہ صرف بیٹی کی ملکیت ہے، اس میں دیگر وارثین کا کوئی حق نہیں ہے۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ۸/۴۹۳ زكريا، شرح المجلة لسليم رستم باز ۴۶۲ رقم المادة: ۸۳۷ كوئٹه، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر / كتاب الهبة ۳/۴۸۹ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۵/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اپنا حصہ ماں کے نام منتقل کرنا؟

سوال (۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر کا انتقال ۴؍نومبر ۲۰۰۶ء میں ہوچکا ہے، اور دیگر کچھ لوگوں کے قرض دار تھے اور دوکان اس وقت میرے شوہر کے نام پر تھی، انتقال کے بعد AP MC کے قانون کے مطابق مکان میں ہم تین وارث تھے، میں اور میرے دو بیٹے، میرے دونوں بیٹوں نے اپنے والد کے انتقال کے بعد اپنا اپنا حصہ میرے نام پر لکھ دیا تھا، اب دوکان AP MC کے قانون کے مطابق میرے نام پر ہوگئی ہے، اور جو میرے شوہر کی دوکان پر بینک کا قرض تھا، وہ میں نے چند لوگوں سے سودی قرض لے کر بینک کا قرض ادا کردیا، اب وہ قرض مجھے ادا کرنا ہے، اور اب وہ دوکان AP MC فروٹ مارکیٹ میں میرے نام پر ہوچکی ہے۔ اَب اگر قرض ادا کرنے کے لئے وہ دوکان فروخت کردی جائے اور قرض ادا کردیا جائے تو رقم بچتی ہے۔ آیا اس بچی ہوئی رقم میں میرے بیٹوں کا حصہ ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو ہم بیٹوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ آپ کے دونوں بیٹوں نے اپنے والد کی متروکہ دکان میں سے اپنے اپنے حصے آپ کے نام منتقل کرکے آپ کو مالک بنادیا تھا؛ لہٰذا یہ دکان مکمل آپ کی ملکیت میں ہوگئی، اب اس دکان کو فروخت کرکے مرحوم میت کا قرض ادا کرنے کے بعد جو رقم بچے گی وہ آپ کی ملکیت ہے، آپ اس میں حسب مرضی تصرف کرسکتی ہیں، اور آپ کا جی چاہے تو اپنے بیٹوں کو بھی دے سکتی ہیں، بیٹوں کو دینے کی صورت میں دونوں کے ساتھ برابری کا معاملہ کرنا چاہئے۔

المالک هو المتصرف في الأعیان المملوکة کیف شاء. (التفسیر البیضاوي / الفاتحة: ۷)

حکم الهبة ثبوت الملک للموهوب له. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۱۴/ ۴۱۳ زکریا)

وتتم الهبة بالقبض الکامل …… وحکمها ثبوت الملک للموهوب له.

(الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ۸/ ٤٩٠-٤٩٣ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في الهبة للصغير ٤/ ٣٧٤ زكريا)

الحق الثاني: قضاء دينه المطالب من جهة الخلق وهو عرفًا وجوب مال في الذمة بدلاً عن شيء آخر. (حاشية السراجي في الميراث ٤)

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الثاني: ثم تقضىٰ ديونه من جميع ما بقي من ماله. (السراجي في الميراث ٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳/۳/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑے بھائی کے ذاتی مکان میں چھوٹے بھائیوں کا حصہ طلب کرنا؟

سوال (۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے چار لڑکے ہیں: قاسم، نسیم، عمر اور بکر، قاسم جو بڑا لڑکا ہے اس نے خود محنت کرکے اپنا ذاتی کاروبار شروع کرکے روپیہ جمع کیا، تین بھائی ابھی چھوٹے ہیں، جو کماتے نہیں ہیں، والد والدہ بھی زندہ ہیں، قاسم نے اپنی ذاتی کمائی سے کاشت کاری کی ایک زمین خریدی، جس کو اس نے سرکاری طور پر چاروں بھائیوں کے نام رجسٹری کرائی، اسی زمین کے ایک کنارے پر قاسم نے اپنی ہی ذاتی کمائی سے ایک رہائشی مکان بنوایا، اب بڑا بھائی قاسم استحساناً زمین تو تینوں بھائیوں کو دیتا ہے؛ لیکن مکان میں حصہ دینے سے انکار کررہا ہے، اس لئے کہ اب تینوں بھائی کمانے لگے ہیں، اور کمائی بھی خود اپنے پاس ہی رکھتے ہیں، بڑے بھائی قاسم کو نہیں دیتے ہیں، اس لئے قاسم مکان میں حصہ دینے سے انکار کررہا ہے، تو کیا شرعی اعتبار سے قاسم کو اپنے تینوں بھائیوں کو مکان میں حصہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟ جب کہ والد بھی تینوں بھائیوں کو حصہ دینے کے لئے ضد کررہے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ قاسم نے اپنی ذاتی رقم سے زمین خرید کر اپنی خوشی سے بھائیوں کے نام کی ہے، تو یہ اس کی طرف سے بھائیوں پر تبرع اور

احسان ہوا، اور اس زمین میں ہر بھائی اپنے حصہ کا مالک ہے؛ تاہم قاسم نے اگر اپنے حصہ پر اپنا رہائشی مکان اپنے خرچ سے بنایا ہے تو اس مکان میں دیگر بھائیوں کا کوئی حصہ نہیں، قاسم تن تنہا اس کا مالک ومتصرف ہے، اس کو اپنے مکان میں سے تینوں بھائیوں کو حصہ دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴۷۴/۱۶ ڈابھیل)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

حكم الهبة ثبوت الملك للموهوب له. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤١٣/١٤ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل ...... وحكمها ثبوت الملك للموهوب له.

(الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ٤٩٠/٨-٤٩٣ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في هبة الصغير ٣٧٤/٤ زكريا)

لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر ٤٩١/٣ غفاريه كوئٹه، الهداية ٤٩٣/٣)

تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول: وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرعات لا تتم إلا بالقبض. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٦١/١ رقم المادة ٨٣٧ كوئٹه، كذا في البحر الرائق / كتاب الهبة ٤٨٣/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۳/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نواسوں کو ہبہ کردہ زمین میں بھائیوں کا حق نہیں؟

سوال (۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حسن بانو نے اپنی چار بیگھہ زمین اپنی زندگی میں اپنے نواسوں کے نام کردی اور زندگی میں

نواسوں کو زمین پر قبضہ بھی دے دیا، اور وہ لوگ کھیتی بھی کرتے رہے، اب حسن بانو کا انتقال ہوگیا، اور حسن بانوں کے بھائیوں نے فرضی وصیت نامہ تیار کراکر تحصیل میں داخل کردیا؛ لہٰذا معلوم یہ کرنا ہے کہ اس فرضی وصیت نامے کا کوئی اعتبار ہے یا نہیں؟ اور حسن بانو کی اِس زمین کے مالک نواسے ہوں گے یا بھائی ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ حسن بانو نے مذکورہ زمین اپنے نواسوں کو ہبہ کرکے اُنہیں اپنی زندگی میں پوری طرح قابض ودخیل بنادیا ہے؛ لہٰذا یہ ہبہ صحیح ہوگیا، اب اِس میں بھائیوں کا حق نہیں ہے، اور شرعاً اُن کے فرضی وصیت نامہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

لا تجوز هبة المريض ولا صدقته إلا مقبوضة، فإذا قبضت جازت من الثلث.

(الفتاویٰ الهندية، الهبة / الباب العاشر في هبة المريض ٤/ ٤٠٠ زكريا، كذا في البزازية / كتاب الهبة ٦/ ٢٣٩ زكريا)

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض. والقبض لابد منه لثبوت الملك.

(الهداية ٣/ ٢٨٣) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/ ۳/ ۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

بیٹے اور بہو کے نام موہوبہ مکان پر کسی وارث کا اپنے حق کا دعویٰ کرنا؟

سوال (۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محترمہ فاطمہ بی ایک مکان بذریعہ رجسٹری کی مالک ہے، اُن کے چھ بچے ہیں، تین لڑکے تین لڑکیاں، فاطمہ کے منجھلے لڑکے والد والدہ اور بہن کی کفالت کی ذمہ داری لے کر نبھا رہے ہیں، چوں کہ والدہ ماجدہ اور بہن کی خدمت دل وجان سے کی تھی، اِس لئے اُنہوں نے اپنا مکان موصوف عبدالغفار صاحب کو زبانی طور پر دو گواہ آمنہ خاتون اور حسینہ خاتون کے سامنے ہبہ کردیا، اور

۱۲/۹/۱۹۸۵ء کو انتقال کرگئی، مدعی محمد احمد اور اُن کی بیوی نے کہا کہ والدہ ماجدہ کی جائیداد میں ہم سبھی کا حصہ ہے، اس لئے تقسیم کردیا جائے اور زبانی ہبہ کرنے پر اس مکان کو عبدالغفار صاحب کو فروخت کرنے کا حق نہیں ہے؛ اس لئے مدعی نے عدالت کا سہارا لیا، عدالت نے اپنے بیان میں کہا کہ عبدالغفار صاحب کو جو مکان ہبہ زبانی کیا ہے، اس وقت سب موجود تھے، مگر کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی اور آج تک وہ مکان عبدالغفار کے قبضہ میں ہے؛ اِس لئے اِس مکان کا مالک عبدالغفار صاحب رہیں گے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بحالتِ صحت فاطمہ بی کا اپنے بیٹے اور بہو کے نام اپنے مملوکہ گھر کا ہبہ کرنا شرعاً درست ہے، اگر عبدالغفار نے فاطمہ بی کی حیات ہی میں اس مکان پر مکمل قبضہ کرلیا ہے تو اب بعد میں کسی کو بھی موہوبہ مکان پر کسی قسم کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۳/۴۷۰)

رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز في القضاء، ويكون اٰثمًا فيما صنع كذا في الخانية، وإن كان في ولده فاسق لا ينبغي أن يعطيه أكثر من قوته كي لا يصير معينًا في المعصية، كذا في خزانة المفتيين. ولو كان ولده فاسقًا وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الغير ويحرمه عن الميراث هٰذا خير من تركه كذا في الخلاصة. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في هبة الصغير ٤/ ٣٠١ زكريا، وكذا في الدر المختار / أول كتاب الهبة ٥/ ٦٩٦ دار الفكر بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۴/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

شوہر کا بیوی کو جائیداد سے چوتھائی سے زائد کا مالک بنانا؟

سوال (۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے انتقال کو قریب بیس سال گذر گئے، ورثہ میں ایک بیوی دو حقیقی بھائی ہیں، بیوی نے

یہاں سے قریب پندرہ کلومیٹر کی دوری پر ایک گاؤں میں نکاح کرلیا ہے، صحرائی جائیداد بیوی کے نام ہے، موجودہ اراضی صحرائی قریب ۳۵ ربیگھہ باقی ہے، جو بیوی کے نام سے ہے، مگر قبضہ بھائیوں کا ہے، قریب ڈیڑھ لاکھ کی سکنائی اراضی ہے، جو بھائیوں کے قبضہ میں ہے، تنازع اس بات پر ہے اور مقدمہ چل رہا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال مسئولہ صورت میں زید کا ترکہ صحرائی وسکنائی ونقد سامان وغیرہ میں چوتھائی حصہ میں مالک اس کی بیوی ہے، اور تین چوتھائی میں بھائیوں کا حصہ ہے؛ لیکن اگر زید نے جائیداد کا کوئی حصہ اپنی زندگی میں اپنی بیوی کے نام رجسٹرڈ کرکے اس کو پوری طرح قابض ودخیل بنادیا ہو تو پھر اس حصہ میں زید کے انتقال کے بعد اس کے بھائیوں کا کوئی حق نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال ……: وجعل للزوجة الثمن والربع.

(التفسیر ابن کثیر مکمل ۲۹۹ دارالسلام ریاض)

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض …… والقبض لا بد منه لثبوت الملك ولنا قوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة، والمراد نفي الملك؛ لأن الجواز بدونه ثابت. (الهداية / كتاب الهبة ۲۸۳/۳ دار المعارف ديوبند، ۲۳۸/۶ مکتبة البشریٰ کراچی، كذا في البحر الرائق / كتاب الهبة ۴۸۳/۷ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الهبة ۴۹۱/۳ کوئٹہ) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۴/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

زمین کی تقسیم کے بعد بھائی بہنوں کا کاروبار میں بھی حصہ مانگنا؟

سوال (۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کی اہلیہ اور پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں الحمد للہ سب حیات ہیں، غالباً ۱۹۸۰ء تک سب ایک ساتھ رہتے تھے۔ زید کی ملکیت میں اس وقت سروے نمبر ۱۵۲ میں پلاٹ نمبر ۱۴ پر بنا ہوا پختہ مکان، پلاٹ نمبر ۴۵ خالی زمین، پلاٹ نمبر ۴۶ پر خالی شیڈ، پلاٹ نمبر ۴۷ پر بنا ہوا پختہ بہتر کا پاورلوم کا کارخانہ، جس میں ۱۹؍ پاورلوم اور پلاٹ نمبر ۴۵ پر ایک غیر پختہ پاورلوم کارخانہ، جس میں بیس پاورلوم تھے۔

زید شروع ہی سے سماجی وملی کاموں میں دل چسپی رکھتے تھے ساتھ ہی کاروبار بھی کرتے تھے، ۱۹۸۰ء کی دہائی میں زید کے ایک لڑکے مشتاق احمد عرف گلاب کی اہلیہ نے زید سے یہ کہا کہ ہمیں مشترکہ رہنے میں تکلیف ہے، اس لئے آپ ہمیں حصہ دے دیں، زید نے بہو کی اس بات سے انداز کیا کہ یہی بیٹے کی بھی خواہش ہے، اس لئے زید نے پلاٹ نمبر ۴۷ پر بنا ہوا پختہ کارخانہ حصہ انیس پاورلوم ساتھ یہی رنگین ساڑی میں استعمال ہونے والے تانے بانے اور بھیم بطور حصہ مشتاق احمد کو دے دئے۔

مشتاق احمد چوں کہ زید کا بڑا لڑکا ہے اور عیال دار ہے؛ اس لئے زید مشتاق احمد کا کاروبار ترقی کر جائے؛ اس لئے اسے صلاح ومشورے بھی دیتے رہے، اور گاہے بہ گاہے اس کے لئے سفر بھی کیئے اور دوسرے چھوٹے بھائیوں سے روپے لے کر اس کی مدد بھی کرتے رہے، (یعنی زید کے بقیہ چار لڑکے سے)۔

زید نے پلاٹ نمبر ۴۷ کے علاوہ بقیہ اثاثہ اپنے دیگر چار لڑکوں، پانچ لڑکیوں اور اہلیہ کی خاطر دیگر بچوں کے حوالہ کر دیا، اور خود کاروبار سے بے دخل ہو کر اپنے سماجی وملی کاموں میں منہمک ہو گئے، گویا یہ اثاثہ ان لوگوں کو بطور حصہ دے دیا۔

۱۹۸۰ء کی دہائی کے بعد سے تادم تحریر یہی بچے زید کی کفالت کر رہے ہیں، اور ان سبھوں نے محنت کر کے زید سے ملے ہوئے اثاثہ کو کافی ترقی دی اور بڑھایا۔

مذکورہ بالا حالات کی روشنی میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ مشتاق احمد عرف گلاب کا خانوادہ اب پھر اس بات کا تقاضہ کر رہا ہے کہ انہیں اس بڑھتے ہوئے اثاثہ سے مزید کچھ بطور حصہ

ملے، جب کہ ابھی کچھ سال قبل مشتاق احمد کے ایک لڑکے کو زید کے دیگر لڑکے لڑکیوں نے مل کر تقریباً ایک لاکھ ۵۷ ہزار روپئے ایڈوانس بھر کر کارخانہ کرایہ سے دلوادیا کہ ان کی معاشی حالت مزید مستحکم ہو جائے۔

اس لئے شرعاً بتلایا جائے کہ پلاٹ نمبر ۴۷ کے علاوہ جو کچھ تھا اسے زید نے اپنے بقیہ چار لڑکوں، اور پانچ لڑکیوں اور اہلیہ کی خاطر بطور حصہ ان کے سپرد کردیا اور اس پر محنت کر کے ان لوگوں نے اسے بڑھایا، تو کیا اس اضافہ میں بھی مشتاق احمد کا حصہ ہوگا، اور کیا مشتاق احمد کے خانوادے کا مطالبہ کرنا درست ہے؟ فقط والسلام مع الاکرام۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ کی تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید زید نے اپنی کل جائیداد بڑے بیٹے اور دیگر لڑکے لڑکیوں کے درمیان باقاعدہ دو حصوں میں کر کے بانٹ دی ہے، اور خود دونوں حصوں سے اپنے مالکانہ حقوق سے دست بردار ہوگیا، اور پھر جو بھی دونوں جانب کاروبار میں ترقی ہوئی وہ مالکین کی اپنی محنت سے ہوئی اس ترقی میں زید کا کوئی دخل نہیں رہا، اور اگر رہا بھی تو محض مشیر کی حیثیت سے رہا، تو اگر یہ بات واقعہ کے عین مطابق ہے، تو حکم یہ ہے کہ زید کا بڑا لڑکا مشتاق احمد اپنے دیگر بھائی بہنوں کے ملکیت والے کاروبار میں کسی بھی حق کا مطالبہ نہیں کرسکتا؛ البتہ زید کے انتقال کے وقت زید کی ملکیت میں حقیقۃً جو چیز ہوگی اُس میں سبھی وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ مستحق ہوں گے۔

الهبة هي تمليک العين مجانًا أي بلا عوض...... وركنها: هو الإيجاب والقبول ...... وتتم الهبة بالقبض الكامل ...... في محوز مقسوم...... لا تتم بالقبض فيما يقسم ...... الهبة الفاسدة تفيد الملک بالقبض، وبه يفتیٰ. (تنوير الأبصار على الدر المختار مع الشامي / أول كتاب الهبة ۹/۴۸۸-۴۹۶ زكريا)

هبة المشاع فيما يحتمل القسمة من رجلين، أو من جماعة صحيحة عندهما،

و فاسدة عند الإمام، وليست بباطلة حتى تفيد الملك بالقبض، كذا ذكر الصدر الشهيد: إذا وهب من رجلين ما يحتمل القسمة حتى فسدت الهبة عنده ثم قبضها، يثبت الملك ملكًا فاسدًا، قال: وبه يفتي، ولا يثبت الملك للموهوب له إلا بالقبض هو المختار. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب الثاني فيما يجوز من الهبة وما لايجوز ٤/ ٣٧٨ زكريا)

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي الحدود / باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال ٦/ ١٠٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۳/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترک غیر منقسم جائیداد میں کسی ایک شریک کا اپنا حصہ ہبہ کرنا؟

سوال (۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: والد کا انتقال ہوا ابھی جائیداد کی تقسیم نہیں ہوئی، اِسی درمیان ایک بھائی سے جس کے قبضہ میں جائیداد ہے، اُن بھائیوں میں سے ایک بھائی نے قبضے والے بھائی کو یہ کہا کہ: ’’میری جائیداد کے مالک آپ ہیں، میں اپنی جائیداد آپ کو سپرد کرتا ہوں‘‘، تو کیا ان کا مالک بنانا درست ہے، جب کہ فقہاء کی عبارت میں یہ بات ملتی ہے کہ مشاع کا ہبہ درست نہیں ہے، نیز مذکورہ جائیداد پر زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے؟ جب کہ قابض بھائی کسی دوسرے کو ایک پیسہ لینے نہ دیتا ہو، کیا گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ دینی پڑے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مشترک غیر منقسم جائیداد میں کسی ایک شریک کا ہبہ کرنا نافذ نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں مذکورہ بھائی کا، قابض بھائی کو اپنی غیر مقسومہ جائیداد ہبہ کرنا صحیح نہیں ہے، اور صرف مستعمل جائیداد پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی؛ بلکہ روپئے، پیسے، سونے، چاندی یا مالِ تجارت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؛ لہٰذا اگر ترکہ میں صرف جائیداد ہے، تو کسی پر زکوٰۃ

واجب نہیں اور اگر روپیہ پیسہ وغیرہ ہے، تو زکوٰۃ اُس وقت واجب ہوگی، جب کہ ہر حصہ دار کے حصہ میں بقدر نصاب مال آتا ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۲۸۹/۹، فتاوی محمودیہ ۶/۱۶ ۴۷ ڈابھیل)

قال أبوجعفر: قول أبي بكر رضي اللّٰه عنه لو كنت جددتيه واحتزتيه، يوجب أن لا يكون إلاَّ محوزاً. (مختصر اختلاف العلماء، كتاب الهبة / في هبة المشاع ۱۳۹/٤ رقم: ۱۸۳۷ دار البشائر الإسلامية)

ولا يجوز الهبة فيما يقسم إلا محوزة مقسومة وهبة المشاع فيما لايقسم جائز ...... ولو وهب من شريكه لايجوز؛ لأن الحكم يدار على نفس الشيوع.

(الهداية / كتاب الهبة ۲٦۹/۲ إدارة المعارف ديوبند)

ولا في دور السكنى ونحوها، وتحته في الشامية: أي كثياب البدن الغير المحتاج إليها، وكالحوانيت والعقارات. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الزكاة ۱۸۲/۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۷/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس مکان کی تعمیر میں بیوی کا کچھ پیسہ لگا ہو وہ کس کی ملک ہے؟

سوال (۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد نے عمارت کی تعمیر شروع کی لیکن کچھ مدت کے بعد پیسہ کی کمی کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکا، اس کی بیوی مریم نے اپنے ذاتی مال سے اس کی امداد کی اور اس طرح سے ایک دومنزلہ عمارت پوری ہوئی جس کے نیچے کی منزل پر دکان بنی اور اوپر کی منزل پر تین رہائشی فلیٹ / اپارٹمنٹ بنی، ایک اپنی ذاتی رہائش کے لیے اور دو کرایہ پر دینے کے لئے، جب تک محمد زندہ رہا وہ خود اور اپنی اہلیہ کے ساتھ دکان چلاتے رہے، اس کے بعد دکان کرایہ پر دی گئی، تعمیر کے کئی سال کے بعد محمد نے اپنی اہلیہ مریم سے کہا کہ ''اس عمارت کا ۵۰/ فیصد حصہ تجھ کو دے رہا ہوں'' جب تک محمد باحیات تھا

اس نے کرایہ وصول کرنے کی پوری ذمہ داری لی اور عمارت کی دیکھ بھال کی وغیرہ، پھر ۲۰۰۲ء میں محمد کا انتقال ہوگیا؛ لیکن میراث تقسیم نہیں ہوئی، شاید اس وجہ سے کہ ان کے کوئی اولاد نہیں تھی، پھر ۲۰۱۲ء میں مریم انتقال کرگئی، اپنی وفات تک مریم نے عمارت کی پوری ذمہ داری لے لی، اب جب تقسیم میراث کا مسئلہ آیا تو محمد کے خاندان والوں کا اصرار ہے کہ محمد نے کوئی حصہ نہیں دیا اور مریم کے ورثہ صرف عمارت کا ربع حصہ دار ہیں، جو مریم کو اپنے شوہر کی میراث سے ملی؛ البتہ دو آدمی ہیں جو گواہی دیتے ہیں کہ محمد نے اپنی زندگی میں ان کو بتایا تھا کہ عمارت کا ۵۰/ فیصد حصہ مرحومہ مریم کو دے دیا تھا؛ لیکن قانونی خرچہ کی وجہ سے اس کو رجسٹرڈ نہیں کرایا، اب صورتِ حال میں مندرجہ ذیل سوالات ہیں:

(۱) جو پیسہ مرحومہ نے اپنے شوہر کو عمارت کی تعمیر پورا کرنے کے لیے دیا تھا کیا اس کے ذریعہ سے مرحومہ عمارت میں شریک ہوئی؟

(۲) اگر شریک نہیں بنی تو جب شوہر نے اس کو ۵۰/ فیصد کا حصہ دیا تھا تو کیا یہ صورت محض تملیک ہے یا ہبۃ المشاع ہوگی؟

(۳) ان دو صورتوں میں کیا ملکیت تام ہونے کے لیے تقسیم ضروری ہے یا بغیر تقسیم مرحومہ ۵۰/ فیصد کا مالک بنے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مرحومہ نے جو پیسہ مکان کی تعمیر کے لیے اپنے شوہر محمد کو دیا تھا، وہ بظاہر اس کی طرف سے تبرع تھا، اس لئے مکان میں اصل ملکیت محمد کی ہی مانی جائے گی، مریم کو بلا صراحت شریک قرار نہیں دیا جائے گا۔

الهبة والصدقة هي التبرع بما ينتفع الموهوب به، لغة: وتمليك العين بلا عوض شريعة. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤١٢/١٤ رقم: ٢١٠٣٥ زكريا)

(۲-۳) شوہر محمد نے حسبِ تحریر سوال جب دو گواہوں کے سامنے مذکورہ عمارت کا پچاس فیصدی حصہ مریم کو دے دیا تھا، تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس ہبہ کے بعد اس کی آمدنی دونوں میں

تقسیم ہوتی رہی، تو یہ دلیل ہوگی کہ ہبہ تام ہوگیا ہے (اور صاحبینؒ کے قول پر ہبۃ المشاع بھی درست ہو جاتا ہے) اور اگر ہبہ کرنے کے باوجود شوہر محمد تازندگی اس عمارت کی مکمل آمدنی اپنے ہی تصرف میں لاتا رہا، مریم کو الگ سے کچھ نہ دیا تو یہ ہبہ تام نہیں ہوگا؛ بلکہ وصیت کے درجہ میں ہوگا، اور وصیت وارث کے حق میں معتبر نہیں؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں شوہر کی وفات کے بعد اس کی بیوی مریم شوہر کے مملوکہ مال میں صرف ۲۵/ فیصدی ترکہ کی حق دار ہوگی اور بقیہ ترکہ شوہر کے دیگر وارثین میں تقسیم ہوگا۔

قال اللّٰه سبحانه وتعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن شرحبيل بن مسلم الخولاني رضي اللّٰه عنه قال: سمعت أبا أمامة، قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: ”إن اللّٰه قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث“. (سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ٥٤٥ رقم: ٢٨٧٠ دار الفكر بيروت، سنن الترمذي ٢١٢٠، ومثله في سنن ابن ماجة / باب لا وصية لوارث ١٩٩ مير محمد كتب خانه كراچى، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٢٦٧/٥)

أما للزوجات فحالتان، الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الإبن وإن سفل. (السراجي في الميراث ١١، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الفرائض / الفروض المقدرة في كتاب اللّٰه تعالى ستة ٤٥٠/٦)

وأما شرائط صحتها فأنواع: منها في الواهب، ومنها في الموهوب …… وأما في الموهوب فهو أن يكون الموهوب مقبوضًا حتى لا يثبت الملك للموهوب له قبل القبض، وأن يكون الموهوب مقسومًا، إذا كان مما يحتمل القسمة، وأن يكون الموهوب متميزًا عن غير الموهوب ولا يكون متصلاً، ولا مشغولاً بغير الموهوب. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤١٢/١٤-٤١٣ رقم: ٢١٥٣٦ زكريا)

تصح في محوز مقسوم معناه أنها تملك بهذه الشروط، لا أن

الصحة متوقفة على القسمة؛ لأنه لو وهب شائعًا يقسم تصح الهبة من غير ملك، ولهذا لو قبضه مقسوما ملكه. (البحر الرائق / كتاب الهبة ۴۸۸/۷ دار الكتاب ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۶/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر میں ملے ہوئے مکان کی شوہر کے نام رجسٹری کرانا؟

سوال (۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شوہر سلطان بیگ نے اپنی زندگی میں عقل وہوش باقی رکھتے ہوئے خوشی ورضامندی کے ساتھ ایک مکان جس کا نمبر ۳۳ ہے، تقریباً دوسو گز جگہ جس کی قیمت ۴؍ ہزار روپئے مہر کی ادائیگی کے طور پر اپنی بیوی تمیزن بیگم کے نام ۱۹۲۴ء میں رجسٹری کروا کر مالک بنا دیا، پھر اس کے دو سال بعد ۱۹۲۶ء میں بیوی تمیزن نے یہ کہہ کر میں بخوشی ان گواہان کی موجودگی میں اپنی عقل وہوش کو باقی رکھتے ہوئے مذکورہ جائیداد سے دستبرداری حاصل کرتی ہوں، اور دوبارہ اپنے شوہر ہی کو تمام جائیداد کا مالک بناتی ہوں، جس کے عدالتی کاغذات بھی موجود ہیں، نیز دوبارہ شوہر نے اپنے نام بیع نامہ یعنی رجسٹری بھی کروالیا، ایسی صورت میں بیوی کی جائیداد کا مالک شوہر ہوا یا نہیں، یا بیوی کو ہی مالک سمجھا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ بیوی تمیزن بیگم نے اپنے نام رجسٹرڈ شدہ مکان کا مالک اپنے شوہر سلطان بیگ کو بنا کر ان کے نام رجسٹری کرادیا؛ اس لئے اب اس مکان کے مالک سلطان بیگ ہوگئے، تمیزن بیگم مالک نہیں رہیں۔

تصح بالإيجاب والقبول والقبض، أما الإيجاب والقبول فلأنه عقد، والعقد ينعقد بالإيجاب والقبول، والقبض لابد منه لثبوت الملك. (الهداية / أول

كتـاب الهبة ٢٨٣/٣، الـدر الـمختـار مع الشامي / أول كتاب الهبة ٤٩٦/٨ زكريا، البحر الرائق / كتاب الهبة ٤٨٦/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۷ ۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو بیویوں کی اولادوں میں زمین کس طرح تقسیم ہوگی؟

سوال (۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری دو بیویاں ہیں، پہلی بیوی سے چار لڑکے ایک لڑکی ہے، دوسری بیوی سے ایک لڑکا دو لڑکیاں ہیں، میرا ایک مکان ہے جس کی آراضی دوسوگز ہے، اس کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ دوسری بیوی دولڑکے پہلے شوہر سے لے کر آئی ہیں، ان کا حصہ ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں مال کی تقسیم بیویوں کے اعتبار سے نہیں ہوتی؛ بلکہ اولاد کی تعداد کے اعتبار سے ہوتی ہے، پس اگر آپ زندگی میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں، تو سب لڑکے لڑکیوں کو برابر برابر حصہ دے دیں اور بیویوں کو بھی اپنی منشاء کے مطابق دے کر اُنہیں مالک وقابض بنادیں، اور اگر مرنے کے بعد تقسیم کرنا ہے، تو اس کی تقسیم مرنے کے بعد ہوگی، اس وقت آپ کے جو ورثہ زندہ ہوں گے، اُنہیں شرع کے مطابق حق پہنچے گا، اور دوسری بیوی کی وہ اولاد جو اُس کے پہلے شوہر سے ہے، اُس کا آپ کے مال میں شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔

سوى بينهم يعطي الإبنة مثل ما يعطى للإبن وعليه الفتوىٰ. (الفتاویٰ الهندية / الباب السادس ٣٩١/٤ زكريا)

سمعت نعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه يخطب قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إعدلوا بين أولادكم، اعدلوا بين أولادكم. (شعب الإيمان للبيهقي ٤٠٨/٦ رقم: ٨٦٩١)

وإن قصده فسویٰ بینهم یعطي البنت کالابن عند الثاني وعلیه الفتویٰ.

(الدر المختار مع الشامي / کتاب الهبة ۸/ ۵۰۱ زکریا)

وفي الخلاصة: المختار التسویة بین الذکر والأنثیٰ في الهبة، ولو کان ولده فاسقًا. (البحر الرائق / کتاب الهبة ۷/ ۲۸۸ کراچی، ۷/ ۴۹۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۶/۵/۱۴ھ

صرف ایک بیوی کی اَولاد کے نام ساری جائیداد ہبہ کرنا؟

سوال (۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ظریف حسین کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا اس کے بعد ظریف حسین نے عقد ثانی کیا اور کہا کہ اپنی کل آراضی اپنے دو لڑکوں کو دے رہا ہوں، یعنی ہبہ کر رہا ہوں اور ان دونوں لڑکوں کو اس آراضی پر قبضہ دخل بھی دے دیا ہے، اور اس کی آمدنی بھی لڑکے ہی لے رہے ہیں، پھر عقد ثانی کے چار سال بعد دوسری بیوی سے بھی دو لڑکے پیدا ہوئے، اب ظریف حسین کہتے ہیں کہ اب میرے چار لڑکے ہیں تو چاروں لڑکوں کو برابر دوں گا، تو کیا ظریف حسین کا ہبہ سے انکار کرنا صحیح ہے یا نہیں، یا اس ہبہ کو لوٹانا واجب ہے، اس ہبہ کا شرعاً اعتبار ہے یا نہیں؟ کیا وہ ظریف حسین کی ملکیت ہے یا پہلے دونوں لڑکوں کی ہے، اور لڑکیاں اپنے دونوں بھائیوں کی ہبہ شدہ آراضی میں سے کچھ طلب نہیں کر رہی ہیں، اور یہ چاہتی ہیں کہ رجسٹری دونوں بھائیوں کے نام ہو جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال جب کہ ظریف حسین نے اپنی زندگی میں کل اراضی دو لڑکوں کو ہبہ کر کے اُنہیں قابض ودخیل بنا دیا ہے، تو اب اِس زمین میں اُن لڑکوں کے علاوہ کسی اور کا حصہ نہیں ہے، اور ظریف کا ہبہ سے انکار بھی صحیح نہیں ہے؛ لیکن دوسری بیوی کی اولادوں کو محروم کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔

وشـرائـط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا. (الـدر المختار / كتاب الهبة ٦٨٨/٥ كراچی)

وفيـه أيـضـا: وتتـم الهبة بـالقبض الكامل. (الـدر الـمختار / كتاب الهبة ٦٨٨/٥ كراچی، وكذا في ملتقى الأبحر ٤٨٩/٣)

وتتـم بـالـقبـض الـكـامـل لـقوله عليه الصلاة والسلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر ٤٩١/٣ غفاريه كوئٹه)

وتـصح بالإيجاب والقبول والقبض ...... قوله عليه السلام: لا يجوز الهبة إلا مقبوضة. (الهداية ٢٨٣/٣ المكتبة الرحمانية)

وتتـم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض ...... الخ. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٦٢)

وإن وهب لذي رحم محرم منه لم يرجع فيها. (الهداية ٢٩٠/٣)

يـمـلـک الـمـوهـوب له الموهوب بالقبض شرط لثبوت الملک. (شرح الـمـجلة لسليم رستم باز ٤٧٣/١ رقم المادة: ٨٦١، وكذا في شرح المجلة للأتاسي ٣٤٤/٣ رقم المادة: ٨٣٧ و ٣٨١/٣ رقم المادة: ٨٦١ المكتبة الحبيبة كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۸/۵/۱۴۱۶ھ

دو بیویوں کی اَولادوں کو حصہ دے کر ایک بیوی کی اولاد کو بلا وجہ محروم کرنا؟

سوال (٦٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب کی تین بیویاں ہیں، اور وہ حیات ہیں، تینوں کی اولادیں موجود ہیں، مذکورہ شخص نے اپنی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کا بیشتر حصہ دوسری اور تیسری بیوی کی اولادوں میں بذریعہ رجسٹری

تقسیم کر دیا ہے، اور پہلی بیوی کی اولاد کی طرف توجہ دلانے پر مذکورہ شخص نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ ''میری جائیداد ہے، میں اس میں سے کسی کو زیادہ دوں یا کم یہ میری مرضی پر منحصر ہے''۔ مذکورہ شخص نے دورانِ ناراضگی پہلی بیوی کی اولادوں کو ناحق کرنے کا بھی ارادہ ظاہر کیا تھا، کیا اس شخص کو اپنی مختلف بیویوں کی اولادوں کو کم یا زیادہ جائیداد تقسیم کرنے کا حق حاصل ہے، یہ شخص پہلی بیوی کی اولادوں کو اپنی جائیداد سے ناحق کرنے کا اختیار رکھتا ہے؟ اور اگر مذکورہ شخص کو اس قسم کی حق تلفی یا ناحق کرنے پر قدرت حاصل نہیں ہے، اور وہ پھر بھی احکام شریعت کو بالائے طاق رکھ دے اور اپنی من مانی کرے، تو ایسے شخص کے بارے میں قرآن کیا کہتا ہے؟ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے شخص کے بارے میں کیا فرمان ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ شخص نے اپنی جن اولادوں کے نام جائیداد رجسٹری کر کے اُن کو قابض ودخیل بنا دیا ہے، تو وہ جائیداد ان کی ملک ہوگئی، اس میں دوسروں کا حق نہیں ہے؛ لیکن اس شخص نے اگر بلاوجہ اولاد میں یہ تفریق کی ہے، اور بعض کو قصداً محروم کرنے کا ارادہ کیا ہے، تو وہ شرعاً گنہگار ہوگا، اس کو چاہئے تھا کہ وہ سب اولادوں کے ساتھ برابری کا معاملہ کرتا، اب بھی وقت ہے اسے اپنی کوتاہی کی تلافی کرنی چاہئے اور جو اولاد محروم رہ گئی ہیں ان کے گذر بسر کا انتظام کر دینا چاہئے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: سوّوا بين أولادكم في العطية الخ. (سنن سعيد بن منصور، كذا في السنن الكبرىٰ للبيهقي ١٧٧/٦، إعلاء السنن ١٢٠/١٦ دار الكتب العلمية بيروت)

وتتم الهبة بالقبض الكامل، فيشترط القبض قبل الموت. (الدر المختار مع الشامي / أول كتاب الهبة ٤٩٣/٨ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب الهبة / بيان أصل القبض ١٧٥/٥ زكريا)

رجل وهب فى صحته كل المال للولد جاز في القضاء ويكون اثماً فيما صنع.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في الهبة للصغير ٣٩١/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک بیوی کے نام ہبہ کئے ہوئے مکان میں دوسری بیوی کا حصہ طلب کرنا؟

سوال (٦٧): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی کا تقریباً بیس تولہ اور کچھ روپیہ بیوی کے میکہ کی جائیداد کا اس بنیاد پر لیا کہ وہ اس کی زندگی میں دوسرا نکاح نہیں کرے گا، ایک عظیم معاہدہ بھی تھا، اس کے بعد وہ خفیہ طریقہ سے بہار جا کر ایک عورت سے نکاح کر کے لے آئے، کچھ دنوں کے بعد جب پہلی بیوی کو اس کا علم ہوا تو اس نے معاہدہ یاد دلایا، اور اپنی رقم کا مطالبہ کیا، شوہر نے اپنی رہائش کا مکان پہلی بیوی کے نام کر دیا؛ کیوں کہ ایک دماغی مرض والی بچی بھی گھر میں موجود تھی، اور مکان کے تمام اخراجات مثلاً بتی، پانی، ہاؤس ٹیکس اور کچھ روپیہ مکان پر ایم ڈی کا تھا، وہ بھی عورت کی طرف کر کے کہہ دیا کہ مکان کی رجسٹری جس کے نام ہے وہ ذمہ دار ہے؛ کیوں کہ مکان کا کچھ حصہ نیچے کا خالی ہے، اس کا کرایہ بھی جب کرایہ پر ہوتا ہے تو پہلی بیوی ہی کو ملتا ہے، اب ان کے انتقال کے بعد دوسری بہار والی عورت کا کہنا ہے کہ مکان چھوڑ گئے ہیں، مجھے بھی کچھ حصہ ملنا چاہئے، اس کا شریعتِ مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال جو مکان شوہر نے اپنی زندگی میں پہلی بیوی کے نام رجسٹری کر کے اسے مکمل قابض ودخیل بنا دیا ہے، تو اب اُس کے انتقال کے بعد اُس مکان میں دوسری بیوی یا کسی دوسرے کا کوئی حق نہیں ہے۔

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض. (الهداية ٢٨٣/٣)

ولنا أن القبض بمنزلة القبول في الهبة من حيث أنه يتوقف عليه ثبوت حكمه وهو الملک، والمقصود منه إثبات الملک، فيکون الإيجاب منه تسليطًا له على القبض. (الهداية / كتاب الهبة ٢٣٩/٦ مكتبة البشریٰ كراچی، ٢٨٤/٤ الأمين كتابستان ديو بند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۷/۹/۵ھ

زندگی ہی میں اولاد کے ساتھ بیوی کو بھی حصہ دینا؟

سوال (٦٨):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ضعیف العمر ہوگیا ہوں میرا ایک لڑکا اور چار لڑکیاں ہیں، میں شرع کے مطابق حصہ دینا چاہتا ہوں، نیز میری بیوی بھی ابھی حیات ہیں، لہٰذا میرا اور میری بیوی کے حصہ کی بھی وضاحت کردی جائے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زندگی میں اگر آپ دینا چاہتے ہیں، تو بیوی کو جتنا مناسب سمجھیں، دے کر قابض ودخیل بنادیں، اور بقیہ سبھی اولاد کو برابر برابر تقسیم کردیں، یعنی لڑکے اور لڑکیوں کے نام برابر زمین کردیں، اور ان کے لئے وصیت نہ کریں؛ بلکہ زندگی میں ہی پوری طرح قابض بنادیں؛ تاکہ ہبہ مکمل ہوجائے۔

عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه أن أباه أتي به إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: إني نحلت ابني هٰذا غلاماً فقال: أكل ولدک نحلت مثله؟ قال: لا، قال: فأرجعه. (صحيح البخاري، كتاب الهبة / باب الهبة للولد ٣٥٢/١)

عن شرحبيل بن مسلم الخولاني رضي اللّٰه عنه، سمعت أبا أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه يقول: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته

عام حجة الوداع: ''إن اللّٰہ قد أعطیٰ کل ذي حق حقه، فلا وصیة لوارث''. (سنن ابن ماجة / باب لا وصیة لوارث ۱۹۵ أشرفیة دیوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۲۶۷/۵، ومثله في سنن أبي داؤد، کتاب الوصایا / باب ما جاء في الوصیة للوارث ۵۴۵ رقم: ۲۸۷۰ دار الفکر بیروت، سنن الترمذي ۲۱۲۰)

وتجب التسویة إن قصد بالتفضیل الإضرار …… وذهب إلی أن التسویة مستحبة فإن فضل بعضاً، صح وکره، واستحب المبادرة إلی التسویة أو الرجوع، فحملوا الأمر علی الندب، والنهي علی التنزیه. (فتح الباري / باب الإشهاد في الهبة ۲۱۴/۵)

یملک الموهوب له الموهوب بالقبض. (شرح المجلة لسلیم رستم باز ۴۷۳/۱ رقم المادة ۸۶۱ کوئٹه)

سوی بینهم یعطي الإبنة مثل ما یعطي للإبن وعلیه الفتویٰ. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الهبة / الباب السادس في الهبة للصغیر ۳۹۱/۴ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۹/۱۱/۱۴۱۳ھ

باہمی رضامندی سے والد کے تقسیم کردہ مکانات پر بعد میں کسی فریق کا اعتراض کرنا؟

سوال (۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: والد نے اپنی حیات میں چار مکانوں کی تقسیم چاروں بھائیوں کی رضامندی سے کردی اور قبضہ مالکانہ دلا دیا تھا؛ لیکن والد مرحوم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد دو بھائی کہتے ہیں کہ جو تمہارے پاس کچھ گز زیادہ زمین ہے، اس میں سے نصف ہمیں دو، کیا وہ زمین ان دو بھائیوں کو شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں ملنا چاہئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب والد نے اپنی زندگی میں تقسیم کرکے ہر لڑکے کو

قبضہ مالکانہ دے دیا ہے، تواب بعد میں کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / أول كتاب الهبة ٦٩٠/٥ دار الفكر بيروت، ٤٩٣/٨ زكريا)

رجل دفع إلى ابنه في صحته مالا يتصرف فيه، ففعل و كثر ذٰلک، فمات الأب إن أعطاه هبة، فالكل له. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في الهبة للصغير ٣٩٢/٤)

أخرج البيهقي عن النصر بن أنس قال: نحلني أنس نصف داره، قال: فقال أبو بردة: إن سرک يجوز لک فاقبضه، فإن عمر بن الخطاب قضى في الانحال: أن ما قبض منه فهو جائز، وما لم يقبض فهو ميراث، قال: فدعوت يزيد الرشک فقسمها. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الهبات/ باب ما جاء في هبة المشاع ١٥٨/٩ رقم: ١٢١٨٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۵/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زندگی میں اولاد کو حصہ دینے کی قسم کھا کر قسم توڑ دینا؟

سوال (۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم چار بھائی ہیں، بڑے دو بھائی اپنے اپنے گھر الگ الگ رہتے ہیں، اور ہم دو چھوٹے بھائی ایک گھر میں ماں باپ کے ساتھ رہتے ہیں، جس گھر میں ہم رہتے ہیں، اس گھر کا آدھا حصہ ہماری ماں کے نام ہے اور اس کی حالت بہت خستہ تھی، اور دوسرا حصہ میں نے خرید کر اپنے اور جو بھائی ساتھ رہتے ہیں، اُن کے نام کرا کر پھر دونوں کو ملا کر میں نے تین منزلہ مکان تعمیر کرایا، ماں کے نام جو حصہ ہے اُنہوں نے وہ دونوں کے نام کرتے ہوئے یہ قسم کھائی تھی کہ میں اللہ اور اُس کے رسول کی قسم کھا کر کہتی ہوں، منہ میرا کعبہ رو یہ وعدہ ہے کہ یہ مکان دونوں بھائیوں کو دیا جائے گا، برابر برابر اور قرآن اُن کے آگے رکھا ہوا تھا۔ اب اُن کا یہ کہنا کہ میں نے قسم توڑ دی ہے، میری چیز ہے

میں کسی کو بھی دوں ۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اتنی ساری قسمیں کھا کر یہ کہہ دینا کہ میں اپنی قسم توڑ رہی ہوں، شرعی اعتبار سے ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اگر کوئی ماں باپ اپنی اولاد میں سے کسی کو زیادہ دیں، اور کسی کو کم یا کچھ بھی نہ دیں، تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟ شرعی اعتبار سے ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کی والدہ کا قسم کھا کر یہ کہنا کہ میرا یہ مکان دو لڑکوں کو دیا جائے گا، دراصل یہ ایک وعدہ ہے، اگر وہ زندگی میں اس وعدہ کو پورا کریں گی، تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوں گی، اور اگر انہوں نے وعدہ کو پورا نہیں کیا، اور مکان ان دونوں کے علاوہ کسی اور کو دے دیا، تو یہ دینا فی نفسہٖ صحیح ہو جائے گا؛ لیکن اُن کی قسم ٹوٹ جائے گی اور ان پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا، بہر حال محض قسم کھانے سے مذکورہ لڑکوں کی ملکیت نہیں آتی، اور زندگی میں جب والدین اولاد کو ہبہ کریں، تو سب کو برابر برابر دینا چاہئے بلاوجہ کمی بیشی کرنا جائز نہیں ہے، اس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَكَفَّارَتُهُ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ﴾

[المائدة، جزء آیت: ۸۹]

ومنعقدة وهو أن يحلف على أمر في المستقبل أن يفعله أولا يفعله، وحكمها لزوم الكفارة عند الحنث. (الفتاویٰ الهندية ۵۲/۲، البحر الرائق ۲۸۰/۲ زكريا)

الخلف في الوعد حرام، وفي القنية: وعده أن يأتيه فلم يأتيه لا يأثم، ولا يلزم الوعد. (وفي هامشه للرافعي)

إذا وعده وفي نيته الحلف فيحرم، والثاني على ما إذا نوى الوفاء، وعرض مانع. (الأشباه والنظائر ۱۵۹، مرقاة المفاتيح ۲۴۷/۴)

عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه أن أباه أتي به إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه

عليه وسلم فقال: إني نحلت ابني هٰذا غلاماً فقال: أكل ولدك نحلت مثله؟ قال: لا، قال: فأرجعه. (صحيح البخاري، الهبة / باب الهبة للولد ۳۵۲/۱)

ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض في ذٰلك لا رواية لهٰذا في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الفصل السادس في الهبة للصغير ۳۹۱/۴ زكريا، عمدة القاري ۱۴۶/۶ بيروت)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثىٰ في الهبة، ولو كان ولده فاسقًا. (البحر الرائق / كتاب الهبة ۲۸۸/۷ كراچی، ۴۹۰/۷ زكريا)

وذهب الجمهور إلى أن التسوية مستحبة، فإن فضل بعضًا صح وكره، وحملوا الأمر في حديث النعمان على الندب، والنهي على التنزيه. (فتح الباري ۲۸۰/۵، إعلاء السنن، كتاب الهبة / باب استحباب التسوية بين الأولاد ۹۶/۱۶-۹۷ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشتبہ کمائی والے کے کپڑے کا فقیر کو مالک بنا کر اُس سے خریدنا؟

سوال (۱۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے قریبی رشتہ دار بکر نے کچھ کپڑے بطور تحفہ زید کو پیش کئے جو زید نے قبول کر لئے؛ لیکن زید کو شبہ یہ ہے کہ بکر کی کمائی میں نمبر دو کی کمائی بھی شامل ہوسکتی ہے، اِس شبہ کی وجہ سے زید نے مذکورہ کپڑوں کو پہن کر نماز نہیں پڑھی۔ اَب اگر زید بکر کے دئے ہوئے کپڑوں کو کسی غریب ومستحق شخص کو دے کر اُس کو مالک بنا کر ملکیت تبدیل کر کے اُس شخص کو مناسب قیمت دے کر اُن کپڑوں کو خریدے، تو پھر اُن کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی شرعاً رکاوٹ تو نہیں ہے؟ کیوں کہ ملکیت

تبدیل ہوکر زید نے اُن کپڑوں کو قیمۃً حاصل کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ ملکیت تبدیل ہوگئی، اور پھر آپ نے مذکورہ کپڑے خرید لئے، تو اَب آپ کے لئے اُن کپڑوں کو استعمال کرنے اور اُن میں نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أتي النبي صلى الله عليه وسلم بلحم بقرٍ، فقيل: هٰذا ما تُصدِّقَ به على بريرة، فقال: "هو لها صدقة ولنا هدية". (صحيح مسلم، كتاب الزكاة / باب إباحة الهدية للنبي ﷺ ولبني هاشم الخ ٣٤٥/١ رقم: ١٠٧٥ بيت الأفكار الدولية، صحيح البخاري رقم: ١٩٤٣-٢٥٣٦ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

◆

كتابُ الاجارة

اِجارہ کے مسائل

اَجیر کی شرعی حیثیت اور اَحکام؟

سوال (۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

اَجیر کی شرعی حیثیت اور اَحکام کیا ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَجیر اس شخص کو کہتے ہیں جو اَپنی ذات کے منافع پر کسی سے اُجرت وصول کرے، خواہ وہ نفع کسی عمل کی شکل میں ہو یا وقت دینے کی صورت میں، حسبِ شرط عمل پورا کردینے یا اپنے اوقات صرف کردینے پر اجیر اجرت کا مستحق ہوجاتا ہے، اس کے تفصیلی جزئیات کتبِ فقہ میں موجود ہے، اگر کسی خاص شکل کے بارے میں پوچھنا مقصود ہو تو اُس کی وضاحت کریں؛ تاکہ اس کا شرعی حکم بتایا جائے۔

الأجراء علی ضربین مشترک وخاص، فالأول من یعمل لا لواحد أو یعمل له عملاً غیر مؤقت – إلی قوله – أو لیرعی غنمه شهرًا الخ. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الإجارة / باب ضمان الأجیر ۹/۸۷–۹۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَجیر خاص کی اُجرت؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے عمرو کو جو درزی کا پیشہ کرتا ہے بحیثیت ملازم ماہانہ تنخواہ کے عوض پر رکھا، یعنی عمرو لوگوں

کے کپڑے کی سلائی کرتا ہے، اور مثلاً ایک جوڑے کے نوے روپئے لے کر زید کو دیتا ہے، یعنی جتنے عمرو کماتا ہے، سب زید کو دے دیتا ہے، اور مہینہ پر اپنی تنخواہ مثلاً تین ہزار روپیہ لے لیتا ہے، کپڑے سلانے والے میں سے بعض تو خود اپنے اپنے کپڑے لے کر کرتا پائجامہ عمرو سے سلواتے ہیں، اور بعض عمرو کے پاس جو کپڑے زید نے خرید کر رکھے ہیں، اس میں سے اپنی ضروریات کے مطابق دام دے کر سلواتے ہیں، شریعتِ مطہرہ میں اس قسم کے عقد کی گنجائش ہے کہ نہیں؟ شریعت کے عقد میں سے کس عقد کے تحت صورت مسئولہ مندرج ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال عمرو جو زید کا ملازم ہے وہ اجیر خاص ہے، وہ جو بھی کام کرتا ہے وہ زید کے لئے کرتا ہے، اس لئے اس کی تنخواہ زید پر لازم ہے، اور کپڑے سلانے کی جو رقم ہے وہ اسے خود رکھنی جائز نہیں؛ بلکہ سب زید کو ادا کرنی ضروری ہے۔

وهو من يعمل لواحد عملاً مؤقتًا بالتخصيص، ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة، وإن لم يعمل كمن استوجر شهرًا للخدمة أو شهرًا لرعي الغنم المسمى بأجر مسمى. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الإجارة / باب ضمان الأجير، مبحث: الأجير الخاص ۹۵/۹ زكريا، كذا في الموسوعة الفقهية ۲۸۸/۱ كويت، الفتاویٰ التاتارخانية ۲۸۱/۱۵ رقم: ۲۳۰۷۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۲/۲۷ ۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مستاجر کا اَجیر کی تنخواہ روک لینا؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں دہلی میں جناب حاجی محمد رفیق چشمے والوں کے یہاں کام کرتا تھا، ان کے یہاں ہماری دو ماہ کی تنخواہ باقی ہے، تقریباً چار دفعہ دہلی جاکر تنخواہ کا مطالبہ کیا؛ لیکن وہ ادا نہیں کرتے، تو دریافت یہ

کرنا ہے کہ کیا شرعی طور پر ان کو ہماری واجب الاداء تنخواہ دے دینا چاہئے یا انہیں ٹال مٹول کر کے پریشان کرنے کا حق ہے؟ شریعت اسلامیہ کا اس سلسلہ میں جو بھی حکم ہو مطلع فرمائیں، میں ایک پریشان انسان ہوں، میرے پاپا ممی وغیرہ بھی انتقال کر چکے ہیں، ایسے افراد کو پریشان کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بر تقدیر صحتِ سوال تنخواہ آپ کی محنت کی اُجرت ہے، اس کا بلاوجہ روکنا مستاجر کیلئے بالکل جائز نہیں ہے، اور اس سلسلہ میں ٹال مٹول کرنا شرعاً ظلم ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضي اللّٰہ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: اعطوا الأجیر أجره قبل أن یجِفَّ عَرَقُه. (سنن ابن ماجة رقم: ۲٤٤۳، لمعات التنقیح ٥/٦٥۲ رقم: ۲۹۸۷ دار النوادر)

عن أبي هریر ة رضي اللّٰه عنه قال: أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: ”مطل الغني ظلم“. (صحیح البخاري رقم: ۲۲۸۷، صحیح مسلم رقم: ۱٥٦٤، سنن أبي داؤد، البیوع / باب في المطل ۲/۱۱۹ رقم: ۳۳٤٥، مشکاة المصابیح ۲٥۱، مرقاة المفاتیح ٦/۱۰۷ رقم: ۲۹۰۷ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۰/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مستاجر کا اَجیر خاص کو اُجرت کے علاوہ رقم دینا؟

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بکر مالش اور بدن دبانے کا کام کرتا ہے، زید نے بکر کو تنخواہ پر رکھا، ہر مہینہ اسے متعین تنخواہ دے دیتا ہے، بکر کا کام زید کے لئے یہ ہے کہ جو کوئی آتا ہے، اس سے سو روپئے لے کر بدن دباتا ہے، سو روپئے میں سے ۹۰/ روپئے زید لیتا ہے، اور دس روپئے بکر لیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ علاوہ ماہانہ

تنخواہ کے بکر کو دس روپئے بھی ملتے ہیں، ہر بدن دبوانے والے کی فیس سے، تو کیا یہ صورت شریعتِ مطہرہ میں جائز ہوسکتی ہے، اور وجہ جواز یا عدم جواز کیا ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ اجارہ خاصہ کا ہے کہ بکر پوری تنخواہ کا مستحق ہے، اور اس سے زائد جو رقم ملتی ہے وہ مستاجر زید کی طرف سے مزید تعاون کی شکل ہے، اس کی شرعاً گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۳/۲/ ۴۰، ایضاح النوادر ۲/ ۵۵)

عن الزهري قال: إذا دفع الرجل إلى الرجل متاعًا، فقال: ما استفضلت فهو لک أو فبيني وبينک فلا بأس به. (المصنف لابن أبي شيبة ۱۰/ ۵۸۲ رقم: ۲۰۷۷٤)

وفي الأصل: أجرة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك، وما لا تقدير فيه للوقت ولا مقدار لما يستحق بالعقد لكن للناس فيه حاجة جاز، وإن كان في الأصل فاسدًا، قال الإمام خواهرزاده في نسخته: يطيب له من الأجر قدر أجر المثل. (خلاصة الفتاویٰ / كتاب الإجارة ۳/ ۱۱٦ أشرفي ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/ ۲/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متعینہ وقت سے زیادہ کام کرکے مزید اُجرت لینا؟

سوال (۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی بھی آدمی کا متعینہ وقت سے زیادہ کام کرکے زیادہ پیسے لینا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرماکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: متعینہ وقت سے زائد کام کرنے پر مزید اُجرت لینا بلاشبہ جائز ہے۔

ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة: أما بشرط التعجيل، أو بالتاجيل، أو

باستیفاء المعقود علیه، فإذا وجد أحد هٰذه الأشیاء الثلاثة فإنه یملکها کذا في شرح الطحاوي. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الإجارة / الباب الثاني الخ ۴۱۳/۴ زکریا، کذا في الهدایة / کتاب الإجارات ۲۶۹/۶ مکتبة البشریٰ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عقدِ اجارہ میں طے شدہ اُجرت پر حساب کتاب کرنے سے مستاجر کا ٹال مٹول کرنا؟

سوال (۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو فریقین کے درمیان ایک کام طے ہوا، جس میں فریقِ اول نے فریقِ دوم سے ایک کام کی اُجرت دو روپئے فی کلو طے کی، جس پر کئی سال کام ہوا، اس کے بعد فریقِ دوم نے فریقِ اول سے بات کی کہ آئندہ کام کی اُجرت ڈیڑھ روپئے کلو دیں گے، جس پر فریقِ دوم رضا مند ہوگیا اور کام چلتا رہا، تقریباً ڈیڑھ سال پہلے فریقِ اول نے اپنا کاروبار اپنے لڑکے کی نگرانی میں دے دیا، فریقِ اول کے لڑکے نے ڈیڑھ سال کا کوئی حساب کتاب فریقِ اول کا نہیں جوڑا، فریقِ دوم کے بار بار تقاضے کے بعد فریقِ اول کے لڑکے نے اپنی مرضی سے فریقِ دوم کا حساب ایک روپیہ کلو کی اُجرت ۳؍ جوڑا، جسے فریقِ دوم نے نامنظور کردیا، جس پر فریقِ اول کے لڑکے نے صاف کہہ دیا کہ لینا ہے تو حساب اسی شرح سے ملے گا، ورنہ نہیں، فریقِ دوم نے فریقِ اول سے بات کی کہ تمہارا لڑکا غلط اور غیر طے شدہ شرح سے حساب جوڑ رہا ہے، جس پر فریقِ اول نے کہا کہ کاروبار میں گھاٹا ہو رہا ہے؛ لہٰذا نہ ڈیڑھ روپیہ کلو اور نہ ہی ایک روپیہ کلو سے سوا روپیہ کلو سے حساب کرلو، جس کو فریقِ دوم نے اپنی خراب مالی حالت اور ہر پریشانی کی وجہ سے منظور کیا، اور کہا کہ اگر فوری طور پر ابھی حساب کرکے روپیہ پیسہ دیتے ہو، تو سوا روپیہ سے حساب جوڑ کر حساب چکتا کردو، مگر اس کے باوجود بھی فریقِ اول کے لڑکے نے کوئی حساب کتاب نہیں کیا، اور نہ ہی روپیہ پیسہ فریقِ دوم کو دیا، کیا فرماتے

ہیں آیا کہ اس طرح کا حساب کتاب کا انداز درست ہے کہ فریقِ اول کا یہ کہنا کہ ہے کہ اس کا لڑکا اسی کی بات ماننے سے انکار کر رہا ہے، اور کہتا ہے کہ یہاں تک کا حساب تو ایک روپیہ کلو سے ہی جڑ گیا، ہاں آئندہ کام کی اجرت سوا روپیہ کلو سے دے دیں گے، مزید یہ کہ فریقِ دوم کے حساب کی دین داری کس پر واجب ہے، فریقِ اول پر یا اُس کے لڑکے پر؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بر تقدیر صحتِ سوال، ڈیڑھ روپیہ فی کلو کا معاہدہ جب فریقِ اول سے ہوا تھا، تو فریقِ اول پر لازم اور ضروری ہے کہ جس طرح معاہدہ ہوا تھا، اس کے مطابق عمل کرے، اس کے خلاف نہ کرے، اور اگر بعد میں سوا روپیہ فی کلو پر مصالحت ہوگئی، تو فریقِ اول پر سوا روپیہ فی کلو ہی واجب ہے، نیز فریقِ اول کا معاملہ کو اپنے بیٹے کے سپرد کرنا اور اُجرت کی ادائیگی کو بیٹے کی رضامندی پر موقوف کرنا، یا بیٹے کا اجرت میں کمی کرنا، یہ سب ناجائز اور دھوکہ دہی ہے، جس کی حدیث شریف میں سخت ممانعت وارد ہوئی ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: قال اللّٰه تعالى: ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة: رجل أعطى بي ثم غدر، ورجلٌ باع حرا فأكل ثمنه، ورجل استأجر أجيراً فاستوفى منه ولم يعطه أجره. (صحيح البخاري، كتاب الإجارة / باب إثمِ من منع أجر الأجير رقم: ۲۲۷۰ دار الفكر بيروت)

وفي رواية ابن ماجة: ولم يوفه، أي لم يعطه أجره وافياً. (سنن ابن ماجة رقم: ۲٤٤۲، كذافي الترغيب والترهيب مكمل ٤۲٤ رقم: ۲۹۱۹ بيت الأفكار الدولية) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

ڈیوٹی کے دوران ذاتی کام

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کیا کسی مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ دوران ڈیوٹی بغیر اِجازت اپنا ذاتی کام یا تفریح یا آرام کے لئے کوئی شغل اپنائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ملازمت کام کی ہے کہ اتنا کام کرنا ہوگا، تو خالی وقت میں اپنا ذاتی کام کرنے یا تفریح یا کوئی شغل اپنانے کی اجازت ہے، اور اگر وقت کی ملازمت ہے، تو ڈیوٹی کے دوران اپنا ذاتی کام یا تفریح وغیرہ میں مشغول ہونا درست نہیں ہے۔

والإجارة لا تخلوا إما أن تقع علی وقت معلوم، أو علی عمل معلوم، فإن وقعت علی عمل معلوم فلا تجب الأجرة إلا بإتمام العمل، وإن وقعت علی وقت معلوم، فتجب الأجرة بمضي الوقت إن استعمله أو لم یستعمله، وبمقدار ما مضی تجب الأجرة. (النتف في الفتاویٰ ۳۳۰۸، بحواله: فتاویٰ محمودیه ۵۶۵/۱۶ ڈابھیل، الفتاویٰ الهندیة، کتاب الإجارة / الباب الثالث في الأوقات التي یقع علیها عقد الإجارة ۴۱٦/۴ زکریا)

ولیس للخاص أن یعمل لغیره ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل.

(الدرالمختار مع الشامي، کتاب الإجارة / مطلب: لیس للأجیر الخاص أن یصلي النافلة ۹٦/۹ زکریا، شرح المجلة لرستم سلیم باز، الإجارة / الباب الأول في الضوابط العمومیة ۲۳٦/۱ رقم المادة: ۴۲۲ کوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۵/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مختصر وقت میں پورا کام کرکے بقیہ وقت اپنے ذاتی کام میں استعمال کرنا؟

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک کمپنی میں ملازم ہے اور کمپنی کی جانب سے آٹھ گھنٹہ اور متعینہ کام طے ہے کہ اس آٹھ گھنٹہ میں اتنا کام کرکے دینا ہے، اب اگر زید اس متعینہ کام کو آٹھ گھنٹہ سے کم میں پورا کردے اور

بچا ہوا وقت اپنے ذاتی کام میں استعمال کرے، یا وہیں کمپنی میں آرام کرکے ٹائم پاس کرے، تو کیا اس کا یہ عمل تطفیف میں تو داخل نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہاں پر اجارہ کا معاملہ عمل اور وقت دونوں سے متعلق ہے؛ لہٰذا متعینہ وقت سے پہلے ڈیوٹی سے واپس آنا درست نہ ہوگا؛ البتہ وہیں رہتے ہوئے اپنا کوئی کام کرے، جس سے کمپنی کے کام میں خلل نہ ہو، اس کی گنجائش ہے، اور یہ عمل تطفیف وغیرہ میں داخل نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳۰۰/۷، امداد الفتاویٰ ۳۸۷/۳)

وليس للخاص أن يعمل لغيره؛ بل ولا أن يصلي النافلة. قال في التاتارخانية: وإذا استأجر رجلاً يومًا يعمل كذا، فعليه أن يعمل ذٰلک العمل إلى تمام المدة، ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة، وقد قال بعض مشايخنا: له أن يؤدي السنة أيضًا. واتفقوا أنه لايؤدي نفلاً، وعليه الفتوىٰ. (شامي، كتاب الإجارة / باب ضمان الأجير، مطلبٌ: ليس للأجير الخاصّ أن يصلي النافلة ٩٦/٩ زكريا)

ويجب على الأجير الخاص أن يقوم بالعمل في الوقت المحدد له أو المتعارف عليه. ولا يمنع هٰذا من أدائه المفروض عليه من صلاة وصوم، بدون إذن المستأجر. وقيل إن له أن يؤدي السنّة أيضًا، وأنه لا يمنع من صلاة الجمعة والعيدين، دون أن ينقص المستأجر من أجره شيئًا إن كان المسجد قريبًا.
(الموسوعة الفقهية / المطلب الأول الأجير الخاص ٢٨٩/١ رقم المسئلة: ١٠٦ كويت)

وليس للأجير الخاص أن يعمل لغير مستأجره إلا بإذنه، وإلا نقص من أجره بقدر ما عمل. ولو عمل لغيره مجانًا أسقط رب العمل من أجره بقدر قيمة ما عمل. (الموسوعة الفقهية / المطلب الأول الأجير الخاص ٢٩٠/١ كويت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۷/۷/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

باتنخواہ ملازم کا دوسرے ملازم سے پیسہ دے کر کام کروانا؟

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص پانچ ہزار روپئے پر کسی کے یہاں کام کرتا ہے اور یہ شخص تین ہزار روپئے مہینے پر اپنی جگہ کسی اور سے کام کرواتا ہے، اب یہ دو ہزار روپئے اس کے لئے لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ملازمت میں عموماً عمل اور شخص دونوں مقصد ہوتے ہیں، یعنی مالک یہ چاہتا ہے کہ متعین شخص ہی اس کا مقررہ کام انجام دے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں ملازم کا اپنی جگہ دوسرے کو مقرر کرنا مالک کی اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگا، اگر مالک بخوشی اجازت دیدے اور اس کو پوری صورتِ حال کا علم ہوجائے کہ پانچ ہزار میں دو ہزار یہ لے گا، اور تین ہزار نئے ملازم کو دے گا اور اس سے اس کو کوئی اعتراض نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

إذا شرط عمله بنفسه بأن يقول له: إعمل بنفسک أو بيدک لا يستعمل غيره (الدر المختار) **لأن المعقود عليه العمل من محل معين، فلا يقوم غيره مقامه.** (الدر المختار مع الشامي / كتاب الإجارة ۹/ ۲٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۸/ ۶/ ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آٹھ روپئے میں معاملہ طے کرکے چھ روپئے میں دوسرے سے مزدوری کرانا؟

سوال (۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص کسی آدمی سے دس روپئے روزانہ کے حساب سے کام کرواتا ہے اور اس سے کوئی دوسرا آدمی کہے کہ ہم یہ کام آٹھ روپئے روزانہ میں کروادیں گے؛ حالاں کہ اس شخص کے اس کام

کرنے والے سے چھ روپے روزانہ طے ہیں، تو اس شکل میں اس آدمی کے لئے وہ دو روپے بطور اُجرت لینا جائز ہوں گے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ اجارہ کا ہے جس شخص نے آٹھ روپیہ میں معاملہ طے کیا ہے، وہ حسبِ وعدہ مالک سے آٹھ روپئے لے سکتا ہے۔ اور مزدوری کرنے والے سے چھ روپئے پر معاملہ کرکے اس کو اس کی اجرت دے سکتا ہے، اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

وإن أطلق له العمل فله أن يستأجر من يعمله؛ لأن المستحق عمل في ذمته، ويمكن إيفاءه بنفسه، وبالاستعانة بغيره بمنزلة إيفاء الدين. (الهداية / باب الأجر متى يستحق ۲۸۱/۳ إدارة المعارف ديوبند، البناية شرح الهداية ۲٤٤/۱۰ المكتبة النعيمية ديوبند، فتح القدير ۷۸/۹ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۹/۱۱/۱۴۲۶ھ

ریٹائر ہونے کے بعد ملنے والے پرائیویڈٹ فنڈ کا حکم

سوال (۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ انٹر کالج میں ٹیچر ہے، ہم ملازمین کی اصل تنخواہ سے سرکار ۱۰ر فیصد کٹوتی کرتی ہے، جس کا نام ''جنرل پرائیویڈٹ فنڈ'' ہے، اور پھر اس میں کچھ فیصد سرکار ملا کر ہمارے کھاتوں میں جمع کردیتی ہے، یہ رقم ہمیں ریٹائر ہونے کے بعد ملے گی۔ اب سوال یہ ہے کہ جو فیصد سرکار ملا کر ہمارے کھاتے میں جمع کرتی ہے، کیا وہ سود ہے، اور ملنے کے بعد کیا ہمیں اس رقم کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہوگا یا نہیں؟ نیز سرکار سے تنخواہ لینے کے لئے بینک میں بچت کھاتہ کھولنا بھی ضروری ہے کہ اس کھاتہ میں تنخواہیں آتی ہیں، اور ملازمین اپنی ضرورت کے مطابق رقم نکال کر خرچ کیا کرتے ہیں، کچھ نہ کچھ رقم پسماندہ رہ جاتی ہے، جس پر بینک بھی انٹرسٹ دیتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

کیا اس انٹرسٹ کی رقم کو اپنے ذاتی مصرف میں خرچ کر سکتے ہیں، اگر نہیں تو پھر اس کا کیا مصرف ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکار اصل تنخواہ سے جو ۱۰ رفیصد کٹوتی کرتی ہے، اس کے ساتھ جو مزید رقم ملے گی، وہ سرکار کی طرف سے بطور انعام ہوگی، سود کے حکم میں نہیں ہے؛ لہٰذا اس رقم کا اپنے استعمال میں لانا درست ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۴/۲۸۹، فتاویٰ رحیمیہ ۵/۱۴۷، ایضاح النوادر ۲/۳۱)

اور آپ نے بینک میں جو کھاتا کھولا ہے اس پر سرکار جو بھی انٹرسٹ دے گی، وہ سود اور حرام مال ہے، اس کو اپنے مصرف میں خرچ کرنا قطعاً جائز نہیں ہے؛ بلکہ بلانیت ثواب فقراء پر تقسیم کرنا واجب ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱/۹۹، فتاویٰ رحیمیہ ۲/۱۹۶)

وأما إذا كان عند رجل مال خبيث فأما إن ملكه بعقد فاسد أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفس فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء لأنه لو أنفق على نفسه فقد استحكم ما ارتكبه من الفعل الحرام. (بذل المجهود، الطهارة / باب فرض الوضوء ١٤٨/١ لكناؤ) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۷/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

والد کے انتقال کے بعد والدہ کو اُن کے نام کی پنشن لینا؟

سوال (۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد محمد رفیق صاحب ریلوے میں سروس کرتے تھے، وہ ریٹائرڈ ہوگئے اور اُنہوں نے گورنمنٹ سے اپنی پنشن بندھوالی، کچھ دنوں پنشن لینے کے بعد اُن کا انتقال ہوگیا، اور میری والدہ زبیدہ خاتون کے نام پنشن ہوگئی، کچھ دنوں والدہ پنشن لیتی رہیں، اس سال والدہ حج کرکے آئی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ والد محترم کے انتقال کے بعد والدہ محترمہ کو یہ پنشن لینا جائز ہے یا نہیں؟ برائے کرم جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پنشن ایک سرکاری عطیہ ہے، وہ جس کے نام قانوناً جاری ہوتی ہے، وہی اُس کا مالک ہوتا ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں اس پنشن کی کل رقم کی مالک آپ کی والدہ ہیں، اور اُن کے لئے اِس پنشن کو لینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۰/۴۰۴، امداد الفتاویٰ ۴/۳۴۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۲/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ایک آدمی الگ الگ اوقات میں کئی جگہ ملازمت کرسکتا ہے؟

سوال (۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ایک آدمی اپنے اوقات کے حساب سے کئی جگہ ملازمت کرسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک آدمی الگ الگ اوقات میں الگ الگ ملازمت کرسکتا ہے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۳۵۶)

والثاني الأجير الخاص: وهو من يعمل لواحد عملاً موقتًا بالتخصيص، وفي الشامي قوله لواحد: أي لمعين واحداً أو أكثر، قال القهستاني: لو استأجر رجلان أو ثلاثة رجل لرعي غنم لهما، أولهم خاصة كان أجير خاصًا. (شامي، كتاب الإجارة / باب ضمان الأجير، مطلبٌ: ضمان الأجير المشترك الخ ۹/۹۴-۹۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑے بھائی کے ذاتی کاروبار میں ملازمت کرنے والا بھائی صرف تنخواہ کا حق دار ہے؟

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید نے اپنے چھوٹے بھائی عمر کو بطور ملازمت کے اپنے کاروبار میں رکھ لیا، اور اس کو تنخواہ کے علاوہ کھانے کپڑے وغیرہ کی ضروریات پوری کردیا کرتا تھا، اور پھر دونوں بھائی جو کام کرتے تھے، اس کا پیسہ زید اپنے پاس ہی رکھتا تھا اور پھر زید نے ایک گھر اسی پیسے سے بنالیا تھا، جس کی وجہ سے زید کا بھائی اس گھر میں دعوی کررہا ہے کہ اس میں اس کا بھی حصہ ہے، تو کیا شریعت کی نظر میں اس کو گھر میں حصہ ملنا چاہئے یا جتنے مہینہ اس نے اپنے بھائی کے ساتھ کام کیا ہے، اس کے حساب سے پیسہ ملنے چاہئیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال اگر زید کا خالص اپنا ذاتی کاروبار تھا اور اس میں چھوٹے بھائی عمر کو بطور ملازمت اپنے ساتھ کام کرنے کے لئے رکھ لیا تھا، اور اس کو کاروبار میں باقاعدہ حصہ دار نہیں بنایا تھا تو وہ تنخواہ کے علاوہ کسی اور چیز کا زید سے مطالبہ نہیں کرسکتا، اور زید نے اپنے کاروبار کی آمدنی سے جو مکان بنایا ہے، اس میں عمر کا کوئی حصہ نہیں۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

والإجارة هي تمليك نفع بعوض، وحكمها وقوع الملك في البدلين ساعة فساعة (الدر المختار) وفي الشامي: لابد من إعلام مايرد عليه عقد الإجارة على وجه ينقطع به المنازعة ببيان المدة والمسافة والعمل ولابد من إعلام البدل. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الإجارة ٤/٩-٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۱/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بجلی کا کنکشن لے کر دوسروں کے گھروں میں بجلی سپلائی کرنا؟

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل عام رواج ہورہا ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں بجلی لگوالیتے ہیں اور میٹر بھی لگوالیتے ہیں؛ لیکن اس کے بعد سرکاری بجلی کارکنوں سے چھپ کر اپنی اس بجلی کو دوسرے گھروں میں سپلائی کرتے ہیں، مثلاً ایک بلب جلاؤ گے تو دس روپیہ لیں گے، تو اس طرح بجلی کی سپلائی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بجلی حاصل کرنے کا معاملہ یا تو بیع ہے یا کرایہ داری ہے، اور دونوں صورتوں میں اس کی مالک کے علاوہ دوسرے کے ہاتھ بیع ہوسکتی ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ جتنے میں وہ حکومت سے بجلی حاصل کررہا ہے، اتنے میں ہی دوسرے کو دے، اگر زیادہ لے گا تو احتیاط اس میں ہے کہ زائد رقم صدقہ کردے۔ اور چوں کہ اس معاملہ میں حکومت کی قانون شکنی لازم آتی ہے اس لئے بچنا بہرحال اولیٰ ہے۔

عن سعيد بن المسيب و ابن عمر أنهما كانا يكرهان إذا استأجر الرجل الشيء أن يو اجره بأكثر مما استأجره. (المصنف لابن أبي شيبة / البيوع والأقضية ٦٩٣/١١ رقم: ٢٣٧٦٠)

عن إبراهيم وابن سيرين وشريح والشعبي وحماد أنهم كرهوا أن يستأجر الرجل الغلام، ثم يو اجره بأكثر مما استأجره. (المصنف لعبد الرزاق / البيوع ٢٢٣/٨ رقم: ١٤٩٧٣)

وللمستاجر أن يؤجر المؤجر بعد قبضه قيل وقبله. وفي الشامي: أي ما استاجره بمثل الأجرة الأولىٰ أو بأنقص فلو بأكثر تصدق بالفضل. (الدر المختار مع الشامي / باب فسخ الإجارة، مطلب: في إجارة المستاجر للموجر ولغيره ٩١/٦ دار الفكر بيروت، ١٢٥/٩ زكريا، إمداد الفتاوىٰ ٤٩٣/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲/۱/۱۴۱۴ھ

سرکاری کام کے لئے حکومت سے آمد ورفت کا کرایہ لینا؟

سـوال (۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں سرکاری ملازم ہوں اور سرکار کے کام سے ایک جگہ گیا اور ساتھ میں اپنا بھی کام کرلیا؛ لیکن سرکاری کام نہ ہوسکا، تو سرکار سے کرایہ اور کھانے وغیرہ کی رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر لے لوں تو گنہگار رہوں گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر آپ سرکاری کام سے گئے ہیں، تو سرکار سے آمد ورفت اور کھانے وغیرہ کا خرچ لینا جائز ہے، یہ الگ بات ہے کہ سرکاری کام نہ ہوسکا، ہاں اگر آپ نے جان بوجھ کر سرکاری کام نہیں کیا، تو دیانۃً آپ کو سرکار سے کرایہ وغیرہ لینے کا حق نہ ہوگا۔ اِسی طرح جو خرچ آپ نے اپنے کام کے لئے زائد کیا ہو، وہ بھی سرکار کے ذمہ نہ ہوگا۔

وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته. (الدر المختار / باب النفقة ۵۷۲/۳ دار الفكر بيروت، ۲۸۱/۵ زكريا)

ولا أجرة لعمل بلا شرط الأجرة. (إعانة الطالبين / كتاب الإجارة ۱۲۱/۳ دار الفكر بيروت، بحواله: تعليقات: فتاویٰ محمودية ۱۵۸/۲۵ میرٹھ)

فإن وقعت على عمل معلوم فلا تجب الأجرة إلا بإتمام العمل إذا كان العمل مما لا يصلح أوله إلا بآخره، وإن كان يصلح أوله دون آخره فتجب الأجرة بمقدار ما عمل. (النتف في الفتاویٰ / الإجارة ۳۳۸ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کرایہ میں کنسیشن کے لئے شناختی کارڈ بنوانا؟

سـوال (۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: پرائیویٹ بس والے اگر کسی مدرس یا طالب علم کے پاس شناختی کارڈ ہو تو کنسیشن کرتے ہیں، اور عام طور سے منع کردیتے ہیں، ایسی صورت میں شناختی کارڈ بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ضرورت کی بنا پر شناختی کارڈ بنوانا مباح ہے، اب یہ بس کے مالکان کا فعل ہے کہ اس پر وہ رعایت دیں یا نہ دیں۔

الأمور بمقاصدها. (شرح المجلة ۱۷/۱ رقم: ۲، الأشباه والنظائر ۹۷/۱ کراچی، ۱۰۳ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۴/۶/۲۸ھ

غیر ایجنٹ کا ریزرویشن ٹکٹ بنوانے کی اُجرت لینا؟

سوال (۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ لوگ ریزرویشن ٹکٹ ایجنٹ کے ذریعہ کراتے ہیں، ایک ٹکٹ پر ۲۵/روپیہ کمیشن ایجنٹ لیتے ہیں، اگر ہم کو کچھ لوگوں نے ٹکٹ کرانے کے لئے روپیہ دئے، اور ہم بجائے ایجنٹ کے خود ہی جاکر ریلوے اسٹیشن سے ٹکٹ لے آئیں اور فی ٹکٹ ۲۵/روپیہ لے لیں، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ آپ خود ایجنٹ نہیں ہیں، اور آپ کا اِس عمل پر اُجرت لینا معروف نہیں ہے، اِس لئے آپ کو ٹکٹ بنوانے کے لئے لوگوں نے جو روپئے دئے ہیں وہ وکالۃً نہیں؛ بلکہ اَمانۃً دئے ہیں؛ لہٰذا اگر آپ خود ٹکٹ بنوائیں گے تو آپ کسی اُجرت کے مستحق نہیں ہوں گے۔ ہاں اگر آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ میں ہر ایک ٹکٹ پر اتنے روپئے لوں گا، چاہے خود بنواؤں یا کسی اور سے بنواؤں تو اُجرت لینا درست ہوسکتا ہے۔

العامل لغيره أمانة لا أجر له. (الدر المختار، كتاب الإيداع / قبيل كتاب العارية ٦٧٥/٥ دار الفكر بيروت، ٤٧١/٨ زكريا)

ركن التوكيل فهو الإيجاب والقبول، فالإيجاب من المؤكل أن يقول: وكّلتك بكذا، أو أفعل كذا أو أذنت لك أن تفعل كذا، ونحوه. والقبول من الوكيل أن يقول: قبلت وما يجري مجراه، فما لم يوجد الإيجاب والقبول لا يتم العقد. (بدائع الصنائع / كتاب الوكالة ١٥/٥ زكريا)

الإجارة عقد على المنافع بعوض …… ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة …… وتارة تصير المنفعة معلومة بالتعيين. (الهداية / كتاب الإجارات ٢٦٦/٦ مكتبة البشرىٰ كراچی، الأشباه والنظائر / الفن الثاني ٧١/٢)

إذا قال لرجل بع هٰذا المتاع ولك درهم أو قال: اشتر لي هٰذا المتاع ولك درهم ففعل فله أجر مثله لا يجاوز به الدرهم. (الفتاویٰ الهندية، الإجارة / الفصل الرابع من فساد الإجارة إذا كان المتسأجر مشغولاً بغيره ٤٥٠/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۴/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک سے روپئے بھیجنے پر ڈرافٹ سے زائد لینا؟

سوال (۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ڈاک خانہ کے ذریعہ ۱۰۰/روپئے بھیجنے پر سرکاری فیس ۵/روپئے ہے اور بینک کا ڈرافٹ بنوانے میں چار پانچ ہزار تک صرف بیس پچیس روپئے لگتے ہیں اور ہم کو کچھ لوگوں نے روپئے دے کر کہا کہ آپ ہمارے گھر بھیج دیجئے، میں نے اپنے بھائی کے کھاتے پر روپئے بینک سے ڈرافٹ بنوا کر بھیج دئے، میرا بھائی بروقت ملتے ہی بینک سے ڈرافٹ بھنا کر ہر ایک کے روپئے دے دیتے ہیں، اور میں ڈاک کے ریٹ سے ۱۰۰/روپئے پر ۵/روپئے کے حساب سے لے لیتا ہوں، تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینک سے روپئے بھیجنے میں وقت کا نقصان ہوتا ہے اور میرے بھائی کا بھی چار چھ گھنٹہ کا نقصان ہوتا ہے، یہ پیسہ محنت یا وقت کے بدلہ میں سمجھا جا سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جو روپئے ڈرافٹ بنوانے میں لگتے ہیں، اُن سے زیادہ آپ روپئے نہیں کاٹ سکتے؛ کیوں کہ یہ امانۃً کام کرنے کی صورت ہے اور آپ کا اور آپ کے بھائی کا جو زائد وقت لگ رہا ہے وہ تبرع شمار ہوگا، الا یہ کہ آپ پہلے معاملہ طے کرلیں کہ میں اتنے روپئے بھیجنے پر اتنے روپئے لوں گا، تو یہ معاملہ درست ہوگا۔

العامل لغیره أمانة لا أجر له. (الدر المختار، کتاب الإیداع / قبیل کتاب العاریة ٦٧٥/٥ دار الفکر بیروت، ٤٧١/٨ زکریا)

رکن التوکیل فهو الإیجاب والقبول، فالإیجاب من المؤکل أن یقول: وکّلتک بکذا، أو أفعل کذا أو أذنت لک أن تفعل کذا، ونحوه. والقبول من الوکیل أن یقول: قبلت وما یجري مجراه، فما لم یوجد الإیجاب والقبول لا یتم العقد. (بدائع الصنائع / کتاب الوکالة ١٥/٥ زکریا)

الإجارة عقد علی المنافع بعوض …… ولا یصح حتی تکون المنافع معلومة والأجرة معلومة …… وتارة تصیر المنفعة معلومة بالتعیین. (الهدایة / کتاب الإجارات ٢٦٦/٦ مکتبة البشریٰ کراچی، الأشباه والنظائر / الفن الثاني ٧١/٢)

إذا قال لرجل بع هٰذا المتاع ولک درهم أو قال: اشتر لي هٰذا المتاع ولک درهم ففعل فله أجر مثله لا یجاوز به الدرهم. (الفتاویٰ الهندیة، الإجارة / الفصل الرابع من فساد الإجارة إذا کان المتسأجر مشغولاً بغیره ٤٥٠/٤ زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۴/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

معذور کا یہ شرط لگانا کہ وکلانگ (معذور) فارم سے ٹکٹ بنواؤ گے تو میرا بھی کرایہ دینا ہوگا؟

سوال (۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کے پاس وکلانگ (معذور) فارم ہے اس فارم کے ذریعہ ٹکٹ لینے پر چوتھائی کرایہ لگتا ہے، زید کے ساتھ جو ٹکٹ لے گا اس کا بھی چوتھائی کرایہ لگے گا، مثلاً کسی جگہ کا سو روپیہ کرایہ ہے، تو دونوں کے صرف پچاس روپیہ خرچ ہوں گے، کرایہ میں زید اپنے ساتھی سے شرط لگا دیتا ہے کہ میرا کرایہ بھی آپ کو ادا کرنا ہوگا اور وہ اس پر راضی ہوگیا، تو کیا زید کا اپنے ساتھی سے اپنا کرایہ ادا کرانا صحیح ہوگا یا نہیں؟ لہٰذا اس صورت میں زید کا سفر فری ہوگیا، زید کے ساتھی کو بھی آدھا کرایہ کا فائدہ ہوا تو مقصود یہ ہے کہ پیسہ لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید (معذور) کا یہ شرط لگانا جائز ہے کہ جو اس کے ساتھ رعایتی پاس سے سفر کرے گا، زید کا کرایہ اُسے ادا کرنا ہوگا، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

عن كثير بن عبد اللّٰه عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: …… المسلمون على شروطهم الخ. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما ذكر عن النبي ﷺ في الصلح بين الناس ٢٥١/١ رقم: ١٣٥٢، ذكره البخاري تعليقا / باب أجر السمسرة ٣٠٣/١، كذا في إعلاء السنن ٢٠٢/١٦–٢٢٥ إدارة القرآن كراچی، فقه السنة وتوضيح مذاهب الأئمة ٢٧٧/٤) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۶/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

شراب کی خالی بوتلوں کو فیکٹری پہنچانے کی اُجرت لینا

سوال (۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب شراب کی خالی بوتلیں خوب جمع ہوجاتی ہیں، تو اُن کو لاریوں کے اندر بھر کر فیکٹری بھیجا جاتا ہے، یہ تمام کام ایک مسلمان ہی کر رہا ہے، تو کیا ان بوتلوں کو لاری پر لے جانا درست ہے یا نہیں؟ ان بوتلوں کو بیچنے کے لئے فیکٹری جانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِن سامانوں کو فیکٹریوں میں پہنچانے پر اُجرت لینا اور لاریوں کے ساتھ جاکر مال اُتروانے کا معاوضہ لینا درست ہے، اور جو لوگ اِن بوتلوں کو شراب میں استعمال کریں اُس کا گناہ اُنہی پر ہے، ٹرانسپورٹر اُس کا ذمہ دار نہیں ہے۔

وجاز حمل خمر ذمي بنفسه أو دابته (الدر المختار) قال الزيلعي: وهٰذا عنده ...... وله: أن الإجارة على الحمل، وهو ليس بمعصية ولا سبب لها، وإنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار. (الدر المختار مع الشامي، الحظر والإباحة / فصل في البيع ٥٦٢/٩ زكريا، ٣٩١/٦ دار الفكر بيروت، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ١٣٠/١٥ زكريا)

مستفاد: إذا استاجر رجلاً ليحمل له خمراً فله الأجر في قول أبي حنيفةؒ. (الفتاوىٰ الهندية ٤٤٩/١)

وإن استاجره ليكتب له غناء بالفارسية أوبالعربية، قيل: لا يحل الأجر، والمختار أنه يحل؛ لأن المعصية في القراءة. (الفتاوىٰ البزازية، كتاب التجارات / نوع في المتفرقات ٤٥٠/٤ زكريا)

وإذا استأجر الذمي مسلمًا ليحمل له ميتة أو دمًا يجوز عندهم. (الفتاوىٰ الهندية / الباب السادس عشر مسائل الشيوع في الإجارة ٤٥٠/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۹/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جانوروں کو ذبح کرنے کی اُجرت لینا؟

سوال (۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک قصبہ میں رہتا ہے اور وہاں کے اِحاطے میں ذبیحوں کو ذبح کرنے کی ذمہ داری اُسی پر ہے، تو معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا زید جو شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کا کام انجام دے رہا ہے اور وہ ایک

غریب آدمی ہے، تو کیا وہ ذبح کرنے کی اُجرت لے سکتا ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ذبح کرنے کا پیسہ جائز نہیں، تو اس سلسلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ذبح کرنا ایک عمل مباح ہے، اس کی اُجرت لینا شرعاً درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۵/۱۴۰ میرٹھ)

ویجوز الاستیجار علی الذکاۃ؛ لأن المقصود منها قطع الأوداج دون إفاتۃ الروح، وذٰلک یقدر علیہ فأشبہ القصاص فیما دون النفس، کذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندیة، الإجارۃ / فصل في المتفرقات ٤/٤٥٤ زکریا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹیپ ریکارڈ سنوارنے کی اُجرت؟

سوال (۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ٹیپ ریکارڈ کا سنوارنا اور اس کو ذریعہ معاش بنانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کی مرمت کرنا اور اُس کی اُجرت لینا نیز نئے پرزے وغیرہ لگا کر اُس کو سنوارنا جائز اور درست ہے؛ البتہ آج کل لوگ اسے بکثرت لہو ولعب میں استعمال کرنے لگے ہیں، اس لئے اس سے بہتر اور حلال کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرنا اولیٰ اور بہتر ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۶/۲۹۲، فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۳۹۲)

إذا استأجر رجلاً لینکث لہ غزلاً، فالأجرۃ تطیب لہ، کذا إذا استأجر رجلاً ینحِتُ لہ الطنبور، أو البربط، ونحو ذٰلک تطیب لہ الأجرۃ، إلا أنہ أثِم بهٰذا؛ لأنہ إعانۃ علی المعصیة. (الفتاویٰ السراجیة، کتاب الإجارۃ / باب ما یُکرہ من الإجارۃ وما لا یُکرہ ٤٦٥ دار العلوم زکریا أفریقیة)

إذا استأجر الذمي من المسلم دارًا يسكنها، فلا بأس بذٰلک وإن شرب فيها الخمر، أو عَبَدَ فيها الصليب، أو أدخل فيها الخنازير، ولم يُلحق المسلمَ في ذٰلک بأسٌ؛ لأن المسلم لا يؤاجرها لذٰلک وإنما آجرها للسكنى. (الفتاویٰ الهندية / الفصل الرابع في فساد الإجارة ٤/٤٥٠ زكريا، وكذا في المبسوط / باب الإجارة الفاسدة ١٦/٤٣ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۵/۷/۲۹ھ

بیٹری چارج کرنے کی اُجرت لینا؟

سوال (۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی ایک دوکان ہے جس میں وہ بیٹری لائٹ چارجنگ ریپیر کا کام کرتا ہے، دوسروں کی بیٹریاں کرایہ پر چارج کرتا ہے اور خود اپنی بیٹری چارج کرکے دوسروں کو کرایہ پر دیتا ہے؛ لیکن اِن بیٹریوں سے لوگ ٹی وی ٹیپ ریکارڈ وغیرہ چلاتے ہیں، یعنی اِن بیٹریوں کی مدد سے غلط پروگرام بھی ہوتے ہیں، اور اچھے پروگرام بھی ہوتے ہیں، جب کہ زید کو کوئی مطلب نہیں کہ اس کی بیٹری کہاں چل رہی ہے، اور کس مقصد کے لئے بیٹری چارج کرائی جارہی ہے؟ اسے تو اپنے کرایہ سے مطلب ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حال میں وہ کیا کرے؟ اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ بیٹریاں اکثر ہندو لوگ ہی اپنے پروگراموں میں لے جاتے ہیں، اور مسلمان بھی تقریر وغیرہ میں لے جاتے ہیں؛ لہٰذا آپ اِس مسئلہ کو واضح فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے لئے بیٹری چارجنگ وغیرہ کی اُجرت لینا جائز ہے، اب جو لوگ اس کا غلط استعمال کرتے ہیں، وہ خود اُس کے ذمہ دار ہیں، زید اس کا مسئول نہیں ہے، زید کی آمدنی بہرحال حلال ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۹/۲۴۴ ڈابھیل، فتاویٰ رحیمیہ ۶/۲۷۲)

وجاز بيع عصير ممن يتخذه خمراً؛ لأن المعصية لا تقوم بعينه؛ بل بعد تغيره (الدر المختار) **وتحته في الشامية: يؤخذ من أن المراد بما لا تقوم**

المعصية بعينه ما يحدث له بعد البيع وصف آخر يكون فيه قيام المعصية …… وعلم من هذا أنه لا يكره بيع ما لم تقم المعصية به، كبيع الجارية المغنية الخ.

(شامي مع الدر المختار، الحظر والإباحة / باب الاسبراء وغيره ٥٦٠/٩)

ثم السبب …… إن لم يكن محركًا وداعيًا؛ بل موصلاً محضًا، وهو مع ذٰلک سبب قريب بحيث لا يحتاج في إقامة المعصية به إلى إحداث صنعة من الفاعل، كبيع السلاح من أهل الفتنة وبيع العصير ممن يتخذه خمرًا، فكله مكروه تحريمًا بشرط أن يعلم به البائع والآجر من دون تصريح به باللسان، فإنه إن لم يعلم كان معذورًا. (جواهر الفقه، تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام، عنوان: أقسام السبب وأحكامه ٤٥٢/٢ مكتبة دار العلوم كراچی، ٢٤٧/٢ مكتبة تفسير القرآن) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سیل ٹیکس اور اِنکم ٹیکس کے کھاتے لکھنے کی اُجرت؟

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سیل ٹیکس، انکم ٹیکس کے مطابق کاروباری لوگوں کا حساب وکتاب لکھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص کسی فرم میں ملازم ہو اور اُس میں اِنکم ٹیکس اور سیل ٹیکس کے کھاتے مالک کی منشاء کے مطابق لکھا کرے تو شرعاً اس میں حرج نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ ایک متعین عمل پر اِجارہ کی صورت ہے جو جائز ہے۔

ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة. (الهداية ٢٩٣/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۱/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دواساز کمپنی کا گروپ وار ممبر سازی کی اُجرت دینا؟

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک دوا ساز کمپنی ہے جو اپنی دواؤں کی سیل کے لئے ممبر سازی کرتی ہے، ممبران دوائیں سیل کرتے ہیں، کمپنی دواؤں کی سیل کے مطابق طے شدہ فیصد نفع دیتی ہے، اور ان ممبران کو ہدایت کرتی ہے کہ آپ اپنے طور پر کچھ ممبر سازی کریں یا اول گروپ کے ممبران اپنے طور پر کچھ ممبران بنا لیتے ہیں، پھر یہ ثانی گروپ بھی اسی کمپنی کی دوائیں سیل کرتے ہیں، کمپنی ان ثانی گروپ کو بھی سیل کے مطابق نفع دیتی ہے، اسی طرح گروپ ثانی اپنی کوششوں سے کچھ ممبران گروپ ثالث بنا لیتے ہیں، ان کو بھی حسبِ دستور نفع دیتی ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ گروپ ثالث جتنی دوائیں سیل کرتا ہے، ان کا نفع حاصل کرتا ہے؛ لیکن گروپ ثانی نے اپنی جد وجہد سے گروپ ثالث بنایا تھا، اس لئے گروپ ثانی کو اپنی محنت کا صلہ تو ملا ہی مگر ثالث گروپ کے ممبران کے عوض بھی ایک یا دو فیصد کمپنی نے اپنی طرف سے دیا، اسی طرح گروپ اول نے ثانی کو اور ثانی نے ثالث کو، تو کمپنی نے گروپ اول کو بھی سیل کے مطابق نفع دیا، مگر گروپ ثانی کے تمام ممبروں کے عوض بھی ایک یا دو فیصد دیا، اور ثالث گروپ بھی بواسطہ اول گروپ وجود میں آیا؛ اس لئے ثالث گروپ کے تمام ممبران کے عوض بھی اول گروپ کو کچھ نہ کچھ ملا، اسی طرح یہ چین ہے سیکڑوں یا ہزاروں تک پہنچ جائے گی، اور بعد کے ممبران کا ان سے پہلے ممبران کو کچھ نہ فیصد خود بخود پہونچتا رہے گا، چاہے پہلے ممبران اب کچھ بھی نہ کریں، تو کیا اس طرح کی بزنس شرعاً جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پہلا شخص ذاتی محنت سے جن لوگوں کو کمپنی سے جوڑے، تو ایک مرتبہ جوڑنے پر متعین اُجرت دینے کی گنجائش نکل سکتی ہے؛ لیکن بعد میں اس کے ذریعہ سے کمپنی سے جڑنے والے افراد جو کمپنی کا سامان خریدیں گے، ان کے نفع کی بنیاد پر جوڑنے

والے فرد کو حصہ دینا دو وجہ سے ناجائز ہے: اول یہ کہ ان کی خریداری میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں، دوسرے یہ کہ خریداری کی کوئی لمٹ متعین نہیں، جس کی وجہ سے نفع مجہول ہوگیا، جو بجائے خود مفسد ہے، اسی طرح ان لوگوں کے ذریعہ سے جو مزید ممبر بنیں گے، ان کی خریداری پر بھی پہلے شخص کو نفع لینا درست نہ ہوگا؛ کیوں کہ اس میں بھی وہی دونوں خرابیاں پائی جاتی ہیں، جو اوپر مذکور ہوئیں۔

الإجارة هي لغة اسم للأجرة، وهو ما يستحق على عمل الخير، ولذا يدعي به. (شامي / كتاب الإجارة ٤/٩ زكريا)

ومنها أن يكون المعقود عليه، وهو المنفعة معلومًا علما يمنع المنازعة؛ فإن كان مجهولا جهالة مفضية إلى المنازعة يمنع صحة العقد وإلا فلا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الأول ٤١١/٤ زكريا)

وشرطها: كون الأجرة والمنفعة معلومتين؛ لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة. (شامي / كتاب الإجارة ٧/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گیسٹ ہاؤس کی تعمیر کے لئے سود لینا اور غیر مسلم کو کرایہ پر دینا؟

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے پاس اپنی وراثت میں ملی ہوئی جائیداد یعنی زمین ہے، میں اس پر ایک گیسٹ ہاؤس بغرض کمائی بنوانا چاہتا ہوں، چوں کہ میرے پاس اتنی دولت تو ہے نہیں کہ میں تنہا اس عمارت کو بنوا سکوں، تو ایسی صورت میں مجھے بینک سے قرض لینا پڑے گا، مجھے بینک کو اس قرض پر بیاج دینا پڑے گا، جب کہ شریعت نے سود لینے اور دینے کو حرام قرار دیا ہے، میں اگر اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب سے ادھار لے کر بنوا بھی لوں، تو سرکار یعنی انکم ٹیکس والوں کو کس طرح حساب بتاؤں گا؛ کیوں کہ وہ سارے کا سارا پیسہ دو نمبر میں ملے گا، ایسی حالت میں مجھے ۳۰/ فیصد انکم ٹیکس

دینا پڑے گا، چوں کہ گیسٹ ہاؤس میں تقریباً چالیس لاکھ روپئے خرچ ہوگا، اتنا روپیہ کسی سے لے کر قرض دکھایا بھی نہیں جاسکتا؛ لہٰذا اَب ایسی صورت میں میرے سامنے بینک سے قرض لینا ہی مجبوری ہے، کیا مجبوری میں بینک سے قرض لیا جاسکتا ہے، اور اس پر سود دیا جاسکتا ہے، نیز وہ گیسٹ ہاؤس غیر مسلم بھی کرایہ پر لے کر استعمال کریں گے، جس میں اپنی تمام ہندوانی رسموں کو جو مذہبی غیر مذہبی ہوتی ہیں سب ادا کریں گے، جس میں ویڈیو گرافی وناچ گانا سب شامل ہے، تو کیا ان لوگوں کو کرایہ پر دینا شرعاً درست ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گیسٹ ہاؤس کی تعمیر کوئی ایسی مجبوری نہیں ہے، جس کے لئے سود جیسی حرام چیز کو جائز قرار دیا جائے؛ لہٰذا اگر حلال طریقہ سے رقم مہیا ہوسکے تو اس کی تعمیر کریں ورنہ نہیں۔ (مستفاد: شامی ۱۸۶/۵ کراچی، ۴۲۲/۷-۴۲۳ زکریا)

اور گیسٹ ہاؤس کرایہ پر لینے والے غیر مسلموں کے عمل کی وجہ سے مالک کی آمدنی میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، پھر بھی اگر ایسے قواعد طے کردیئے جائیں کہ وہاں کوئی خلاف شرع کام نہ ہو تو بہتر ہے۔

إذا استأجر الذمي من المسلم بيتًا ليبيع فيه الخمر جاز عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه، خلافًا لهما، كذا في المضمرات. (الفتاویٰ الهندية، الإجارة / الفصل الرابع في فساد الإجارة إذا كان المستأجر مشغولاً بغيره ٤٤٩/٤ زكريا)

وجاز إجارة بيت ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيه الخمر، وقالا: لا ينبغي ذٰلك. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء ٥٦٣/٩ زكريا، البحر الرائق / فصل في البيع ٢٠٢/٨ كراچی، تبيين الحقائق / فصل في البيع ٢٩/٦ إمدادية ملتان)

وإجارة بيت ليتخذ بيت أو بيعة أو كنسية أو يباع فيه خمر بالسواد يعني جاز إجارة البيت لكافر ليتخذ معبدًا أو بيت نار للمجوس أو يباع فيه خمر في

السواد، وهٰذا قول الإمام، وقالا: يكره كل ذٰلك لقوله تعالىٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلٰى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلٰى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ وله أن الإجارة على منفعة البيت، ولهٰذا تجب الأجرة بمجرد التسليم ولا معصية فيه، وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فيه، قطع نسبة ذٰلك إلى المؤجر. (البحر الرائق، الحظر والإباحة / فصل في البيع ۸/۲۰۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

كتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۷/۱۰/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چکی سے مسالہ جات پیسنا اور مالکوں کا اُس میں ملاوٹ کروانا؟

سوال (۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید مسالہ پیسنے کی چکی شروع کرنا چاہتا ہے، جس میں ہلدی، دھنیا، مرچ ومسالہ وغیرہ اشیاء پیسی جاسکتی ہیں، اب جب زید نے اس سلسلہ میں معلومات حاصل کی، تو یہ بات سامنے آئی کہ جو لوگ اپنے گھریلو استعمال کی اشیاء پساتے ہیں، وہ تو صاف اور اچھا مال لاکر پیسواتے ہیں، ہلدی دھنیا مرچ ومسالہ پاؤڈر کے بیوپاری اور کرانہ دکاندار انتہائی گھٹیا مال پسانے کے لئے دیتے ہیں، اور مزید برآں باریک بھوسے کو رنگ مار کر ان چیزوں میں ملا دیتے ہیں، یہ سب کام چکی والے سے ہی کراتے ہیں کہ مال پیسنے کے ساتھ ہی رنگ مارے ہوئے بھوسے کو ان اشیاء میں ملا دیں، چکی والے کو تو اصل میں پیسنے کی ہی اجرت ملتی ہے، مگر اس کے ساتھ یہ کام خاموشی سے کرنا پڑتا ہے، آج تقریباً ۷۰ر فی صدی مرچ مسالے پاؤڈر ملاوٹ والے ہی ہوتے ہیں، اور اُن کی قیمت ثابت اشیاء کے مقابلے کم ہوتی ہے، مثلاً لال مرچ ثابت کی قیمت ہمارے یہاں ۶۰ روپئے کلو ہے، جب کہ پاؤڈر کی قیمت ۴۰ روپئے کلو ہے، حالانکہ اس کو پسانا پیکٹ بنانا مزید خرچ ہے؛ لیکن ملاوٹ کے سبب قیمت کم ہوتی ہے۔ اس مسئلہ میں دریافت یہ کرنا ہے کہ ایسی صورت میں زید کے لئے جو کہ ایک عالم بھی اور تاجر بھی، چکی لگا کر یہ کام کرسکتا ہے یا نہیں؟، اس صورت میں زید کو اس کی محنت کی اجرت ملے گی یا تعاون علی الاثم سے وہ گنہگار ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کی چکی میں جو چیز بھی پیسی جائے، وہ حسبِ معمول اس کی مقررہ اُجرت لینے کا مجاز ہے، اب اگر پسوانے والے اپنے سامان میں کوئی ملاوٹ کرتے ہیں، تو اس کی ذمہ داری زید پر نہیں ہے، اور حسبِ تحریر سوال چوں کہ مسالہ جات میں ملاوٹ ہونا سب کو معلوم ہے، اس لئے ایسی اشیاء کو مطلقاً فروخت کرنا بھی جائز ہے؛ البتہ ان چیزوں کو بیچتے وقت یہ نہ کہا جائے کہ یہ اشیاء خالص ہیں، ورنہ دھوکہ کہلائے گا۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مرَّ على صبرةٍ من طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال: يا صاحب الطعام ما هٰذا؟ قال: أصابته السماء يا رسول اللّٰه! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، ثم قال: من غش فليس منا. (سنن الترمذي / باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع ۲۴۵/۱، صحيح مسلم ۷۰/۱، مشكاة المصابيح / باب المنهي عنها من البيوع ۲۴۸)

الأجرة لا تجب بالعقد، وتستحق بإحدىٰ معاني ثلاثة – إلى قوله – أو باستيفاء المعقود عليه. (الهداية / باب الأجير متى يستحق الأجرة ۲۹۴/۳)

أو الاستيفاء للمنفعة. (شامي ۱۴/۹ زكريا، أحسن الفتاوىٰ ۹۵/۸) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۷/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

طے بازاری کے ٹھیکہ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ زید کے پاس طے بازاری کا ٹھیکہ ہے جس میں غیر حلالی جانور کا گوشت بھی بکتا ہے، اس کا کرایہ وصول کرکے اپنے خرچ میں لا سکتے ہیں، اب تک جو اپنے خرچ میں کیا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طے بازاری کا ٹھیکہ جائز ہے جو دوکاندار اپنی جگہ میں

نا جائز چیز فروخت کرتا ہے، وہ خود اس کا ذمہ دار ہے، ٹھیکہ دار ذمہ دار نہیں۔

وجاز إجارة بيت بسواد الكوفة ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة، أو يباع فيه الخمر. (تنوير الأبصار) وفي الشامية: هٰذا عنده أيضا؛ لأن الإجارة على منفعة البيت، ولهٰذا يجب الأجر بمجرد التسليم ولا معصية فيه، وإنما المعصية بفعل المستأجر، وهو مختار فينقطع نسبته عنه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء ٩/٥٦٣ زكريا، البحر الرائق / فصل في البيع ٨/٢٠٢ كراچی، تبيين الحقائق / فصل في البيع ٦/٢٩ إمدادية ملتان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۱۰/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چوکیدار اور مستری کا اپنی اُجرت وصول کرنے کے لئے واٹر سپلائی کا سامان اہلِ مدرسہ کو فروخت کرنا؟

سوال (۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: واٹر سپلائی کے لئے ایک آرڈر سرکار کی طرف سے آ گیا So نے کام کے لئے سامان لاکر ایک دو مستری سے کام شروع کرادیا، تھوڑا بہت کام کے بعد کام رک گیا، اس میں واٹر سپلائی کے لائے ہوئے سامان میں سے کچھ لوہا بچ گیا، اس واٹر سپلائی کا چوکیدار اور مستری مل کر سامان لوہا کو یہ کہہ کر مدرسہ میں بیچ ڈالا کہ ہماری کام کرنے اور دیکھ بھال کی اُجرت باقی ہے، اس صورتِ حال سے واقف ہوتے ہوئے مدرسہ والے وہ سامان خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا اس صورت میں ایس او کی اجازت سے بیچ سکتا ہے یا نہیں؟ حالاں کہ اس سامان کی مالک سرکار ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پہلے یہ تحقیق کی جائے کہ مذکورہ ٹھیکے دار کے کتنے روپئے سرکار کی طرف واجب الاداء ہیں، اور مابقیہ سامان کی کل قیمت کیا ہے؟ اور سرکار کی طرف سے

اُجرت کی ادائیگی میں تاخیر کیوں ہورہی ہے؟ اگر سرکار کی طرف سے زیادتی کا ثبوت ہو تو ٹھیکے دار کو مابقیہ مال بیچ کر اپنی اُجرت وصول کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے؛ لیکن اگر سرکار کی طرف سے زیادتی ثابت نہ ہو، تو اُس سامان کا بیچنا جائز نہیں ہے، اور بہرصورت اہل مدرسہ کو ایسے مشتبہ مال کو خریدنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الحلال بين والحرام بين، وما بينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام.

(صحيح البخاري ۱۳/۱ رقم: ۵۲، صحيح مسلم ۲۸/۲، سنن الترمذي ۲۲۹/۱، سنن أبي داؤد ۴۷۳/۲)

وجد دنانير مديونة وله عليه درهم له أن يأخذه لاتحادهما جنسًا في الثمنية ...... والفتوىٰ اليوم على جواز الأخذ عند القدرة، من أي مال كان لا سيما في ديارنا لمداومتهم العقوق. (شامي، كتاب الحجر / قبيل مطلب تصرفات المحجور بالدين كالمريض ۲۲۱/۹ زكريا، طحطاوي على الدر المختار ۸۶/۴، بحواله: فتاوىٰ محموديه ۴۱۱/۱۶ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۶/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری کاموں میں ٹھیکے داروں کا پیسے بچانا؟

سوال (۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اِن دنوں ہمارے علاقے میں سرکاری طور پر راستے اور پانی کے پائپ بچھانے کا کام جاری ہے، اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ سرکار ایک کام کی پوری تفصیلات مطبوعہ شکل میں جاری کرکے ٹھیکے داروں کو مدعو کرتی ہے، اور ٹھیکے دار کچھ پیسہ جمع کرکے اس کام کی ذمہ داری لے لیتے ہیں، اور کام مکمل ہونے تک ان کو متعدد قسطوں میں پوری رقم مل جاتی ہے، میرا ایک حصہ اس قسم کے کاروبار کا

بھی ہے، اس میں سرکاری بجٹ کی رقم مثلاً دس لاکھ روپیہ دوسو میٹر تک پانی کا پائپ بچھانے کے لئے مختص ہوتا ہے، اور ٹھیکے دار کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ یہ کام اپنے کارندوں سے کرائے یا کسی اور کے حوالہ کردے، اور عرف میں بھی تمام لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ جس ٹھیکے دار کے نام سے یہ بجٹ اور ٹھیکہ منظور ہوتا ہے، وہ یہ کام دوسرے لوگوں کو دے دیتے ہیں، عام طور پر بڑے بڑے ٹھیکے دار ایسا کرتے ہیں کہ کبھی تو اصل بجٹ پر یہ ٹھیکہ دوسروں کو دیتے ہیں۔

اور کبھی مثال کے طور پر دس لاکھ کا ٹھیکہ آٹھ یا نو لاکھ روپئے میں دوسروں کے حوالہ کردیتے ہیں، اور یہ دو لاکھ یا ایک لاکھ کی رقم خود رکھ لیتے ہیں، پھر جس آدمی نے دس لاکھ کا ٹھیکہ آٹھ لاکھ میں کرانے کی ذمہ داری لی ہے، وہ بھی اس کام پر پورے آٹھ لاکھ نہیں خرچ کرتا، وہ اس میں بچت کرتا ہے۔ بچت کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مزدوروں کی تعداد کم کردی جاتی ہے، چیزوں کی خریداری میں مقدار تو وہی رہتی ہے اور چیزیں بھی وہی رہتی ہیں، جس کی سرکاری کاغذات میں صراحت ہے، مگر کثیر مقدار اور نقد کی وجہ سے کم قیمت میں خریدتا ہے، مثلاً بجٹ میں ایک پائپ کی قیمت فی میٹر پانچ سو روپیہ ہے، تو یہ کمپنی سے تین سو روپئے میں حاصل کرلیتا ہے، یہی معاملہ تمام سامانوں کا ہوتا ہے، جو اس کام میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح اس دوسرے شخص کو آٹھ لاکھ روپئے میں لاکھ دو لاکھ روپئے بچ جاتے ہیں، کچھ لوگ ایسا بھی کرتے ہیں کہ کام کا زیادہ اہتمام نہیں کرتے؛ بلکہ خانہ پوری کرکے متعلقہ افسران سے کام کے مکمل ہونے کی تصدیق حاصل کرلیتے ہیں، ان کو اور پیسے مل جاتے ہیں، چاہے کوئی آدمی کام ٹھیک ٹھیک کرے یا صرف خانہ پوری کرے، افسران رشوت لئے بغیر تصدیق نہیں کرتے۔

اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایک بجٹ میں کسی ٹھیکے دار کا اپنا نفع نکال کر اس کام کو دوسرے کے حوالہ کردینا اور دوسرے شخص کا کفایت سے کام کراکے پیسے بچا لینا کیسا ہے؟ اور جو شخص صحیح کام نہ کرکے زیادہ پیسے بچا لیتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ یہ تمام باتیں سرکاری کام کے سلسلہ میں مشہور و متعارف ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: بڑے ٹھیکے دار کا اپنے ٹھیکہ کو دوسرے کے ہاتھ کم قیمت میں فروخت کرنا، اور دوسرے شخص کا کفایت کے ساتھ مطلوبہ کام انجام دینا اگرچہ جائز ہے؛ لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ اصل معاملہ میں جس طرح کا میٹریل لگانا طے ہوا ہے، اور جتنے رقبہ پر کام کرنا مقرر ہے، اس میں کوئی کمی نہ کی جائے، اگر میٹریل کے معیار اور کوالٹی میں کمی ہوگی، اور اچھے مال کے بجائے خراب مال لگایا جائے گا، یا مقررہ رقبہ سے کم میں کام کرایا جائے گا، یا بغیر کام کئے رشوت دے کر فرضی خانہ پوری کردی جائے گی، جیسا کہ بہت سی جگہ دیکھا گیا ہے، تو یہ معاملہ قطعاً جائز نہ ہوگا، اور دھوکہ وفریب کی وجہ سے اس کی آمدنی بھی مشتبہ ہوگی، اور یہ سرکار کے ساتھ خیانت کہلائے گی۔

عن كثير بن عبد اللّٰه عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: …… المسلمون على شروطهم الخ. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما ذكر عن النبي ﷺ في الصلح بين الناس ٢٥١/١ رقم: ١٣٥٢، ذكره البخاري تعليقا / باب أجر السمسرة ٣٠٣/١، كذا في إعلاء الاسنن ٢٢٥-٢٠٢/١٦ إدارة القرآن كراچی، فقه السنة و توضيح مذاهب الأئمة ٢٧٧/٤)

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من غشنا فليس منا. (رواه الطبراني في الكبير والصغير ٢٦١/١، سنن أبي داؤد ١٤٥، صحيح مسلم رقم: ١٠١، سنن الترمذي رقم: ١٣١٥، سنن ابن ماجة رقم: ٢٢٢٤)

استأجره ليبني له حائطًا بالأجر، والجص، وعلم طوله وعرضه جاز.

(الفتاوىٰ الهندية، الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤٥١/٤ زكريا)

وإن أطلق كان له أن يستأجر غيره، قال العلامة الشلبي: لأن المطلق ينصرف إلى المعتاد والمتعارف فيما لم يشترط، والصناع يعملون في العادات بانفساخهم وبإجرائهم، فكان له أن يعمل بنفسه وبأجيره. (تبيين الحقائق مع حاشيته الشلبي ٩١/٦ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

ATM مشین لگانے کے لئے اپنا کمرہ کرایہ پر دینا؟

سوال (۳۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ہندوستان میں سرکاری/ نیم سرکاری بینک کے ATM کے لئے کمرہ کرایہ پر دینا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ATM مشین سے روپیہ نکالنے کا ہر عمل سودی نہیں ہے؛ لہٰذا ATM مشین لگانے کے لئے اپنی جگہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وإذا استأجر الذمي من المسلم بيتًا ليبيع فيه الخمر جاز عند أبي حنيفة.

(الفتاویٰ الهندية، الإجارة / الباس الخامس عشر، الفصل الرابع ٤/٤٤٩ زكريا)

وكذٰلک إذا استأجر الذمي بيتًا من المسلم ليبيع فيه الخمر جازت الإجارة. (المحيط البرهاني ٩/١٩٠ كوئٹه) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

بینک اور ATM لگانے کے لئے کرایہ پر جگہ دینا؟

سوال (۳۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) بینک کے لئے مکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کسی نے دے دیا ہے، تو کیا اس کو خالی کرانا ضروری ہے؟

(۳) اِسی طرح اے ٹی ایم کے لئے کرایہ پر جگہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بینک یا اے ٹی ایم کے لئے مکان یا کسی اور جگہ کو محض کرایہ وصول کرنے کی نیت سے کرایہ پر دینا جائز اور درست ہے، اب بعد میں کرایہ پر لینے والا جو بھی اس میں کرے گا، وہ اس کا خود ذمہ دار ہوگا، آپ کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

لا بأس بأن يؤاجر المسلم دارًا من الذمي يسكنها؛ فإن شرب فيها الخمر

أو عبد فيها الصليب أو أدخل فيها الخنازير لم يلحق للمسلم إثم في شيء من ذٰلک؛ لأنه لم يؤاجرها لذلک، والمعصية في فعل المستأجر وهو مختار دون قصدرب الدار، فلا إثم على رب الدار في ذٰلک. (المبسوط للسرخسي ۳۰۹/۱٦ دار الفكر بيروت)

وجاز إجارة بيت بسواد الكوفة أي قراها (الدر المختار) هٰذا عنده أيضا؛ لأن الإجارة على منفعة البيت، ولهٰذا يجب الأجر بمجرد التسليم ولا معصية فيه، إنما المعصية بفعل المستأجر، وهو مختار فينقطع نسبته عنه، فصار كبيع الجارية عمن لا يستبرئها أو يأتيها من دبر. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاسبتراء ٥٦٢/٩ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ۱۳۳/۱٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۱/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ATM کی سہولت پر بینک کا ۵۰/روپئے سالانہ کاٹنا؟

سوال (۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے پاس بینک کا ATM کارڈ ہے، جس سے ہم روپئے نکالتے ہیں، بینک سالانہ اس کا پچاس روپئے کاٹتی ہے، کیا ہم اس کو سود کی رقم سے ادا کرسکتے ہیں؟ یا پھر خالص رقم سے ادا کرنا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ATM کی سہولت دینے پر بینک کی طرف سے جو پچاس روپیہ سالانہ وصول کئے جاتے ہیں، یہ ایک منفعت کا عوض اور حق الخدمت ہے؛ لہٰذا یہ رقم سود سے ادا کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ اپنی خالص رقم سے اس کو ادا کیا جائے۔

الإجارة هي تمليک نفع مقصود من العين بعوض. (شامي ٤/٩-٥ زكريا)

إذا كان عند رجل مال خبيث ...... لو أنفق على نفسه فقد استحكم ما ارتكبه من الفعل الحرام. (بذل المجهود، الطهارة / باب فرض الوضوء ۳٦۰/۱ دار البشائر)

إذا كانت الإجارة صحيحة، فقد ملك المستأجر المنفعة، و ملكت عليه الأجرة كاملة. (المغني ۲۰٦/۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۴/۶/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میرج ہال بنا کر کرایہ پر اُٹھایا؟

سوال (۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ بربناء ضرورت ایک ایسا میرج ہال بنانا چاہتا ہے، جس میں عورتوں کے کھانے کا نظم علاحدہ رہے گا، اور مردوں کے کھانے کا نظم الگ رہے گا، جب کہ پنڈال کے نظم کرنے میں کافی خرچ بھی آتا ہے، اور شادی بیاہ وغیرہ کی ضرورت بار بار پڑتی ہے، ایسے موقع پر میرج ہال کا بنوانا اور اس کو آمدنی کا ذریعہ بنانا کیسا ہے، از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز حرام ہے یا حلال؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی ہال بنانا اور اس کو کرایہ پر چلانا فی نفسہٖ جائز ہے، تاہم مالک کو چاہئے کہ وہ ایسے قوانین بنائے کہ شادی ہال میں ہونے والی تقریبات میں منکرات شرعیہ کا ارتکاب نہ ہو، اگر ایسے قوانین کے باوجود کوئی شخص وہاں کسی گناہ کا مرتکب ہوگا تو مالک سے اس کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔

و أما الحوانيت المعاصرة، فالإجارة فيها جائزة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الخامس في الخيار في الإجارة الخ ٤٢١/٤ زكريا)

آجر حانوتًا كل شهر بكذا صح في واحد فقط، وفسد في الباقي لجهالتها، وإذا آجرها سنة بكذا صح. (الدر المختار مع الشامي / باب الإجارة الفاسدة ٦٩/٩- ٧٠ زكريا، كذا في الهداية / باب الإجارة الفاسدة ٢٩٢/٦ مكتبة البشرىٰ كراچى، كنز الدقائق / باب الإجارة الفاسدة ٣٦٣ المكتبة التهانوية ديوبند)

إذا اجتمع المباشر والمتسبب أضيف الحكم إلى المباشر. (الأشباه والنظائر ۲۳۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۵/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترکہ گاڑی شریک کو اُجرت دے کر چلانا؟

سوال (۳۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی پھولوں اور پودوں کی نرسری (باغ) ہے، زید کو مختلف مقامات سے پھول اور پودے لانے اور لے جانے کے لئے ایک گاڑی کی شدید ضرورت تھی، گاڑی خریدنے کے لئے اس نے عمرو کو اپنے ساتھ شامل کرلیا کہ گاڑی کی اتنی قیمت ہے، تم ایک تہائی رقم شامل کرو باقی میں شامل کروں گا، ڈرائیور ڈیزل وغیرہ کے اخراجات کو وضع کرکے اس کا ماہانہ کرایہ آٹھ ہزار طے کروں گا، ۶؍ہزار میرے سمجھے جائیں گے اور دو ہزار آپ کو گاڑی کے کرایہ کے طور پر دے دیا کروں گا۔ اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ معاملہ ازروئے شرع درست ہے یا نہیں؟ اس کو مضاربت کہیں گے یا اجارہ؟ اگر یہ معاملہ درست نہ ہو تو اُس کے درست ہونے کی کیا شکل ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں گاڑی کے ایک تہائی حصہ کا مالک عمرو ہے، اور زید اس کی ملکیت کے حصہ کو خود استعمال کر رہا ہے؛ لہٰذا آپسی رضامندی سے اس کے حصۂ ملکیت کے استعمال کے عوض میں جو بھی رقم طے ہوجائے وہ عمرو لے سکتا ہے، بظاہر یہ اجارہ کا معاملہ ہے۔

وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين. (الدر المختار / كتاب الإجارة ۹/۷ زكريا)

اشتركا على أن ما اشتريا من تجارة فهو يجوز. (شامي، كتاب الشركة / مطلب: اشتركا على أن ما اشتريا الخ ۶/۴۸۹ زكريا)

الـربـح فيهـا عـلـى قـدر الـملک، فإذا شرطا الشراء بينهما مناصفة يكون الـربـح كذٰلک إلا إذا شرط الشراء على قدر مال شركة العقد فيكون الربح على قدر المال في الشركتين. (شامي، الشركة / مطلب: اشتركا على أن ما اشتريا من تجارة الخ ۴۸۹/۶ زكريا)

كـل مـن الشـركـاء فـي شـركة الملک أجنبي في حصة سائرهم، فليس أحـدهـم وكيلاً عن الآخر، ولا يجوز له أن يتصرف في حصة شريكه بدون إذنه. (شرح المجلة ۶۰۱/۱ مكتبة إتحاد ديوبند)

قـال مـحمد رحمه الله تعالىٰ: في رجل آجر نصف داره مشاعًا من أجنبي لـم يـجـز، وإذا أجـر مـن شـريـكـه يجوز بلا خلاف في ظاهر الرواية، سواء كان مشـاعًا يحتمل القسمة أو لا يحتمل. (الـفتاوىٰ التاتارخانية ۱۲۴/۱۵ رقم: ۲۲۴۰۳ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱۱/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گاہک کے نہ آنے پر درزی کا کپڑے فروخت کرکے محنتانہ وصول کرنا

سوال (۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: درزی حضرات کی دوکان پر لوگ کپڑا سلوانے آتے ہیں، اور پھر واپس لینے کئی کئی مہینے تک؛ بلکہ کبھی کبھی تو واپس آتے ہی نہیں، مندرجہ بالا کپڑوں کی سلائی میں درزی حضرات کی جیب سے اچھی خاصی رقم خرچ ہوتی ہے مثلاً کاریگر کو سلائی کا محنتانہ، تاگہ، بٹن بکرم، استر کا کپڑا اور ہک وغیرہ میں تقریباً ۱۸۰ سے ۱۹۰/ روپیہ تک درزی ان کپڑوں کو تیار کرنے میں اپنی جیب سے خرچ کرتا ہے، جب کہ اکثر درزی حضرات رسید گراہک کو دیتے ہیں اس پر صاف لکھا رہتا ہے کہ بیس دن یا ایک ماہ کے بعد ہماری ذمہ داری نہیں۔

اِسی طرح اور بھی دوکان دار ہیں جو سامان کی مرمت کرتے ہیں مثلاً موٹر وائنڈنگ کے لئے دوکان پر ڈال دی جس کی وائنڈگ میں بھی دوکان دار کی جیب سے اچھی خاصی رقم خرچ ہو جاتی ہے، اور گاہک واپس نہیں آتا، اسی طرح اور بھی دوکان دار ہیں، جو مختلف سامان کی مرمت کرتے ہیں، جس میں جیب کی رقم بھی خرچ ہوتی ہے، اور گاہک سامان واپس لینے نہیں آتا، ایسی صورت میں دوکان دار اس سامان کی کب تک حفاظت کریں اور پھر اس سامان کا کیا کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ سب صورتوں میں کاریگروں کو پوری کوشش کرنی چاہئے کہ مالکین اپنی اشیاء واپس لے جائیں اور کاریگر کو اس کی اجرت ادا کردیں، اگر پوری کوشش کے باوجود اشیاء کے مالکین سے رابطہ قائم نہ ہوسکے، اور بظاہر ان کے واپس آنے کا امکان نہ رہے، تو کاریگر ان اشیاء کو مناسب داموں میں فروخت کرکے اپنا محنتانہ اور اشیاء میں لگائی ہوئی چیزوں کو وصول کرسکتا ہے اور مابقیہ قیمت بطور امانت رکھے رہے، اگر کبھی اصل مالک واپس آجائے تو اسے لوٹادے، ورنہ اس کی طرف سے صدقہ کردے۔

فإن أشهد عليه وعرّف إلى أن علم أن صاحبها لا يطلبها ...... كانت أمانة لم تضمن بلا تعد ...... فينتفع الرافع بها لو فقيرًا و إلا تصدق بها على فقير ......، فإن جاء مالكها بعد التصدق خير بين إجازة فعله ولو بعد هلاكه وله ثوابها أو تضمينه. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب اللقطة ٦/٤٣٥-٤٣٩ زكريا)

ثم بعد تعريف المدة المذكورة الملتقط مخير بين أن يحفظها حسبة وبين أن يتصدق بها؛ فإن جاء صاحبها فأمضى الصدقة، يكون له ثوابها. (الفتاویٰ الهندية / أول كتاب اللقطة ٢/٢٨٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ویب سائٹ پر اشتہار کلک کرنے کی اُجرت لینا؟

سوال (۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ویب سائٹ www.spark goldtrading.com اس ویب سائٹ کو ہینڈل کرنے والے اس کے ایجنٹ کے بینک اکاؤنٹ میں ایک ہزار روپئے جمع کرکے ہم اس ویب سائٹ کی کمپنی کے ممبر بن سکتے ہیں اس کے بعد یہ کمپنی ہم سے سودا کرتی ہے کہ اس کی ویب سائٹ پر لوگ اِن کرنے کے بعد اس کی جانب سے ہر ہفتہ کچھ اشتہار Ads دئے جاتے ہیں، جس پر کلک کرنے سے وہ ہر ہفتہ پر ۱۵۰/ روپئے دیتی ہے، اور یہ سودا دس مہینے تک رہتا ہے، تو اس طرح یہ انکم لینا جائز ہے یا نہیں؟ مزید تفصیل مذکورہ ویب سائٹ وغیرہ پر دیکھ سکتے ہیں، جواب بہت جلد عنایت فرمائیں؛ کیوں کہ بہت سارے مسلمان اس میں جڑے ہوئے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ویب سائٹ سے استفادہ کے لئے ایک ہزار روپیہ جمع کرنا ایک مستقل معاملہ ہے جو فی نفسہٖ درست ہے، اس کے بعد کمپنی سے اس ویب سائٹ پر متعین اشتہارات کا کلک کرنے پر ہر ہفتہ جو اجرت ملتی ہے، اگر شرط کے مطابق یہ معاملہ ناجائز باتوں سے متعلق ہو (جیسا کہ آج کل عام معمول ہے کہ اشتہارات میں عریاں تصاویر لگائی جاتی ہیں) تو گناہ پر تعاون کی وجہ سے یہ عمل جائز نہ ہوگا، ایسے معاملات سے مسلمانوں کو بچنا لازم ہے۔ اور اگر ایسے اشتہارات ہیں جن میں کوئی ناجائز بات شامل نہیں، تو حسبِ شرط اُن پر کلک کرنے پر متعینہ اُجرت لینا درست ہے۔

وشرطها كون الأجرة والمدة معلومتين. (شامي / كتاب الإجارة ۷/۹ زكريا)

وعلى هٰذا يخرج الاستيجار على المعاصي أنه لا يصح؛ لأنه استيجار على منفعة غير مقدور الاستيفاء شرعًا كاستيجار الإنسان للهو واللعب وكاستيجار المغنية والنائحة للغناء والنوح الخ. (بدائع الصنائع / باب الاستيجار على المعاصي ٤/۳۹ المكتبة النعيمية ديوبند)

أو شرعًا فلا يجوز استيجار الآبق، ولا الاستيجار على المعاصي؛ لأنه

استـجار على منفعة غير مقدار الاستيفاء شرعا. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الأول ٤/ ٤١١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/ ۶/ ۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متعینہ قیمت پر متعینہ مدت کے لئے ندی سے ریت نکالنا؟

سوال (۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ریت جو تعمیرات میں استعمال کیا جاتا ہے، اس کی خرید وفروخت کا طریقہ یہ ہے کہ ندی کے حصے مقرر کئے جاتے ہیں، اور حکومت متعینہ مدت تک لوگوں کے حوالے کردیتی ہے کہ نکالنے والے لوگ متعینہ مدت میں جتنا ریت نکال سکیں نکال لیں۔

(۱) اِجارہ منفعت پر ہوتا ہے، اور یہاں یمین پر واقع ہورہا ہے، تو یہ اجارہ ہے یا بیع؟

(۲) ریت بسا اوقات بے حساب نکلتا ہے اور گاہے بالکل دستیاب نہیں ہوتا۔

(۳) مقدار متعین نہیں ہے؛ لیکن وقت متعین ہے، تو کیا وقت کے ذریعہ بیع کسی درجہ میں معتبر ہوگی؟

مذکورہ مسئلہ ان خرابیوں کو حامل تو ہے، جن کی بنا پر یہ بیع اُصولی اعتبار سے مخدوش ہے؛ لیکن حال یہ ہے کہ تعمیر ریت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی اور حکومت اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار نہیں کرتی، نیز لوگوں میں عام؛ بلکہ مکمل طور پر اسی طرح خرید وفروخت ہوتی ہے۔ تو کیا ضرورت اور عرفِ عام کی بنا پر شرعاً یہ اجارہ یا بیع درست ہوگی؟ یا کوئی آسان شکل ایسی ہو جس کو شرعاً اختیار کیا جاسکے، اور مرجہ شکل سے قریب تر ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حکومت کی طرف سے ریت نکالنے کی بالعوض اجازت کا مذکورہ معاملہ اجارہ کا نہیں ہے؛ بلکہ بیع کا ہے؛ لیکن اُصولی طور اس میں مبیع کی مقدار نا معلوم

ہونے اور ریت نکالنے کے لئے ایک مدت متعین نہ ہونے کی بناپر فساد پایا جاتا ہے، مگر چوں کہ اس طرح کے معاملات میں جہالت موجبِ نزاع نہیں ہے، اور نہ مدت کی تعیین پر فریقین میں کوئی اختلاف ہوتا ہے، اس لئے عرفِ عام ہونے کی وجہ سے انجام کار یہ معاملہ درست قرار پائے گا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض کھانے کے ہوٹلوں میں ایک قیمت متعین کرکے پیٹ بھر کھانے کی اجازت دی جاتی ہے، جس میں آدمی کم بھی کھا سکتا ہے اور زیادہ بھی۔

قال العبد الضعيف: ويخرج على هٰذا كثير من المسائل في أمرنا، فقد جرت العادة في بعض الفنادق الكبيرة أنهم يصنعون أنواعًا من الأطعمة في قدور كبيرة، ويخيرون المشتري في أكل ما شاء بقدر ما شاء، ويأخذون ثمنًا واحدًا معينًا من كل أحد، فالقياس أن لا يجوز البيع لجهالة الأطعمة المبيعة وقدرها، ولكنه يجوز؛ لأن الجهالة يسيرة غير مفضية إلى النزاع، وقد جرىٰ بها العرف والتعامل. (تكملة فتح الملهم / باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر ۱/ ۳۲۰ دار العلوم كراچی)

وقد يكون الفساد لمخالفة التنازع، ولا يكون فيه شيء آخر يوجب الإثم، فذلک إن لم يقع فيه التنازع جاز عندي ديانة، وإن بقي فاسدًا قضاءً لارتفاع علة الفساد وهي المنازعة ...... فإذا لم يقع النزاع ولم يرفع الأمر إلى القاضي نزع حكم الديانة لا محالة، فيبقى الجواز. (فيض الباري، كتاب البيوع / باب من أجرى أمر الأمصار على ما يتعارفون ۳/ ۲۵۸ خضر راه بك ڈپو ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱/ ۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فلیکسی کے ذریعہ بیلنس ڈالنے پر گراہک سے اضافی رقم لینا؟

سوال (۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید موبائل میں بیلنس کرتا ہے، کمپنی پچاس میں پچاس دیتی ہے؛ لیکن زید بجائے پچاس کے اکیاون یا باون وصول کرتا ہے۔ یاد رہے کہ کمپنی زید کے اس معاملے سے کوئی باز پرس نہیں کرتی؛

البتہ کمپنی کا کہنا ہے کہ اگر کوئی کارروائی کسی بھی طرف سے ہوئی، تو کمپنی آپ کا ساتھ نہیں دے گی، نیز یہ معاملہ زید بیلنس کرانے والے کے درمیان نقد ہوتا ہے۔ کیا یہ صورتِ مسئولہ درست ہے؟ کہیں یہ ربا تو نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوں کہ اپنے موبائل سے دوسرے موبائل پر بیلنس منتقل کرنے میں زید کی محنت صرف ہوتی ہے، اگر وہ چاہے تو خریدار کی رضامندی سے اضافی رقم لے سکتا ہے۔

وفي شرح التمرتاشي عن النصاب يجب (أي الأجر) بقدر العناء والتعب.

(تکملة شامي، کتاب الهبة / مطلب يجب الأجر بقدر العناء والتعب ۱۱/ ۷٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پولٹری مرغی فارم

سوال (۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سگونہ کمپنی کی ماتحتی میں پولٹری فارم شروع کرنے کا ارادہ ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ کمپنی جملہ اشیاء فراہم کرتی ہے۔ مثلاً مرغی کے بچے، ان کی دوائی، ان کے علاج ومعالجے کے لئے ڈاکٹر، مرغیوں کا اناج، یہ تمام سہولتیں کمپنی کی طرف سے ملتی ہیں، اور ہمیں صرف شیڈ پانی اور لائٹ کا نظم کرنا ہے، اور مرغیوں کی مکمل دیکھ بھال ہماری زمہ داری ہے۔ چالیس دن کے بعد مرغیوں کے وزن کے مطابق ایک کلوگرام پر ہمیں کمپنی کے طرف سے پانچ روپئے ملتے ہیں۔ اس دوران اگر مرغی کے بچے ضائع یعنی کسی بیماری کی وجہ سے مرجائیں تو اس کی ذمہ دار بھی کمپنی ہی ہوگی۔ ان کی دیکھ بھال کرنے والے شخص پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ تو اس صورت میں اس کمپنی میں شراکت سے بزنس اور کاروبار کرنا کیسا ہے؟ کیا مذکورہ بالا شکل صحیح ہے؟ کیا یہ حلال کمائی ہوگی؟ اگر صحیح شکل نہ ہو تو

صحیح شکل کیا ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ معاملہ شرکت کا نہیں؛ بلکہ اجارہ کا ہے، آپ کو مرغیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد پانی جگہ اور لائٹ فراہم کرنے کے عوض مرغیوں کے گوشت کے وزن کے حساب سے جو اُجرت دی جاتی ہے، وہ اگرچہ شروع میں مجہول ہے؛ لیکن انجام کار حساب کرتے وقت معلوم ومتعین ہوجاتی ہے، اس لئے یہ اجارہ کا معاملہ دائرۂ جواز میں داخل ہے، اور اُصولی طور پر جو مرغی کے بچے آپ کی دیکھ بھال کے باوجود کسی بیماری کی وجہ سے مرجائیں، تو اس پر بھی آپ کو اُجرت ملنی چاہئے؛ کیوں کہ آپ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں پائی گئی؛ لہٰذا اِس اُجرت کا آپ کمپنی سے مطالبہ کرسکتے ہیں۔

الإجارة عقد على المنافع بعوض، والقياس يأبى جوازه؛ لأن المعقود عليه المنفعة، وهي معدومة، وإضافة التمليك إلى ما سيوجد لايصح، إلا أنا جوزناه لحاجة الناس إليه. (الهداية / كتاب الإجارات ٦/ ٢٦٦ مكتبة البشرىٰ كراچی)

ولو استأجره لحفر البئر إن لم يبين الطول والعرض والعمق، جاز استحساناً، ويؤخذ بوسط ما يعمله الناس. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع الخ ٤/ ٤٥١ زكريا)

فإن وقعت على عمل معلوم فلا تجب الأجرة إلا بإتمام العمل إذا كان العمل مما لا يصلح أوله إلا بآخره. (النتف في الفتاوىٰ ٣٣٨)

الفاسد من العقود ما كان مشروعًا بأصله دون وصفه. (الدر المختار ٦/ ٤٥ كراچی)

يجب فيها أي في الإجارة الفاسدة أجر المثل لا تزاد على المسمّى المعلوم عندنا. (مجمع الأنهر) **وفي الملتقى: الفاسد ما يكون مشروعًا بأصله دون وصفه، والباطل ما ليس مشروعًا أصلاً، وحكم الأول وجوب أجر المثل**

بالاستعمال بخلاف الثاني . (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر / باب الإجارة الفاسدة ۲/ ۳۸۱ دار إحياء التراث العربي بيروت)

ثم الفساد ...... قد يكون لجهالة قدر المنفعة ...... فالفاسد يجب فيه أجر المثل ولا يزاد على المسمى إن سمى في العقد مالا معلومًا . (الفتاویٰ التاتارخانية ۱۵/ ۱۰۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱/ ۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

◆

مکان و دوکان کی کرایہ داری

مکانات کی کرایہ داری میں پگڑی کا لین دین؟

سوال (۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فی زمانہ کرایہ کا مکان یا دوکان ملنا محالات میں سے ہورہا ہے اور اگر نصیب سے مل بھی جائے تو اس کے لئے پیشگی رقم ادا کرنی پڑتی ہے، عرفِ عام میں جسے پگڑی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، بایں صورت پگڑی پر مکان یا دوکان لینا اور دینا جائز ہے؟

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے پگڑی پر مکان یا دوکان لیا ہے اور کافی عرصہ بیت چکا ہے؛ لیکن اس وقت وہ کسی وجہ سے اپنی جان و مال پر خطرہ محسوس کرتا ہے اور اسی مکان پر مذکورہ شخص نے تقریباً ستر ہزار روپئے بھی خرچ کردئے ہیں، اگر وہ شخص اسی مکان کو دوبارہ کسی فرد کو پگڑی پر دیدے اور خود وہ گھر چھوڑ دے، پگڑی اسی لئے لے رہا ہو کہ مکان کی تعمیر ومرمت میں جو صرفہ اس نے کیا ہے وہ حاصل ہوجائے گا اور وہ دوبارہ کہیں اور کرایہ کا مکان لے سکے، اس صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟

واضح ہو کہ یہ مکان مالک مکان کو پگڑی پر خالی کرکے دے رہا ہے یا غیر مالک کو، دونوں صورتیں وضاحت طلب ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پگڑی بطور رشوت لینا تو ممنوع ہے؛ لیکن یہ صورت دائرۂ جواز میں آسکتی ہے کہ پہلے مہینہ کا کرایہ مثلاً اتنے روپئے ہے اور آئندہ اتنا رہے گا۔ (کفایت المفتی ۷/ ۳۳۹)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

الراشي والمرتشي في النار. (تلخيص الحبير لابن حجر، كتاب القضاء / باب أدب القضاء رقم: ٢٠٩٣ مصطفیٰ الباز، فيض القدير ٤٣/٤ رقم: ٤٤٩٠ دار الفكر بيروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الراشي والمرتشي في الحكم. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ماجاء في الراشي والمرتشي ٢٤٨/١)

الرشوة أربعة أقسام: منها: ما هو حرام على الآخذ والمعطي، وهو الرشوة على تقليد القضاء والأمارة الثاني ارتشاء القاضي ليحكم، وهو كذٰلك ولو القضاء يحق. (شامي، كتاب القضاء / مطلب في الكلام على الرشوة والهدية ٣٦٢/٥ كراچی)

اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہر مہینہ کی زائد اجرت متعین کرلی جائے، اور ہر ماہ کی اجرت میں سے ایک متعین مقدار یک مشت لے لی جائے، مثلاً چھ مہینہ کا معاملہ کیا اور ہر مہینہ کے ۴۰۰/سو روپئے متعین ہوئے، اس طرح ۶/مہینہ کے ۲۴/سو روپئے ہوئے، ان میں سے ۱۲/سو روپئے پیشگی لے لئے جائیں، اور بقیہ ۱۲/سو ہر مہینہ دو دو سو روپئے کے حساب سے ادا کئے جائیں، اس صورت کی اجازت بھی فقہی جزئیات سے مستفاد ہوتی ہے؛ تاہم اس کی شرائط اور حدود کی رعایت کرنا ضروری ہے، یعنی مدت کی تعیین ضروری ہوگی، اس طرح مالک کو مدت کے پورے ہونے سے پہلے مکان خالی کرانے کا حق نہ ہوگا، اسی طرح مدت پوری ہونے کے بعد از سرنو معاملہ کرنا ہوگا، وغیرہ۔

عن عبد الرحمن بن عوف رضي اللّٰه عنه قال: كان رجل آجر نفسه سنة بألف درهم، قال: فقال لي: سل محمدًا فإنهم قد عجّلوا لي فسأله؟ فقال: لا أعلم به بأسًا. (المصنف لابن أبي شيبة، البيوع / في الرجل يستأجر فيعجّل له شيء ٦٤٥/١١ رقم: ٢٣٥٧٢)

قال الزيلعي: فلا يكون لواحد منهما الفسخ في قدر المعجل أجرته؛ لأنه بالتقديم زالت الجهالة في ذٰلك القدر فيكون كالمسمّى في العقد. (شامي / باب الإجارة الفاسدة، مطلب: في أجرة البناء ٥١/٦ كراچی، ٦٩/٩ زكريا، كفايت المفتي ٣٣٩/٧، كذا في الهداية مع فتح القدير / باب الأجر متى يستحق ٦٥/٩ دار الفكر بيروت)

اِس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر مدت متعینہ گذرنے کے بعد کرایہ دار مکان خالی کرے تو مالک مکان سے کچھ واپس لینے کا حق دار نہیں ہے، اور اگر مدت گذرنے سے قبل مکان خالی کرتا ہے تو آپسی رضامندی سے مابقیہ مدت کے تناسب سے پیشگی دی ہوئی رقم میں سے مالک مکان سے واپس لے سکتا ہے۔

عن الثوري قال: سئل الشعبي عن رجل استأجر دابة إلى مكان فقضى حاجته دون ذٰلک المكان، قال: له من الأجر بقدر ذٰلک المكان الذي انتهى إليه. (المصنف لعبد الرزاق، البيوع / باب الرجل يكري الدابة ۲۱۳/۸ رقم: ۱٤۹۳٦)

اور اگر کرایہ دار مالک مکان کے علاوہ کسی اور شخص کو کرایہ پر دے رہا ہے اور اس نے مکان میں اپنی طرف سے کچھ تعمیری اضافہ کیا ہے تو وہ بھی اپنے کرایہ دار سے پیشگی اُجرت لے سکتا ہے اور مالک مکان سے کرایہ لینے کی کوئی صورت کرایہ دار کی جانب سے درست نہ ہوگی۔

أخبرنا الثوري، وسأله عن الرجل يستأجر ذٰلک، ثم يواجره بأكثر من ذٰلک، فقال: أخبرني عبيدة عن إبراهيم وحصين عن الشعبي، ورجل عن مجاهد: أنهم كانوا يكرهونه إلا أن يحدث فيه عملا. (المصنف لعبد الرزاق / البيوع ۲۲۲/۸ رقم: ۱٤۹۷۱)

وللمستأجر أن يؤجر المؤجر بعد قبضه، قيل: وقبله من غير مؤجره، وأما من مؤجره فلا يجوز. (الدر المختار، باب فسخ الإجارة / مطلب: في إجارة المستأجر للمؤجر وغيره ۹۱/٦ دار الفكر بيروت، ۱۲۵/۹ زكريا)

ولو آجر بأكثر تصدق بالفضل إلا في مسئلتين: إذا آجرها بخلاف الجنس أو أصلح فيها شيئاً، ولو اٰجرها في المؤجر لا تصح وتنفسخ الإجارة في الأصح (الدر المختار) لأن الزيادة بمقابلة ما زاد من عنده حملاً لأمره على الصلاح، كما في المبسوط. (الدر المختار مع الشامي / باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافًا فيها ۳۸/۹-۳۹ زكريا، ۲۹/٦ دار الفكر بيروت، كذا في مجمع الأنهر، كتاب الإجارة / مسائل منثورة

٥٦٢/٣ دار الكتب العلعمية بيروت، المحيط البرهاني / الفصل السابع في إجارة المستاجر ٢٦٩/١١ ڈابھیل)

اور جو رقم آپ نے اس مکان کی تعمیر وغیرہ میں لگائی ہے اگر مالک مکان کی اجازت یا رضامندی اور حکم سے لگائی ہے تو آپ اس سے اس کا مطالبہ کر سکتے ہیں؛ لیکن اگر آپ نے از خود وہ رقم خرچ کی ہے تو مالک مکان کے نہ دینے کی صورت میں آپ اس سے مطالبہ کا حق نہیں رکھتے، زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اپنی اضافہ شدہ عمارت توڑ کر ملبہ لے جائیں یا ملبہ کی قیمت مالک سے لے لیں۔

وعمارة الدار وتطيينها ...... على رب الدار؛ فإن أبى صاحبها أن يفعل كان للمستأجر أن يخرج منها ...... وإصلاح بئر الماء ......، على صاحب الدار لكن بلا جبر عليه؛ لأنه لايجبر على إصلاح ملكه، فإن فعله المستأجر فهو متبرع وله أن يخرج إن أبى ربها. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / باب فسخ الإجارة، مطلب: إصلاح بئر الماء والبالوعة ١٠٩/٩-١١٠ زكريا، ٧٩/٦-٨٠ دار الفكر بيروت، زكريا ١٠٩/٩)

وتصح إجارة أرض للبناء والغرس، فإن مضت المدة قلعهما وسلمهما فارغة إلا أن يغرم له المؤجر قيمته مقلوعًا. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / باب ما يجوز من الإجارة الخ ٣٠/٦ دار الفكر بيروت، ٤٠/٩ زكريا)

ويجوز أن يستأجر الساحة ليبني فيها أو ليغرس فيها نخلاً أو شجرًا؛ لأنها منفعة تقصد بالأراضي، ثم إذا انقضت مدة الإجارة لزمه أن يقلع البناء والفرس ويسلمها إليه فارغة. (الهداية مع فتح القدير / باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافًا فيها ٨٢/٩ دار الفكر بيروت، البحر الرائق / باب ما يجوز وما يكون خلافًا فيها ١١/٨ كراچی، مجمع الأنهر ٥٢٢/٣ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۸/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کرایہ داری میں ڈپازٹ کی شرعی حیثیت

سوال (۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل بڑے شہروں میں مکانات کی کرایہ داری میں بھاری مقدار میں پیشگی رقم ڈپازٹ کے عنوان سے لینے کا معمول بن چکا ہے، اب اس میں کئی شکلیں ہوتی ہیں:

الف: - اگر ڈپازٹ کی رقم معمولی ہوتی ہے تو ماہانہ کرایہ کی رقم زیادہ ہوتی ہے، اور جب کرایہ دار جائیداد خالی کرتا ہے تو مالک اسے ڈپازٹ کی رقم لوٹا دیتا ہے۔

ب: - اگر ڈپازٹ کی رقم بھاری مقدار میں ہو تو ماہانہ کرایہ کی رقم بہت معمولی ہوتی ہے، اور بہرصورت جب بھی جائیداد خالی ہوتی ہے تو مالک ڈپازٹ کی پوری رقم واپس کرنے کا ضامن ہوتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) اس طرح کا عقد شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ڈپازٹ کی رقم کی کیا حیثیت ہے؟ آیا وہ قیمت ہے یا رہن ہے یا امانت ہے؟

(۳) اس ڈپازٹ کی رقم کو مالک جائیداد کے لئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اگر یہ معاملہ جائز نہ ہو تو کیا اس کو شرعی جواز کے دائرہ میں لانے کی کوئی اور شکل ہے؟

(۵) اس ڈپازٹ کی رقم کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے، کرایہ دار پر یا مالک پر؟ یا کسی پر واجب نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) ڈپازٹ کی رقم ابتداءً امانت ہے؛ لیکن مالک جائیداد کے تصرف کرلینے کے بعد وہ دین مضمون کے درجہ میں آجاتی ہے؛ لہٰذا یہ کہا جائے گا کہ یہ رقم مالک پر کرایہ دار کی طرف سے قرض مؤجل ہے، اور اس کی اصل یہ ہے کہ کرایہ دار جائیداد کو خالی کرے، یہاں واپسی کی مدت گوکہ مجہول ہے؛ لیکن عرفِ عام ہونے کی وجہ سے یہ جہالت مفضی الی النزاع نہیں رہی، اس لئے اسے قابل تحمل قرار دیا جائے گا اور عقد کو فاسد نہیں کہیں گے۔

الأمانة ضد الخيانة أن الأمانة قد استعملها الفقهاء بمعنيين: أحدهما بمعنى الشيء الذي يوجد عند الأمين وذٰلک يکون في العقد الذي تکون الأمانة فيه هي المقصد الأصلي. (الموسوعة الفقهية ٦/ ٢٣٦)

الأمانة عند الفقهاء هو الشيء الذي يوجد عند أمين …… سواء أو كان أمانة في ضمن عقد كالمأجور …… والأصل الأمانة موافقة الحق بإيفاء العهد في السر ونقيضها الخيانة. (معجم الفقيه والمتفقه ۸۷)

المودع إذا خلط الوديعة بماله أو بوديعة أخرى بحيث لا يتميز ضمن.

(الفتاویٰ التاتارخانية ١٦/ ٥٤ رقم: ٢٤١٧٢ زکريا)

الخلط على أربعة أوجه:…… الرابع: خلط بطريق الممازجة للجنس بالجنس كخلط دهن اللوز بدهن اللوز وبهٰذا ينقطع حق المالک عند أبي حنيفة …… وهٰذا إذا خلط الدراهم بغير إذنه، فأما إذا خلطها بإذنه فجواب أبي حنيفة لايختلف؛ بل ينقطع الملک بكل حال، وعن أبی يوسف أنه جعل الأقل متابعاً للأكثر، وقال محمد يشاركه بكل حال …… وأبوحنيفة رحمه اللّٰه يقول: بانقطاع حق المالک في الكل ومحمد بالشركة في الكل. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٦/ ٥٥ رقم: ٢٤١٧٣ زکريا)

(۳) کرایہ دار کی طرف سے دلالۃً اِجازت ہونے کی بنا پر اس ڈپازٹ کی رقم میں مالک جائیداد کا تصرف کرنا جائز ہے؛ لیکن تصرف کرتے ہی یہ رقم امانت سے خارج ہوکر دین مضمون کے درجہ میں آجائے گی۔

الخلط على أربعة أوجه…… الرابع: خلط بطريق الممازجة للجنس بالجنس كخلط دهن اللوز بدهن اللوز، وبهٰذا ينقطع حق المالک عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه …… وهٰذا إذا خلط الدراهم بغير إذنه فأما إذا خلطها بإذنه فجواب أبي حنيفة رحمه اللّٰه لا يختلف بل ينقطع الملک بكل حال، وعن أبي يوسف رحمه

الـلّٰه أنه جعل الأقل متابعاً للأكره ...... وقال محمد رحمه اللّٰه: يشاركه بكل حال ...... وأبـوحـنيفة رحمه اللّٰه يقول: بانقطاع حق المالک في الكل ومحمد رحمه اللّٰه تعالىٰ بالشكرة في الكل. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٦/٥٥ رقم: ٢٤١٧٣ زكريا)

(۴) ڈپازٹ کی قلیل یا کثیر رقم کو بنیاد بنا کر کرایہ میں مشروط طور پر کمی یا بیشی کرنا قرض پر نفع کا شبہ پیدا کرتا ہے، اس لئے اس شرط کے ساتھ یہ معاملہ درست نہ ہوگا؛ لہٰذا جواز کی شکل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ عقد اجارہ کو ڈپازٹ کے ساتھ مشروط نہ کیا جائے؛ بلکہ بہر حال اجرت مثل متعین کی جائے، خواہ ڈپازٹ کی رقم کم ہو یا زیادہ۔

عن ابن سيرين أن رجلاً أقرض دراهم وشرط عليه ظهر فرسه فذكر ذٰلک لابن مسعود، فقال: ما أصاب من ظهر فهو ربا. (السنن الكبرى للبيهقي ٢٧٦/٨ رقم: ١١٠٩١، المصنف لابن أبي شيبة ٦٤٨/١٠ رقم: ٢١٠٨٠)

ذكر البخاري في الاستقراض: باب إذا أقرضه إلى أجل مسمى: قول ابن عمر رضي الـلّٰه عنهما تعليقاً، قال ابن عمر في القرض إلى أجل لا بأس به وإن أعطى أفضل من دراهمه ما لم يشترط، ودل ذٰلک على أن اشتراط الأفضل من الدراهم ربا عند ابن عمر، فظهر أن الصحابة رضي اللّٰه عنهم كانوا يعتبرون كل زيادة على القرض رباً ويحرمونها. (تكملة فتح الملهم ٥٦٨/١)

عن الحسن ومحمد أنهما كانا يكرهان كل قرض جر منفعة. (المصنف لابن أبي شيبة ٦٤٨/١٠ رقم: ٢١٠٧٩)

رجل استقرض دراهم وأسكن المقرض في داره قالوا يجب أجر المثل على المقرض. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٦٠/١٥ رقم: ٢٣٣٦٧ زكريا)

وهو مقيد أيضاً بما قلنا بما إذا كان يدفع أجر المثل وإلا كانت سكناه بمقالة ما دفعه من الدراهم عين الربا كما قالوا فيمن دفع للمقرض داراً يسكنها

أو حماراً ليركبه إلى أن يستوفي قرضه أنه يلزمه أجرة الدار أو الحمار. (شامي ٤٠/٧ زكريا)

(۵) ڈپازٹ کی رقم چوں کہ دین مضمون کے درجہ میں ہے جیسا کہ اوپر گذرا، اس لئے اصولاً اس کی زکوٰۃ ڈپازٹ لینے والے کرایہ دار پر واجب ہونی چاہئے؛ کیوں کہ وہی اس کا اصل مالک ہے، تاہم اگر کرایہ داری کا معاملہ قریبی وقت کے لئے ہے، تو یہ رقم دین قوی کے درجہ میں ہوگی اور رقم وصول ہونے کے بعد گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی ضروری ہوگی، اور اگر کرایہ داری کے معاملہ میں کوئی وقت مقرر نہیں ہے، تو یہ رقم دین متوسط یا دین ضعیف کے درجہ میں ہوگی، اور وصول کرنے کے بعد سابقہ سالوں کی زکوٰۃ کرایہ دار پر ادا کرنی لازم نہ ہوگی۔

واعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة قوي ومتوسط وضعيف. (درمختار) وفي الشامي: وعندهما الديون كلها سواء تجب زكاتها. (شامي ۳۰۵/۲ کراچی، خلاصة الفتاویٰ ۲۳۸/۱، الفتاویٰ التاتارخانية ۲٤٥/۳، كتاب المسائل قديم ۱٤۲/۲، فتاویٰ محموديه ٤۰۲/۹ ڈابھیل)

وأما المتوسط ففيه روايتان: في رواية الأصل تجب الزكاة فيه ولا يلزمه الأداء حتى يقبض مأتي درهم فيزكيها، وفي رواية ابن سماعة عن أبي حنيفة: لا زكاة فيه حتى يقبض ويحول عليها الحول؛ لأنه صار مال الزكاة الآن، فصار كالحادث ابتداءً …… وهي الأصح من الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، ومثله في غاية البيان وعليه فحكمه حكم الدين الضعيف …… والحاصل أنه إذا قبض منه شيئاً وعنده نصاب يضم المقبوض إلى النصاب ويزكيه بحوله، ولا يشترط له حول بعض القبض …… ودين ضعيف، قال إن فيها روايتين: في رواية لا زكاة فيها حتى تقبض ويحول الحول؛ لأن المنفعة ليست بمال حقيقة …… وفي الدين الضعيف؛ لأنه لا تجب زكاته إلا بعد قبض نصاب وحولان الحول عليه بعض القبض فقبله لا تجب. (الدر المختار مع الشامي ۲۳٦/۳ زكريا)

وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له من

جهة العباد. (الدر المختار ۱۷٤/۳ زكريا)

ولا يتحقق الغني بالمال المستقرض ما لم يقض. (شامي ۱۸۲/۳ زكريا)

وقد عللوا سقوط الزكاة بالدين بأن المديون محتاج إلى هٰذا المال حاجة أصلية؛ لأن قضاء الدين من الحوائج الأصلية والمال المحتاج إليه حاجة أصلية لا يكون مال الزكاة. (شامي ۱۷۷/۳ زكريا)

وتجب عند قبض أربعين درهماً من الدين القوي كقرض...... فكل ما قبض أربعين درهما يلزم درهم. (درمختار) رجل له ثلاث مأة درهم دين حال عليه ثلاثة أحوال فقبض مأتين، فعند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ يزكي للسنة الأول خمسة، وللثانية والثالثة أربعة أربعة عن مأتين وستين ولا شيء عليه في الفضل؛ لأنه دون الأربعين. (شامي ۳۰٥/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۴/۴/۲۰ھ

کرایہ داری کے معاملہ میں زرِضمانت کا حکم

سوال (۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طویل کرایہ داری میں زرِضمانت کا کیا حکم ہے؟ مالک اس رقم کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہاں اصل معاملہ کرایہ داری کا ہے، اور اس پر جو رقمِ ضمانت دی جاتی ہے، یہ ابتداءً امانت ہوتی ہے، جس میں اصولاً مالک مکان کو تصرف کا حق نہیں ہوتا؛ لیکن آج کل عمل اور عرف یہ ہے کہ مالک مکان کرایہ دار سے بڑی رقم لے کر اس میں بلا تکلف تصرف کرتا ہے، جس کی کرایہ دار کی طرف سے دلالۃً اجازت بھی ہوتی ہے، اس صورتِ حال کی بنا پر یہ رقم امانت بالآخر دین مضمون بن جاتی ہے، اب اگر باقاعدہ شرط لگا کر اس دین کی بنیاد پر مکان یا

دوکان کے کرایہ میں کمی کی جائے گی تو یہ قرض پر نفع ہی کی ایک شکل قرار پائے گی، جو ممنوع ہے؛ لہٰذا جواز کی شکل سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ کرایہ داری کے معاملہ کو زر ضمانت کے ساتھ مشروط نہ قرار دیا جائے، اور زرِ ضمانت کے تناسب سے کرایہ متعین نہ ہو؛ بلکہ اجرتِ مثل متعین کی جائے، خواہ ضمانت کی رقم کتنی ہی کیوں نہ ہو؛ تاکہ قرض پر نفع کا شبہ نہ رہے۔

لأن كل قرض جر نفعًا فهو ربا. (فتح القدير / كتاب الحوالة، قبيل: كتاب أدب القاضي ۲۵۰/۷ - ۲۵۱، المصنف لابن أبي شيبة ۳۳۳/٤ بيروت)

واضح ہو کہ اس معاملہ کو رہن کے درجہ میں نہیں رکھا جا سکتا؛ کیوں کہ اگر کرایہ دار کو مرتہن مانا جائے گا تو عقد اجارہ ہوتے ہی عقد رہن خود بخود باطل ہو جائے گا، جیسا کہ فقہاء نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔

قال في الشامي: وأما إذا آجره المشتري وفاءً بإذن البائع فهو كإذن الراهن للمرتهن بذٰلک، وحكمه أن الأجرة للراهن الخ. قلت: وإذا آجره بإذنه يبطل الرهن، كما ذكره في حاشيته على الفصولين. (شامي، كتاب البيوع / باب الصرف، مطلب: باع داره وفاء ثم استأجر ۵٤۹/۷ زكريا، ٤۲۷/۷ بيروت)

قال الشيخ عبد الرحمٰن الجزيري: الحالة الثانية أن يكون المستأجر هو المرتهن، وجدد استلام المرهون بالإجارة، أو يكون المستأجر أجنبيًا عنهما بإذنهما، وفي هٰذه الحالة يبطل عقد الرهن، وتكون الأجرة للراهن. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل، كتاب الأحكام، البيع وما يتعلق به / الانتفاع بالمرهون ۵۸۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۴/۴/۲۰ھ

پیشگی کرایہ یا بطور ضمانت کے پگڑی لینا

سوال (۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: آج کل کرائے داری کا جو عام طریقہ ہے کہ مالکان کرائے دار سے پگڑی لے کر جگہ کرائے پر دیتے ہیں، اور پھر ہر ماہ کرایہ لیتے ہیں، جب کہ جگہ خالی کرنے (چھوڑنے) کی شکل میں مالکان پگڑی کرائے دار کو بعد میں واپس کر دیتے ہیں، یا کبھی کبھی کرائے میں اس پگڑی کی رقم کو برابر کر لیتے ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا کرائے داری کی یہ شکل بنانے، یا اس کو پھر بعد میں واپس کرنے، یا اس کو کرائے میں کاٹنا شرعی اعتبار سے درست ہے؟ برائے کرم اس کا تشفی بخش جواب عنایت فرائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پگڑی کو پیشگی کرایہ کے طور پر لیا جائے، تو اس میں شرعاً کوئی اشکال نہیں۔ اور اگر بطور ضمانت یہ رقم لی جائے تو خالی کرتے وقت وہ رقم کرایہ دار کو واپس کرنا ہوگی؛ لیکن کرایہ دار اس رقم سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور جو بھی صورت ہو، عقد کے وقت اُسے طے کر لینا چاہیے؛ تاکہ بعد میں نزاع کا اندیشہ نہ ہو۔ (کفایت المفتی ۷/۳۳۹، ایضاح النوادر ۱/۱۰۹، مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۶/۱۵۵)

نعم! جرت العادة أن صاحب الخلو حين يستأجر الدكان بالأجرة اليسيرة يدفع الناظر دراهم تسمى خدمة هي في الحقيقة تكملة أجرة المثل أودونها، وكذا إذا مات صاحب الخلو أو نزل عن خلوة لغيره يأخذ الناظر من الوارث أو المنزل له دراهم تسمى تصديقًا، فهٰذه تحسب من الأجرة أيضًا.

(شامي / كتاب البيوع، مطلب في الكدك ۷/٤۱ زكريا، ٤/٥۲۳ كراچى) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۷/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

کرایہ دار سے زرِ ضمانت لینا اور اُس پر زکوٰۃ کا حکم

سوال (۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کرایہ دار سے مدت کرایہ ختم ہونے پر واپس کر دینے کی شرط پر جو رقم (زرِ ضمانت) لی جاتی ہے،

کیا یہ جائز ہے؟ مالک مکان کا اس رقم میں تصرف جائز ہوگا یا نہیں؟ یہ رقم اگر نصاب کے بقدر ہو تو اُس پر زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں؟ اور اُس رقم پر اگر زکوٰۃ فرض ہو تو مالک مکان پر فرض ہوگی یا کرایہ دار پر؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کرایہ دار سے زرِ ضمانت کے طور پر لی جانے والی رقم دین ضعیف کے درجہ میں ہے، اُس میں مالک مکان کے لئے تصرف کی گنجائش ہے؛ لیکن اُس کی زکوٰۃ مالک مکان یا کرایہ دار کسی پر نہیں ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۲/۲۲۱-۲۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۸/۴/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مالک دوکان کا نئے کرایہ دار سے بطور کرایہ رقم لینا؟

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کے عام دستور کے مطابق کرایہ دار دوکان کو کسی بھی قیمت پر خالی کر کے مالک کے سپرد نہیں کرتے؛ بلکہ کسی دیگر شخص سے پگڑی کے نام پر ایک موٹی رقم جو کہ کئی لاکھ ہوتی ہے اور مدت کرایہ داری میں ادا کئے گئے کرائے کا بھی ہزاروں گنا زیادہ ہوتی ہے، لے کر دوکان اس شخص کی سپردگی میں دے دیتے ہیں اور مالک دوکان کو نا چاہتے ہوئے بھی مجبوراً اس دیگر شخص کو ہی کرایہ دار تسلیم کرنا پڑتا ہے؛ کیوں کہ اگر مالک اس نئے شخص کو دوکان کا نیا کرایہ دار تسلیم کرنے سے انکار کردے، تو نہ تو پرانا کرایہ دار دوکان مالک کو دے گا اور نہ ہی کرایہ ٹھیک سے ادا کرے گا؛ بلکہ اب وہ مالک کو طرح طرح سے پریشان کرنے لگے گا؛ تاکہ پریشان ہوکر وہ دوکان واپس نہ لے، کرائے پر دینے کے بعد مالک دوکان نہ تو اپنی دوکان واپس پاسکتا ہے، نہ کرایہ میں اضافہ کرسکتا ہے، اور نہ ہی اپنی مرضی کے موافق نیا کرایہ دار رکھ سکتا ہے، یعنی ایک مرتبہ دوکان کو کرایہ پر دے کر وہ چاروں طرف سے مجبور ہوجاتا ہے اس مجبوری کے بدلے میں مالک دوکان نے یہ مطالبہ رکھا کہ پرانا کرایہ دار پگڑی کے نام پر نئے کرایہ دار سے جو رقم وصول کررہا ہے، اس میں سے آدھی رقم وہ مالک دوکان کو دے

تب مالک اس کی پسند کے شخص کو نیا کرایہ دار تسلیم کر کے اس کو دوکان کرایہ پر دے گا، کیا اپنی مجبوری کے عوض میں مالک دوکان کا پگڑی کی رقم میں سے آدھی رقم لینا جائز ہے، نیز اگر کرایہ دار غیر مسلم ہو تو مندرجہ بالا مسائل میں کیا حکم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے لئے نئے کرایہ دار سے کرایہ کے طور پر رقم لینا درست ہے؛ لیکن کرایہ دار دوسرے کرایہ دار سے جو رقم لے رہا ہے وہ غیر شرعی ہے۔ اگر کرایہ دار غیر مسلم ہے تب بھی یہی حکم ہے۔

وما جاز أن يكون ثمنًا في البيع جاز أن يكون أجرة في الإجارة الخ. (الهداية / كتاب الإجارات ۲۷۷/۳، كذا في تنوير الأبصار على الدر المختار / أول كتاب الإجارة ۵/۹ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الأول ۴۱۲/۴ زكريا)

قال محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ: كل شيء أمنع منه المسلم فأنى أمنع منه المشرك إلا الخمر والخنزير. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الرابع عشر في أهل الذمة ۳۴۷/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نئے کرایہ دار سے مسجد کمیٹی کا متعینہ رقم پیشگی وصول کرنا؟

سوال (۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے شہر میں ایک مسجد ہے جس کے اطراف کئی دوکانیں ہیں، کرایہ دار مسجد کی دوکانیں خالی کر کے مسجد کے حوالے نہیں کرتے؛ بلکہ دوسرے تاجر کے حوالے کر کے بڑی رقم وصول کرتے ہیں، مسجد کی دوکان کے کرائے بازار میں عام رواجی کرایوں کی بہ نسبت دس فی صد سے بھی کم ہیں، ان حالات کے تناظر میں مسجد کمیٹی نئے کرایہ دار سے ایک رقم عطیہ کی شکل میں وصول کرنے کے بعد ہی

دوکان نئے کرایہ دار کے نام منتقل کرتی ہے، اور یہ بات کہ مسجد کمیٹی کو بھی کچھ رقم دینا ہے، نئے کرایہ دار کے علم میں ہوتی ہے، اور وہ یہ جانتے ہوئے ہی معاملات کرتا ہے، اگر مسجد کمیٹی کچھ رقم نہ لے تو درمیانی افراد کا ہی فائدہ ہوتا ہے، جب کہ دوکانوں کی اصل ملکیت مسجد کی ہے، دوکان کو خالی کرا کر قبضہ میں لینا مشکل ہے، دوکان دار اس کے لئے تیار نہیں ہوتے اور زائد رقم لے کر ہی دوسرے کے حوالے کرتے ہیں، مسجد کمیٹی جو رقم لیتی ہے وہ پرانا کرایہ دار جو رقم لیتا ہے، اس سے 1/4 سے بھی کم ہوتی ہے، ان حالات میں جو رقم مسجد کمیٹی عطیہ کی شکل میں نئے دوکان دار سے لیتی ہے، وہ درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں نئے کرایہ دار سے مسجد کمیٹی جو متعین رقم وصول کرتی ہے، اگر اسے دکان کے کرایہ کا جزو بنالیا جائے، تو اسے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن مسجد کمیٹی کو چاہئے کہ وہ نئے کرایہ دار سے مناسب کرایہ مقرر کرنے کی شرط لگائے؛ تاکہ وقف مسجد کو نقصان نہ ہو۔

تلزم الأجرة بشرط التعجيل يعني لو شرط أن تكون الأجرة معجلة لزم المستأجر تسليمها. (شرح المجلة ۱/ ۲۶۱ کوئٹہ)

يعتبر ويراعي كل ما اشترط العاقدان في تعجيل الأجرة وتاجيلها. (شرح المجلة / كتاب الإجارة ۱/ ۲۶۵ رقم المادة: ۴۷۳ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۲/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکان کرایہ پر دے کر کرایہ دار سے پگڑی لینا؟

سوال (۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تقریباً ۲۵ رسال ہوئے، میرے والد محترم رخصت ہوکر اللہ کو پیارے ہوگئے، ان کا ایک کمرہ کلکتہ میں زیر کرایہ داری آج بھی باقی ہے۔ زیر غور مسئلہ میں میرے بھائی صاحب اس کمرہ متذکرہ کو اپنی ملکیت بتاتے ہیں، جب کہ والد صاحب مرحوم کی زیر کرایہ داری کی وجہ سے آج بھی رسید

کرایہ داری ان کے ہی نام سے ملتی ہے، جس کی سلامی کا اندازہ چار لاکھ ہے، رجسٹری شدہ تقسیم موجودہ طریقہ ہے، جس میں خرچہ ۳۰؍ ہزار کا ہے، تعمیری خرچہ دیواروں وغیرہ میں کافی آنے کی امید ہے۔ بھائی صاحب کے علاوہ بقیہ ورثہ کا اس کمرہ پر حق بنتا ہے یا نہیں؟ از روئے شرع تقریباً چار لاکھ کی خطیر رقم حصص کے مطابق حاصل ہونے سے بظاہر امید بنتی ہے کہ رجسٹری تقسیم کا خرچہ اور تعمیری اخراجات دونوں ہی حل کئے جاسکتے ہیں؛ کیوں کہ پسماندگان میں سارے ہی لوگ اخراجات سے کترا رہے ہیں، کسی کے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اپنے پاس سے کوئی ایک یا یکجائی اس کام کو کرسکیں، میں خود بھی کمزور حالت میں ہوں، اور تقسیم کا ہونا ضروری ہے، فیصلہ سے مستفیض فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کلکتہ میں جو کمرہ کرایہ پر لے رکھا ہے، اس کمرہ کو کسی دوسرے شخص کو کرایہ پر دے کر اس سے پگڑی لینا جائز نہیں ہے، چہ جائے کہ اس کو لے کر آپس میں تقسیم کیا جائے، یہ رقم رشوت کے درجہ میں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۷؍۳۰۲، ایضاح النوادر ۱؍۱۰۹، فقہی مقالات ۷؍۲۱)

ہاں البتہ دوسرے شخص کو بلا پگڑی کے معین کرایہ پر دے سکتے ہیں، اس کی شریعت میں اجازت ہے، اور کرایہ سے حاصل شدہ رقم حسبِ حصصِ شرعیہ سبھی ورثہ میں تقسیم ہوگی، کسی ایک کو اس پر اکیلے قبضہ کرنے کا حق نہ ہوگا۔

ولہ السکنی بنفسہ واسکان غیرہ بإجارۃ وغیرھا. (تنویر الأبصار مع الدر المختار / کتاب الإجارۃ ٦/٢٨ کراچی، ٩/٣٧ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۶/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین والے کو کمرے بنا کر کرایہ پر اٹھانے کیلئے ایڈوانس رقم دینا؟

سوال (۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ مسمی سید اعظم نے ایک خالی جگہ جس کا مالک مشتاق پیر ہے سے یہ معاملہ کیا دو لاکھ روپیہ

ایڈوانس پر سید اعظم اس لئے دے گا کہ مشتاق پیر صاحب اس خالی جگہ میں دو منزلہ کمرے بنوا کر ایک سال مدت کے لئے ۲۳۰۰ر سو روپیہ ماہانہ کرایہ پر دیں گے، مگر مشتاق پیر صاحب نے سید اعظم سے ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ لے کر نیچے کی ایک منزل تعمیر کرنے کے بعد اوپر کی منزل تعمیر کروانے سے انکار کردیا، تو اب میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ بطور ایڈوانس مان کر صرف نیچے کی تعمیر شدہ منزل کا کرایہ ماہانہ پچاس روپیہ ادا کر کے ایک سال مدت کے لئے کرایہ نامہ لکھوا کر معاملہ صاف کرلوں، تو یہ کرایہ نامہ شریعت کے مطابق صحیح ہوگا یا نہیں؟ آپ مجھے جواب مرحمت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مشتاق پیر نے سید اعظم سے ایک لاکھ چالیس ہزار روپئے لے کر اپنی جگہ پر صرف ایک منزلہ عمارت بنوائی اور اسے کسی کو کرایہ پر بھی نہیں دیا، تو اب مشتاق پیر کے لئے سید اعظم سے سابقہ مدت کا کرایہ لینا قطعاً ناجائز ہے؛ کیوں کہ کرایہ کے لئے عقد اجارہ لازم ہے، اور یہاں عقد اجارہ نہیں پایا گیا۔

الأجرة هي ما يلتزمه به المستأجر عوضًا عن المنفعة التي يتملكها.

(الموسوعة الفقهية ۲٦٣/١ كويت)

الأجرة: البدل المقابل للمنفعة في الإجارة. (لغة الفقهاء ٤٣) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مالک مکان کا کرایہ دار سے بھاری رقم ایڈوانس لے کر کرایہ کم کرنا؟

سوال (۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص دوکان یا مکان بطور کرایہ لینا چاہتا ہے مالک جائیداد کا مطالبہ ہے کہ اس کو بطور اڈوانس ایک کثیر رقم دی جائے، چناں چہ وہ دینے پر آمادہ ہوجاتا ہے، اس کے عوض مالک

جائیداد دوکان یا مکان کے معروف کرایہ سے کم لے گا، اگر اڈوانس رقم نہ دی جائے تو کرایہ زیادہ ہوگا، ہمارے یہاں اس کا عرف زیادہ ہے دوکانوں میں تو کثرت سے اس طرح کے معاملات ہیں، کہ عمومی طور پر ایک لاکھ یا دولاکھ پیشگی رقم کے بعد ملتی ہے، وہ کم کرایہ کے ساتھ ہوتی ہے، اور بغیر پیشگی رقم کے کرایہ زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح مکانوں میں بھی یہ رواج چل پڑا ہے کہ اگر ایک لاکھ اڈوانس دیا جائے تو عمومی کرایہ تین ہزار والا مکان صرف پانچ سو میں دیا جاتا ہے، کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں کرایہ دار سے ایڈوانس رقم لینے کی جو شکل ذکر کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر یک مشت پیشگی کرایہ لینے کی یہ ایک شکل ہے؛ لہٰذا اگر متعاقدین کے درمیان یہ طے ہوجائے کہ مالک کرایہ کی اتنی رقم پیشگی لے گا اور پھر ہر مہینہ کا کرایہ اتنا ہوگا تو اس کی گنجائش ہے؛ لیکن یہ واضح رہنا چاہئے کہ جب اسے کرایہ کی رقم میں شامل مان لیا جائے گا تو بعد میں کسی وقت کرایہ دار اس رقم کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرسکتا، اس کا لحاظ رکھا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۵۸۲-۵۸۳)

ویعتبر ویراعي کل ما اشترط العاقدان في تعجیل الأجرة وتأجیلها. (شرح المجلة / الفصل الثاني من کتاب الإجارة ۱/۲٦٥ رقم: ٤٧٣ دار الکتب العلمیة بیروت)

تلزم الأجرة بشرط التعجیل یعني لو شرط أن تکون الأجرة معجلة لزم المستأجر تسلیمها. (شرح المجلة ۱/۲٦۱ کوئٹہ)

ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة: إما بشرط التعجیل أو بالتعجیل من غیر شرط أو باستیفاء المعقود علیه، فإذا وجد أحد هٰذه الأشیاء الثلاثة فإنه یملکها، وکما یجب الأجر باستیفاء المنافع، یجب بالثمن من استیفاء المنافع، إذا کانت الإجارة صحیحة. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الإجارة / الباب الثاني ٤/٤١٣ زکریا، کذا

في شـرح المجلة لسليم رستم باز رقم القاعدة: ٤٦٨ ص: ١٦١-١٦٢ مكتبة حنفية كوئٹه، شرح المجلة لخالد الأتاسي ٥٤٩/٢-٥٥٠ مكتبة حبيبة كوئٹه)

إذا كان الأجرة مؤقتة بوقت معين كالشهرية أو السنوية يلزم إيفائها عند انقضاء ذٰلک الوقت، فلو كانت مشاهرة فتؤدي عنه نهاية الشهر، وإن كانت مسانهةً ففي ختام السنة. (شرح المجلة، كتاب الإجارة / الفصل الثاني ٢٦٥/١ رقم المادة: ٤٧٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کرایہ دار سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ ایڈوانس اور ماہانہ چھ سو روپئے کرایہ لینا؟

سوال (۵۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری دوکان کا ایڈوانس ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ ہے، اور ماہانہ کرایہ چھ سو روپئے ہے، مالک مکان سے پانی کی سہولت کی شرط پر چار سال تک کی بات کر لی ہے، اور کرایہ نامہ اسٹامپ پیپر پر لکھوا کر دستخط کروالیا ہوں، کیا یہ صحیح ہے؟ جب کہ بازار میں اس دوکان کا کرایہ کم ایڈوانس پر زیادہ ملتا ہے، مثلاً میری پڑوس کی دوکان والے پچیس ہزار ایڈوانس اور ڈھائی ہزار کرایہ ہوتا ہے۔ آپ سے گذارش ہے کہ میرا یہ طریقہ کرایہ داری شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر بعد میں واپسی کی شرط نہ ہو ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ پیشگی کرایہ میں شامل ہوں گے، اور ہر مہینہ کے چھ سو کے ساتھ ملحق ہوتے رہیں گے، اور چوں کہ پورے معاملہ میں مجموعی طور پر کرایہ بھی متعین ہے، اور مدت بھی معلوم ہے، اس لئے شرعاً یہ معاملہ درست ہے، ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔

ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة – إلى قوله – والمنافع تارةً تصير معلومةً بالمدة كاستيجار الدور للسكنى والأرضين للزراعة فيصح العقد على مدة معلومة أي مدة كانت. (شرح المجلة ٢٦٥/١)

الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت أو خاصة – إلى قوله – ودخول الحمام مع جهالة مكثه فيها، وما يستعمله من ماء ها، وشربة السقاء. (الأشباه والنظائر ٢٦٧/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۷/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کرایہ دار کا مالک مکان کو پیشگی خطیر رقم دے کر کرایہ بالکل نہ دینا؟

سوال (۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کرناٹک کے بعض علاقوں میں کرایہ پر مکان کے لین دین کا طریقہ اس طرح رائج ہے کہ کرایہ دار مالک مکان کو ابتداءً ایک ہی دفعہ ایک بڑی رقم مکان کے اعتبار سے ایک لاکھ یا پچاس ہزار روپیہ دے دیتا ہے، اور اس کے بعد جب تک کرایہ دار مکان میں رہتا ہے، کوئی کرایہ ادا نہیں کرتا ہے، صرف اپنی ذاتی ضروریات میں خرچ کی جانے والی بجلی یا پانی کا خرچ اس کے ذمہ ہوتا ہے، مکان کا کوئی کرایہ نہیں ہوتا، اور جب یہ کرایہ دار مکان خالی کرتا ہے تو مکان مالک کو دی ہوئی اپنی پوری رقم واپس لے لیتا ہے، آیا اس طریقہ سے مکان کرایہ پر لینا دینا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہ ہو تو اس معاملہ میں کچھ تبدیلی کر کے اُسے شرعاً جواز کے درجہ میں لایا جاسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کرایہ داری کے طور پر یہ معاملہ فاسد ہے؛ اس لئے کہ اس میں کوئی اجرت سرے سے طے ہی نہیں کی گئی ہے؛ البتہ جواز کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ کرایہ دار کے ہاتھ یہ مکان بیچ دیا جائے، اور اس سے یہ کہہ دیا جائے کہ ہمیں جب ضرورت ہوگی ہم تم سے

اسی قیمت پر دوبارہ خرید لیں گے، اس کو بیع الوفاء کہا جاتا ہے، جس کی ضرورۃً بعض مشائخ نے اجازت دی ہے۔

عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم نهی عن استیجار الأجیر حتی یبین له أجره. (مراسیل أبي داؤد ۱۰)

عن أبي هریر ة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم: …… ومن استأجر أجرًا فلیعلمه أجره. (السنن الکبریٰ / باب لا تجوز الإجارۃ حتی تکون معلومۃ ۱۹۸/۶ رقم: ۱۱۶۵۱ دار الکتب العلمیة بیروت)

وتفسد بعدم التسمیة أصلاً أو بتسمیة خمر أو خنزیر، فإن فسدت بالأخیرین بجهالة المسمی، وعدم التسمیة وجب أجر المثل یعني الوسط منه.

(الدر المختار مع الشامي، باب الإجارۃ الفاسدۃ / مطلب في إجارۃ البناء ۶۶/۹ زکریا)

أو یقول البائع: بعتک هذا بکذا علی أنی متی دفعت لک الثمن تدفع العین إلی.

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب البیوع / الباب العشرون في البیوعات المکروهة الخ ۲۰۹/۳ زکریا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰؍۷؍۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مالک مکان کا کرایہ دار سے بھاری رقم ڈپازٹ لے کر کرایہ نہ دینا؟

سوال (۵۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مالک مکان کرایہ دار سے بھاری رقم ڈپازٹ کے نام سے لیتا ہے، اور کرایہ بالکل نہیں لیتا ہے، وقت مقررہ تک یہ رہتا ہے، مثلاً ۲۵؍ ہزار روپیہ مالک مکان نے لیا اور کرایہ دار کو گیارہ مہینہ رہنے کے لئے مکان دیا، جب گیارہ مہینہ کے بعد روپیہ واپس کردیا، کرایہ دار نے مکان واپس کردیا، کرایہ دار نے نہ تو کچھ روپیہ کرایہ کا دیا، ادھر مالک مکان نے ان روپیوں سے اپنا تجارت وغیرہ کی، دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس طرح یہ درست ہے یا نہیں؟ یہ عقد کون سی شکل میں داخل ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ قرض اوراجارۂ فاسدہ پر مشتمل ہے، جتنے مہینہ کرایہ دار نے مکان سے فائدہ اٹھایا ہے، اتنے مہینہ کا معقول کرایہ ادا کرنا اس پر لازم ہے۔

قال في التاتارخانية: ما نصه: لو استقرض دراهم وسلم حماره إلى القرض ليستعمله إلى شهرين حتى يوفيه دينه أو داره ليسكنها فهو بمنزلة الإجارة الفاسدة إن استعمله فعليه أجر مثله ولا يكون رهناً. (شامي / أول كتاب الرهن ٤٨٢/٦ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محتاج آدمی کا مدرسہ کی دوکان نئے کرایہ دار کو دے کر اُس سے پگڑی لینا؟

سوال (۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی مدرسہ کی اپنی ذاتی دوکانیں ہیں، جو مدرسہ نے کرایہ پر دے رکھی ہیں، اب کسی کرایہ دار کے حالات ایسے ہوگئے کہ وہ بہت پریشانی کے حالات سے گزر رہا ہے، اب اس نے وہ دوکان چھوڑنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس دوکان کو چھوڑنے کی دو صورتیں ہیں:

ایک صورت یہ ہے کہ وہ دوکان مدرسہ کے حوالہ کردے، جس سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہے؛ کیوں کہ مدرسہ والے اس کو خالی کرنے کا کوئی معاوضہ نہیں دیں گے، جس سے اس کی پریشانی دور ہوسکے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس دوکان دار نے کسی دوسرے صاحب کو اپنے طور پر وہ دوکان دے دی جس کی وجہ سے اس کو کافی اچھی رقم موصول ہوئی، جس کی وجہ سے اس کی پریشانی دور ہوگئی۔

اب اس شخص نے جس دوکان کو خالی کیا ہے مدرسہ کے ذمہ دار حضرات سے کہا کہ اب آپ

کرایہ اس شخص کے نام سے لیں جس کو میں نے دوکان دی ہے، جب مدرسہ والوں کو معلوم ہوا تو مدرسہ والوں نے اس شخص سے جس کو اب دوکان دی گئی ہے، اس سے کہا کہ آپ مدرسہ کو اچھی خاصی رقم دیں تو اس صورت میں اس شخص کا اس طرح دوکان لینا اور مدرسہ والوں کا نئے دوکان دار سے رقم وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں آپ کا مدرسہ کی دوکان کو دوسرے کرایہ دار کو دینا اور اس سے پگڑی وصول کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، آپ پر لازم تھا کہ یا تو اہل مدرسہ سے پیشگی اجازت لیتے یا دوکان بلا کسی معاوضہ کے مدرسہ کو واپس کرتے، اب موجودہ صورت میں مدرسہ والوں کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی دوکان آپ کے متعین کردہ کرایہ دار سے خالی کرالیں یا نئے کرایہ دار سے کرایہ کا نیا معاملہ طے کریں، کسی دوسرے شخص کو مدرسہ کے حق میں دخل دینے یا ان پر دباؤ ڈالنے کا کوئی اختیار نہیں ہے، اور آپ نے نئے کرایہ دار سے پگڑی کے نام پر جو رقم لی ہے وہ اس کو لوٹانی لازم ہے۔ پھر اگر وہ چاہیں تو وہ رقم مدرسہ کو دے کر اپنے نام کرایہ داری منتقل کرالے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۲۹/۲۵، کفایت المفتی ۳۳۹/۷، فتاویٰ رحیمیہ ۲۵۷/۲/۳)

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء الخ. (تفسير البيضاوي / سورة الفاتحة ٧/١، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية / حرف الميم، الملك التام ١/٣ ٣٥، دار الفضيلة القاهرة، شرح المجلة، الكتاب العاشر الشركة / الفصل الأول في أحكام الأملاك ٤/١ ٦٥ رقم المادة ١١٩٢ مكتبة إتحاد ديوبند) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۷/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مدرسہ والوں کا نئے کرایہ دار کو دوکان دے کر زبردستی اس سے اچھی رقم لینا

سوال (۵۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر دوکان خالی کرنے والے نے مدرسہ کی دوکان مدرسہ کو ہی واپس کردی، تو اس صورت میں مدرسہ والے کسی نئے دوکان دار کو دوکان دیتے ہیں، اور اس سے زبردستی اچھی رقم لیتے ہیں، کیا یہ رقم لینا اس طرح جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر نیا دوکان دار اپنی خوشی سے مدرسہ کو کچھ رقم دینا چاہے، تو اس کا لینا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کرایہ داری میں جبر اور دباؤ کسی پر نہیں ہوسکتا؛ بلکہ آپسی رضامندی سے معاملہ ہوتا ہے، اگر مدرسہ والے یہ شرط لگائیں کہ ہم دوکان کا کرایہ پیشگی لیں گے، جسے عرف میں پگڑی کہا جاتا ہے، تو اُنہیں اس کا حق حاصل ہے جس کو یہ شرط منظور ہو وہ معاملہ کرلے اور جس کو منظور نہ ہو وہ معاملہ نہ کرے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن استيجار الأجير يعني حتى يبين له أجره. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب لا تجوز الإجارة حتى تكون معلومة ٣٩/٩ رقم: ١١٨٥٥)

نعم! جرت العادة أن صاحب الخلو حين يستأجر الدكان بالأجرة اليسيرة يدفع الناظر دراهم تسمى خدمة هي في الحقيقة تكملة أجرة المثل أو دونها، وكذا إذا مات صاحب الخلو أو نزل عن خلوة لغيره يأخذ الناظر من الوارث أو المنزل له دراهم تسمى تصديقًا، فهٰذه تحسب من الأجرة أيضًا.

(شامي / كتاب البيوع، مطلب في الكدك ٤١/٧ زكريا، ٥٢٣/٤ كراچی)

ومنها أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوماً علماً يمنع المنازعة فإن كان مجهولاً مفضية إلى المنازعة يمنع صحة العقد وإلا فلا. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الأول ٤١١/٤، كذا في الدر المختار / كتاب الإجارة ٧/٩ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٨/١٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۷/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوکان کی پگڑی لے کر قرض اَدا کرنا؟

سوال (۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے پاس مسجد کی دوکان کرایہ پر تھی، اس شخص کا انتقال ہوگیا، اور اس کے ذمہ لوگوں کا قرضہ ہے، کیا اس کی بیوہ کسی دوسرے سے دوکان کی پگڑی لے کر قرض اَدا کرسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر یہ ہے کہ پگڑی نہ لی جائے؛ لیکن اگر قرض کی ادائیگی کی اور کوئی شکل نہ بن پائے تو بدرجہ مجبوری یہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ اولاً مسجد کی طرف سے میت کی بیوہ کے نام کسی متعینہ مدت مثلاً ۵/ یا ۱۰/ سال کے لئے کرایہ داری کا معاہدہ کیا جائے، اس کے بعد وہ بیوہ اپنے حق کرایہ داری کا دوسرے سے معاوضہ لے کر (خواہ وہ پگڑی کے نام سے ہو) اس کو وہ دوکان کرایہ پر دیدے، تو جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱/ ۱۱۰)

عن ابن عون قال: كان القاسم ابن محمد خاصم إلى قاضٍ فقضى عليه، فعزل ذٰلک القاضي فجاء غيره، فكان يقضي للقاسم، فقيل له: لو خاصمت إليه، فقال: لا، إني قد خاصمت إلى قاضٍ فقضى علي. (المصنف لا بن أبي شيبة ٤/ ٥٥٨ رقم: ٢٣١٠٣ دار الكتب العلمية بيروت)

نعم! جرت العادة أن صاحب الخلو حين يستأجر الدكان بالأجرة اليسيرة يدفع الناظر دراهم تسمى خدمة هي في الحقيقة تكملة أجرة المثل أودونها، وكذا إذا مات صاحب الخلو أو نزل عن خلوة لغيره يأخذ الناظر من الوارث أو المنزل له دراهم تسمى تصديقًا، فهٰذه تحسب من الأجرة أيضًا.

(شامي / كتاب البيوع، مطلب في الكدك ٧/ ٤١ زكريا، ٤/ ٥٢٣ كراچی)

ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه وماله حلال للدافع حرام على الآخذ؛ لأن دفع الضرر عن المسلم واجب، ولا يجوز أخذ المال

ليفعل الواجب. (شامي، كتاب القضاء / مطلب في الكلام على الرشوة والهدية ۳۵/۸ زكريا، البحر الرائق / كتاب القضاء ۲٦٢/٦ كوئٹه، النهر الفائق / كتاب القضاء ۵۹۹/۲ دار الكتب العلمية بيروت)

يُعتبر ويراعي كل ما اشترط العاقدان في تعجيل الأجرة وتأجيلها. (شرح المجلة / الفصل الثاني من كتاب الإجارة ۲٦۵/۱ رقم المادة: ۴۷۳ دار الكتب العلمية بيروت)

تلزم الأجرة بشرط التعجيل، يعني لو شرط أن تكون الأجرة معجلةً، لزم المستأجر تسليمها. (شرح المجلة ۲٦۱/۱ مكتبة حنفية كوئٹه، البحر الرائق / كتاب الإجارة ۹/۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۲/۹/۱۴۱۷ھ

مکان دوکان کی پگڑی لینا اور پگڑی کی رقم مسجد میں لگانا؟

سوال (۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مکان دوکان کی پگڑی لینا درست ہے یا نہیں؟ پگڑی کی رقم تعمیر مسجد ودیگر امور میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: پگڑی کی مروجہ صورت ناجائز ہے، جواز کی شکل یہ ہے کہ اصل عقد میں یہ طے کیا جائے کہ مثلاً پگڑی کی رقم پہلے مہینہ کا کرایہ ہے، یا مثلاً ایک سال کے کرایہ کا پیشگی حصہ ہے، اس صورت میں پگڑی کے نام پر لی ہوئی رقم پیشگی کرایہ میں شامل ہوکر جائز ہوگی؛ لہٰذا اسے تعمیر مسجد وغیرہ مصارف میں خرچ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۳۳۹/۷)

نعم! جرت العادة أن صاحب الخلو حين يستأجر الدكان بالأجرة اليسيرة يدفع الناظر دراهم تسمى خدمة هي في الحقيقة تكملة أجرة المثل أودونها، وكذا إذا مات صاحب الخلو أو نزل عن خلوة لغيره يأخذ الناظر من

الوارث أو المنزل له دراهم تسمى تصديقًا، فهٰذه تحسب من الأجرة أيضًا.

(شامي / كتاب البيوع، مطلب في الكدك ٤١/٧ زكريا، ٥٢٣/٤ كراچی)

ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه وماله حلال للدافع حرام على الآخذ؛ لأن دفع الضرر عن المسلم واجب، ولا يجوز أخذ المال ليفعل الواجب. (شامي، كتاب القضاء / مطلب في الكلام على الرشوة والهدية ٣٥/٨ زكريا، البحر الرائق / كتاب القضاء ٢٦٢/٦ كوئٹه، النهر الفائق / كتاب القضاء ٥٩٩/٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۵/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کرایہ داری ختم ہونے کے بعد مکان اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے

سوال (۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری والدہ نے جو مکان کرایہ پر لیا تھا اس میں میں اور میرا بھائی رہتا ہے، میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، اس مکان کا کرایہ میں ادا کرتا ہوں، اب میں نے اپنا مکان دوسری جگہ خرید لیا ہے، میرے پاس کرائے والے مکان کا آدھا حصہ ہے اور آدھا حصہ میرے بھائی کے پاس ہے، میں اپنے حصے کو مکان کے مالک کو واپس کرنا چاہتا ہوں؛ لیکن میرا بھائی جو کرائے کے مکان میں میرے ساتھ آدھے حصہ میں رہتا ہے، وہ مجھ پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ تم مکان کو اس کے اصل مالک کے حوالے مت کرو؛ بلکہ وہ رقم جو تم نے کرایہ کے مکان میں خرچ کی ہے مجھ سے لے لو؛ لیکن میں مکان کے اصل مالک سے بات کر چکا ہوں کہ تمہارا مکان واپس کردوں گا، تو میں یہ مکان اصل مالک کے حوالے کروں یا اس بھائی کو جو میرے ساتھ کرائے پر رہ رہا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کرایہ دار مکان کا مالک نہیں ہوتا؛ بلکہ صرف کرایہ کے

بدلہ میں مکان سے نفع اٹھانے کا حق رکھتا ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں آپ کے لئے اپنے قبضہ والے کرایہ کے مکان حصہ کو اصل مالک کی اجازت کے بغیر اپنے دوسرے بھائی کو دینا جائز نہیں ہے؛ بلکہ اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

الإجارة عقد يرد على المنافع بعوض؛ لأن الإجارة في اللغة بيع المنافع. (الهداية / كتاب الإجارات ٢٦٧/٦ مكتبة البشریٰ کراچی، الفتاوىٰ الهندية / أول كتاب الإجارة ٤٠٩/٤ زكريا)

هي بيع منفعة معلومة بأجرة معلومة. (البحر الرائق ٢/٨ زكريا)

فلا يصح مع الكراهة والهزل والخطأ؛ لأن هذه العواض تنافي الحي رضا. (بدائع الصنائع ٥٣٨/٥ بيروت)

وأما السبب فهو أخذ مال الغير بغير إذنه لقوله عليه الصلاة والسلام: ”على اليد ما أخذت حتى ترُدَّ“ وقوله عليه الصلاة والسلام: ”لا يأخذ أحدكم مال صاحبه لاعبًا ولا جادًّا فإذا أخذ أحدكم عصا صاحبه فليرد عليه“. (مسند أحمد ٤٣٧، صحيح البخاري ٢٤١، سنن الترمذي، كتاب الفتن / باب ما جاء لا يحل لمسلم أن يروع مسلمًا رقم: ٢١٦٠، السنن الكبرىٰ للبيهقي ١٠٠/٦)

ولأن الأخذ على هٰذا الوجه معصية، والردع عن المعصية واجب وذٰلک برد المأخوذ. (بدائع الصنائع ١٣٩/٦-١٤٠ نعيمية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کرایہ اَدا نہ کرنے پر مسجد کی دوکان خالی کرانا؟

سوال (۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کو تقریباً بیس سال پہلے مسجد کی دوکان تین سو روپیہ ماہانہ کرایہ پر دی گئی تھی، دوکان دیتے وقت یہ کوئی طے نہیں ہوا تھا کہ دوکان کا کرایہ کتنے دن بعد بڑھایا جائے گا یا کتنے سال کے لئے یہ دوکان دی جارہی ہے؟ نیز آج کی تاریخ میں اس جیسی دوکان کا کرایہ تقریباً دو ہزار روپیہ کے قریب ہے، اب اگر زید کو کرایہ بڑھانے کو کہتے ہیں کہ بھائی یہ موجودہ کرایہ بہت کم ہے، آج کل کے حساب سے مناسب کرایہ بڑھاؤ؛ لیکن زید کرایہ بڑھانے پر تیار نہیں، اور اگر دوکان خالی کرنے کو کہتے ہیں تو دوکان بھی خالی نہیں کرتے، تو کیا ایسے حالات میں کورٹ وکچہری نہ جاتے ہوئے شریعت کی طرف سے اس طرح کی تدبیر کی اجازت ہے کہ ذمہ دارانِ مسجد لوگوں کو اس بات کی ترغیب دیں کہ اس کی دوکان سے سامان وغیرہ نہ خریدیں؛ تاکہ دوکان دار مجبور ہوکر یا تو مناسب کرایہ بڑھائے یا دوکان کو خالی کرکے ذمہ دارانِ مسجد کے حوالہ کردے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں کرایہ دار پر لازم ہے کہ وہ مسجد کی دوکان کا کرایہ موجودہ زمانہ کے کرایہ کی مقدار کے مطابق ادا کرے اور ذمہ دارانِ مسجد اس سے سابقہ کرایہ کو بڑھانے کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں، اگر وہ کرایہ نہ بڑھائے تو مسجد والے اس سے حسنِ تدبیر کے ساتھ دوکان خالی کراسکتے ہیں، مسجد کو شرعاً دوکان خالی کرانے کا مکمل اختیار ہے؛ البتہ جو صورت دوکان خالی کرانے کے لئے سوال نامہ میں تحریر کی گئی ہے کہ مسجد والے اس بات کا اعلان کردیں کہ مذکورہ دوکان دار سے کوئی شخص سامان نہ خریدے، یہ بات مفید معلوم نہیں ہوتی؛ بلکہ اس بات میں ضد پیدا ہوجانے اور مفاسد بڑھنے کا امکان زیادہ ہے؛ لہٰذا اِس طرح کا اعلان نہیں کرنا چاہئے۔

وبالسنة يفتى في الدار وبثلاث سنين في الأرض إلا إذا كانت المصلحة

بخلاف ذٰلک، وهٰذا مما يختلف زمانا و موضعًا. (شامي، الوقف / فصل: يراعي شرط الواقف في إجازته ٦/ ٦٠٥ زكريا)

ويؤجر بأجر المثل فلا يجوز بالأقل ولو هو المستحق ...... ولو زاد أجر مثله في نفسه بلا زيادة أحد، فللمتولي فسخها به يفتٰى ...... والمستاجر الأول أولى من غيره إذا قبل الزيادة .... (تنوير الأبصار مع الدر المختار، الوقف / مطلب لا يصح إيجار الوقف الخ ٦/ ٦٠٨-٦١١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوکان میں لگائی گئی رقم خالی کرتے وقت واپس لینا

سوال (۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی عبدالقدوس نے کرایہ کی ایک دوکان لے رکھی تھی، اور اُنہوں نے بیٹے کی کسی ناگوار بات پر دکان پر خود بیٹھنا چھوڑ دیا، اور بیٹا عبدالودود بیٹھنے لگا عبدالودود باپ کے ساتھ بھی بیٹھتا رہا ہے اور اب یہ دکان مالک نے ان سے خالی کرانے کی پیش کش کی، اور اس میں پانچ لاکھ روپیہ خالی کرانے کے عوض میں مل رہا ہے اور رسید وغیرہ اب تک باپ کے نام سے جاری رہی ہے، بیٹے کے نام سے نہیں اور خالی کرانے کے عوض میں جو پیسہ مل رہا ہے وہ بھی باپ کے نام سے آرہا ہے؛ لیکن یہ پیسہ باپ نہیں لے گا؛ بلکہ اولاد میں ہی تقسیم ہوگا، اور اولاد میں ایک بیٹا عبدالودود اور تین بیٹیاں ہیں، عبدالودود یہ کہتا رہا ہے کہ تینوں بہنوں کو ڈیڑھ لاکھ روپیہ دیں گے، پچاس پچاس ہزار روپیہ اور باقی پیسہ عبدالودود لے گا؛ لیکن بہنوں کی طرف سے یہ بات پیش ہوئی کہ ہم یہ نہیں لیتے؛ بلکہ شریعت کی رو سے ہمارا جو حصہ بنتا ہے ہم وہی لیں گے، حضرت مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ اِس پانچ لاکھ روپیہ میں سے ایک بھائی اور تین بہنوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ وضاحت فرمائیں۔

نوٹ:- تقریباً چالیس سال پہلے اس دکان کی تعمیر ہوئی تھی، تو اس وقت پوری دکان کی تعمیر عبدالقدوس نے اپنی رقم سے کرائی تھی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ مذکورہ کرائے کی دکان کی تعمیر کرایہ دار حاجی عبد القدوس صاحب نے خود اپنے صرفہ سے کرائی تھی، اس لئے اس وقت اس دکان کو خالی کرنے پر مالک دکان کی طرف سے جو پانچ لاکھ روپیہ مل رہے ہیں، وہ اس تعمیر کی قیمت شمار ہوکر حاجی عبد القدوس صاحب کے لئے حلال ہوگئی، اور چوں کہ حاجی عبد القدوس صاحب خود باحیات ہیں، اس لئے وہ اس رقم کو اپنی حسبِ مرضی کہیں بھی خرچ کر سکتے ہیں، اور اگر وہ اولاد میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں، تو سب بیٹے بیٹیوں کو برابر تقسیم کریں اور ہر ایک لڑکی کو بھی اتنا ہی دیں جتنا بیٹے کو دیں گویا کہ پانچ لاکھ روپیہ میں سے ہر ایک کو سوا سوا لاکھ روپیہ ملیں گے، اور حاجی صاحب کے بیٹے عبد الودود کا یہ کہنا کہ پانچ لاکھ میں سے کل ڈیڑھ لاکھ روپیہ بیٹیوں کو ملیں گے، اور بقیہ وہ خود رکھ لیں گے، تو یہ درست نہیں؛ اس لئے کہ اس رقم کا مالک عبد الودود نہیں ہے؛ بلکہ اس کے والد عبد القدوس ہیں؛ کیوں کہ کرایہ داری کے کاغذات عبد القدوس ہی کے نام ہیں، اور انہوں نے ہی دکان کی تعمیر میں اپنی رقم لگائی ہے۔

نعم! جرت العادة أن صاحب الخلو حين يستأجر الدكان بالأجرة اليسيرة يدفع الناظر دراهم تسمى خدمة هي في الحقيقة تكملة أجرة المثل أودونها، وكذا إذا مات صاحب الخلو أو نزل عن خلوة لغيره يأخذ الناظر من الوارث أو المنزل له دراهم تسمى تصديقًا، فهذه تحسب من الأجرة أيضًا. (شامي / كتاب البيوع، مطلب في الكدك ٧/ ٤١ زكريا، ٤/ ٥٢٣ كراچی)

إذا أصلح فى البيت شيئًا أو طين البيت أو جصص أو زاد فيه لوحًا فالفضل حلال؛ لأن الزيادة بمقابلة ما زاد من عنده حملا لأمره على الصلاح (المبسوط للسرخسي / كتاب الإجارات ج: ٨ جزء: ١٥ ص: ٦٩ دار الفكر بيروت، شامي ٦/ ٢٩ كراچی)

المالک هو المتصرف کیف شاء. (تفسير البيضاوي ٦/١)

وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصده فسوىٰ بينهم يعطي البنت كالإبن عند الثاني وعليه الفتوىٰ. (شامي، كتاب الهبة / قبيل باب الرجوع عن الهبة ۸/۲ ۵۰ زكريا، البحر الرائق / كتاب الهبة ۲۸۸/۷ كوئٹه)

ولو وهب رجل شيئًا لأولاده في الصحة ...... وروى المعلى عن أبي يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم يعطي الإبنة مثل ما يعطي للإبن، وعليه الفتوىٰ وهو المختار (الهداية / كتاب الهبة ۳۹۱/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مالکان کے مطالبہ پر کرایہ دار کا مکان خالی نہ کرنا؟

سوال (۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے ایک قطعہ مکان اپنے دادا سے کرایہ پر لیا تھا، دادا کے وصال کے بعد یہ مکان میرے والد کے حصہ میں نہ آ کر کے میرے تایا اور میرے چچا کے حصہ میں آیا، میں دادا اور چچا وتایا کو برابر کرایہ دیتی رہی، تایا وچچا کے انتقال کے بعد یہ مکان تایا وچچا کی لڑکیوں میں تقسیم ہوگیا، اب تایا وچچا کی لڑکیوں کو مکان مذکورہ کی سخت ضرورت ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ مکان مذکورہ خالی کر کے ان کے قبضہ ودخل میں دے دوں، تو کیا مکان مذکورہ کو مجھے خالی کر دینا چاہئے، یا ان کی بغیر رضامندی کے اس مکان کو مجھے اپنے تصرف میں رکھنا جائز ہے، لگ بھگ چالیس سال سے یہ مکان میرے قبضہ ودخل میں ہے، اور بیس سال سے میں نے کرایہ میں کوئی اضافہ بھی نہیں کیا ہے، میرے شوہر کی ریڈی میڈ کی دوکان منڈی چوک میں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اصل مالکان کی اجازت کے بغیر آپ کا کرایہ کے مکان

میں قابض ودخیل رہنا شرعاً جائز نہیں ہے، مالکان کے مطالبہ پر وہ مکان آپ کو خالی کردینا چاہئے۔

كل من وقع له عقد الإجارة إذا مات تنفسخ الإجارة بموته. (الفتاوىٰ الهندية ٤٦٣/٤)

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (بيضاوي شريف / الفاتحة ٧/١ رشيدية دهلي، شرح المجلة / الباب الثالث ٦٥٤/١ رقم المادة: ١١٩٢ إتحاد ديوبند)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامي / باب الغصب، مطلب: فيما يجوز التصرف بمال الغير ٢٩/٩ زكريا)

ثم إذا أتم الشهر كان لكل واحد منهما نقض الإجارة لانتهاء العقد الصحيح بشرط أن يكون الآخر حاضرًا. (تبيين الحقائق / باب الإجارة الفاسدة ١١٢/٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کرایہ دار کا مطالبہ کے باوجود دوکان خالی نہ کرنا؟

سوال (۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دوکان مالک کرایہ دار سے دوکان خالی کرانا چاہتا ہے اور کرایہ دار دوکان خالی نہیں کرتا ہے؛ لہٰذا شرعی طور پر کرایہ دار کا یہ عمل کیسا ہے؟ کیا ایسے کرایہ دار کی عبادتیں قبول ہوں گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مالک دوکان کے مطالبہ پر کرایہ دار کو جگہ خالی کردینا چاہئے اور مطالبہ کے باوجود اگر جگہ خالی نہ کرے، تو اگر چہ وہ گنہگار ہوگا؛ لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس کی نمازیں نامقبول یا واجب الاعادہ ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱۵۴/۶، ۲۵۷/۳، کفایت المفتی ۳۶۹/۷)

عن رافع بن خديج قال: قيل يا رسول اللّٰه! أي الكسب أطيب؟ قال: عمل الرجل بيده، وكل بيع مبرور. (المسند لإمام أحمد ١٤١/٤)

قال الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوي: قوله مبرور: أي صحيح في الشرع غير فاسد، أو مقبول عند اللّٰه، على نحو ما قيل في معنى الحج المبرور. (لمعات التنقيح ۵/۱۰ ۵ تحت رقم: ۲۷۸۳ دار النوادر)

وتصح إجارة أرض للبناء والغرس ...... فإن مضت المدة قلعها وسلمها فارغة لعدم نهايتهما. (تنوير الأبصار مع الشامي / كتاب الإجارة ۹/۴۰ زكريا)

لو صلى في ثوب الغصب لا يعاقب بتلك الصلاة، وإنما العقاب بتلبسه بثوبه. (تقريرات الرافعي ۹/۱۱۳ زكريا)

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (بيضاوي شريف / الفاتحة ۷/۱ رشيدية دهلي، شرح المجلة / الباب الثالث ۶۵۴/۱ رقم المادة: ۱۱۹۲ إتحاد ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴/۷/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کرایہ کی دوکان کو مالک کا دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا اور نئے مالک کا دوکان خالی کرنے کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو ہزار روپیہ نقد ایڈوانس دے کر میں نے ایک آدمی سے دوکان کرایہ پر کرلی، کئی سال کے بعد دوکان مالک نے وہی دوکان دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کردی، تھوڑے دن کے بعد نئے دوکان مالک نے دوکان خالی کرنے کا تقاضہ کیا، تو کرایہ دار نے کہا کہ آپ ہمیں دوسری دوکان دلادیں تو ہم دوکان خالی کردیں، دوکان مالک نے کہا کہ ہم تم کو اپنی خوشی سے ۲۵/ ہزار روپیہ دے رہے ہیں، چاہے آپ دوسری دوکان لے لیں یا جس خرچ میں چاہیں استعمال کریں، تو کیا یہ پیسہ میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب نئے مالک نے دوکان خریدی تو وہ دوکان اس کی

ملکیت میں داخل ہوگئی، اب اس کو تمام اختیارات حاصل ہیں؛ لہٰذا اگر وہ دوکان خالی کرانا چاہتا ہے تو آپ کو دوکان خالی کرنا لازم ہے، اس میں ٹال مٹول اور تاخیر کرنا جائز نہیں، نیز دوکان خالی کرنے کے عوض مالک دوکان سے کوئی رقم لینا جائز نہیں، ہاں اگر آپ نے دوکان کے اندر مرمت یا اضافہ وغیرہ کرایا ہے تو اس کا صرفہ اور قیمت لینے کی اِجازت ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۶/۱۵۴-۱۵۷-۳/۲۵۶)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ''مطل الغني ظلم''. (صحيح البخاري رقم: ٢٢٨٧، صحيح مسلم رقم: ١٥٦٤، سنن أبي داؤد، كتاب البيوع / باب في المطل ٢/١١٩ رقم: ٣٣٤٥، مشكاة المصابيح ٢٥١، مرقاة المفاتيح ٦/١٠٧ رقم: ٢٩٠٧ دار الكتب العلمية بيروت)

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (بيضاوي شريف / الفاتحة ١/٧ مكتبة رشيدية دهلي، شرح المجلة / الباب الثالث ١/٦٥٤ رقم المادة: ١١٩٢ إتحاد بك ڈپو ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۵/۱۱/۱۴۲۲ھ

دوکان خالی کرانے کے عوض مالک سے رقم لینا؟

سوال (۶۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے عمرو سے ایک دوکان تقریباً پچاس سال قبل کرایہ پر حاصل کی تھی، زید کے انتقال کے بعد زید کے بیٹے نے اس دوکان کو استعمال کیا، اب عمرو نے دوکان خالی کرنے کے لئے کہا تو زید کے بیٹے نے کچھ رقم کا مطالبہ کیا، جو عمرو نے دوکان خالی کرانے کے عوض ادا کردی، کیا رقم کا لینا زید کے بیٹے کے لئے شرعاً درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے بیٹے کے لئے یہ رقم لینا شرعاً جائز نہیں ہے، اور

یہ پوری رقم مالک دوکان کو لوٹادی جائے، اس میں کوئی دوسرا شخص شریک نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱۵۵/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۶ ۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر کرایہ کے رہنے والے شخص کا مکان خالی کرنے کے لئے مالک مکان سے رقم کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۶۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے ایک مکان ۱۹۹۱ء میں خریدا تھا، جس کے اوپر والے حصہ میں ایک صاحب بغیر کرایہ کے رہ رہے تھے، میں نے جب ان سے مکان خالی کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے کہا کہ اپنے مکان کا انتظام ہوتے ہی خالی کردوں گا، اب انہوں نے اپنا ذاتی مکان بنالیا ہے، تو ان سے پھر مکان خالی کرنے کو کہا تو انہوں نے کچھ رقم کا مطالبہ کیا اور کہا کہ جب آپ رقم دے دیں گے تو ہم مکان خالی کردیں گے، وہ صاحب جب مکان میں آئے تھے، تو انہوں نے مجھے یا مجھ سے پہلے والے مالک مکان کو کوئی رقم نہیں دی تھی، علماء دین کے نزدیک یہ رقم میرے لئے کرایہ دار کو دینا یا کرایہ دار کا اس رقم کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو صاحب اس مکان میں عارضی طور پر رہ رہے ہیں، ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ مکان خالی کرنے کے عوض مالک مکان سے کوئی رقم حاصل کریں؛ بلکہ یہ صاحب مکان پر ظلم اور احسان فراموشی ہے جس کے بارے میں قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱۵۴/۶)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة

المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۰/۳/۱۴۲۱ھ

کرایہ داری کے معاہدہ کی مدت سے پہلے عقدِ اجارہ فسخ کرنا اور پیشگی لی ہوئی رقم واپس نہ کرنا؟

سوال (۶۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی جگہ کو کرائے پر دینے سے قبل مالکانِ جگہ جاننا چاہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جگہ کرائے پر دینے کی شکل میں شرعی حکم کیا ہوگا؟

(۱) کرائے دار سے یک مشت رقم ایک متعینہ وقت کی لے لی جائے، اس متعین وقت میں کوئی کرایہ نہ لیا جائے، اس رقم اور وقت کا ایک کرایہ داری معاہدہ لکھ لیا جائے، ایسی صورت میں مالکان اگر وقت سے پہلے اپنی جگہ خالی کرانا چاہیں، تو کیا کرائے دار کو وہ جگہ خالی کرنی چاہئے؟ اس کے برعکس کرایہ دار اگر متعین وقت سے قبل کرائے کی جگہ کو چھوڑنا چاہے تو اس شکل میں جو کرائے کا معاہدہ ہوا اور اسکی رقم پیشگی مکان مالک کو جا چکی ہے، تو کیا کرائے دار کی اپنی مرضی سے جگہ خالی کرنے میں مالکان جگہ کو کرائے کی شکل میں آئی پیشگی رقم کو کرائے دار کو واپس کرنی چاہئے؟

خلاصہ سوال یہ کہ کسی جگہ کا کرایہ سو روپیہ فی ماہ طے پایا ہو اور وہ مکان مالک کسی کرائے دار سے تین سال کی رقم کرائے کی پیشگی لینا چاہتا ہو تو اس شکل میں اس کے تین سال کے تین ہزار چھ سو روپیہ بنے، ان تین ہزار چھ سو روپیہ کا ایک کرائے داری معاہدہ لکھ لیا جائے، جس میں طے ہو کہ جگہ کا کرایہ سو روپیہ فی ماہ ہوگا، تین سال کا کرایہ دینا ہوگا، متعین مدت سے قبل مالکان جگہ خالی نہیں کرائیں گے، کرائے دار اپنی مرضی سے مدت سے قبل اگر جگہ خالی کرتا ہے تو مالکان اس کی پیشگی

کرائے کی رقم واپس نہیں کریں گے، مثلاً تین سال کے معاہدہ میں کسی کرائے دار نے اگر جگہ ایک ہی سال میں خالی کرنی چاہی یا کردی، تو اس شکل میں اس کے کرائے کے بارہ سو روپیہ بنے، جب کہ معاہدہ کے مطابق اس کے تین سال کے کرائے کے تین ہزار چھ سو روپیہ مالکان پر جمع ہیں، ایسی شکل میں مالکان کو کیا کرائے دار کو معاہدہ کے خلاف ایک سال کے کرائے کے روپیہ کاٹ کر باقی دو سال کی جمع رقم واپس کرنی ہوگی؟ اسی طرح کسی کرائے دار نے تین سال کا کرایہ تین ہزار چھ سو روپیہ مکان مالک کو پیشگی کرائے کے معاہدے کے مطابق دے دیا، اب مکان مالک ایک سال کے بعد ہی اس سے معاہدہ کے خلاف جگہ خالی کرانا چاہے، اس کا ایک سال کا کرایہ لے لے، باقی دو سال کا واپس کرے، تو کیا اس کرائے دار کو یہ جگہ اپنے دو سال کے کرائے کی رقم واپس لے کر جگہ خالی کر دینی چاہیے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کرایہ داری معاہدہ لکھتے وقت جو مدت طے ہوئی ہے اس مدت سے پہلے فریقین میں سے کسی ایک کو معقول وجہ کے بغیر کرایہ داری کا معاملہ دوسرے فریق کو راضی کئے بغیر فسخ کی اجازت نہیں۔ اور اگر معقول وجہ سے معاملہ فسخ کیا جائے تو جتنا پیشگی معاملہ فسخ کیا گیا ہے، اسی تناسب سے کرایہ کی پیشگی ادا کردہ رقم کرایہ دار کو واپس کرنی ضروری ہوگی؛ اس لئے کہ از روئے فقہ جس زمانہ میں کرایہ دار نے مکان کے منافع سے فائدہ نہیں اٹھایا، اس مدت کا کرایہ بھی اس پر واجب نہیں ہوا، اور معاہدہ میں یہ شرط لگانا کہ اگر کرایہ دار اپنی مرضی سے مدت سے قبل مکان خالی کرے، تو اس کی طرف سے پیشگی ادا کردہ ساری رقم ضبط ہو جائے گی، یہ شرط جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۸/ ۲۷)

عن قتادة فیمن اکتری دابة إلی أرض معلومة، فأبی أن یخرج، قال قتادة: إذا أحدث نازلة یعذر بها لم یلزمه الکراء. (المحلي بالآثار لابن حزم ۱۰/۷ تحت رقم المسئلة: ۱۲۹۲، بحواله: الفتاویٰ التاتارخانیة ۱۵۹/۱۵ زکریا)

الإجارة تنقض بالأعذار عندنا، و ذٰلک علی وجوه، إما أن یکون من قبل

أحد العاقدين أو من قبل المعقود عليه، وإذا تحقق العذر ذكر في بعض الروايات أن الإجارة لا تنقض، وفي بعضها تنقض، ومشايخنا وفقوا فقالو: إن كانت الإجارة لغرض، ولم يبق ذٰلک الغرض، أو كان عذر يمنعه من الجرى على موجب العقد شرعًا تنتقض الإجارة من غير نقض. (الفتاویٰ الهندية / الباب التاسع عشر في فسخ الإجارة ٤٥٨/٤ زكريا)

وتفسخ الإجارة بالأعذار عندنا. (الهداية / باب فسخ الإجارة ٢٩٩/٣ إدارة المعارف)

من استأجر رجلاً ليذهب إلى البصرة، فيجيء بعياله فذهب، ووجد بعضهم قد مات، فجاء بمن بقي، فله الأجر بحسابه. (الهداية / باب الأجرة متى يستحق ٢٨١/٣ إدارة المعارف) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۷/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام سے سابقہ رہائش کے کرایہ کا مطالبہ کرنا؟

سوال (٦٨):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید مسلسل ۱۷ ر سال سے امامت کر رہا ہے، شروع میں تو دو یا تین سال بچے نہیں رکھے پھر اہل وعیال کے ساتھ رہنے لگے، سات سال تک ایک مکان میں رہے، پھر چند سال ایک مکان میں رہے، اس کے بعد ایک مکان مسجد ومدرسہ کے نام خریدا گیا، زید اس میں اہل وعیال کے ساتھ رہنے لگا، مکان دیتے وقت کرایہ کا کوئی ذکر نہیں ہوا، اور نہ ہی بعد میں کوئی بات طے ہوئی، اب سے پہلے جن مکانوں میں رہے ان کا بھی کوئی کرایہ نہیں دیا اور نہ ہی فی الحال مسجد ومدرسہ کے ذمہ داروں کا کوئی مشورہ ہے اور نہ ہی صدر وخزانچی کا کوئی مطالبہ ہے، نیز زید مدرسہ کا صدر مدرس ہے، صرف ایک سال سے مدرسہ کی تنخواہ پندرہ سو روپیہ طے ہوئی ورنہ تو مدرسہ سے کچھ بھی نہیں ملتا تھا، مسجد سے صرف ۱۷۰۰ سو روپئے ملتے ہیں، کچھ رمضانوں میں آمد ہوئی ہے، زید کی گھر والی نے سمجھدار لڑکیوں

کو پڑھایا ہے اور تین ہزار روپئے اور اس کے بعد پانچ سو روپیہ دیتے رہے اور لڑکیوں سے کچھ بھی نہیں لیا جاتا، موجودہ ذمہ دار اور اب سے پہلے جو ذمہ دار تھے ان دونوں نے مل کر سرکاری نوٹس دیا ہے، مکان پر تم نے قبضہ کر رکھا ہے، مکان خالی کرو ظ،۲۷؍ ہزار روپئے کرایہ ہوگیا، وہ ہمیں دو ورنہ تو قانونی کاروائی ہوگی، ان دونوں سے قوم ناراض ہے، وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں اپنے پوتے کو رکھنا چاہتے ہیں اور قوم ان کی بات کو نہیں مانتی اور ذمہ دار بھی ماننے کیلئے تیار نہیں ہے، اس لئے زید سے بھی ناراض ہیں، دوسری ناراضگی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قوم کو مدرسہ کیلئے زمین دی تھی، ساری باتیں طے ہوگئی تھیں، جب کام شروع ہوا تو قوم نے مطالبہ کیا کہ زمین مدرسہ کے نام کرادیں، پہلے تو اقرار کیا سب کے سامنے جن میں حضرت مہتمم مولانا محمد ابراہیم صاحب و شیخ الحدیث مدظلہ سردار شہر والے شامل تھے؛ لیکن بعد میں انکار کردیا، اس لئے قوم ان سے ناراض ہے۔

تین چار سال تک انہوں نے ہزار روپئے بچوں کی انعام کی کتابوں کے لئے دیئے تھے، جو عام لوگوں میں تقسیم کردی گئیں، اُنہوں نے الزام لگایا کہ زید نے ان کتابوں کے پیسے لئے ہیں، یہ سراسر بے بنیاد بات ہے اور جھوٹ ہے۔

اُنہوں نے الزام لگایا ہے کہ مسجد کے مائک کو زید نے اِدھر اُدھر کردیا یہ بھی بے بنیاد بات ہے، مائک اس وقت موجود ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب مذکور کے لئے منجانب مسجد مفت رہائش کا انتظام کیا گیا ہے، اسی لئے ان سے کرایہ داری وغیرہ کی کوئی بات طے نہیں کی گئی؛ لہٰذا اب کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ امام صاحب سے سابقہ ایام کے کرایہ کا مطالبہ کرے۔

لا یصح حتی تکون المنافع معلومة والأجرة معلومة لما روینا. (الهداية / كتاب الإجارة ۳۹۳/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳؍۱۰؍۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عقدِ اجارہ ختم ہونے کے بعد سامان روکے رکھنا؟

سوال (٦٩):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مکان کرایہ پر ہے، اب وہ مکان خالی کروایا۔ ٢١/ نومبر کو خالی کیا اور ٦/ دسمبر تک کا کرایہ دیا، کچھ پیسے باقی رہ گئے تھے، ان پیسوں کی ادائیگی کا وعدہ عید بعد کیا، مکان مالک نے کہا کہ سامان جب لے کر جانا جب پیسے دے دو، اس صورت میں مکان کا کرایہ واجب ہوگا یا نہیں؟ کیوں کہ سامان تو مکان مالک نے روکا تھا کہ پیسے دینا سامان لے جانا، اس وقت کا کرایہ کرائے دار کو دینا چاہئے یا نہیں؟ یہ بات جاننا ضروری ہے کہ کرایہ دار کا کہنا تھا کہ جتنے پیسے ہیں اتنا سامان روک لو، مگر وہ نہیں مانا، اب کہتا ہے کہ اس وقت کا بھی کرایہ دو، تو اس وقت سے جس وقت سامان روکا گیا، اس وقت تک کا بھی کرایہ دینا چاہئے، وہ جائز ہوگا یا نہیں؟۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کرایہ داری کا معاملہ ختم ہونے کے بعد چوں کہ خود مالک مکان نے کرایہ دار کا سامان روک رکھا ہے؛ تاکہ وہ اپنا مابقیہ کرایہ وصول کر سکے؛ لہٰذا اِس زائد مدت کا کرایہ ادا کرنا کرایہ دار پر لازم نہیں ہے؛ اِس لئے کہ عقدِ اجارہ پہلے ہی ختم ہوچکا ہے۔

فإن غصبها غاصب من يده سقطت الأجرة؛ لأن تسليم المحل إنما أقيم مقام تسليم المنفعة للتمكن من الانتفاع، فإذا فات التمكن فات التسليم، وانفسخ العقد، فيسقط الأجر. (الهداية / باب الأجر متى يستحق ٢٧٩/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

١٤٢٤/١١/٢٢ھ

مالک دوکان کا درمیان سال اور مہینہ میں کرایہ بڑھانا؟

سوال (٧٠):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ٢٠٠٦ء میں عمر سے ایک دوکان کرایہ پر لی جس کا ماہانہ کرایہ پانچ سو روپئے ماہواری

طے ہوا، واضح رہے کہ زید کا ایک معمولی کاروبار ہے جو لالٹین گلاس وغیرہ کی فروختگی پر مشتمل ہے، چار ماہ گذرنے کے بعد جب نئے سال یعنی ۲۰۰۷ء کا آغاز ہوا تو مالک دوکان یعنی عمر نے اس دوکان کا کرایہ ایک ہزار روپئے ماہوار کردیا، بادل ناخواستہ اسے بھی برداشت کرلیا گیا، ابھی پورا سال نہیں ہو پایا تھا کہ عمر کی طرف سے پھر اطلاع ملی کہ نئے سال یعنی ۲۰۰۸ء سے دوکان کا کرایہ پندرہ سو روپئے ہوگیا، اور اب عمر نے یہ بھی شرط لگائی کہ آئندہ ہر سال سو روپئے کا اِضافہ ہوتا رہے گا، یعنی اس کو بھی منظور کرلیا گیا؛ لیکن ابھی سال پورا بھی نہیں ہو پایا کہ مالک دوکان کی طرف سے خبر آتی ہے ۲۰۰۹ء سے دوکان کا کرایہ ۳۵۰۰/روپئے ماہانہ ہوگا، قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں مالک مکان یعنی عمر کا یہ رویہ کرایہ دار کے ساتھ شرعاً کیسا ہے؟ نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ قدم قدم پر مالک مکان کی اس زیادتی اور ناجائز رویہ کے پیش نظر کرایہ دار کو کیا حکمتِ عملی اپنانی چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں اگر کرایہ داری کا معاملہ سالانہ طے کیا گیا ہے، تو درمیان سال میں مالک کو کرایہ بڑھانے کا اختیار نہیں ہے، اور اگر سالانہ معاملہ نہیں ہے؛ بلکہ ماہ بماہ معاملہ ہوتا ہے، تو مالک کو حق ہے کہ وہ کرایہ بڑھانے کا مطالبہ مہینہ شروع ہونے سے قبل کرے، اس طرح سالانہ معاملہ کی صورت میں سال شروع ہونے سے پہلے کرایہ دار سے اضافہ کا مطالبہ کرسکتا ہے، اب کرایہ دار کو اختیار ہے چاہے وہ نیا کرایہ منظور کرے یا دوکان خالی کردے۔

ومن استأجر دارًا كل شهر بدرهم، فالعقد صحيح في شهر واحد الخ، فإن سكن ساعة من الشهر الثاني صح العقد فيه، وليس للمؤاجر أن يخرجه إلى أن ينقضي، وكذلك كل شهر سكن في أوله. (الهداية ۳۰۲/۳)

وإن استاجر دارًا سنة بعشرة دراهم جاز. (الهداية / باب الإجارة الفاسدة ۲۹۲/۶-۲۹۳ مكتبة البشرىٰ كراچی، كذا في كنز الدقائق / باب الإجارة الفاسدة ۳٦۳ المكتبة التهانوية

دیو بند، كذا في مختصر اختلاف العلماء ١٢٨/٤ رقم: ١٨٢٥ دار البشائر الإسلامية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہر پانچ سال بعد مالک کا کرایہ میں اِضافہ کی شرط لگانا؟

سوال (۱۷۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہر کے صدر بازار میں میری کچھ دوکانیں ہیں، جن کا کرایہ ہی میرا ذریعہ معاش ہے، یہ دوکانیں پرانی بڑی اور تین کھنڈی ہیں، جن کا کرایہ زمانہ حال کے مطابق کم از کم ایک ہزار روپیہ ماہوار ہونا چاہئے؛ لیکن پرانے کرایہ دار ہونے کی وجہ سے بہت کم کرایہ پر چڑھی ہوئی ہے، کرایہ کم ہونے کی وجہ سے کرایہ دار ضرورت نہ ہونے کے باوجود بند پڑی ہوئی دوکان کا کرایہ دیتے رہتے ہیں، یا پھر کسی دوسرے کو کرایہ پر دے دیتے ہیں، بہت منت سماجت کے بعد بھی کرایہ دار نہ تو کرایہ بڑھاتے ہیں اور نہ ہی دوکان خالی کرتے ہیں، اگر زور زبردستی کی جائے تو نوبت مقدمہ بازی تک پہنچ جاتی ہے، جس میں مالی اور ذہنی پریشانی کے علاوہ شر پیدا ہونے کا بھی اندیشہ ہے، ملک کا قانون ایسا ہے کہ جھوٹ سچ بول کر بھی مقدمہ بازی کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا، اور دنیاوی فضیحت الگ رہی، اس سلسلہ میں ایک طریقہ یہ نکالا ہے کہ جب کبھی کوئی دوکان کسی نئے کرایہ دار کو دی جاتی ہے، تو کرایہ نامہ کی شرائط میں اہم ترین شرط یہ ہوتی ہے کہ کرایہ دار ہر پانچ سال کے بعد کرایہ میں پچیس فی صد کا اضافہ کرے گا، یہ اس وجہ سے تا کہ کرایہ دار سے مقدمہ بازی وغیرہ نہ کرنی پڑے، اور شر سے بھی محفوظ رہا جاسکے اور وقت ومہنگائی کے ساتھ ساتھ کرایہ بھی بڑھتا رہے، تو کیا اس طرح سے کرایہ میں ہر پانچ سال کے بعد ۲۵ فیصدی اضافہ جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مالک دوکان کی طرف سے ہر پانچ سال بعد کرایہ میں اضافہ کی شرط لگانا شرعاً درست ہے۔

والمنافع تارةً تصير معلومةً بالمدة كاستيجار الدور للسكنیٰ والأرضين للزراعة فيصح العقد على مدة معلومة أي مدة كانت. (الهداية / أول كتاب الإجارة ۲۹۳/۳، كذا في الدر المختار مع التنوير الأبصار / أول الإجارة ۸/۹ زكريا، الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الإجارة ٤۱۱/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسرے کرایہ دار کو اجرتِ اول سے زیادہ کرایہ پر دینا

سوال (۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو بھائیوں (زید اور حارث) کے درمیان ایک معاہدہ ہوا کہ قطعہ اراضی (کمرہ) حارث استعمال کرے گا اور اس کے بالعوض وہ زید کو ایک سو پچاس روپیہ ماہوار کرایہ ادا کرے گا، زید نے بھی بھائی ہونے کی حیثیت سے یہ کرایہ رعایۃً لیا؛ لیکن حارث نے چند ماہ بعد ایک غیر متعلق شخص (عامر) کو ۳۰۰/ سو روپیہ ماہوار کرایہ پر دے دیا۔ اب حارث یہ کہتا ہے کہ میں نے معاہدہ تو ایک سو پچاس روپیہ دینا طے کیا تھا میں اسی حساب سے دوں گا، جب کہ زید کہتا ہے کہ مجھے ۳۰۰/ سو روپیہ ماہوار ادا کئے جائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگر حارث نے اپنی طرف سے اس کمرہ میں کوئی مزید اضافہ اور تصرف کئے بغیر جوں کا توں مذکورہ کمرہ ۳۰۰/ سو روپئے کرایہ پر دیا ہے، تو اُس کے لئے اصل کرایہ سے زیادہ ۱۵۰/ روپئے طیب اور حلال نہیں ہے، اس زائد رقم کا زید کو واپس کرنا ضروری ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل سلف وبيع …… ولا ربح ما لم يضمن الخ. (سنن الترمذي / باب ما جاء في كراهية بيع ما ليس عنده ۲۳۳/۱، سنن أبي داؤد رقم: ۳۵۰٤، مشكاة المصابيح / باب المنهي

عنها من البيوع رقم: ٢٤٨، مرقاة المفاتيح ٧٩/٦ دار الكتب العلمية بيروت، ٨٢/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند)

إلا أنه إن كانت الأجرة الثانية من جنس الأجرة الأولىٰ؛ فإن الزيادة لا تطيب له ويتصدق بها. (الفتاوىٰ الهندية / الباب السابع في إجارة المستأجر ٤٢٥/٤)

ومن آجر ما استأجر بأكثر من الأجر الأول يتصدق بالفضل؛ لأنه ربح ما لم يقبضه. (مجمع الأنهر / كتاب الإجارة، مسائل منثورة ٤٠٣/٢-٤٠٤ دار إحياء التراث العربي)

اور معاہدۂ کرایہ داری (جو متعین نہ ہونے کی صورت میں ایک مہینہ کی مدت کا ہوتا ہے) کے ختم ہونے پر زید کو اختیار ہے کہ وہ اپنا کمرہ حارث سے واپس لے لے۔

ومن استاجر دارًا کل شهر بدرهم، فالعقد صحیح في شهر واحد فاسد في بقیة الشهور إلا أن یسمي جملة الشهور معلومة. (الهداية، الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ٣٠٢/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۷/ ۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک ہزار ماہانہ کرایہ پر لے کر دو ہزار پر دوسرے کو کرایہ پر دینا؟

سوال (۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک مکان ایک ہزار ماہانہ کرائے پر لیا ہے، اب وہ یہ مکان دوسرے شخص کو دو ہزار روپئے ماہانہ کرائے پر دینا چاہتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ کتبِ فقہیہ کے حوالہ سے جواب مرحمت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء نے لکھا ہے کہ کرایہ دار اگر مکان یا دوکان دوسرے کو کرایہ پر دے تو دوسرے سے صرف اتنا ہی کرایہ لے سکتا ہے جتنا یہ مالک کو ادا کرے گا، اگر زائد کرایہ لے گا تو زائد رقم کو صدقہ کرنا لازم ہوگا، البتہ اگر دوکان یا مکان کرایہ پر لے کر کسی شخص نے اپنی رقم سے اس کے اندر کوئی اضافہ کیا، مثلاً الماریاں لگوادیں پانی کا موٹر لگوادیا رنگائی پتائی کرادی جس سے اس کی

حیثیت بڑھ گئی، تو اب زائد کرایہ لینے کی بھی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۶۰۴-۶۱۰ ڈابھیل)

فقہی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

أخبرنا الثوري، وسأله عن الرجل يستأجر ذٰلک، ثم يواجره بأكثر من ذٰلک، فقال: أخبرني عبيدة عن إبراهيم وحصين عن الشعبي، ورجل عن مجاهد: أنهم كانوا يكرهونه إلا أن يحدث فيه عملا. (المصنف لعبد لرزاق / البيوع ٨/٢٢٢ رقم: ١٤٩٧١)

وله السكنى بنفسه وإسكان غيره بإجارة وغيرها (تنوير الأبصار) ولو آجر بأكثر تصدق بالفضل إلا في مسألتين: إذا آجرها بخلاف الجنس أو أصلح فيها شيئًا. (الدر المختار) وفي الشامي: بأن جصصها، أو فعل فيها مسناة، وكذا كل عمل قائم؛ لأن الزيادة بمقابلة ما زاد من عنده حملًا لأمره على الصلاح.

(شامي / باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافًا فيها الخ ٩/٣٨ زكريا)

وإذا استاجر داراً وقبضها، ثم آجرها، فإنه يجوز إن أجرها بمثل ما استأجرها، أو أقل وإن آجرها بأكثر مما استأجرها، فهي جائزة أيضًا إلا أنه إن كانت الأجرة الثانية من جنس الأجرة الأولى، فإن الزيادة لايطيب ويتصدق بها، ولو زاد في الدار زيادة كما لو وتد فيها وتداً أو حفر فيها بئراً أو طينا أو أصلح أبوابها، أو شيئًا من حوائطها طابت له الزيادة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب التاسع في إجارة المستأجر ٤/٤٢٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مالک کی اِجازت کے بغیر کرایہ دار کا دوسرے کرایہ دار سے پگڑی لینا اور کرایہ پر دینا؟

سوال (۷۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنا مکان بکر کو پیشگی پانچ ہزار رقم اور ماہانہ تین سو روپیہ کرایہ پر دیا، اب بکر اس مکان کو

خالد سے دس ہزار روپئے پگڑی پیشگی اس کے علاوہ ماہانہ تین ہزار روپئے کرایہ لیتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ بکر کو بلا اِجازت مالک مکان خالد کو کرایہ پر مکان دے سکتا ہے؟ اور اس کے لئے پگڑی وکرایہ لینا درست ہے؟ جب کہ صاحب مکان موجودہ مہنگائی میں مزید کرایہ میں اضافہ کے لئے کہتا ہے، تو وہ انکار کرتا ہے کہ متعینہ رقم سے زائد نہیں دوں گا، جب کہ وہ زیادہ لے رہا ہے، آیا اس رقم کو مسجد میں لگا سکتے ہیں؟ بکر خالد سے جو پگڑی یا کرایہ لے رہا ہے آیا اس رقم کو مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں خالد کے لئے دوسرے کو مالک مکان کی اجازت کے بغیر کرایہ پر مکان دینا اور اس سے پگڑی لینا جائز نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہاں کرایہ سے زیادہ دوسرے سے وصول کرر ہا ہے، اور اِس طرح لی ہوئی رقم کو مسجد وغیرہ میں لگانا بھی درست نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ۷/۶ ۳۱ زکریا)

عن عوف رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: قال: كان هشام بن هبيرة يقضي من استأجر شيئًا ثم آجره بأكثرهما استأجره به أن ذٰلك الفضل لربه. عن محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ: قال: كان أصحابنا الكوفيون يكرهونه ويقولون: لم نشتر ولم نبع، فبأي شيء نأكل ماله. عن عكرمة رضي اللّٰه عنه: قال: هو حرام. عن إبراهيم رحمه اللّٰه تعالیٰ: قال: هو ربا. عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما في رجل استأجر أجيرًا فأجره بأكثر مما استأجره، قال: الفضل للأول. عن إبراهيم رحمه اللّٰه تعالیٰ في الرجل: يستكرى البيت فيكريه بأكثر مما استأجره، قال: يرد الفضل. (المصنف لابن أبي شيبة / في الرجل يستأجر الدابة يؤجر بأكثر ١٦/٥ -١٧ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۵/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حق کرایہ داری میں وراثت کا مسئلہ

سوال (۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے

میں کہ: مہاراشٹر میں یہ قانون ہے کہ کوئی بھی مالک مکان ودوکان اپنے کرایہ دار کو مکان دوکان سے بے دخل نہیں کرسکتا ہے، اگر کرایہ دار کا انتقال ہوگیا ہوتو اس کے وارث قانوناً اس مکان ودوکان کو کسی دوسرے شخص کو فروخت کرنا چاہیں، تو قانوناً فروخت کرسکتے ہیں، یہ مکان و دوکان شرعاً ورثہ کی میراث ہوگی یا نہیں؟ انتقال کرنے والا ایک لڑکا اور دو لڑکیاں چھوڑ کر گیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کرایہ داری کے بارے میں اصل تو یہی ہے کہ مالک یا کرایہ دار کے انتقال کے بعد یہ معاملہ خود بخود ختم ہوجاتا ہے، اور آگے معاملہ جاری کرنے کے لئے ازسرنو عقد کی ضرورت پڑتی ہے؛ لیکن حسبِ تحریر سوال چوں کہ طویل مدتی کرایہ داری میں عرفاً کرایہ دار کے وارثین کو حق کرایہ داری حاصل ہوتا ہے، اِس لئے کرایہ دار کے اِنتقال کے بعد اِس حق میں اُس کے سبھی ورثہ حصے دار رہوں گے۔

عن الثوري قال: البيع والموت يقطع الإجارة أما في الموت فقضى به الشعبي، وأما نحن فنقول: في البيع. (المصنف لعبد الرزاق، البيوع / باب البيع يقطع الإجارة ۱۹۱/۸ رقم: ۱٤۸۳۷)

وتنفسخ بلا حاجة إلى الفسخ بموت أحد العاقدين عندنا. (الدر المختار، كتاب الإجارة / باب فسخ الإجارة ۸۳/٦ كراچی، ۱۱٤/۹ زكريا)

وتفسخ بموت أحد المتعاقدين إن عقدها لنفسه …… ولنا أن العقد ينعقد ساعة فساعة حسب حدوث المنفعة، فإذا مات الموجر انتقل الملك إلى الوارث ومنفعته إليه، والمنافع المستحقة بالعقد هي المملوكة للمؤجر، وقد فات بموته فتنفسخ. (البحر الرائق / باب فسخ الإجارة ۳٥/۸ كراچی)

يجوز إن كانت الأرض بإجارة في أيدي الذين بنوها لا يخرجهم السلطان عنها من قبل أنا رأيناها في أيدي أصحاب البناء توارثوها وتقسم بينهم لا يتعرض لهم السلطان فيها ولا يزعجهم، وإنما له غلة يأخذها منهم، وتداولها خلف عن

سلف ومضى عليها الدهور، وهي في أيديهم؛ يتبايعونها ويؤجرونها، وتجوز فيها وصاياهم ويهدمون بناءها ويعيدونه ويبنون غيره، فكذٰلک الوقف فيها جائز.

(شامي، كتاب الوقف / مطلب في زيادة أجرة الأرض المحتكرة ٥٩٣٥٩٢/٦- زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۱/۱۲/۱۴۱۳ھ

طویل مدتی کرایہ داری کی جائیداد میں میراث کا مسئلہ

سوال (۷۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کرایہ کی جائیداد میں یعنی دوکان میں وراثت تقسیم ہوتی ہے یا نہیں، پہلے یہ دوکان (ٹال) والد صاحب کے نام تھا، کرایہ نامہ ان کے مرنے کے بعد میرے بڑے بھائی کے نام بنا، اس کے مرنے کے بعد کرایہ نامہ ریاض الدین کے نام بنا، جس کو آج پندرہ برس سے زائد ہو رہے ہیں، اور آج تک مالک جائیداد کو کرایہ ادا کرتا چلا آرہا ہوں، اب کچھ نااتفاقی کی وجہ سے دوسرے دشمن نے بھاوج کو چڑھایا؛ لہٰذا وہ یہ کہتی ہے کہ میرا جائیداد سے حصہ ملنا چاہئے، اور حصہ دو بھاوج اور داماد مالک جائیداد کے پاس گئے، تو انہوں نے کہا کہ تم کو میں نہیں جانتا، میرا کرایہ دار ریاض الدین ہے، پھر بھاوج اور ان کے داماد نے کرایہ منی آرڈر ڈاک کے ذریعہ بھیجا؛ لیکن مالک جائیداد نے روپیہ واپس کردیا کہ تم میرے کرایہ دار نہیں ہو، میرا کرایہ دار وہ ہے جو مجھے برابر کرایہ بھیجتا ہے، ریاض الدین کرایہ دار ہے، اسی سے میں کرایہ وصول پاتا ہوں۔

اگر وراثت کرایہ کی جائیداد میں بھی بنتی ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں دیا جائے، پہلے یہ ٹال دوکان والد صاحب جمیل الدین کے نام تھی، اس کے مرنے کے بعد غیاث الدین، ریاض الدین، نورالدین اور چار لڑکیاں، اور غیاث الدین کے مرنے کے بعد کرایہ نامہ ریاض الدین کے نام ہوا، اور ابھی بھی ہے، بعد میرے نورالدین کے نام پر یہ کرایہ نامہ رکھا جائے گا، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کرایہ نامہ ریاض الدین کے نام ہے، اور بھاوج رخسانہ اور ان کے داماد وغیرہ کہتے ہیں کہ غیاث الدین مرحوم کی بیوی رخسانہ کو میراث ملنی چاہئے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موجودہ دور میں لمبے کرایہ داری کے معاملات ملکیت کے مشابہ قرار دیے جاتے ہیں؛ کیوں کہ مالک جائیداد انہیں بآسانی خالی نہیں کراسکتا؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں والد صاحب کے نام پر جو جائیداد کرایہ پر تھی، ان کے انتقال کے بعد ان کے سب وارثین اپنے اپنے حصہ کے تناسب سے اس جگہ سے فائدہ اٹھانے کے حق دار ہیں، کرایہ نامہ خواہ کسی کے نام ہو، انتفاع کا حق ہر وارث کو ملے گا، بھائی غیاث الدین کے انتقال کے بعد ان کے حصہ پر ان کے وارثین کا حق ہوگا، جن میں ان کا داماد شرعاً شامل نہیں اور غیاث الدین کی بیوی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے حصہ سے زائد کسی حصہ پر قبضہ کرے یا کسی مستحق کو اس کی جائداد سے بے دخل کردے۔

يجوز إن كانت الأرض بإجازة في أيدي الذين بنوها لا يخرجهم السلطان عنها من قبل أنا رأيناها في أيدي أصحاب البناء توارثوها وتقسم بينهم لا يتعرض لهم السلطان فيها ولا يزعجهم، وإنما له غلة يأخذها منهم، وتداولها خلف عن سلف ومضى عليها الدهور، وهي في أيديهم؛ يتبايعونها ويؤجرونها، وتجوز فيها وصاياهم ويهدمون بناءها ويعيدونه ويبنون غيره، فكذٰلک الوقف فيها جائز.

(شامي، كتاب الوقف / مطلب في زيادة أجرة الأرض المحتكرة ۶/۵۹۲ ۵۹۳– زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۲/۳/۱۹ھ

طویل مدتی کرایہ داری اور اُس میں حق وراثت کے بارے میں اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کا اَہم فیصلہ

زیر بحث مسئلہ میں اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے نویں فقہی اِجتماع منعقدہ ۲۱-۲۲/رجب ۱۴۳۴ھ بمقام ''شیخ الہند ہال'' دیوبند میں درج ذیل تجویز اتفاقِ رائے سے منظور کی گئی ہے، جو برائے اِفادہ درج ہے:

اِسلامی اُصول کی روشنی میں کرایہ دار کو مالک کے درجہ میں نہیں رکھا جاسکتا؛ لیکن ہندوستان

جیسے غیر اِسلامی ممالک میں جہاں بہت سی صورتوں میں کرایہ دار کو قانونی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے اور مالک بآسانی اپنی ملکیت کرایہ دار سے خالی کرانے کا اختیار نہیں رکھتا، جیسا کہ طویل مدتی کرایہ داری میں یہ بات بالکل واضح ہے۔ نیز بعض صورتوں میں کرایہ داری کے حق قرار کو تسلیم نہ کرنے کی صورت میں کرایہ دار کی وفات کے بعد اُس کے وارثین کی حق تلفی کی صورت بھی سامنے آسکتی ہے، اِن تمام پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فقہی اجتماع درج ذیل تجاویز منظور کرتا ہے:

(۱) کرایہ دار کو شرعی اُصول کی روشنی میں حقیقی مالک کے درجہ میں نہیں رکھا جاسکتا؛ بلکہ وہ صرف کرایہ داری کے زمانے میں اس ملکیت سے انتفاع کا حق رکھتا ہے، بیع وشراء کا حق نہیں رکھتا۔

(۲) اگر کرایہ داری کی مدت متعین ہو تو مقررہ وقت گزرنے پر عقدِ اجارہ خود بخود ختم ہوجائے گا، اَب یا تو مالک سے صراحۃً یا دلالۃً نیا عقد کیا جائے یا مالک کے مطالبہ پر جائیداد خالی کردی جائے، اِس صورت میں مالک کی مرضی کے بغیر کرایہ دار کا جبری قبضہ جائز نہیں ہے؛ بلکہ صریح ظلم ہے۔

(۳) طویل مدتی کرایہ داری کی وجہ سے اگرچہ کرایہ دار کو مالکانہ حقوق حاصل نہ ہوں گے؛ لیکن بعض صورتوں میں - جیسے پٹہ دوامی یا اِس کے مشابہ - کرایہ داروں کو حقِ قرار حاصل ہوگا اور مالک کو بلا کسی عذرِ شرعی کے معاملہ کو فسخ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

(۴) جن صورتوں میں کرایہ دار کو شرعاً کرایہ داری برقرار رکھنے کا استحقاق ہوا، اُن صورتوں میں اُس کی وفات کے بعد تمام ورثہ کو یہ استحقاق رہے گا، کسی ایک وارث کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اپنے نام کرایہ داری منتقل کراکے دوسروں کو محروم کردے۔

(۵) نیز اِس صورت میں اگر حقِ اجارہ داری سے دست برداری کے بدلہ کوئی معاوضہ حاصل کیا جاتا ہے، تو اُس میں حسبِ اُصول شرع تمام ورثہ حق دار ہوں گے۔

◆

دلالی اور کمیشن کے مسائل

کمیشن پر خرید وفروخت کرنا؟

سوال (۷۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خریدار وفروخت کنندہ کے درمیان کسی تیسرے شخص کا مال دلوانے یا بکوانے کے لئے دونوں سے یا کسی ایک سے کچھ فی صد کمیشن لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح کمیشن لینا ضرورۃً جائز ہے۔

قال في الرد المحتار نقلاً عن البزازية: إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاک وما لا يقدر فيه الوقت ولا العمل تجوز لما كان للناس به حاجة ويطيب الأجر الماخوذ لو قدر أجر المثل. (شامي / باب الإجارة الفاسدة ٤٧/٦ دار الفكر بيروت، ٦٤/٩، ٨٧/٩ زكريا)

وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل وما تواضعوا عليه أن من كل عشرة دنانير كذا فذٰلک حرام عليهم، كذا في الذخيرة. (الفتاویٰ الهندية / الفصل الرابع في فساد الإجارة ٤٥٠/٤ زكريا، كذا في المبسوط للإمام السرخسي / باب السمسار ١١٥/١٥ دار الفكر بيروت، خلاصة الفتاویٰ ١١٦/٣ لاهور، الأشباه والنظائر ١٤٨ إشاعة الإسلام دهلي)

وكذا رجح بهٖ العلامة التهانوي في إمداد الفتاویٰ المجلد الثالث ٣٦٦.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۱۰/۱۱/۲۵

کمیشن پر تجارت؟

سوال (۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کمیشن پر تجارت کرنا مثلاً سامان دوسرے کا اور میں صرف اِدھر اُدھر سامان بیچ کر کمیشن کاٹتا ہوں، یا دوکان دوسرے کی اور میں اس میں گراہک بھیج کر فی گراہک دس روپئے کمیشن کاٹتا ہوں، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کمیشن پر تجارت کی اجازت ہے؛ لیکن اجرت اس طرح طے ہونی چاہئے کہ نزاع کا احتمال نہ ہو۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن استيجار الأجير يعني حتى يبين له أجره. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب لا تجوز الإجارة حتى تكون معلومة ٢٢٢/٦ رقم: ١١٦٥٢)

إجارة السمسار والمنادي ...... تجوز لما كان للناس به حاجة. (شامي ٩/٦٤ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۸/۱۱/۱۴۲۵ھ

بائع یا مشتری سے کسی سودے کے لین دین پر کمیشن طے کرنا؟

سوال (۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص بائع یا مشتری سے کسی سودہ کے لین دین میں کچھ روپئے یعنی کمیشن وغیرہ طے کر لیتا ہے، بائع یا مشتری سے کہا کہ ہم اس سے ایک ہزار میں لیں گے، اور تم کو بارہ سو میں دیں گے، تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا مشتری سے کہا کہ ہم تم سے ۱۲۰۰ سو لیں گے، اور اس کو ایک ہزار دیں گے یا بائع سے کہا ایسا کریں گے، تو یہ بیع وشراء جائز ہے یا ناجائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ کہا کہ ہم فلاں سے ایک ہزار میں خرید کر تم کو بارہ سو میں دیں گے، تو یہ معاملہ بیع مرابحہ کا ہے جو بلاتردد جائز ہے، اور اگر درمیان میں باقاعدہ کمیشن طے کیا کہ ہم اس معاملہ میں اتنے روپیہ لیں گے، تو یہ معاملہ دلالی کا ہے، اس کی بھی شرعاً اجازت ہے۔

عن محمد أن عثمان بن عفان رضي اللّٰه عنه كان يشتري العير فيقول: من يربحني عقلها من يضع في يدي دينارًا. (السنن الكبریٰ للبيهقي / باب المرابحة ٥٣٨/٥ رقم: ١٠٧٩٣ بيروت)

المرابحة نقل ماملكه بالعقد الأول بالثمن الأول مع زيادة ربح الخ. (الهداية / باب المرابحة والتولية ٧٠/٣ المكتبة الأشرفية ديوبند، ٧٤/٣ مكتبه بلال)

فتجب الدلالة على البائع والمشتري أو عليهما بحسب العرف. (شامي، كتاب البيوع / مطلب: في حبس المبيع نقيض الثمن الخ ٩٣/٧ زكريا، إمداد المفتيين ٨٦/٥)

وفي الدلائل والسمسار يجب أجر المثل …… سئل عن محمد بن مسلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به، وإن كان في الأصل فاسدًا، لكثرة التعامل وكثير من هٰذا غير جائز، فجوز لحاجة الناس إليه. (الرد المحتار / مطلب في أجرة الدلال ٦٣/٦ دار الفكر بيروت، الفتاویٰ الهندية / الباب الخامس عشر ٤٥٠/٤ زكريا، شامي ٨٧/٩ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۷/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

سعودی باشندے کا اپنے تجارتی لائسنس سے غیر ملکی کمپنی چلا کر کمیشن لینا؟

سوال (۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میں ایک سعودی باشندہ ہوں، چند سال قبل میں نے ہندوستان کی ایک کمپنی سے جس کی دبئی والی شاخ پر سعودیہ میں پابندی تھی، کمیشن پر معاہدہ کیا تھا، میں نے محنت کر کے سعودیہ میں اس کمپنی کو کھلوایا، اگرچہ اس کو کھلوانے پر کوئی معاہدہ نہیں تھا، اور اس کے عوض میں کچھ بھی نہیں، اور پھر اس کمپنی کو (جو الکبیر کے نام سے جانی جاتی تھی) رجسٹرڈ بھی کروادیا، اور تقریباً ۱۰-۱۲/سال تک وہ کمپنی میری کفالت میں کام کرتی رہی، پھر تعلقات کچھ خراب ہوئے، جس کے نتیجہ میں میں نے کہہ دیا کہ آپ تین مہینہ کے اندر اندر اپنا کفیل بدل لیں، مجھ سے معاہدہ ختم ہوگیا؛ لیکن اُنہوں نے کفیل نہیں بدلا اور مذکورہ برانڈ میرے ہی نام پر برقرار رہی، اور کمپنی فائدہ اٹھاتی رہی، یہاں تک کہ حکومت کی جانب سے رجسٹریشن کی متعینہ مدت گذرنے کے بعد مزید دو سال اور ہوگئے، پھر میں نے اس برانڈ کو اپنے نام سے کھلوالیا، اور اپنا ذاتی پیسہ اس پر خرچ کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا میں اس کے عوض میں کمپنی والوں سے کچھ لے سکتا ہوں یا ان کو کام کرنے سے روک سکتا ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سعودی حکومت کے عام قانون کے اعتبار سے چوں کہ کوئی غیر ملکی کمپنی براہِ راست وہاں کاروبار نہیں کرسکتی؛ بلکہ کسی سعودی شہری کا سہارا لینا ضروری ہے؛ لہٰذا کسی سعودی شخص کا اپنے نام سے کمپنی رجسٹرڈ کرا کر غیر ملکی کمپنی کو کاروبار کا موقع دینا ایک ”گراں قیمت“ حق ہے، اور تجارتی لائسنس کے درجہ میں ہے؛ لہٰذا جب تک بھی مذکورہ کمپنی مذکورہ سعودی کفیل کے نام پر کاروبار کر کے فائدہ اٹھاتی رہے گی تو کفیل کے لئے اس کا مقررہ کمیشن لینا جائز رہے گا۔ بریں بنا صورتِ مسئولہ میں جب تک ”الکبیر“ کمپنی نے آپ کے تجارتی رجسٹریشن سے فائدہ اٹھایا ہے، اس وقت تک کا معاوضہ آپ کمپنی سے لے سکتے ہیں، اور اب جب کہ آپ نے خود اسی نام سے اپنا ذاتی کاروبار شروع کردیا تو مذکورہ کمپنی کو اس نام کے استعمال کو روکنے کے لئے قانونی چارہ جوئی بھی کرسکتے ہیں، شرعاً اس کی اجازت ہے۔ (مستفاد: فقہی مقالات ۱/۲۲۲-۲۲۳)

ويدخل في هٰذا القسم حق خلو المتجر (گڈول) أيضًا، فقد شاع في عصرنا بيع الأسماء التجارية، فمن اشتهر اسم متجره بأن المشترين يميلون إلى ذٰلک الإسم بيع اسم متجره فقط، وهو في الحقيقة بيع لإحداث العقود مع المشترين بهٰذا الإسم الخاص، وقد أفتى حكيم الأمة مولانا الشيخ أشرف علي التهانوي رحمه اللّٰه بأن في هٰذا البيع سعة، وقاسه على جواز النزول عن الوظائف بمال.

(تکملة فتح الملهم، كتاب البيوع / حكم الكمبيالات ٣٦٥/١ مكتبة دار العلوم كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۰/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرم میں مال لانے والے کا فی عدد کمیشن لینا؟

سوال (۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نسیم الدین نے ۳۷/ روپیہ فی عدد کے حساب سے ایک فرم سے آرڈر لیا، اور کچھ مال تیار کر کے فرم میں دیا، اور معاہدہ کے مطابق ۳۷/ روپیہ کے حساب سے پیمنٹ بھی ہوئی، نسیم الدین نے جس سپلائر سے مال لے کر فرم میں سپلائی کیا، اس سپلائر کو براہِ راست مالکانِ فرم سے ملوادیا، اور ۳۴/ روپیہ فی عدد کے حساب سے اس کے نام میں آرڈر کٹوادیا، ۳/ روپیہ فی عدد نسیم الدین کا کمیشن بنتا ہے، جس کے لئے مالکانِ فرم نے یہ کہا کہ تمہارے پیسے ہم دیں گے، اس سلسلہ میں بریلی بار بار جانا ہوا، سفر کی دقتیں، ٹیلی فون کا صرفہ، اور وقت کا ضیاع سبھی شامل ہے، تقریباً ایک ڈیڑھ ماہ کی محنت کے نتیجہ میں مال فرم میں آنا شروع ہوا، کچھ وقت کے بعد جب میں نے اپنے کمیشن کا مطالبہ کیا، تو مالکانِ فرم نے یہ کہہ دیا کہ میں آپ کو تعارف کرانے کے پیسے نہیں دوں گا، آپ نے مال کی مرمت نہیں کرائی، نسیم الدین نے جواب دیا مرمت کا کام سپلائر کا تھا، جو اس نے پورا کردیا، اگر آپ نسیم الدین کو دیں تو نسیم الدین بھی اسی سپلائر سے مرمت کراتا۔

مالکانِ فرم اس بات کو قبول کررہے ہیں کہ: ''میں نے کہا تھا کہ آپ کے پیسے ہم دیں گے،

اور میں نے ۳۵۰۰۰؍ ہزار روپئے لیئے ہیں“، یہ خط کشیدہ جملے مالکان فرم کے ہیں، جس کے گواہ بھی موجود ہیں، اب تکرار مالکانِ فرم سے اسی بات پر ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم تعارف کرانے کے پیسے نہیں دیں گے، جب کہ نسیم الدین کہتا ہے کہ ایک ڈیڑھ ماہ کی محنت وجد وجہد اور کافی خرچ کے بعد فرم کو مال پہنچا ہے یعنی سپلائی ہوا، اگر صرف تعارف مقصود ہوتا تو نسیم الدین بریلی کی آمد ورفت، ٹیلی فون کا صرفہ اور وقت ضائع کیوں کرتا، آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ مذکورہ صورتِ حال میں نسیم الدین کے لئے ۳؍ روپیہ فی عدد کمیشن لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ سوال میں اگر واقعۃً نسیم الدین اور مالکانِ فرم کے درمیان کمیشن طے ہوا ہے، تو نسیم الدین کے لئے اس کمیشن کا لینا جائز ہے۔

في الدر المختار: وأما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها فأجرته على البائع، وإن سعى بينهما وباع المالك بنفسه يعتبر العرف، وفي الرد المحتار: تحت قوله: (يعتبر العرف) فتجب الدلالة على البائع أو المشتري أو عليهما بحسب العرف. (شامي، كتاب البيوع / مطلب في حبس المبيع لقبض الثمن ۹۳/۷ زكريا)

وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال: أرجو أنه لا بأس به، وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل. (شامي، باب ضمان الأجير / مطلب في أجر الدلال ۸۷/۹ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۹/۵/۲۴ھ

رنگ کرنے والے ٹھیکے دار کا مالک مکان سے کمیشن لینا؟

سوال (۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عام طور پر ایسا دستور ہے جو تعمیرات کے ٹھیکے دار یا مستری یا رنگ کرنے والے کاری گر یا ٹھیکے

دار یا اسی طرح دوسرے کام کرنے والے کاری گر یا ٹھیکے دار ہیں، ان سے دوکان دار یہ کہتا ہے کہ آپ سامان یہاں سے یعنی ہماری دوکان سے دلانا، ہم آپ کو دس یا پندرہ فی صد کمیشن دیں گے اور گاہک سے وہ پورے پیسے لیتے ہیں، چاہے ٹھیکے دار یا مستری اس کمیشن کو لے یا نہ لے، اور کبھی مالک ٹھیکے دار یا مستری سے ہی کہہ دیتا ہے کہ آپ ہی خود سامان لے آنا، تو آیا یہ کمیشن پیسے مستری یا ٹھیکے دار کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ گاہک کا کوئی نقصان بھی نہیں؛ کیوں کہ اس سے پورے ہی پیسے لئے جاتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹھیکے دار کی دو صورتیں ہیں:

(۱) یہ کہ جو بھی ضرورت کا سامان وغیرہ ہو اس کو ٹھیکے دار خود اپنے پیسے سے لائے اور مالک مکان اور مستری کے درمیان یہ معاملہ طے ہو کہ مثلاً آپ میرا مکان رنگ کر تیار کر دیں، ہم آپ کو اتنا روپیہ دیں گے، تو اس صورت میں ٹھیکے دار کا دوکان دار سے کمیشن لینا جائز ہے۔

(۲) یہ ہے کہ مالک مکان سے روپیہ لے کر ضرورت کا سامان لائے اور اس میں سے کمیشن لے تو یہ ناجائز ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں ٹھیکے دار مالک مکان کا وکیل ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/۲۸۲، احسن الفتاویٰ ۸/۱۰۲)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: اٰية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخاري ۱/۱۰ رقم: ۳۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۶/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جلد چڑھوانے پر جلد ساز سے کمیشن لینا؟

سوال (۸۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے

میں کہ: کتابوں پر جلد ساز سے یہ طے کرنا کہ اگر بچوں نے پانچ کتابوں پر جلد چڑھوائی، تو ہمارے بیس روپیہ ہوں گے، باقی بچہ سے داخلہ کے نام پر سو روپیہ لینا درست ہے یا نہیں؟ اس طرح کمیشن لینا یا بغیر پڑھائے تنخواہ لینے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی نے جلد ساز یہ طے کیا کہ میں تمہارے پاس پانچ کتابیں جلد چڑھوانے کے لئے لاؤں گا، اور اس پر تم سے ۲۰؍ روپیہ بطور کمیشن کے لوں گا، تو ایسا کرنا درست ہے، اِسی طرح بچوں کے داخلہ کے موقع پر داخلہ فیس کے نام سے سو روپے لینا بھی شرعاً جائز ہے۔

وإن سعى بينهما وباع المالك بنفسه يعتبر العرف. (الدر المختار)

فتجب الدلالة على البائع أو المشتري أو عليهما بحسب العرف. (الدر المختار مع الشامي، كتاب البيوع / مطلب في حبس المبيع لقبض الثمن الخ ۹۳/۷ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

ڈاکٹروں کا دواؤں کی کمپنی کی طرف سے مریضوں کو بھیجنے پر کمیشن لینا؟

سوال (۸۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک ڈاکٹر ہوں میرے پاس دواؤں کی کمپنی کی طرف سے ایجنٹ آتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ فلاں کمپنی کی دوائیں مریض کو لکھا کریں، اسی خون جانچ کرانے والے آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں کی طرف سے بھی یہی خواہش ہوتی ہے کہ آپریشن والے مریض کو میرے یہاں بھیجیں، آپ کو ہم شیئرز دیں گے، کیا ایسی صورتوں میں شیئرز لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آپ مناسب اور مفید سمجھیں تو متعینہ دوائیں مریض

کے لئے لکھ سکتے ہیں؛ لیکن محض دوا لکھنے پر کمپنی سے کسی کمیشن کا مطالبہ درست نہیں، اور خون وغیرہ کی جانچ کے لئے لیب کی محض رہنمائی پر بھی کمیشن لینا آپ کے لئے جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۷/۳۱۷، امداد الفتاویٰ ۳/۴۱۰)

إن دلني على كذا فله كذا ...... فالإجارة باطلة؛ لأن الدلالة والإشارة ليست بعمل يستحق به الأجر، وإن قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه إن دللتني على كذا، فلک كذا إن مشى له، فدلّه فله أجر المثل للمشي لأجله؛ لأن ذلک عمل يستحق بعقد الإجارة، وإن دله بغير مشي فهو والأول سواء. (شامي، باب فسخ الإجارة / مطلب ضلّ له شيء فقلا: من دلني الخ ۹/۱۳۰ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈاکٹروں کا گراہکوں کو میڈیکل اسٹور کی طرف صرف رہنمائی کرکے کمیشن لینا؟

سوال (۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک دوا کی دوکان کا مالک ہوں، میری دوکان کے سامنے ایک بڑا ہاسپٹل ہے، ہاسپٹل کے سامنے مزید چھ دوکانیں ہیں، دواؤں کی، ڈاکٹر، نرس، اور ہاسپٹل کے مختلف کام کرنے والے ہم سے کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ہی کی دوکان پر مریضوں کو جانے کا مشورہ دیں گے، اور آپ ہی کی دوکان کی رہبری کریں گے اس کا ہمیں کچھ کمیشن چاہئے؛ مگر ہم لوگ انکار کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگ مریضوں کو دوسری دکان سے دوائیں خریدنے کا مشورہ دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا ان کا ہم سے کمیشن مانگنا درست ہے؟ کیا ہمارے لئے ان کو کمیشن دینا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اسپتال کے ڈاکٹروں نرسوں اور دیگر ملازمین کا کسی

میڈیکل اسٹور سے دوا خریدنے کے محض مشورہ دینے پر میڈیکل والوں سے کمیشن کا مطالبہ کرنا، اور ان کا کمیشن دینا جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۴۱۰) البتہ اگر یہ لوگ خود مریض کو لے کر اس کے ساتھ اسے میڈیکل اسٹور تک پہنچا کر آئیں، تو اس عمل پر انہیں مقررہ اجرت لینے کا حق حاصل ہوسکتا ہے۔

إن دلني على كذا فله كذا …… فالإجارة باطلة؛ لأن الدلالة والإشارة ليست بعمل يستحق به الأجر، وإن قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه إن دللتني على كذا، فلك كذا إن مشى له، فدلّه فله أجر المثل للمشي لأجله؛ لأن ذلك عمل يستحق بعقد الإجارة، وإن دله بغير مشي فهو والأول سواء. (شامي، باب فسخ الإجارة / مطلب ضلّ له شيء فقلا: من دلني الخ ۹/۱۳۰ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۴/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈاکٹر کا کسی مخصوص کمپنی کی دواء مریض کے لئے تجویز کرنے پر کمپنی سے کمیشن لینا؟

سوال (۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک ڈاکٹر ہوں خود اپنا مطب کرتا ہوں، میرے پاس روزانہ بہت سے مریض آتے ہیں، میں ان کے مرض کے مطابق دوائیں تجویز کرتا ہوں؛ چوں کہ وہ دوائیں بہت سی کمپنیاں تیار کرتی ہیں اور کمپنیاں اپنے نمایندوں کے ذریعہ اپنی کمپنی کی دوائیں میرے پاس تعارف کے طور پر بھیجتی ہیں، میں ان نمایندوں سے کہتا ہوں کہ میں آپ کی کمپنی سے بنی ہوئی دوائی مریض کے لئے لکھوں گا اس پر مجھے کمیشن چاہئے اور یہ کمپنی مجھے ۲۰/ فیصد یا کم وبیش کمیشن دینے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ میرا کمیشن کا مطالبہ درست ہے یا نہیں؟ وہ رزق حلال ہے یا رزق حرام، نیز کمپنی کے لئے مجھے کمیشن دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

یاد رہے کہ یہ دوا بھی دوسری کمپنی کی دوا کی طرح اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے، غیر ضروری غیر نفع

بخش نہیں ہوتی، کمپنی کی مجبوری یہ ہے کہ اگر وہ کمیشن نہیں دیتی اور دوسری کمپنی ڈاکٹروں کو کمیشن دیتی ہے، تو کمیشن نہ دینے والی کمپنی کی دوا ڈاکٹر نہیں لکھتا، تو ایسی صورت میں کمپنی ڈاکٹر کو کمیشن دیتی ہے تو کمپنی کا یہ اقدام شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور ڈاکٹر کا کمیشن لینا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض کسی کمپنی کی دوا تجویز کرنے پر کمیشن لینا شرعاً جائز نہیں، اس لئے کہ یہ کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس پر اجرت کا استحقاق ہو، نیز اس میں جہالت بھی پائی جاتی ہے، اس لئے کہ یہ کچھ پتہ نہیں چلے گا کہ کتنی دوائیں لکھی ہیں اور کتنی فروخت ہوئیں اور کہاں کہاں فروخت ہوئیں، تو فیصد متعین ہونے کے باوجود حقیقی جہالت برقرار رہے گی، اس لئے ڈاکٹروں اور مذکورہ کمپنی کے درمیان کمیشن کا لین دین جائز نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ٣/ ٤١٠، احسن الفتاویٰ ٧/ ٣٠٧)

إن دلني على كذا فله كذا، فله أجر مثله إن مشى لأجله (در مختار) وفي الشامي: رجل ضل له شيء فقال: من دلني على كذا فله كذا، فهو على وجهين: إن قال ذٰلک على سبيل العموم: بإن قال: من دلني فالإجارة باطلة؛ لأن الدلالة والإشارة ليست بعمل يستحق به الأجر، وإن قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه إن دللتني على كذا، فلک كذا إن مشى له، فدله فله أجر المثل للمشي لأجله؛ لأن ذٰلک عمل يستحق بعقد الإجارة، وإن دله بغير مشي فهو والأول سواء. (شامي، باب فسخ الإجارة / مطلب ضل له شيء فقال: من دلني عليه فله كذا ٩/ ١٣٠ زكريا)

تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما أفسد البيع يفسدها كجهالة مأجور، أو أجرة أو مدة، أو عمل. (شامي / أول باب الإجارة الفاسدة ٩/ ٦٤ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ٢٩/ ٤/ ١٤٢٩ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

دَوا فروخت کرنے والی کمپنی کا ایجنٹ بننا؟

سوال (۸۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک کمپنی ہے جو نقص تغذیہ کے سبب پیدا ہونے والے امراض اور مشکلات کے ازالہ کے لئے غذائیت سے بھرپور سفوف اور گولیاں تیار کرتی ہیں، اور اس کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کے جذبہ سے اسے مروجہ طریقہ تجارت سے ہٹ کر راست فروخت کرتی ہے؛ لیکن چوں کہ ان غذاؤں کے استعمال کے لئے مناسب رہنمائی اور مشورے کی ضرورت ہوتی ہے؛ اس لئے کمپنی نے اپنے نمائندے مقرر کئے ہیں، ان نمائندوں سے وہ اشیاء حاصل کی جاسکتی ہیں، اور ان کے مشورے کے مطابق استعمال کرنے سے ان اشیاء سے فائدہ کی امید ہوتی ہے، کسی بھی نمائندہ سے وہ اشیاء کمپنی کی مقررہ قیمت پر ہر آدمی خرید سکتا ہے، اس کے لئے کسی قسم کی کوئی شرط نہیں ہے؛ البتہ نمائندوں اور کمپنی کے درمیان جو معاملت ہوتی ہے، وہ حسبِ ذیل ہے:

جو شخص نمائندہ بننا چاہے وہ ۱۷۵۰/ روپئے ادا کرکے مقررہ فارم کی خانہ پوری کرکے داخلہ کرتا ہے، اور کمپنی اس کے عوض اسے ایک مقدار میں دوائیں طریقہ استعمال سے متعلق لٹریچر اور ضروری تربیت فراہم کرتی ہے، اور آئندہ پچیس فیصد رعایت پر اسے دوائیں دی جاتی ہیں، اس کو اختیار رہتا ہے کہ وہ ان اشیاء کو دیگر لوگوں کی مقررہ قیمت پر فروخت کرے، اس سے کم میں، یا مفت میں دے، اس پر کوئی پابندی نہیں، ایک سال گذرنے پر آئندہ بھی اپنی نمائندگی باقی رکھنا چاہے، تو اسے چارسو روپئے بطور فیس داخل کرنے پڑتے ہیں، اگر نمائندہ کمپنی سے پچیس فیصد سے زائد رعایت حاصل کرنا چاہے تو زیادہ مقدار میں مثلاً ایک لاکھ کا سامان خریدے اس کو ۳۵ فیصد رعایت سے مال ملے گا، اور مزید رعایت کا خواہاں ہو تو اور زیادہ مقدار مثلاً دولاکھ کا مال خریدنے پر ۵۰/ فیصد رعایت اسے حاصل ہوگی، اور پھر اسے اختیار ہوگا کہ جس قیمت پر چاہے لوگوں کو فروخت کرے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہم ان اشیاء کو خرید کر استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟ دوسرے ہم اس کمپنی کے ڈسٹری بیوٹر بن سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ بھی عرض ہے کہ ڈسٹری بیوٹر شپ حاصل کرنے کے

لئے اس قسم کے قواعد اور شرائط آج کل بالعموم ہر کاروبار میں ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ کمپنی کی اشیاء خرید کر استعمال کرنا فی نفسہٖ جائز ہے، اور اس کمپنی کا نمائندہ بننے کے لئے جو شرائط سوال نامہ میں مذکور ہیں، ان میں بھی کوئی شرعی حرج معلوم نہیں ہوتا؛ کیوں کہ پہلی مرتبہ لی گئی رقم کے عوض اسے دوائیں وغیرہ مل جاتی ہیں اور پھر ہر سال کی مقررہ رقم کمپنی کی ممبر فیس کے درجہ میں ہے؛ لہٰذا ایسی کمپنی کا نمائندہ بننا شرعاً منع نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [البقرة، جزء آيت: ٢٧٥]

المرابحة بيع ما ملكه بما قام عليه ويفضل. (الدر المختار / باب المرابحة والتولية ٣٤٩/٧ زكريا، ٤٢٢/٤ دار الفكر بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۰/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

لکڑی کی آڑھت والے کا بائع مشتری دونوں سے کمیشن لینا؟

سوال (۸۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: عبد الرحیم کی لکڑی کی آڑھت ہے، اور بائع ومشتری دونوں سے متعینہ فیصد کمیشن نفع لیتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ طرفین سے یعنی بائع ومشتری دونوں سے کمیشن لینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح بائع ومشتری سے کمیشن لینا درست ہے؛ لیکن اس میں اجرت پہلے ہی پوری متعین ہونی چاہئے یہ نہ ہو کہ اگر اتنے میں فروخت کی یا خریدی، تو اتنے روپئے، ایسی صورت میں جہالت اجرت کی بنا پر معاملہ درست نہ ہوگا۔

عن حماد أنه كره بضبعة ما في أجر السمسار إلا بأجر معلوم. (المصنف لابن أبي شيبة ٣٣٩/١١ رقم: ٢٢٤٩٩ المجلس العلمي، ٤٥٧/٤ رقم: ٢٢٠٥٧ دار الكتب العلمية بيروت)

جواز السمسرة: قال الإمام البخاري: لم یر ابن سیرین وعطاء وإبراهیم والحسن بأجر السمسار بأسًا.

وقال ابن عباس: لا بأس بأن يقول: بع هٰذا الثوب فما زاد على ذٰلک كذا وكذا فهو لک.

وقال ابن سيرين: إذا قال بعه بكذا فما كان من ربح، فهو لک، أو بيني وبينک فلا بأس به. (صحيح البخاري / باب أجر السمسرة ٣٠٣/١)

قال في الهندية: وفي الواقعات للناطفي إذا قال لرجل بع هٰذا المتاع ولک درهم أو قال: اشتر لي هٰذا المتاع، ولک درهم ففعل فله أجر مثله، لا يجاوز به الدرهم، وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل وما تواضعوا عليه على أن من كل عشرة دنانير، كذا فذٰلک حرام عليهم كذا في الذخيرة.

(الفتاویٰ الهندية ٤٥٠/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۹/۱ھ

آڑھتی کمیشنر کا بائع اور مشتری دونوں سے اُجرت لینا؟

سوال (۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے لکڑی یا بھوسہ یا پھل وغیرہ کی آڑھت تقریباً ایک لاکھ روپیہ لگا کر کھولی، جس میں مال بیچنے اور خریدنے کے لئے لوگ آنے لگے، مال کبھی تو بولی لگ کر بکتا ہے اور کبھی بغیر بولی کے زید مال کی خرید وفروخت کے بعد اس میں سے فیصدی کے اعتبار سے یا فی کوئنٹل کے حساب سے کچھ کمیشن لیتا ہے، تو کیا یہ کمیشن لینا اس کے لئے جائز ہے؟

اور یہ کمیشن بائع اور مشتری دونوں سے لینا یا صرف ایک سے لینا کیسا ہے؟ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ واضح رہے کہ آڑھتی کی مال فروختگی وخریداری میں ہر طرح کی گارنٹی ہوتی ہے، اور وہی

روپیوں کا لین دین کرتا ہے، مال لانے والا اور خریدار آپس میں کوئی بات چیت نہیں کرتے؛ بلکہ آڑھتی خود تمام خرید وفروخت کرتا ہے، اور وہی روپیہ وصول کرتا ہے، اور بائع کو دیتا ہے، اسی میں سے اپنا کمیشن نکال لیتا ہے، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے مطلع فرمائیں؟ تاکہ شریعت کے مطابق کاروبار کیا جائے، اگر یہ شکل درست نہ ہو تو شرعاً کوئی جائز شکل تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دلالی کی یہ مروجہ شکل ضرورۃً جائز ہے، اور کمیشن بائع ومشتری دونوں سے بھی لیا جاسکتا ہے، مگر اُجرت اس طرح متعین ہونی چاہئے کہ بعد میں نزاع کا احتمال نہ رہے، کوئنٹل یا روپیہ کے اعتبار سے فیصدی اُجرت بھی متعین کی جاسکتی ہے۔

وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال: أرجو أنه لا بأس به، وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل. (شامي، باب ضمان الأجير / مطلب في أجر الدلال ٨٧/٩ زكريا)

وأما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها فأجرته على البائع وإن سعى بينهما، وباع المالك بنفسه يعتبر العرف. (درمختار) فتجب الدلالة على البائع أو المشتري أو عليها بحسب العرف. جامع الفصولين. (شامي، كتاب البيوع / مطلب في حبس المبيع لقبض الثمن ٩٣/٧ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۹/۴/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

آڑھتی ٹھیکہ داروں سے لکڑی والوں کا فنڈ کاٹنا؟

سوال (۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لکڑی والے آڑھتی ٹھیکے داروں سے فنڈ کاٹتے ہیں، مثلاً ٹھیکے دار کی اتنی لکڑی اتنی قیمت کی ہوئی، اب فی سیکڑہ اتنے روپئے کاٹ لئے اور یہ متعین پہلے سے ہے کہ اتنے روپئے فی سیکڑہ

کٹیں گے، کیا یہ درست ہے؟ اور پھر کٹی ہوئی رقم کا استعمال مدرسہ میں ہوسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ ایک قسم کی دلالی ہے، جس کی اجرت کی بعض علماء نے گنجائش نکالی ہے، اس لئے اس طرح حاصل شدہ رقم مسجد میں لگائی جاسکتی ہے۔

وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به وإن كان فاسداً لكثرة التعامل. (شامي، باب ضمان الأجير / مطلب في أجرة الدلال ٦٣/٦ دار الفكر بيروت، ٨٧/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۱/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آڑھتی کا اچھا پھل یا سبزی ٹوکری میں سے اُٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈالنا؟

سوال (۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں عرف ہے کہ آڑھتی (یعنی جو کسانوں کا سامان سبزی منڈی میں بیچتا ہے) کبھی سامان بیچنے سے پہلے اور کبھی بیچنے کے بعد جو اچھا پھل یا سبزی نظر آتی ہے، اس کو ٹوکری میں سے اٹھا لیتا ہے، اور اپنے تھیلے میں ڈال لیتا ہے، تو کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ جب کہ آڑھتی (دلال) بائع ومشتری سے پانچ پانچ فیصد لیتا ہے؟

نیز مذکورہ آڑھتی (مسلم ہو یا غیر مسلم) کے ساتھ شرکت کرنا جائز ہے، جب کہ وہ بوقت ضرورت سود پر رقم بھی لیتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضرورۃً آڑھت ودلالی کا کام کرنا جب کہ اُجرت متعین ہو شرعاً درست ہے، اور آڑھت کے سامان میں سے معروف طریقہ پر آپسی رضامندی سے

آڑھتی جو چیز اپنے لئے لے اس کی بھی گنجائش ہے؛ کیوں کہ دلالۃً مالک کی طرف سے اس کی اجازت ہوتی ہے؛ لیکن اگر معروف طریقہ سے زیادہ لے گا تو اجازت نہ ہوگی، اور غیر مسلم آڑھتی کے ساتھ شریک ہوکر کاروبار کیا جاسکتا ہے؛ لیکن مسلمان کے لئے بہرحال سودی لین دین سے بچنا لازم ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۴۵ ۷)

وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل، وما تواضعوا عليه ان في كل عشرة دنانير كذا، فذلک حرام عليهم، وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجوا أنه لا بأس به، وإن كان في الأصل فاسدًا لكثرة التعامل. (شامي / مطلب في أجر الدلال ۸۷/۹ زكريا)

دفع ثوبًا إليه، وقال: بعه بعشرة فما زاد فهو بيني وبينک ......، ولو باعه باثني عشر أو أكثر، فله أجر مثل عمله، وعليه الفتوى. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع الخ ٤٥١/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پلاٹ کی دلالی کرنا؟

سوال (۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پلاٹ کی دلالی، میں نے کسی کو پلاٹ دلوایا جس میں مجھے دو پرسنٹ دلالی مل جاتی ہے، کیا یہ درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پلاٹ کی دلالی میں فیصد کے حساب سے معاوضہ لینا جائز ہے۔

سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار؟ فقال: أرجو أنه لا بأس به.

(شامي، باب ضمان الأجير / مطلب في أجر الدلال ٩/٨٧ زكريا)

وفي الدلال والسمسار أجر المثل. (الفتاویٰ الهندية، الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤/٤٥٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۸/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جائیداد کی خرید وفروخت میں دلالی کرنا؟

سوال (۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جائیداد کی خرید وفروخت میں دلالی درست ہے یا نہیں؟ طے کرکے دونوں طرف سے لے سکتے ہیں یا ایک طرف سے، یعنی خریدار سے یا بیچنے والے سے، وضاحت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اُجرت متعین ہوتو ایک طرف یا دونوں طرف سے دلالی پر اُجرت لے سکتے ہیں، شرعاً اس کی گنجائش ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۷/۲۷۲)

وإذا أخذ السمسار أجر مثله، هل يطيب له ذٰلک؟ قال الشيخ المعروف بخواهر زاده: يطيب له ذٰلک، وقال بعضهم: لا يطيب للدلال والسمسار أجر مثله، هٰذا إذا أمر السمسار بالبيع أو الدلال بالشراء، ولم يذكر له وقتًا، أما إذا ذكر له وقتًا بأن قال: استأجرتک اليوم بدرهم على أن تبيع لي هٰذا الثوب، أو تشتري لي كذا كان له المسمى، ويطيب له عند الكل. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٥/١٣٥-١٣٦ رقم: ٢٢٤٥٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۱/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تحصیل اور کورٹ میں دلالی کرنا؟

سوال (۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: تھانہ، بلاک، تحصیل، کورٹ وغیرہ میں ضرورت مندوں کا کام کروانا اور اس کے لئے رشوت دلانا، دلالی کرنا اور اپنا حصہ بھی وصول کرنا کیسا ہے؟ جب کہ دلالوں کے توسط سے رشوت دے کر جائز وناجائز سبھی کام ہوتے ہیں، ایسا نہ کرنے والوں کو ہفتوں، مہینوں، آفسوں کے چکر لگانے پڑتے ہیں، اسی طرح لڑکے کا نام اور ولدیت بدل کر پاسپورٹ بنواکر غیر ممالک نوکری کے لئے بھیجنا شرعی نقطۂ نظر سے جائز اور درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تھانہ، بلاک، کورٹ وغیرہ میں حق داروں کو جائز حق دلانے کے لئے دلالی کرنا اور اس پر متعینہ اجرت لینا جائز ہے۔ اور ناجائز اور ممنوع کام کے لئے دلالی کرنا اور رشوت دلانا دونوں ناجائز ہیں، اسی طرح جعلی پاسپورٹ بنانا بھی شرعاً جائز نہیں۔

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: …… وإياكم والكذب، فإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار، وما يزال الرجل يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند اللّٰه كذابًا.

(سنن الترمذي / باب ما جاء في الصدق والكذب ۱۸/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند، صحيح البخاري رقم: ۶۰۹۴، صحيح مسلم رقم: ۲۶۰۳، مشكاة المصابيح / باب حفظ اللسان والغيبة والشتم ۴۱۲/۲ رقم: ۴۸۲۴ مرقاة المفاتيح ۶۰/۹ دار الكتب العلمية بيروت)

إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك ومالا يقدر فيه الوقت ولا العمل تجوز لما كان للناس به حاجة. (شامي / أول باب الإجارة الفاسدة ۶۴/۹ زكريا)

الثاني إذا دفع الرشوة إلى القاضي ليقضي له حرم من الجانبين. (البحر الرائق / كتاب القضاء ۲۶۲/۶ كراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲/۲/۳ ۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

دلال کا دونوں پارٹیوں سے پیسہ لینا؟

سوال (۹۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عادل ایک مکان ایک لاکھ روپئے میں فروخت کررہا ہے اور ارشد خرید کررہا ہے اور مکان کی قیمت ارشد کو بتادیا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا شخص ابوبکر واسطہ بن کر کام کررہا ہے اور دونوں سے یہ بات چیت کرلی ہے اور بیچنے والے سے کہا ہے کہ میں مناسب قیمت میں مکان بیچوادوں گا اور خریدنے والے سے کہا ہے کہ میں مناسب قیمت میں خریدوادوں گا، اور جانبین میں سے دونوں کو یہ بات ابوبکر نے بتادی ہے کہ مکان کی رجسٹری ہونے کے بعد تم دونوں سے پانچ پانچ ہزار روپیہ لونگا چونکہ میں واسطہ بنکر پورا کام کررہا ہوں، اس شرط پر مکان بیچنے والا عادل اور خریدار ارشد دونوں راضی برضا ہیں، تو کیا اس طرح کا کام کرکے دونوں پارٹی سے روپئے لینا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عادل اور ارشد کی طرف سے ابوبکر کا واسطہ بن کر اس طرح کا معاملہ کرکے دونوں پارٹی سے روپیہ وصول کرنا جائز اور درست ہے۔

قال في التاتارخانية: وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل. (شامي ۹/۸۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۷/۶/۱۴۲۵ھ

دلال سے مبیع کی قیمت میں سے ایک متعینہ مقدار لینے کی شرط لگانا؟

سوال (۹۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مکان اور گاڑی وغیرہ کے دلال سے بعض صاحب مال اس قسم کی بات کہتے ہیں کہ اس گاڑی کے ایک ہزار روپئے مجھے چاہئے، تم چاہے جتنے میں بیچ دو وہ دلال اگر اسے بارہ سو میں اس کے

سامنے بیچ دے اور خریدار سے کہے کہ یہ بارہ سو میں دینا ہے اور وہ لے لے، تو کیا اس دلال کو دلالی کے علاوہ مزید یہ رقم اس طرح لینا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ فی نفسہٖ تو اجارہ مجہولہ کی وجہ سے فاسد ہے؛ لیکن اگر اصل مالک مجلس عقد میں موجود ہو اور اس کو معلوم ہو کہ بیع کتنے میں ہو رہی ہے، دلال کتنے پیسے لے رہا ہے، اور وہ اس معاملہ پر راضی ہو تو ایسی صورت میں یہ معاملہ شرعاً درست ہے؛ کیوں کہ انجام کار اجرت متعین ہوچکی ہے؛ لیکن اگر اصل مالک کو بے خبر رکھ کر مجہول طور پر بیع کی جائے، تو یہ معاملہ فاسد ہو جائے گا، اور دلال صرف اجرت مثل کا مستحق ہوگا۔

وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به، وإن كان في الأصل فاسدًا لكثرة التعامل، وكثير من هذا غير جائز فجوّزوه لحاجة الناس إليه. (شامي، باب ضمان الأجير / مطلب في أجره ٨٧/٩ زكريا)

وفي الهندية: دفع ثوبًا إليه وقال بعه بعشرة، فما زاد فهو بيني وبينک ...... ولو باعه باثني عشرة أو أكثر فله أجر مثل عمله، وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع في فساد الإجارة ٤٥١/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ٢٢/٥/١٤٢٩ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دلال کا مشتری سے بغیر عمل دخل کے طے شدہ کمیشن مانگنا؟

سوال (٩٧): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مکان خریدنا چاہتا تھا، زید نے اُن آدمی سے بات کی، جن کا مکان صاحبِ مکان کے پاس تھا، صاحب مکان ٨/ لاکھ میں بیچنا چاہ رہے تھے، اور زید چھ ٦/ لاکھ میں لینا چاہتا تھا، زید نے ان صاحب سے کہا کہ اگر آپ اس مکان کو ٦/ لاکھ میں دلوادیں، تو میں ٥٠/ ہزار روپئے آپ کو

کمیشن دے دوں گا، اگر ۷/لاکھ میں یا ۷/لاکھ ۵۰/ ہزار تک بھی دلوادیں گے تو میں ۵۰/ہزار روپئے دوں گا۔ زید کا کہنا تھا کہ ۸/لاکھ سے زیادہ نہیں خرچ کروں گا، صاحب مکان دہلی میں رہتے تھے، اُن صاحب نے صاحبِ مکان سے بات چیت شروع کی اور تقریباً دوسال کا وقت گذر گیا؛ لیکن مکان نہیں دلواسکے، اس مکان میں جو صاحب رہتے تھے، اُنہوں نے ایک دن زید سے کہا کہ آپ لینا چاہتے ہیں تو لے لیجئے، کچھ لوگ مجھ کو ساتھ لے کر دہلی جانا چاہتے ہیں، اور مکان خریدنا چاہتے ہیں، زید نے پوچھا کہ لوگ کتنے دام تک خرید لیں گے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ۱۱/لاکھ تک وہ لوگ لے لیں گے، کافی وقت گذر جانے سے قیمت بڑھتی چلی گئی، زید نے جس سے مکان خریدوانے کی بات کی تھی، ان کو اپنے کرائے سے لے کر دہلی گئے، اور صاحبِ مکان سے زید نے ان صاحب کے سامنے مکان کا دام ۹/لاکھ میں طے کیا، اور پیسہ دے کر مکان خرید لیا، خریدنے کے بعد اُن صاحب نے زید سے ۵۰/ ہزار اپنا کمیشن مانگنا شروع کردیا، اور وہ یہ بھی کہنے لگے کہ میں چاہتا تو خرید کر ۱۱/لاکھ میں بیچ دیتا اور ۲/لاکھ کمالیتا، یہ جملہ بھی کہ میں ۲/لاکھ کمالیتا ایمان کے خلاف ہے، اس پر زید نے کہا کہ خرید کر کیوں نہیں بیچ دیا؟ کسی نے تو روکا نہیں تھا، تو زید کا کہنا ہے کہ آپ کی وجہ سے دوسال لیٹ ہوگیا، جس کی وجہ سے قیمت بڑھ گئی، اور وہ ۸/لاکھ میں بیچ رہے تھے، ۹/لاکھ میں لینا پڑا، اور یہ خریداری میں نے خود میل جول کر کے کی ہے، اس لئے آپ کا اب کوئی کمیشن نہیں بنتا ہے، اگر آپ ۷/لاکھ ۵۰/ہزار تک دلوادیتے تو میں ۵۰/ ہزار آپ کو کمیشن دے دیتا، اُن صاحب کا زید سے کمیشن مانگنا صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ زید نے کمیشن دینے کے لئے یہ شرط لگائی تھی کہ ساڑھے سات لاکھ روپئے میں مکان دلوادیں، اور یہ شرط پوری نہیں ہوئی؛ بلکہ مکان دوسال بعد ۹/لاکھ روپئے میں خریدا گیا، اور اس خریداری میں بھی موصوف نے کوئی کردار ادا نہیں کیا؛ اس لئے موصوف کا زید سے مسئولہ صورت میں پچاس ہزار روپئے کمیشن کا مطالبہ کرنا

درست نہیں ہے۔

والسمسار اسم لمن يعمل للغير بالأجر بيعًا وشراءً. (المبسوط للسرخسي ۱۱۵/۱۵ بيروت)

سئل ظهر الدين عمن استأجر رجلا ليعمر له في الضيعة، فلما خرج نزل المطر فامتنع بسببه هل له الأجر؟ قال: لا. (الدر المختار مع الشامي / باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافًا فيها ۵۸/۹ زكريا)

استأجر رجلا لإيصال قط أو زاد إلى زيد ......، وإن وجده ولم يوصله إليه لم يجب له شيء لانتفاء المعقود عليه وهو الإيصال. (تنوير الأبصار / كتاب الإجارة ۲٦/۹-۲۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گاڑیوں کے اِنشورنس اور رجسٹریشن کا محنتانہ لے کر ذاتی استعمال میں لانا؟

سوال (۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید موٹر سائیکل کا کاروبار کرتا ہے، حکومت کے قانون کے مطابق موٹر سائیکل بیچنے کے لئے اس گاڑی کا انشورنش اور رجسٹریشن کرانا ہوتا ہے، جس میں انشورنس کا کمیشن ملتا ہے، اور قانون کے مطابق رجسٹریشن کرانے کا دوسو روپیہ محنتانہ لے سکتا ہے، اور زید اپنا محنتانہ لیتا ہے، دونوں ملا کر ٦۰-۷۰/ ہزار روپئے مہینے میں ہوجاتا ہے، اس روپئے کو انکم ٹیکس کی ادائیگی میں اور غریب مسلمان اور غریب غیر مسلم وظالم حکام کے ظلم سے بچنے کے لئے رشوت میں خرچ کردیتا ہے، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اس کا حساب دیتا ہے۔

(۱) تو کیا زید کا انشورنس کمیشن اور رجسٹریشن کا محنتانہ لینا اور اپنے ذاتی مصرف میں

استعمال کرنا صحیح ہے یا غلط؟

(۲) کیا زید کا انکم ٹیکس اور غریب لوگوں اور رشوت میں یہ روپیہ خرچ کرنا صحیح ہے یا غلط؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قانونی مجبوری میں گاڑیوں کا انشورنش کرانے کی گنجائش ہے؛ اس لئے کہ ملکی قانون کے مطابق کوئی نئی گاڑی بغیر انشورنش کے سڑک پر چلانا ممنوع ہے؛ لہٰذا اِس طرح کے انشورنش پر بطور کمیشن ایجنٹ جو رقم آپ کو ملتی ہے، وہ آپ کے لئے حلال ہے، اسی طرح گاڑی کا رجسٹریشن کرانے پر آپ جو محنتانہ لیتے ہیں، وہ بھی جائز اور درست ہے، یہ مجموعی آمدنی آپ کے لئے صدقہ کرنا یا انکم ٹیکس وغیرہ میں لگانا ضروری نہیں، اسے آپ بلا تکلف اپنے ذاتی مصرف میں استعمال کر سکتے ہیں۔

إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك، وما لا يقدر فيه الوقت ولا العمل تجوز لما كان للناس به حاجة. (شامي / باب الإجارة الفاسدة ٩/٦٤ زكريا) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۷/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈسٹری بیوٹر کمپنی کا ایجنٹ بنانے اور مال فروخت کرانے پر کمیشن لینا؟

سوال (۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مخصوص رقم ادا کرنے کے بعد ایک کمپنی کا تقسیم کار (ڈسٹری بیوٹر) بن جائے گا، کمپنی کا مال فروخت کرنے اور نئے تقسیم کار مقرر کرانے پر زید کو ایک مقررہ کمیشن ملے گا، زید کے ذریعہ یا زید کے ذریعہ مقرر کردہ تقسیم کاروں کے ذریعہ جو تقسیم کار مقرر ہوں گے ان کا ایک گروپ بن جائے گا جو لگاتار ایک درخت کے مانند بڑھتا چلا جائے گا، اس گروپ کے ذریعہ فروخت شدہ مال پر

مقررہ کمیشن پورے گروپ میں ہر ایک کے کام کے مطابق تقسیم کیا جائے گا، یہ ایک عام کمیشن ہے جو کمپنی کے تمام تقسیم کاروں کو ادا کیا جائے گا، کیا زید کے لئے اس طرح کا کمیشن لینا جائز ہے؟

حقیقۃً زید کے ذریعہ بنے تقسیم کاروں کے گروپ سے کمپنی کے مال کی فروخت اور منافع میں اضافہ ہوگا، اس لئے کمپنی اس تمام فروخت کردہ مال کا کمیشن زید کو بھی دے گی، اور جب زید کمیشن کی ایک مقررہ حد پار کر جائے گا، تو کمپنی زید کو مزید کمیشن ادا کرے گی، یہ مزید کمیشن ایک پنشن کی صورت میں شروع ہوگا، جو زید کو تا عمر ملے گا، اور زید کی وفات کے بعد اس کے ورثا اور ورثہ در ورثہ تک ملے گا، اور یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہے گا، جب تک کمپنی قائم رہے گی، ٹھیک اسی طرح اگر زید ایک پھل دار درخت لگاتا ہے، تو یہ درخت زید کو زید کی وفات کے بعد اس کے ورثہ کو اور ورثہ در ورثہ کو پھل دیتا رہے گا، جب تک پیڑ قائم رہے گا، تو کیا زید اور اس کے ورثہ کے لئے یہ مزید کمیشن جائز ہے؟

مذکورہ کمپنی کا نام R.C.M ہے، اس کمپنی کے متعلق اگر آپ کے پاس کوئی تفصیلی استفتاء آیا ہو، تو اس کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب عنایت فرمائیں، احقر کو یہاں صرف اتنی ہی معلومات فراہم ہو سکیں، معلومات نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے دین دار حضرات بھی اس میں شریک ہوتے جارہے ہیں، تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خریدار کی طرف سے براہِ راست نیا خریدار بنانے پر اگر کمپنی کی طرف سے متعین رقم بطور اُجرت ملے، تو اس کی گنجائش ہے، بایں طور کہ خریدار کو اس عمل میں کمپنی کا اجیر (ایجنٹ) قرار دیا جائے گا، اور اجیر کو اپنے عمل پر اجرت لینا درست ہے؛ البتہ نیچے کے خریداروں کی خریداری پر اولین بیچنے والوں کو جو نفع تقسیم کیا جارہا ہے، اس کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ہے؛ کیوں کہ بعد والوں کے عمل اور محنت میں پہلے خریدار کا کوئی عمل دخل نہیں ہے؛ لہٰذا وہ دیگر لوگوں کی محنت میں کسی نفع کا مستحق قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

قال في التاتارخانية: وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل، وسئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجوا أنه لابأس به. (شامي / باب ضمان الأجر، مطلب في أجرة الدلال ۹/۸۷ زکریا، ۹/۷٦ بیروت، إمداد المفتيين ۲/۸٦٤)

اور جو رقم خود زید کے لئے اپنی زندگی میں لینی جائز نہیں تھی اس کے بعد اس کے ورثاوغیرہ کے لئے بھی لینی جائز نہ ہوگی، اور اس معاملہ کو پھل دار درخت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ درخت محسوس اور قائم بالذات چیز ہے؛ لہٰذا اُس کا لگانے والا اُس کا ہر طرح سے نفع لینے کا مستحق ہے، اس کے برخلاف کمپنی کا معاملہ ایک وقتی اور معنوی چیز ہے، اس میں نفع کا استحقاق اسی وقت ہوسکتا ہے، جب کہ عامل خود عمل میں دخیل ہو، جس عمل میں وہ دخیل نہیں ہے، اس کے نفع کا استحقاق اس کو حاصل نہیں ہوسکتا؛ لہٰذا اِس طرح کے معاملات کی اجازت نہ ہوگی۔

وإذا مات الرجل وكسبه خبيث فالأولى لورثته أن يردوا المال إلى أربابه. (الفتاویٰ الهندية، الكراهية / الباب الخامس عشر ۵/۳٤۹ زكريا)

الغرم بالغنم. (الموسوعة الفقهية ۳۱/۳۰۱، قواعد الفقه قاعده ۱۹۵ ص: ۹٤ أشرفی)

من القواعد الفقهية قاعدة: ’’الغنم بالغرم‘‘ ومعناها أن من ينال نفع شيء يتحمل ضرره، ودليل هذه القاعدة هو قول النبي صلى الله عليه وسلم لايغلق الرهن من صاحبه الذي رهنه، له غنمه وعليه غرمه. (الموسوعة الفقهية ۳۱/۳۰۱ كويت)

قلت: والحديث أخرجه الدار قطني (۳/۳۳) من حديث سعيد بن المسيب مرسلاً، وقال ابن حجر في التلخيص (۳/۳٦) صحح أبو داؤد والبزار والدار قطني إرساله. (التعليقات على الموسوعة ۳۱/۳۰۱ كويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سودی کاروبار والی کمپنی کا ایجنٹ بنانے کی اُجرت؟

سوال (۱۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جیسے ٹاٹا فائیننس کمپنی کا کوئی ایجنٹ ہے، وہ آ کر سمجھاتا ہے اور لوگوں کو اس کمپنی کا ممبر بھی بناتا ہے، اس کی وجہ سے ایجنٹ کو جو اُجرت یا تنخواہ ملتی ہے، وہ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ایجنٹ کو جو اجرت ملتی ہے وہ اس کی اپنی محنت کی اُجرت ہے؛ لہٰذا اُسے قطعی حرام کہنا تو مشکل ہے؛ البتہ گناہ میں تعاون کی وجہ سے کراہت سے خالی نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۲]

مستفاد في نوادر هشام عن محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ: رجل استاجر رجلاً ليصور له صورًا، أو تماثيل الرجال في بيت، أو فسطاط، فإني أكره ذٰلك وأجعل له الأجرة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة، الباب الخامس عشر / الفصل الرابع في فساد الإجارة الخ ۴/۵۰، فتاویٰ قاضي خان / باب الإجارة الفاسدة ۲/ ۳۲۴ زكريا)

وفي فتاویٰ أهل سمرقند: استأجر رجلاً لينحت له مزمارًا أو طنبورًا أو بربطًا ففعل يطيب له الأجر، إلا أنه يأثم في الإعانة على المعصية. (البحر الرائق / باب الإجارة الفاسدة ۸/ ۲۰ كراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹؍۴؍۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

ٹریولس والوں کا اصل ویزے کی قیمت سے زائد وصول کرنا؟

سوال (۱۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا کاروبار کچھ اس قسم کا ہے کہ اس کے دوست کا آفس ہے جس کے ذریعہ وہ سعودیہ عربیہ

اور دوسری عرب ریاستوں میں لوگوں کو بھیجتا ہے وہاں سے ویزا وغیرہ آتے ہیں، یہاں سے پورا کام کرکے اسے بھیج دیا جاتا ہے، زید کا کام یہ ہے کہ اس کا دوست اپنے آفس کا پتہ بتادیتا ہے کہ تمہیں آفس میں ۳۰؍ ہزار فی آدمی جمع کرنے ہیں، آپ جتنا چاہو امیدوار سے لو، اب زید امیدوار سے ۳۲؍ ہزار یا ۳۴؍ ہزار یا جتنا حساب دیکھتا ہے، لیتا ہے اور آفس سے کوئی تنخواہ یا کوئی کمیشن وغیرہ کچھ نہیں لیتا، تو اس صورت میں یہ یک طرفہ کمیشن جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اُمیدوار کو معلوم ہو کہ اصل ویزے کی قیمت اتنی ہے اور زید اس پر اتنے روپئے زائد وصول کر رہا ہے تو یہ معاملہ دلالی کا ہے، جس کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔

قال في البزازية: إجارة السمار والمنادي الحمامي والصكاك وما لا يقدر فيه الوقت ولا العمل تجوز لما كان للناس به حاجة ويطيب الأجر الماخوذ. (شامي، كتاب الإجارة / باب إجارة الفاسدة ٩/٦٤ زكريا، ٦/٤٧ دار الفكر بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲؍۲؍۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کمیشن اور اس کی مروجہ شکلیں

نوٹ: قارئین کے استفادہ کے لئے حضرت الاستاذ کا کمیشن اور اُس کی مروجہ شکلوں سے متعلق ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے گیارہویں فقہی سیمینار (منعقدہ ’’دار العلوم حیدرآباد‘‘ ۱۴۳۶ھ) کے لئے تحریر کیا گیا مقالہ پیش خدمت ہے۔ (از مرتب)

تمہید: اِسلام چوں کہ دینِ فطرت ہے، اس لئے اس نے اپنے ماننے والوں کو جس طرح عبادات، معاشرت اور اخلاقیات کی رہنمائی کی ہے، اسی طرح ایک منصفانہ مالی اور اقتصادی نظام کا خاکہ بھی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، جو ہر قسم کی ناانصافیوں، استحصال اور ظلم وجبر اور فریب سے پاک ہے۔

معیشت سے متعلق اسلامی تعلیمات اور مروجہ معاشی نظام میں اگر موازنہ کیا جائے تو نمایاں فرق یہ سامنے آتا ہے کہ اِسلامی تعلیمات میں قدم قدم پر یہ بات واضح کی گئی ہے کہ معاشی سرگرمیاں اوران سے حاصل ہونے والے مادی فوائد، انسانی زندگی کا منتہائے مقصود نہیں، جب کہ مروجہ اقتصادی نظام میں مادی منافع اور فوائد کو منتہائے مقصود کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، حالاں کہ اگر مادی منافع کو ہی اصل سمجھ لیا جائے گا، تو اُس کی حصول یابی کے لئے معیشت میں ناہمواریاں اور طبقاتی کش مکش اور طرح طرح کے مفاسد پیدا ہونا یقینی ہے، جو اسلام کو کسی صورت منظور نہیں۔

اسلام نے بنیادی طور پر بیع کو حلال کہا ہے، اب بیع میں ایک شکل تو اعیان کے تبادلہ کی ہوتی ہے، جب کہ انسانی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے متعارف منافع کو بھی بسا اوقات ''اعیان'' کے درجہ میں رکھ کر ان کے طے شدہ معاوضہ کا لین دین شریعت نے جائز رکھا ہے۔ اسی اصول پر ''اجارہ'' کے مسائل کا مدار رکھا گیا ہے۔

اسی طرح شریعت نے جس طرح بائع ومشتری کو بذاتِ خود معاملہ کرنے کی اجازت دی ہے، اسی طرح بذریعۂ وکالت عقود کی انجام دہی بھی شریعت میں ثابت شدہ امر ہے؛ تاہم نئے زمانہ میں رائج شدہ حصولِ منافع اور وکالت کی صورتوں کے بارے میں ابھی اس بات کی مزید تنقیح کی ضرورت ہے کہ وہ اُصولِ شریعت پر کس حد تک منطبق ہوتی ہیں؟ انہی مروجہ شکلوں میں ایک صورت ''کمیشن'' کا معاملہ بھی ہے، جس نے موجودہ وقت میں ایک اہم ذریعۂ آمدنی کی شکل اختیار کرلی ہے، آج کل ''کمیشن'' کے ذریعے نفع کمانے کا جو رجحان دنیا میں پایا جارہا ہے، ماضی میں اس کی نظیر نہیں ملتی، حالاں کہ کمیشن کی بعض مروجہ صورتیں ظاہری طور پر اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔

''کمیشن'' کا عام مفہوم یہ سمجھا جاتا ہے کہ ''کسی کی راہنمائی اور تعاون پر معاوضہ لینا'' اور بسا اوقات راہنمائی اور تعاون کے بغیر لئے جانے والے معاوضہ کو بھی عرف میں کمیشن کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے؛ لیکن ''کمیشن'' کی مروجہ شکلوں کا فقہی نقطۂ نظر سے تجزیہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس کی کسی شکل پر ''اجارے'' کی تعریف صادق آرہی ہے، کسی پر ''دلالی'' کی

حقیقت منطبق ہوتی ہے، جب کہ بہت سی صورتوں پر ’’سود‘‘ یا ’’رشوت‘‘ کی تعریف صادق آتی ہے۔

لہٰذا کمیشن کی کسی بھی شکل پر حکم شرعی کی تطبیق سے پہلے، اس کی حیثیت ونوعیت کو متعین کرنا ضروری ہوگا، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ’’کمیشن‘‘ کا عموماً جن فقہی ابواب سے تعلق ہوسکتا ہے، ان کے سلسلے میں کچھ بنیادی نکات کی طرف اشارہ کیا جائے؛ تاکہ ان کی روشنی میں مروجہ شکلوں کو پرکھنا اور حکمِ شرعی کو ان پر منطبق کرنا آسان ہو، وہ نکات درج ذیل ہیں:

اجارہ کی تعریف اور ارکان واقسام

سوال (۱۰۲):- اِجارہ کی تعریف، اَرکان، اَقسام اور اس کی صحت کے کیا شرائط ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اجارہ ایسا عقد ہے جس میں منافع کے بدلے میں کوئی مالی عوض مقرر کیا گیا ہو مثلاً: مکان میں سکونت کا نفع اٹھانے کے بدلے میں کرایہ مقرر کرنا، اس کو بالفاظ دیگر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح عام بیع میں کسی متعین عین کے بدلے عوض طے کیا جاتا ہے اسی طرح اجارہ میں عین کے بجائے منفعت کو فروخت کرنا پایا جاتا ہے۔

(۱) الإجارة عبارة عن العقد على المنافع بعوض هو مال، فتمليک المنافع بعوض إجارة وبغير عوض إعارة. (قواعد الفقة: ۱۵۹)

(۲) والأجر والأجرة بدل الكراء، وبدل المنفعة في الإجارة، والأجر المسمي هو الأجرة التي ذكرت وتعينت حين العقد. (قواعد الفقه: ۲۶۰)

(۳) الإجارة عقد يرد على المنافع بعوض. (الهداية / أول كتاب الإجارات ۲۹۳/۳ مکتبہ بلال دیوبند، ۲۶۶/۶ مکتبة البشرى كراچی)

(٤) هي أي الإجارة تمليک نفع بعوض. (الدر المختار / كتاب الإجارة ٤/٦ کراچی، ٤/٩ زکریا)

(٥) اعلم أن الإجارة عقد على المنفعة بعوض هو مال. (المبسوط للسرخسي

۸۲/۸ کوئٹہ، ۷۴/۱۵ دار الکتب العلمیة بیروت)

(٦) أما معنى الإجارة :- فالإجارة بيع المنفعة لغةً، ولهذا سماها أهل المدينة بيعاً، وأرادوا به بيع المنفعة، ولهذا سمّى البدل في هٰذا العقد أجرة …… والأجرة بدل المنفعة لغة. (بدائع الصنائع ١٦/٤ المكتبة النعيمية ديوبند)

(۲) جس طرح عام عقود میں ایجاب وقبول رکن ہے، اسی طرح عقد اجارہ کے منعقد ہونے کے لئے بھی صراحتًا یا دلالۃً ایجاب وقبول ضروری ہے اور بدلین کے اعتبار سے ایک جانب مال اور دوسری جانب نفع کا تحقق لازم ہے جیسا کہ اجارہ کی تعریف میں گذرا۔

١ :- أفاد أن ركنها الإيجاب والقبول. (الدرالمختار ٦/٩ زكريا)

٢ :- وأما ركن الإجارة، ومعناها : أما ركنها فالإيجاب والقبول وذلک بلفظ دال عليها وهو لفظ الإجارة والاستيجار والاكتراء، والإكراء فإذا وجد ذلک فقد تم الركن. (بدائع الصنائع ١٦/٤ المكتبة النعيمية ديوبند)

(۳) اجارہ میں اصل چیز نفع کے بدلہ میں عوض لینا ہے، اب نفع کا تحقق دوطرح سے ممکن ہے، اول یہ ہے کہ اعیان سے نفع اٹھایا جائے جیسا کہ زمین اور دوکان وغیرہ سے نفع اٹھانا اور دوسرے یہ کہ کسی انسان کے عمل سے فائدہ اٹھانا، جیسے دست کاری اور مشترک خدمات انجام دینے والوں کی محنت کے بدلہ میں معاوضہ دینا، اور یہ دونوں قسمیں پورے عالم میں بغیر کسی روک ٹوک کے جاری ہیں۔

١ :- وأما بيان أنواعها فنقول : إنها نوعان نوع يرد على منافع الأعيان كاستيجار الدور والأراضي والدواب والثياب وما أشبه ذلک، ونوع يرد على عمل المحترفين للأعمال كالقصارة والخياطة وما أشبه ذلک. (الفتاوى التاتارخانية ٧/١٥ زكريا)

٢ :- وذكر بعض المشايخ أن الإجارة نوعان: إجارة على المنافع، وإجارة على الأعمال وفسر النوعين بماذكرنا. (بدائع الصنائع ١٦/٤ المكتبة النعيمية ديو بند)

(۴) اجارہ کے صحیح ہونے کے لئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) اجرت معلوم ہو، مثلاً اتنے روپیہ یا اتنا مال۔

(۲) منفعت معلوم ہو، مثلاً مکان کرایہ پر لیا جا رہا ہو تو مکان متعین ہو۔

(۳) اگر اجارہ کا تعلق عمل سے ہے تو عمل کا متعین ہونا ضروری ہے، مثلاً رنگائی کرانے کے معاملہ میں رنگ کا تعین یا سلائی کرانے میں سلائی کے کیفیت کا تعین، یا مال برداری میں جو سامان اٹھوانا ہے وہ اور جہاں تک لے جانا ہے اس جگہ کا تعین ضروری ہوگا۔

(۴) اسی طرح اگر اجارہ مؤقت ہے تو وقت کا تقرر بھی ضروری ہے۔

الغرض معاملہ اس طرح طے ہونا چاہیے کہ جہالت کی وجہ سے آئندہ فریقین میں نزاع کا امکان نہ رہے، اگر مذکورہ بالا شرائط کا لحاظ نہ رکھا جائے گا تو اجارہ فاسد ہو جائے گا۔

١ :– **وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين؛ لأن جهالتهما تفضى إلى المنازعة.** (الدرالمختار / كتاب الإجارة ٧/٩ زكريا)

٢ :– **وقال الشاميؒ: قوله: ”وشرطها“ على أنواع: بعضها شرط الانعقاد، وبعضها شرط النفاذ، وبعضها شرط الصحة، وبعضها شرط اللزوم، وتفصيلها مستوفى في البدائع.** (الرد المحتار للعلامة الشامي ٧/٩ زكريا)

٣ :– **وأما بيان شرائطها: فنقول أن تكون الأجرة معلومة، والعمل إن وردت الإجارة على العمل، والمنفعة إن وردت الإجارة على المنفعة، وإعلام المنفعة ببيان المحل والأجل ...... وإعلام الأجرة إن كانت الأجرة دراهم أو دنانير ببيان القدر وبيان الصفة أنه جيد أو ردي.** (الفتاوى التاتارخانية ٨/١٥ رقم: ٢١٩٢٠ زكريا)

٤ :– **ويعلم النفع ببيان المدة كالسكنى والزراعة مدة كذا أي مدة كانت وإن طالت ويعلم النفع أيضا ببيان العمل كالصياغة والصبغ والخياطة بما يرفع الجهالة ويعلم أيضاً بالإشارة كنقل هذا الطعام إلى كذا.** (تنوير الأبصار مع الدر المختار ٨/٩–١٣ زكريا، كذا في الهداية ٢٦٨/٦ مكتبه البشرى كراچى، ٢٩٣/٣ مكتبه بلال ديوبند)

اِجارہ کی شرائط مُفسدہ

سوال(۱۰۳):- جن شرطوں سے اجارۂ فاسد ہوجاتا ہے، وہ کیا ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اجارہ کے فاسد ہونے کی بہت سی صورتیں فقہاء نے لکھی ہیں، جن سب کا احاطہ موجب طوالت ہے؛ تاہم خلاصہ کے طور پر چند صورتیں ذکر کی جاتی ہیں:

۱:- عمل یا منفعت اور اس کے مقابلہ میں اجرت اور معاوضہ کا مجہول ہونا، جیسے نفع اٹھانے کی مدت مجہول ہونا، یا سواری کے کرایہ کی صورت میں مسافت کا مجہول ہونا۔

۲:- مستاجر پر کوئی ایسی شرط لگانا جو معروف نہ ہو مثلاً سواری کا جانور کرایہ پر لینے والے پر اسے چارہ کھلانے کی شرط لگانا۔

۳:- اُجرت میں ایسی چیز طے کرنا جن کا استعمال شرعاً جائز نہیں مثلاً شراب، خنزیر وغیرہ۔

۴:- اِسی طرح اجیر کے عمل کو ہی اجرت بنانا شرعاً مفسد اجارہ ہے جیسے قفیز طحان کا مسئلہ۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن استيجار الأجير يعني حتى يبين له أجره. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب لا تجوز الإجارة حتى تكون معلومة ۹/۳۹ رقم: ۱۱۸۵٥، ٦/۲۲۲ رقم: ۱۱٦٥۲ المجلس العلمي)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: نهى عن عسب الفعل، زاد عبيد اللّٰه وعن قفيز الطحان. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / كتاب البيوع ٥/٤ ٥٥ دار الكتب العلمية بيروت)

تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمفتضى العقد فكل ما أفسد البيع يفسدها كجهالة مأجور أو أجرة أو مدة أوعمل، وكشرط طعام عبد أو علف دابةومرمة الدار أو مغارمها وعشر أو خراج أو مؤنة. (الدرالمختار، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ۹/٦٤ زكريا)

ولو دفع غزلا لآخر لينسجه له بنصفه أي بنصف الغزل أو استأجره بغلا ليحمل طعامه ببعضه أو ثورًا ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت في الكل؛ لأنه استأجره بجزء من عمله، والأصل في ذٰلک نهيه صلى الله عليه وسلم عن قفيز الطحان. (الدر المختار، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ٧٨/٩- ٧٩ زكريا)

الإجارة هي بيع منفعة معلومة بأجرة معلومة. (البحر الرائق ٢/٨ زكريا)

لأنها استئجار ببعض ما يخرج من عمله فتكون بمعناه، وقد نهى عنه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وهو أن يستأجر رجلا ليطحن له كذا من الحنطة بقفيز من دقيقها. (شامي / كتاب المزارعة ٣٩٨/٩ زكريا، شامي ٢٧٥/٦ كراچی)

دلالی کی تعریف اور شرائط وغیرہ

سوال (١٠٤) الف:- دلالی کی تعریف اور اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف اور احناف کے مفتی بہ قول کی وضاحت۔

ب:- کیا دلالی کا جواز کچھ شرائط کے ساتھ مقید ہے؟

ج:- دلالی کی جن صورتوں کو جائز قرار دیا گیا ہے، اُن کے جواز کی علت اور شرائط کیا ہیں؟

د:- دلالی، اجارہ اور جعالہ، تینوں ایک ہی چیز کے نام ہیں یا ان میں باہم فرق ہے؟

ہ:- وکالت کی شرعی حقیقت کیا ہے اور اس پر معاوضہ لینے کی کب اور کس وقت اجازت ہے؟

مذکورہ بالا نکات کی روشنی میں ''کمیشن'' کی حقیقت واضح کرتے ہوئے اُصولی طور پر اُس کے جواز وعدم جواز نیز حدود وشرائط کی وضاحت فرمائیں، پھر کمیشن کی درج ذیل شکلوں کا شرعی حکم الگ الگ مدلل تحریر فرمائیں:

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (الف- ج):- عاقدین یا بائع اور مشتری کے درمیان معاملات طے کرانے میں جو شخص اپنا کردار ادا کرتا ہے، اس کو ''سمسار'' یا ''دلال'' کہا جاتا

ہے، اَب اگر یہ دلال ایسے معاملات میں ہو جس میں دوسرے کسی فرد یا معاشرے کا نقصان لازم نہ آتا ہو تو باتفاق ائمہ اِس کی گنجائش ہے؛ البتہ اگر اس سے عوام کا نقصان ہو یا لوگوں کے لئے تنگی پیش آئے تو بمقتضائے حدیث: ”**لا يبيع حاضر لبادٍ**“ ایسی دلالی مکروہ ضرور ہوگی۔

بہر حال اگر دلالی میں باقاعدہ معاملہ طے ہو اور کسی قسم کی جہالت نہ ہو تو فی نفسہ اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں اور اگر معاملہ مجہول ہو تو مذہب حنفیہ میں اس کو فاسد قرار دیا گیا ہے، اور کام پورا ہونے پر اجرِ مثل کی بات کہی گئی ہے، نہ کہ مقررہ اجرت کی؛ درج ذیل عبارت کا محمل یہی صورت ہے: ”**وفي الدلال و السمسار يجب أجر المثل**“۔

لیکن اگر جہالت معمولی ہو یا کثرت تعامل کی وجہ سے موجب نزاع نہ رہی ہو تو اس کو متاخرین فقہاء نے ضرورۃً جائز قرار دیا ہے۔

والسمسار في الأصل هو القيم بالأمر والحافظ له، ثم استعمل في متولى البيع والشراء لغيره. (تكملة فتح الملهم / باب تحريم الحاضر للبادى ۳۳٦/۱ مكتبة دارالعلوم كراچى)

وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به، وإن كان في الأصل فاسدًا، لكثرة التعامل، وكثير من هٰذا غير جائز، فجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام، وعنه قال: رأيت ابن شجاع يقاطع نساجاً ينسج له ثياباً في كل سنة.

قلت: والحاصل أن الجهالة اليسيرة عفو في ما جرى به التعامل، لكونها لا تفضي إلى النزاع عادة. (إعلاء السنن / باب أجر السمسرة ۲٤٥/۱٦ دار الكتب العلمية بيروت، ۲۰۲/۱٦ إدارة القرآن كراچى)

والسمسرة اصطلاحا: هي التوسط بين البائع والمشتري، والسمسار هو الذي يدخل بين البائع والمشتري متوسطاً لإمضاء البيع وهو المسمّى الدلال؛ لأنه يدل المشتري على السلع، ويدل البائع على الأثمان. (الموسوعة الفقهية ۱۵۱/۱۰-۱۵۲)

السمسرة نوعان: (١) سمسرة بيع الحاضر: وهٰذه جائزة، وأجر صاحبها حلال، وشرط فيها الجمهور أن تكون أجرة السمسار معلومة.

(٢) سمسرة الحاضر للبادي: صورتها أن يتولي الحضرى بيع السلعة البدوي بأن يصير الحاضر سمساراً للبادي، وبها قال الجمهور و الحنفية. حكمها جمهور الفقهاء على التحريم. (صحيح فقه السنة و توضع مذاهب الأئمة ٢٧٧/٤ الشاملة)

في جعل السمسار قلت: أرأيت هل يجوز أجر السمسار في قول مالكؒ؟ قال: نعم! سألت مالكاً عن البزاز يدفع إليه الرجل المالَ يشتري له به بزاً ويجعل له في كل مائة يشتري له بها بزاً ثلاثة دنائير؟ فقال: لا بأس بذلك فقلت: أمن الجعل هذا أم من الإجارة؟ قال: هٰذا من الجعل. (المدونة الكبرى / الجعل في البيع ٤٦٦/٣)

وقال مالك: ولا بأس بأجرة السمسار والحجام الخ. (الكافي في فقه أهل المدينة / جامع الإجارات وما يباع منها الخ ٧٥٦/٢ الشاملة)

إذا قال السمسار المتوسط بينهما للبائع بعت بكذا؟ فقال: نعم أو بعتُ، وقال للمشتري: اشتريت بكذا؟ فقال: نعم، أو اشتريت فوجهان حكاهما الرافعي، أصحهما عند الرافعي وغيره الانعقاد، لوجود الصيغة و التراضي.

(المجموع شرح المهذب / كتاب البيوع ١٧٠/٩ الشاملة)

قلت لأحمد: كرى السمسار قال: إذا استأجره أياماً معلومة قلت: يعطيه من الألف شيئاً معلوماً؟ قال: هذا عندي لابأس به، قال أحمد: إلا أن يقول: من كل ثوب كذا، فإن هذا يكون الثوب بأقل أو يكون بأكثر. (مسائل الإمام أحمد رواية أبي داؤد السجستاني / باب بيع السلم ١٨٠/١ الشاملة)

ولا بأس أن يجعل السمسار فيما يبتاعه من المتاع من كل ألف درهم شيئاً معلوماً ذكره ابن أبي موسىٰ. (المستوعب / باب ما يصح من الإجارة وما لايصح ٣٢/٢ الشاملة)

د:- اس کے علاوہ فقہاء مالکیہ کے نزدیک دلال کے قریب قریب ایک اور صطلاح ہے جس کو ’’جعل‘‘ یا ’’جعالہ‘‘ سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی منفعت پر معاوضہ طے کرنا جن کا حصول یقینی نہ ہو، اس میں اجیر اسی وقت اجرت کا مستحق ہوتا ہے، جب کہ وہ منفعت حاصل ہوجائے۔ (قاموس الفقہ ۱۰۴/۲)

اس اصطلاح کے بارے میں جہالت کی وجہ سے اگرچہ ’’اعلاء السنن‘‘ میں عدم جواز کی بات کہی گئی ہے لیکن موجودہ دور میں جس طرح سے کمیشنوں کا شیوع ہوگیا ہے، اس سے بظاہر معاملہ کی جہالت موجب نزاع نہیں رہی ہے، اس لئے یا تو اسے دلال اور سمسرہ کے درجہ میں رکھ کر متاخرین احناف کی رائے کے مطابق اس کے جواز کی بات کہنی چاہیئے یا پھر ضرورت اور تعامل کو دیکھتے ہوئے فقہ مالکی کی اصطلاح سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، اس اصطلاح کا اصل ماخذ قرآن کریم کی آیت: ﴿وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ﴾ [یوسف: ۷۲] ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

قال بعض العلماء: في هٰذه الآية دليلان: أحدهما جواز الجُعل وقد أجيز للضرورة، فإنه يجوز فيه من الجهالة ما لا يجوز في غيره، فإذا قال الرجل من فعل كذا، فله كذا صحّ، وشأن الجعل أن يكون أحد الطرفين معلوماً والآخر مجهولاً للضرورة إليه، بخلاف الإجارة؛ فإنه يتقدر فيها العوض والمعوض من الجهتين، وهو من العقود الجائزة التي يجوز لأحدهما فسخه، إلا أن المجعول له يجوز أن يفسخه قبل الشروع وبعده، إذا رضي بإسقاط حقه وليس للجاعل أن يفسخه إذا شرع المجعول له في العمل، ولا يشترط في عقد الجعل حضور المتعاقدين كسائر العقود لقوله تعالىٰ: ﴿وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ﴾ (تفسير قرطبي ۲۳۲/۵ دار إحياء التراث الإسلامي)

والجعل:- هو الإجارة على منفعة مظنون حصولها، مثل مشارطة الطبيب على البرء والمعلم على الحذاق والناشد على وجود العبد الآبق. وقد اختلف العلماء في منعه وجوازه، فقال مالك: يجوز ذلك في اليسير بشرطين: أحدهما أن

لايضرب لذلك أجلا. والثاني أن يكون الثمن معلومًا، وقال أبوحنيفة: لايجوز. وللشافعي قولان: وعمدة من أجازه قوله تعالىٰ: ﴿وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ﴾ وإجماع الجمهور على جوازه فى الإباق والسؤال. وما جاء في الأثر من أخذ الثمن على الرقية بأم القرآن، وقد تقدم ذلك. وعمدة من منعه الغرر الذي فيه قياسا على سائر الإجارات، ولاخلاف في مذهب مالك أن الجعل لايستحق شيء منه إلا بتمام العمل، وأنه ليس بعقد لازم. (بداية المجتهد ۱۷۷/۲ دار الفكر بيروت)

ہ:- وکالت کی شرعی حقیقت یہ ہے کہ آدمی دوسرے کا نائب بن کر کام کرے، اَب اس کام کرنے پر حسبِ شرائط اجارہ اس کے لئے عوض لینے میں کوئی حرج نہیں ہے یہ بھی اجارہ علی العمل کی ایک شکل ہے۔

كل عقد جاز أن يعقده الإنسان بنفسه جاز أن يؤكل به غيره؛ لأن الإنسان قد يعجز عن المباشرة بنفسه على اعتبار بعض الأحوال، فيحتاج إلى أن يؤكل به غيره، فيكون بسبيل منه دفعًا للحاجة. (الهداية ۱۷۷/۳ أشرفي)

مروجہ کمیشن بعض صورتوں میں دلالی کے اور بعض صورتوں میں جعالہ کے دائرہ میں آتا ہے، جب کہ بعض صورتیں صریح رشوت میں داخل ہیں، تفصیل درج ذیل ہے:

زمینوں کی دلالی کا کاروبار

سوال (۱۰۵): زمین کی خرید وفروخت میں کبھی ایک جانب سے اور عموماً جانبین سے دلالی اور کمیشن کا رواج عام ہوتا جارہا ہے، تو شرعاً ان معاملات میں مقررہ کمیشن لینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- زمین کی خرید وفروخت میں اگر عوض اور اجرت متعین ہوتو ایک جانب یا دونوں جانبوں سے بطور دلالی اجرت لینے کی گنجائش ہے، اور دلال اجیر

مشترک کے درجہ میں ہے جو بہت سے لوگوں کے کام بیک وقت انجام دیتا رہتا ہے۔

عن حماد أنه كان كره أجر السمسار إلا بأجر معلوم. (المصنف لابن ابي شيبة ٤٥٧/٤ رقم: ٢٢٠٥٧ دار الكتب العلمية بيروت، ٣٣٩/١١ رقم: ٢٢٤٩٩ المجلس العلمي)

جواز السمسرة: قال الإمام البخاري: لم ير ابن سيرين وعطاء وإبراهيم والحسن بأجر السمسار بأسًا. (فتح الباري / باب أجر السمسرة ٤٥١/٤، عمدة القاري / باب أجر السمسرة ٩٣/١٢)

وقال ابن عباس: لا بأس بأن يقول: بع هٰذا الثوب فما زاد على ذٰلك كذا وكذا فهو لك.

وقال ابن سيرين: إذا قال بعه بكذا فما كان من ربح، فهو لك، أو بيني وبينك فلا بأس به.

عن كثير بن عبد اللّٰه عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: …… المسلمون على شروطهم الخ. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما ذكر عن النبي ﷺ في الصلح بين الناس ٢٥١/١ رقم: ١٣٥٢، ذكره البخاري تعليقا / باب أجر السمسرة ٣٠٣/١، كذا في إعلاء الاسنن ٢٠٢/١٦-٢٢٥ إدارة القرآن كراچی، فقه السنة وتوضيح مذاهب الأئمة ٢٧٧/٤)

کارپینٹروں وغیرہ کا دوکان داروں سے کمیشن لینا؟

سوال (۱۰۶):- آج کل یہ عرف بن گیا ہے کہ اجیر مشترک (مثلاً کارپینٹر یا پلمبر وغیرہ) جو مٹیریل دوکان سے لاتے ہیں، تو انہیں دوکان دار ایک خاص تناسب سے کمیشن دیتا ہے، اور اجیر مشترک اسے اپنا حق سمجھتا ہے، اور اس میں بعض مرتبہ کسی دوکان کی تخصیص ہوتی ہے، اور بعض مرتبہ بلا کسی تخصیص کے کسی بھی دوکان دار سے مال خریدنے پر وہ دوکان دار اسے کمیشن دیتا ہے، تو اس کمیشن کے لین دین کا شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :- کارپینٹر یا پلمبر وغیرہ جو دوکانداروں سے کمیشن وصول کرتے ہیں، یہ صورت اصطلاح جعالہ کے زیادہ قریب ہے اور اس کی بھی فی الجملہ گنجائش ہے؛ کیوں کہ اس کا ایسا عرف عام ہوگیا ہے کہ جہالت موجب نزاع نہیں رہی اور بخوشی لین دین جاری ہے۔

ولم یر ابن سیرین وعطاء وإبراهیم والحسن بأجر السمسار بأس. (إعلاء السنن / باب أجر السمسرة ٢٤٦/١٦ دار الکتب العلمية بيروت، ٢٠١/١٦ إدارة القرآن کراچی)

وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به، وإن كان في الأصل فاسدًا، لكثرة التعامل، وكثير من هٰذا غير جائز، فجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام، وعنه قال: رأيت ابن شجاع يقاطع نساجاً ينسج له ثياباً في كل سنة. (شامي / باب ضمان الأجير، مطلب في أجر الدلال ٨٧/٩ زكريا)

قلت: والحاصل أن الجهالة اليسيرة عفو في ما جرى به التعامل، لكونها لا تفضي إلى النزاع عادة. (إعلاء السنن / باب أجر السمسرة ٢٤٥/١٦ دار الكتب العلمية بيروت، ٢٠٢/١٦ إدارة القرآن کراچی)

اسکولوں میں داخلہ اور نصابی کتابوں پر کمیشن

سوال (۱۰۷):- اسکولوں میں داخلہ اور نصاب کی کتابوں کی خرید وفروخت میں کمیشن کا لین دین بھی عام ہے، تو اس کمیشن کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :- اسکولوں میں داخلے کے لئے کاغذات کی خانہ پوری کرانے پر مناسب اجرت لینے کی تو گنجائش ہے، لیکن اگر کسی عمل کے بغیر محض اپنی وجاہت کی بنیاد پر کوئی شخص کسی اسکول میں داخلہ کرانے کا معاوضہ لے تو یہ رشوت میں داخل ہو کر ناجائز ہوگا۔

اور نصاب کی کتابیں خریدنے کے لئے کسی خاص دوکان کی طرف محض رہنمائی کی بنیاد پر اِسکول والوں کے لئے کمیشن لینا جائز نہیں ہے؛ اِس لئے کہ فقہاء نے کسی عمل کے بغیر محض رہنمائی کرنے پر اِجارہ کو باطل قرار دیا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خاص دوکان کے التزام کی بنا پر طلبہ کو گراں قیمت کتابیں خریدنی پڑتی ہیں، جو یقیناً مناسب نہیں ہے۔

عن كثير بن عبد الله عن أبيه عن جده رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ...... المسلمون على شروطهم الخ. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما ذكر عن النبي ﷺ في الصلح بين الناس ٢٥١/١ رقم: ١٣٥٢، ذكره البخاري تعليقا / باب أجر السمسرة ٣٠٣/١، كذا في إعلاء الاسنن ٢٢٥–٢٠٢/١٦ إدارة القرآن كراچی، فقه السنة وتوضيح مذاهب الأئمة ٢٧٧/٤)

إن دلني على كذا فله كذا ...... فالإجارة باطلة؛ لأن الدلالة والإشارة ليست بعمل يستحق به الأجر، وإن قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه إن دللتني على كذا، فلك كذا إن مشى له، فدلّه فله أجر المثل للمشي لأجله؛ لأن ذلك عمل يستحق بعقد الإجارة، وإن دله بغير مشي فهو والأول سواء. (شامي، باب فسخ الإجارة / مطلب ضلّ له شيء فقال: من دلني الخ ١٣٠/٩ زكريا)

جواز السمسرة: قال الإمام البخاري: لم ير ابن سيرين وعطاء وإبراهيم والحسن بأجر السمسار بأسًا. (فتح الباري / باب أجر السمسرة ٤٥١/٤، عمدة القاري / باب أجر السمسرة ٩٣/١٢، إعلاء السنن / باب أجر السمسرة ٢٠١/١٦ إدارة القرآن كراچی)

وقال ابن عباس: لا بأس بأن يقول: بع هٰذا الثوب فما زاد على ذٰلك كذا وكذا فهو لك.

وقال ابن سيرين: إذا قال بعه بكذا فما كان من ربح، فهو لك، أو بيني وبينك فلا بأس به.

کمپنی کے منیجر کا دوکان داروں سے کمیشن لینا؟

سوال (۱۰۸):- بعض اوقات کسی کمپنی میں کوئی شخص اجیر خاص (منیجر یا سپروائزر وغیرہ) ہوتا ہے، تو اس کے لئے کمپنی کے مالک کو بتائے بغیر کمپنی کے واسطے کسی سامان کی خریداری میں دوکان دار سے اپنی ذات کے لئے کمیشن لینا درست ہے یا نہیں؟ اور اس مقصد کے لئے بلوں کی رقومات میں کمی بیشی کا کیا حکم ہے؟ (مثلاً: بل میں زیادہ رقم لکھوا کر دوکان دار سے زائد رقم خود لے لینا، وغیرہ)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق :- اجیر خاص یعنی منیجر وغیرہ وہ کمپنی کے امین ہوتے ہیں؛ لہٰذا وہ اگر کمپنی کے لئے کوئی سامان خریدے تو دوکان دار سے جو کمیشن ملے گا اسے کمپنی میں جمع کرانا ضروری ہے اور مالک کی اجازت کے بغیر خود استعمال کرنا جائز نہیں اور اس مقصد کے لئے بلوں کی رقومات میں کمی بیشی کرنا سراسر دھوکہ اور قطعاً حرام ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: …… **من غشنا فليس منا**. (صحيح مسلم ۱/۷۰ رقم: ۱۰۱، الترغيب والترهيب مكمل ٤۰۰ رقم: ۲۷۳۸ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: **ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه**. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۱۱۸/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/٤ رقم: ۵٤۹۲ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يأخذون منه شيئًا وهو أولىٰ بهم ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (رد المحتار،

كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ٦/٥ ٣٨ كراچی، وكذا في البحر الرائق / كتاب الكراهية ٨/ ٣٥٩ رشيدية)

فرم کے ملازمین کا آرڈر پاس کرانے پر کمیشن لینا؟

سوال (۱۰۹):- اسی طرح بعض فرموں میں دیکھا گیا کہ منیجر یا سپروائزر کارخانے داروں کے سپلائی کردہ مال کو (صحیح ہونے کے باوجود) اس وقت تک منظوری نہیں دیتا جب تک اپنا مقررہ کمیشن وصول نہ کرلے، اسی طرح فرم سے آرڈر دلوانے کے لئے بھی ذمہ دار ملازموں کا کمیشن لینے کا عام رواج ہے، اس قسم کے کمیشن لینے کو مالکین فرم اگرچہ غلط سمجھتے ہیں؛ لیکن وہ دانستہ طور پر ملازموں کی طرف سے چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا فرم کے ملازم یا ذمہ دار کو یہ کمیشن لینا حلال ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- فرموں کے منیجروں کا کارخانہ داروں سے مال پاس کرانے یا آرڈر دلوانے کے لئے کمیشن لینا بھی رشوت کے دائرہ میں آتا ہے، اس بارے میں فرم کے مالکین اگرچہ چشم پوشی سے کام لیں پھر بھی حکم میں فرق نہ ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الراشي والمرتشي في الحكم. (سنن الترمذي / أبواب الأحكام ١/ ٢٤٨)

ثم الرشوة أربعة أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطي. (الرد المحتار، كتاب القضاء / مطلب في الكلام على الرشوة والهدية ٥/ ٣٦٢ كراچی)

سرکاری افسران کا ٹنڈر پاس کرانے پر کمیشن لینا؟

سوال (۱۱۰):- سرکاری ٹنڈروں کی تکمیل میں افسران کا کمیشن لینا بھی عام ہے؛ بلکہ اس کے بغیر کوئی ٹنڈر پورا کرنا سخت مشکل ہے، تو اس کمیشن کے لین دین کا کیا حکم ہے؟ کیا لینے اور دینے والے دونوں کا حکم یکساں ہے؟ یا دونوں کے بارے میں حکم میں کچھ فرق ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- سرکاری ٹینڈروں کی تکمیل میں افسران کا کمیشن بھی بلا شبہ رشوت ہے، اس کا لینا تو حرام ہے ہی، بلا سخت مجبوری کے دینا بھی جائز نہیں ہے، البتہ اگر اس کے بغیر کام ہی نہ چلے تو دینے کی گنجائش ہے۔ بشرطیکہ ٹینڈر کی شرائط کے مطابق سامان وغیرہ لگانے میں کوئی کمی نہ کی جائے۔

عن كثير بن عبد اللّٰه عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: …… المسلمون على شروطهم الخ. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما ذكر عن النبي ﷺ في الصلح بين الناس ١/٢٥١ رقم: ١٣٥٢، ذكره البخاري تعليقا / باب أجر السمسرة ١/٣٠٣، كذا في إعلاء السنن ١٦/٢٠٢-٢٢٥ إدارة القرآن كراچی، فقه السنة وتوضيح مذاهب الأئمة ٤/٢٧٧)

الثالث: أخذ المال ليسوي أمره عند السلطان دفعًا للضرر، أو جلبًا لنفع، وهو حرام على الآخذ فقط. الرابع: ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله، حلال للدافع حرام على الآخذ؛ لأن دفع الضرر عن المسلم واجب. (الدر المحتار، كتاب القضاء / مطلب في الكلام على الرشوة والهدية ٥/٣٦٢ كراچی)

دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله، ولاستخراج حق له ليس برشوة، يعني في حق الدافع. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء ٩/٦٠٧ زكريا)

اشیاء کی فروختگی پر کمپنی کا انعام دینا؟

سوال (۱۱۱):- مختلف اشیاء کو فروخت کرنے اور ان کی تشہیر کے لئے کمپنیاں متعلقہ افراد کو کمیشن اور انعام دیتی ہیں، تو کیا اس طرح کا کمیشن جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق :- اشیاء کو فروخت کرنے یا ان کی تشہیر کے لئے کمپنیاں جو متعلقہ افراد کو کمیشن دیتی ہیں یہ کمیشن نہیں؛ بلکہ حوصلہ افزائی کا انعام ہے۔

قال القدوري : ويجوز للمشتري أن يزيد للبائع في الثمن، ويجوز للبائع أن يزيد للمشتري في المبيع، ويجوز أن يحط من الثمن، ويتعلق الاستحقاق بجميع ذلک، فالزيادة والحط يلتحقان باصل العقد عندنا. وعند زفرؒ والشافعيؒ: لا يصحان على اعتبار الالتحاق بل على اعتبار ابتداء الصلة. لهما: أنه لا يمكن تصحيح الزيادة ثمناً؛ لأنه يصير ملكه عوض ملكه، فلا يلتحق بأصل العقد، وكذلک الحط؛ لأن كل الثمن صار مقابلاً بكل المبيع، فلا يمكن إخراجه، فصار برًّا مبتدأً، ولنا أنهما بالحط والزيادة يغيران العقد من وصف مشروع إلى وصف مشروع، وهو كونه رابحاً أو خاسراً، أو عدلاً، ولهما ولاية الرفع، فاولى أن يكون لهما ولاية التغيير، وصار كما إذا أسقطا الخيار، أو شرطاه بعد العقد.

(الهداية / باب المرابحة والتولية ١٦٧/٥-١٦٨ مكتبة البشرى كراچی، ٧٥/٣-٧٦ الأمين كتابستان)

دواساز کمپنیوں کا ڈاکٹروں اور میڈکل اسٹور والوں کو گفٹ دینا؟

سوال (۱۱۲):- آج کل دواساز کمپنیاں ڈاکٹروں اور میڈیکل اسٹوروں کو مخصوص مقدار میں کمیشن اور گفٹ وغیرہ دیتی ہیں، تو سوال یہ ہے کہ کیا نسخہ میں محض دوا لکھنے کی وجہ سے ڈاکٹر کا کمپنی سے کمیشن یا انعام لینا جائز ہوگا؟ اسی ضمن میں یہ سوال بھی ہے کہ: بعض ڈاکٹر کمیشن کا کوئی مطالبہ نہیں کرتے ہیں، اس کے باوجود متعلقہ کمپنیاں اُن کو کچھ رقم بھجواتی ہیں، اس طرح کی رقم کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق:- اگر ڈاکٹر مناسب اور مفید سمجھے تو نسخے میں مذکورہ دوا

لکھ سکتا ہے؛ لیکن محض دوا لکھنے پر کمیشن کا مطالبہ درست نہیں ہے؛ البتہ مطالبہ کے بغیر کمپنی اگر ڈاکٹر کو کچھ انعام دے، یا میڈیکل اسٹور والوں کو کچھ چھوٹ دے تو اِس کی گنجائش ہے۔

قال القدوري: ويجوز للمشتري أن يزيد للبائع في الثمن، ويجوز للبائع أن يزيد للمشتري في المبيع، ويجوز أن يحط عن الثمن، ويتعلق الاستحقاق بجميع ذلك، فالزيادة والحط يلتحقان باصل العقد عندنا. وعند زفرؒ والشافعيؒ: لا يصحان على اعتبار الالتحاق بل على اعتبار ابتداء الصلة. لهما: أنه لايمكن تصحيح الزيادة ثمنًا؛ لأنه يصير ملكه عوض ملكه، فلا يلتحق بأصل العقد، وكذلك الحط؛ لأن كل الثمن صار مقابلاً بكل المبيع، فلايمكن إخراجه، فصار برًّا مبتدأً، ولنا أنهما بالحط والزيادة يغيران العقد من وصف مشروع إلى وصف مشروع، وهو كونه رابحاً أو خاسراً، أو عدلاً، ولهما ولاية الرفع، فاولى أن يكون لهما ولاية التغيير، وصار كما إذا أسقطا الخيار، أو شرطاه بعد العقد. (الهداية / باب المرابحة والتولية ٥/١٦٧-١٦٨ مكتبة البشرى كراچی)

خون ٹیسٹ وغیرہ کرانے پر مروجہ کمیشن؟

سوال (۱۱۳):- ایک ڈاکٹر اگر مریض کو خون کے مختلف ٹیسٹ، الٹرا ساونڈ، اور دیگر جانچوں کے لئے متعلقہ سینٹر بھیجتا ہے، تو وہ سینٹر کے مالک سے کمیشن لیتا ہے، اسی طرح چھوٹا نرسنگ ہوم اگر اپنے کسی مریض کو بڑے ہسپتال میں ٹرانسفر کرتا ہے، تو وہ فی مریض کمیشن لیتا ہے، بعض علاقوں میں گاؤں دیہات کے لوگ اگر کسی مریض کو کسی ہسپتال یا لیب وغیرہ میں لاتے ہیں، تو اس پر بھی وہ کمیشن لیتے ہیں، تو اس طرح کے کمیشن کا شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا اس کو دلالی کی اُجرت کہا جا سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- اگر ڈاکٹر حضرات ٹیسٹ وغیرہ کے لئے متعلقہ سینٹر

پر کسی کو خود لے کر جائیں یا اپنے آدمی کے ذریعہ بھجوائیں، تو اُس پر طے شدہ معاملہ کے مطابق کمیشن لینے کی گنجائش نکل سکتی ہے؛ لیکن اگر نہ خود لے کر جائیں اور نہ اپنا آدمی بھیجیں؛ بلکہ صرف نسخے پر لکھ کر ریفر کردیں جیسا کہ آج کل رائج ہے، تو اِس بنیاد پر ڈاکٹروں کے لئے کمیشن لینا جائز نہ ہوگا۔

(مستفاد: امدادالفتاویٰ ۳/۴۱۰، احسن الفتاویٰ ۷/۳۰۷)

إن دلني على كذا فله كذا ...... فالإجارة باطلة؛ لأن الدلالة والإشارة ليست بعمل يستحق به الأجر، وإن قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه إن دللتني على كذا، فلك كذا إن مشى له، فدلّه فله أجر المثل للمشي لأجله؛ لأن ذلك عمل يستحق بعقد الإجارة، وإن دله بغير مشى فهو والأول سواء. (شامي، باب فسخ الإجارة / مطلب ضلّ له شيء فقلا: من دلني الخ ١٣٠/٩ زكريا)

جواز السمسرة: قال الإمام البخاري: لم ير ابن سيرين وعطاء وإبراهيم والحسن بأجر السمسار بأسًا.

وقال ابن عباس: لا بأس بأن يقول: بع هٰذا الثوب فما زاد على ذٰلك كذا وكذا فهو لك.

وقال ابن سيرين: إذا قال بعه بكذا فما كان من ربح، فهو لك، أو بيني وبينك فلا بأس به. (صحيح البخاري / باب أجرة السمسرة ٣٠١/١)

ڈاکٹروں کا کمیشن کے لالچ میں بلاضرورت ٹیسٹ کرانا؟

سوال (۱۱۴):- بعض ڈاکٹر کمیشن کے لالچ میں غیر مفید دوا اور بلاضرورت بھی ٹیسٹ لکھ دیتے ہیں، اور کبھی کمیشن کی زیادتی کو پیش نظر رکھتے ہوئے غیر اطمینان بخش لیب کی طرف رہنمائی کردیتے ہیں، تو کیا اس صورت میں انہیں حاصل شدہ مقررہ کمیشن شرعاً درست ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- ڈاکٹروں کا کمیشن کے لالچ میں بلاضرورت ٹیسٹ

لکھنا یا غیر معتبر لیب کی طرف رہنمائی کرنا یقیناً بے مروتی اور خیانت ہے، جس کی وجہ سے انہیں حاصل شدہ کمیشن یقیناً مکروہ تحریمی ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ...... **من غشنا فليس منا.** (صحيح مسلم ٧٠/١ رقم: ١٠١، سنن الترمذي / باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع ٢٤٥/١ رقم: ١٣١٥، صحيح مسلم ٧٠/١ رقم: ١٠١، سنن ابن ماجة رقم: ٢٢٢٤، مشكلة المصابيح / باب المنهي عنها من البيوع ٢٤٨، الترغيب والترهيب مكمل ٤٠٠ رقم: ٢٧٣٨ بيت الأفكار الدولية، رواه الطبراني في الكبير والصغير ٢٦١/١)

لیب والوں کا ڈاکٹروں کو کمیشن دینا؟

سوال (۱۱۵):- بعض لیب کے ذمہ داران کسی کو بھی کمیشن نہیں دینا چاہتے؛ لیکن کمیشن کے بغیر اُن کے پاس یا تو مریض پہنچتے ہی نہیں یا کم پہنچتے ہیں، کیا ایسی مجبوری کی صورت میں کمیشن دینے کی گنجائش نکل سکتی ہے؟ کیا کمیشن لینے اور دینے کے حکم میں فرق ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- مجبوری میں لیب والوں کا ڈاکٹروں کو کمیشن دینے کی گنجائش ہے۔

عن حماد أنه كان يكره أجر السمسار إلا بأجر معلوم. (المصنف لابن ابي شيبة ٤٥٧/٤ رقم: ٢٢٠٥٧ دار الكتب العلمية بيروت، ٣٣٩/١١ رقم: ٢٢٤٩٨ المجلس العلمي)

ومما يدل على جواز ذلک عند عدم الضرر ما أخرجه سعيد بن منصور فی سننه عن مجاهد قال: إنما نهي رسول الله صلى الله عليه وسلّم أن يبيع حاضر لباد لأنه أراد أن يصيب المسلمون غرتهم، فأما اليوم فلا بأس حكاه الحافظ في الفتح (٣١١/٤) وسكت عليه. (تكملة فتح الملهم كتاب البيوع / مسئلة بيع الحاضر للمبادي ٣٣٥/١ مكتبة دار العلوم كراچی)

گاہکوں کو ہوٹل تک پہنچانے پر مقررہ کمیشن لینا؟

سوال (۱۱۶):- ائیر پورٹ، ریلوے اسٹیشن اور بس اڈے وغیرہ پر آٹو، ٹیکسی اور دیگر گاڑیوں والے، مسافروں کو متعینہ ہوٹلوں، گیسٹ ہاؤس وغیرہ تک لے جاتے ہیں، جس پر وہ مالکان سے کمیشن لیتے ہیں، شریعت کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق:- آٹو ٹیکسی اور گاڑی والے متعینہ ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤس تک گاہکوں کو لے جانے پر جو کمیشن لے تے ہیں وہ دلالی یا جعالہ کے دائرہ میں داخل ہو کر جائز ہے۔

في جعل السمسار قلت: أرأيت هل يجوز أجر السمسار في قول مالكؒ؟ قال: نعم! سألت مالكاً عن البزاز يدفع إليه الرجل المالَ يشتري له به بزاً ويجعل له في كل مائة يشتري له بها بزاً ثلاثة دنائير؟ فقال: لا بأس بذلك فقلت: أمن الجعل هذا أم من الإجارة؟ قال: هٰذا من الجعل. (المدونة الكبرى / الجعل في البيع ۴٦٦/۳)

وقال مالك: ولا بأس بأجرة السمسار والحجام الخ. (الكافي في فقه أهل المدينة / جامع الإجارات وما يباع منها الخ ۷٥٦/۲)

عن حماد أنه كان يكره أجر السمسار إلا بأجر معلوم. (المصنف لابن ابي شيبة ۴٥۷/۴ رقم: ۲۲۰٥۷ دار الكتب العلمية بيروت، ۳۳۹/۱۱ رقم: ۲۲۴۹۸ المجلس العلمي)

ولا بأس أن يجعل السمسار فيما يبتاعه من المتاع من كل ألف درهم شيئاً معلوماً ذكره ابن أبي موسىٰ. (المستوعب / باب ما يصح من الإجارة وما لا يصح ۳۲/۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۳٦/۳/۱۴ھ

"کمیشن اور اُس کی مروجہ شکلوں" کے بارے میں
اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کی تجویز

اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے گیارہویں فقہی اجتماع منعقدہ ۲۳ر تا ۲۵ر ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۳ تا ۱۵ر فروری ۲۰۱۵ء بمقام: جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدرآباد میں "کمیشن اور اُس کی مروجہ شکلوں" کے بارے میں بحث وتمحیص کے بعد درج ذیل امور طے پائے:

الف:- موجودہ دَور میں کمیشن ایسا لفظ ہے جو اپنی نوعیّتوں کے اعتبار سے مختلف معانی پر منطبق ہوتا ہے، کہیں کمیشن کا اطلاع دلالی، اجارہ یا جعالہ پر کیا جاتا ہے، اور کہیں ابتداً تبرع یا احسان پر اور کہیں صریح رشوت پر، لہٰذا نہ تو ہر طرح کے کمیشن کو جائز کہنا صحیح ہے اور نہ ہی ہر طرح کے کمیشن پر عدمِ جواز کا اطلاق درست ہے، بلکہ اصل حقیقت کو پیشِ نظر رکھ کر حکمِ شرعی متعین کیا جائے گا۔

ب:- جن صورتوں میں کمیشن دلالی یا جعالہ کے دائرے میں آتا ہے ان میں جواز کے لیے درج ذیل شرطوں کا لحاظ ضروری ہوگا:

(۱) کمیشن کسی واجبی ذمہ داری کا عوض نہ ہو، یعنی ایسے کام کا عوض نہ ہو جو عامل پر پہلے سے واجب ہو۔

(۲) کمیشن کی مباح عمل کے عوض نہ ہو جو عامل پر پہلے سے واجب ہو۔

(۲) کمیشن کی تعیین اور لین دین باہمی رضامندی سے ہو اور کسی قسم کا جبر ودباؤ نہ ہو۔

(۳) کسی مباح عمل کے عوض میں ہی کمیشن کا لین دین ہو۔

(۴) کمیشن ایسا متعین ہو جو بعد میں فریقین کے درمیان نزاع کا سبب نہ بنے، خواہ ایک متعینہ رقم ہو یا فیصد کے حساب سے۔

(۵) کمیشن کا پورا عمل دھوکہ دہی اور جبر واکراہ سے خالی ہو اور فریقین سے اجرت کی مقدار مخفی نہ ہو۔

ج:- زمین کی خرید وفروخت میں مروّجہ کمیشن دونوں فریقوں سے بھی لینا جائز ہے بشرطیکہ

کمیشن لینے والا دونوں کے درمیان معاملہ طے کرانے اور کاغذات وغیرہ تیار کرانے کے پر کمیشن لے، جیسا کہ مروّج ہے، اور اگر کسی ایک ہی فریق کا وکیل بن کر کام کرے گا تو صرف اسی سے اجرت لینے کا حق دار ہوگا، اور یہ پورا معاملہ جھوٹ اور فریب سے پاک وصاف ہونا چاہئے۔

د:- کارپینٹر اور پلمبر وغیرہ (اجیر مشترک) اگر سامان سمیت کام کرنے کا ٹھیکہ لیتے ہیں اور خود ہی دُوکان دار سے سامان خرید کر لگاتے ہیں تو اس صورت میں دوکان دار انہیں جو کمیشن دے گا، اُسے لینے کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ یہ خود اپنے لیے خریداری کر رہے ہیں اور متأجر کے وکیل نہیں ہیں۔

اور اگر کارپینٹر وغیرہ صرف کام کرنے کا اجیر ہو سامان اس کے ذمہ میں نہ ہو اور مالک خود سامان خرید کر لانے کے دے تو اس صورت میں اجیر کے لیے دوکان دار سے کمیشن لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں اجیر کا کوئی عمل نہیں پایا گیا۔

اگر اجیر مشترک نے صرف کام کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اور سامان اس کے ذمہ میں نہیں ہے تو دُوکان سے سامان لانے پر اس اجیر کے لئے بطور جعالہ کمیشن لینے کی گنجائش ہے۔

ہ:- اسکول میں داخلہ کرانے پر اگر کوئی کدوکاوش کی گئی ہو، مثلاً کاغذات کی خانہ پری وغیرہ تو اس کی مناسب اجرت لینے کی گنجائش ہے؛ لیکن اگر کسی عمل کے بغیر محض اپنی وجاہت کی بنیاد پر کوئی شخص کسی اسکول میں داخلہ کرانے کا معاوضہ لے تو رشوت میں داخل ہو کر ناجائز ہوگا۔

و:- عام طور پر یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ تعلیمی ادارے اپنا مقررہ نصاب یا ڈریس وغیرہ خاص دُوکان سے خریدنے کا طلبہ کو پابند بناتے ہیں اور اس پر دُکاندار سے کمیشن لیتے ہیں تو یہ کمیشن ان کے لیے جائز نہیں ہے۔

ز:- اَجیر خاص یعنی منیجر وغیرہ کمپنی کے اَمین ووکیل ہوتے ہیں؛ لہٰذا ایسا شخص کمپنی کے لئے اگر کوئی سامان خریدے تو دوکان دار سے جو کمیشن ملے گا وہ اُس اَجیر خاص کا حق نہیں؛ بلکہ کمپنی کا حق ہے؛ لہٰذا اُسے کمپنی میں جمع کرانا ضروری ہے اور مالک کی اجازت کے بغیر خود استعمال کرنا جائز

نہیں، اِس مقصد کے لئے بلوں میں ہیرا پھیری سراسر دھوکہ ہے، جو قطعاً حرام ہے۔

ح:- فرم کے متعلقہ ملازم کو کسی مال کے مطلوبہ معیار کی توسیع کے لئے جسے آرڈر پاس کرنا کہتے ہیں، اُس پر کمیشن لینا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ رشوت میں داخل ہے۔

ط:- سرکاری ٹینڈروں کی منظوری کے لئے متعلقہ افسران کا کمیشن لینا بلا شبہ رشوت ہے، اور ٹینڈر بھرنے والوں کے لئے اس کا عام حالات میں دینا بھی جائز نہیں؛ البتہ اگر اس کے بغیر کام نہ چلے تو دینے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ ٹینڈر کی شرائط کے مطابق سامان وغیرہ لگایا جائے۔

ی:- مختلف اشیا کی فروختگی اور اس کی تشہیر پر کمپنیاں اپنے متعلقہ افراد کو جو کمیشن دیتی ہیں وہ جائز ہے۔

ک :- دواساز کمپنیاں اپنی دواؤں کی ترویج کے لئے ڈاکٹروں کو بلا مطالبہ کچھ انعام دیتی ہوں اور ڈاکٹرس دوا کو مفید سمجھ کر تجویز کرتے ہوں تو اُس کی گنجائش ہے؛ لیکن ڈاکٹر کے لئے اس کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ اِسی طرح میڈیکل اسٹور کو خاص مقدار میں دواؤں کی فروختگی پر کمپنیوں کی طرف سے جو انعام دیا جائے اس میں بھی کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ یہ یا تو حطِ ثمن کے دائرہ میں آتا ہے یا انعام کے۔

ل:- آج کل معالجین کی طرف سے مختلف بہانوں سے کمیشن لینے کے رواج کی وجہ سے علاج گراں سے گراں تر ہوتا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے عوام سخت پریشان ہیں، جب کہ مریض کے لئے مفید تر دوا تجویز کرنا، حسبِ ضرورت ٹیسٹ تجویز کرنا، کسی اور معالج یا اسپتال کو ریفر کرنا معالج کی ذمہ داری ہے؛ لہٰذا اُس کا لیب، اسپتال، میڈیکل اسٹور اور وہ معالج جس کو ریفر کیا گیا ہے اس سے کمیشن لینا جائز نہیں ہے۔

م:- اِسی طرح معالجین کا بلا ضرورت ٹیسٹ لکھنا یا غیر معتبر لیب کی طرف رہنمائی کرنا دھوکہ دہی اور خیانت کی بنیاد پر ناجائز ہے۔

ن:- اگر کسی نے الٹرا ساؤنڈ یا لیب کی دُوکان کھولی ہے اور مارکیٹ کی موجودہ صورتِ

حال میں اُس کے لئے ڈاکٹروں کو متعینہ کمیشن دئے بغیر اپنا سینٹر یا دُوکان چلانا مشکل ہو، تو ایسی صورت میں اس کے لئے مجبوراً ڈاکٹروں کو متعینہ کمیشن دینے کی گنجائش ہوگی؛ لیکن ڈاکٹر کے لئے اُس کا لینا جائز نہ ہوگا۔

س:- آٹو، ٹیکسی اور گاڑی والے مخصوص ہوٹلوں تک مسافروں کو لے جانے پر جو کمیشن ہوٹل والوں سے لیتے ہیں وہ جعالہ میں داخل ہوکر جائز ہوگا، بشرطیکہ اُس میں جھوٹ اور دھوکہ نہ ہو۔

◆

قفیز طحان اور اُس کی نظائر کا حکم

لونی پر دھان کٹانا؟

سوال (۱۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دھان جو لونی پر کٹائے جاتے ہیں، تو کیا اُنہیں دھانوں میں سے لونی دینا درست ہے یا نہیں؟ لونی ہمارے یہاں ایک اصطلاح ہے یعنی جو غلہ مزدور تیار کرتے ہیں، اسی غلہ میں سے مزدوری کے طور پر دیتے ہیں، اس کو ''لونی'' کہا جاتا ہے، تو کیا یہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ شرط لگائی جائے کہ اَجیر کے عمل کے ذریعہ نکلے ہوئے گیہوں ہی اُجرت میں دئے جائیں گے، تو یہ معاملہ ناجائز ہے؛ لیکن اگر مطلق گیہوں اُجرت میں طے کئے گئے تو عرفِ عام کی وجہ سے اُس کی گنجائش ہوگی۔

قال الشامي: مطلب يخص القياس والأثر بالعرف العام دون الخاص، قال في التبيين: ومشائخ بلخ والنسفي يجيزون حمل الطعام ببعض المحمول ونسج الثوب ببعض المنسوج لتعامل أهل بلادهم بذلک، ومن لم يجوّزه قاسه على قفيز الطحان. (شامي، باب الإجارة الفاسدة / مطلب: يخص القياس والأثر بالعرف العام دون الخاص ۵۸/۶ دار الفكر بيروت، ۸۰/۹ زكريا)

وفسد استيجار حائک لينسج له غزلاً بنصفه: أي بنصف الغزل أو ثلثه، أو استيجار حمار ليحمل عليه طعامًا إلى بيته بقفيز منه، أو ثور ليطحن له بُرًا بقفيز من دقيقه، أما فساد الأولى والثانية؛ فلأنه جعل الأجر بعض ما يخرج من

عمله، فصار في معنى قفيز الطحان، وقد نهى عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم. والمعنى فيه أن المستأجر عاجزٌ من تسليم الأجر؛ لأنه بعض ما يخرج من عمل الأجير، والقدرة على التسليم شرطٌ لصحة العقد، وهو لا يقدر بنفسه، وإنما يقدر بغيره، فلا يُعدّ قادرًا ففسد ……، حتى لو أطلق ولم يُضفه، أو أفرزه له أولاً، جاز بالإجماع، وهو الحيلة. (مجمع الأنهر مع الدر المنتقى / باب الإجارة الفاسدة ٣٨٧/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت، الدر المختار / باب الإجارة الفاسدة ٥٦/٦-٥٧ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۹/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گیہوں کاٹنے کی اُجرت کٹے ہوئے گیہوں سے دینا؟

سوال (۱۱۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل لوگ کھیتوں کو اِس طرح کاٹتے ہیں کہ اگر چار کلو گیہوں کاٹا، تو ایک کلو اس میں سے کاٹنے والے کو ملے گا، اس طرح کاٹنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو کیوں؟ جب کہ متعین ہے، اس میں کسی قسم کا جہل نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح شرط متعین کرکے اُجرت دینا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ جو اُجرت متعین کی جارہی ہے وہ اَجیر ہی کے عمل سے مہیا ہونے والی ہے، اور ایسی شئ اُجرت میں متعین کرنا قفیز طحان کے معنی پائے جانے کی وجہ سے ممنوع ہے؛ البتہ اگر مطلقاً گیہوں اُجرت میں مقرر کریں، اور اُسی اَجیر کے عمل سے نکلے ہوئے گیہوں کی شرط نہ لگائیں تو یہ معاملہ درست ہوگا۔

لأنه جعل الأجر بعض ما يخرج من عمله فيصير في معنى قفيز الطحان وقد نهي النبي عليه السلام. (الهداية / باب الإجارة الفاسدة ٣٠٥/٣ الأمين كتابستان ديوبند)

يستأجر إنسانًا ليطحن له الحنطة بنصف دقيقها ...... فذٰلك فاسد والحيلة في ذٰلك لمن أراد الجواز أن يشترط صاحب الحنطة قفيزاً من الدقيق الجيد ولم يقل من هٰذه الحنطة...... إذا لم يكن مضافاً إلى حنطة بعينها يجب في الذمة. (الفتاوىٰ الهندية ٤٤٤/٤، شامي / باب الإجارة الفاسدة ٥٦/٦ كراچی، ٧٩/٩ زكريا، انوار رحمت ٣٢١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۵/۱۲/۱۴۱۳ھ

پسائی قرضہ (جلن) کاٹنا؟

سوال (۱۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل عام طور سے جو پسائی قرضہ (جلن) کاٹتے ہیں وہ کاٹنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پسائی پر قرضہ کاٹنا اس وقت جائز ہوگا جب کہ پیسنے سے قبل مطلقاً اُجرت مقرر ہوگئی ہو کہ خواہ پیسے جانے والے آٹے سے دے یا علیحدہ دے یا پھر پہلے ہی گیہوں اجرت میں لے لے اور بعد میں ساتھ ملا کر پیس دے، اگر ان اُمور کا خیال نہ رکھا گیا تو یہ معاملہ قفیز طحان کی نہی میں داخل ہوکر ممنوع ہوگا۔

والحيلة أن يفرز الأجر أولاً أو يسمّي قفيزًا بلا تعيين ثم يعطيه قفيزًا منه فيجوز (الدر المختار) أي ويسلمه إلى الأجير فلو خلطه بعد وطحن الكل ثم أفرز الأجرة ورد الباقي جاز. ولا يكون في معنى قفيز الحطان. (الدر المختار مع الشامي / باب الإجارة الفاسدة ٥٧/٦ دار الفكر بيروت، ٧٩/٩ زكريا)

صورة قفيز الطحان أن يستأجر الرجل من آخر ثورًا ليطحن به الحنطة على أن يكون لصاحبها قفيزٌ من دقيقها، أو يستأجر إنسانًا ليطحن له الحنطة بنصف

دقيقها أو ثلثه أو ما أشبه ذٰلك، فذٰلك فاسد. والحيلة في ذٰلك لمن أراد الجواز أن يشترط صاحب الحنطة فقيزًا من الدقيق الجيد، ولم يقل: من هٰذه الحنطة، أو يشترط ربع هٰذه الحنطة من الدقيق الجيد؛ لأن الدقيق إذا لم يكن مضافًا إلى حنطة بعينها، يجب في الذمة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الفصل الثالث في قفيز الطحان ٤٤٤/٤ زكريا، تبيين الحقائق / باب الإجارة افاسدة ١٢٧/٦-١٢٩ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يكون في معنى قفيز الطحان إذا لم يستأجره أن يطحن بجزء منه أو بقفيز منه. كما في المنح عن جواهر الفتاوىٰ. (شامي / باب الإجارة الفاسدة ٥٧/٦ كراچی، ٧٩/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱/۲ھ

دھان گہانے کی اُجرت میں بھوسہ لینا؟

سوال (۱۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں مشین والے دوسروں کے دھان وغیرہ اپنی مشین سے گہاتے (صاف کرتے) ہیں، اور اجرت میں کبھی پیسہ لے لیتے ہیں، اور کبھی صاف کرنے کے بعد جو بھوسہ نکلتا ہے وہی لے لیتے ہیں، یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اُجرت میں اگر متعین پیسہ طے ہو تو اس کے جواز میں تو کوئی اشکال ہی نہیں، اسی طرح اگر مطلق بھوسہ طے کیا جائے، جس کا وزن پہلے سے متعین ہو، اور یہ شرط نہ ہو کہ اسی مشین سے جو نکلے گا وہی اجرت میں دیا جائے گا، مثلاً مطلقاً یہ طے کرلیا جائے کہ گاہنے کے بدلہ میں ۵/کوئنٹل بھوسہ ملے گا، خواہ وہ بھوسہ کہیں سے بھی لاکر دیا جائے تو بھی یہ معاملہ جائز رہے گا؛ لیکن اگر یہ طے کیا گیا کہ اسی مشین سے جو بھوسہ نکلے گا وہی اجرت کے طور پر ہوگا، تو یہ

معاملہ فاسد ہوگا؛ اس لئے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حدیث میں اس طرح کے معاملہ (قفیزِ طحان) سے منع فرمایا ہے۔

هي عقد على المنافع بعوض. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الأول ٤/ ٤٠٩ زكريا)

صورة قفيز الطحان أن يستأجر الرجل من اٰخر ثوراً ليطحن بها الحنطة على أن يكون لصاحبها قفيز من دقيقها أو استأجر إنسانًا ليطحن به الحنطة بنصف دقيقها أو ثلاثة أو ما أشبه ذٰلك فذٰلك فاسد، والحيلة في ذٰلك لمن أراد الجواز أن يشتري صاحب الحنطة قفيزاً من الدقيق الجيد، ولم يقل من هٰذه الحنطة أو يشترط ربع هٰذه الحنطة من الدقيق الجيد؛ لأن الدقيق إذا لم يكن مضافاً إلى حنطة بعينها يجب في الذمة. (الفتاوىٰ الهندية، الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الثالث ٤/ ٤٤٤ زكريا، الدر المختار مع الشامي، باب الإجارة الفاسدة / مطلب تحريمهم في عدم جواز الاستيجار الخ ٩/ ٧٩)

لأنه جعل الأجر بعض ما يخرج من عمله فيصير في معنى "قفيز الطحان" وقد نهىٰ عنه عليه الصلاة والسلام وهو أن يستأجر ثورًا ليطحن له حنطة بقفيز من دقيقه فصار هٰذا أصلاً يعرف به فساد جنسه. (تبيين الحقائق ٦/ ١٢٧-١٢٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

◆

سفتجہ اور ہنڈی کے مسائل

ہُنڈی کے کاروبار کا حکم؟

سوال (۱۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید بمبئی میں رہتا ہے اور لوگوں کی رقمیں بمبئی سے اُن کے وطن پہنچانے کا کام کچھ اُجرت کے عوض میں کرتا ہے، زید کی اُجرت شرعاً درست ہے یا نہیں؟ نیز سفاتج (جس کی حدیث پاک میں ممانعت آئی ہے) کی کیا صورت ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سفتجہ یعنی ہنڈی کے کاروبار کی ممانعت صراحۃً حدیث میں نہیں ہے؛ البتہ فقہاء کرام نے قرض سے استفادہ کی ممانعت پر قیاس کرتے ہوئے اس معاملہ کو مکروہ کہا ہے، اور رقم ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے پر اُجرت لینا دراصل اپنا حق محنت وصول کرنا ہے، اور اس کی قریبی نظیر منی آرڈر کے ذریعہ رقموں کی ترسیل ہے، اس میں ابتلاء عام اور عرف عام کی وجہ سے مفتیان نے جواز کی گنجائش دی ہے؛ لہٰذا سوال میں ذکر کردہ معاملہ کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔

وكرهت السفتجة وهي إقراض لسقوط خطر الطريق، وفي الشامية: وصورتها: أن يدفع إلى تاجر مالًا قرضًا ليدفعه إلى صديقه، وإنما يدفعه قرضًا لا أمانةً ليستفيد به سقوط خطر الطريق الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحوالة / مطلب: في السفتجة وهي البوليصةُ ١٧/٨ زكريا، مستفاد: إمداد الفتاویٰ ١٤٦/٣، فتاویٰ محموديه ٦٠٨/١٦ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳؍۷؍۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ہنڈی جائز ہے؟

سوال (۱۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عرب ممالک میں کچھ لوگ ہنڈی کا کام کرتے ہیں، وہ لوگ وہاں پر کچھ آدمیوں کو ایجنٹ بناتے ہیں، ایجنٹ لوگ ہندوستانی ملازمین سے ریال وصول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے ریال ہندوستانی روپیہ تبدیل کرکے تمہارے گھر پہنچادیئے جائیں گے، ایجنٹوں کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ وصول شدہ ریال کا کچھ فی صدی کمیشن ملتا ہے، پھر ہندوستان میں کچھ ایجنٹ ہوتے ہیں جو ہنڈی والے سے کچھ فی صدی کمیشن پاتے ہیں اور ریال دینے والوں کے گھر پہنچا دیتے ہیں، اب مندرجہ ذیل سوالات درپیش ہیں:

(۱) کیا عرب ممالک میں ریال وصول کرنے والے ایجنٹوں کو کچھ فی صدی کمیشن لینا جائز ہے؟

(۲) کیا ہندوستان میں گھروں تک روپیہ پہنچانے والوں کو کچھ فیصدی کمیشن لینا جائز ہے؟

(۳) اور بصورت مجبوری باہر ممالک میں رہنے والے لوگوں کے لئے ہنڈی کے ذریعہ اپنے گھر پیسہ بھیجنا شرعاً کیسا ہے؟ جب کہ حکومت کی جانب سے ہنڈی پر پابندی لگی ہوئی ہے؟

(۴) مذکورہ صورتوں کے علاوہ اگر ہنڈی کی دوسری صورت ہو، مثلاً ایک ہی آدمی باہر ملک سے پیسہ وصول کرکے گھر تک پہنچارہا ہے درمیان میں وہ اس پیسہ سے کوئی تجارتی سامان بھی لاکر فائدہ حاصل کررہا ہے، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ کیا پیسہ بھیجنے والے اور ہنڈی کا کام کرنے والے دونوں کا حکم یکساں ہے یا کچھ فرق ہے؟ اگر ہو تو جواب میں تفصیل سے لکھیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اصالۃً تو یہ معاملہ مکروہ ہے؛ کیوں کہ اس میں قرض پر نفع اٹھانے کی خرابی کا شبہ پایا جاتا ہے؛ تاہم بعض اکابر نے ضرورت کی بنا پر مروجہ منی آرڈر کو دائرۂ جواز میں لاکر گنجائش نکالی ہے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے اگر معاملہ طے شدہ ہو اور نزاع کا اندیشہ نہ ہو، تو مذکورہ صورت میں عمل میں لانے کی گنجائش ہے، اور بیرونی ملک یا اندورن ملک ایجنٹ اپنی

مقررہ اجرت لے سکتے ہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱۴۶/۳، فتاویٰ محمودیہ ۶۰۸/۱۶ ڈابھیل)

(۳) مسئولہ صورت میں ایسا معاملہ جس پر حکومت کی طرف سے پابندی لگی ہوئی ہے، اس سے احتراز کرنا چاہئے؛ تاہم جان ومال کے تحفظ کے ساتھ اگر یہ معاملہ کیا جائے، تو شرعاً گنجائش ہوگی۔

لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض. (الدر المختار مع الشامي ٤١٦/٦ زكريا)

وفي الشامية: طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة. (شامي ٥٣/٣ زكريا)

(۴) مسئولہ صورت میں یہ شخص اگر امین بنا کر بھیجا جارہا ہے تو اسے درمیان میں اس رقم سے تجارت کی اجازت نہیں، اور اگر اسے ضامن بنا کر بھیجا جارہا ہے، تو گویا کہ وہ رقم دینے والے کا مقروض ہے؛ اس لئے اس کو تجارت کرنے کی اجازت ہوگی، اور امین اور ضامن میں فرق کا پتہ اس طرح چلے گا کہ اگر وہ امانت کے بلاتعدی ضائع ہونے کا دعوی کرے تو دینے والا اس کے دعوی پر مطمئن ہوجائے، اور اگر مطمئن نہ ہو؛ بلکہ بہرحال مطالبہ کرے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے بطور ضمان روپئے دئے تھے، نہ کہ بطور امانت، اور اگر پیسہ لے جانے والا اجرت پر کام کرتا ہے، تو اس کے ہنڈی کے کام میں کوئی فرق نہیں، اور اگر اجرت کے بغیر کام کرتا ہے تو وہی تفصیل ہے جو اوپر لکھی گئی۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾

[النساء، جزء آیت: ۵۸]

في الهداية: ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة والأجرة معلومة، سواء كانت من المثليات، أو من القيميات، أو كانت منفعة أخرى؛ لأن جهالتها تفضي أيضًا إلى المنازعة، فيفسد العقد. (شرح المجلة ٢٥٤/١)

وأما حكمها: فوجوب الحفظ على المودع، وصيرورة المال أمانة في يده، ووجوب أدائه عند طلب مالكه، والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تواجر ولا ترهن، وإن فعل شيئا منها ضمن. (الفتاوىٰ الهندية / أول كتاب الوديعة ٣٣٨/٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۵/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہنڈی کا کاروبار؟

سوال (۱۲۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہنڈی کا کاروبار یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر یا گاؤں روپیہ پہنچاتے ہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ ممبئی میں روپیہ لیا فی سیکڑہ ۵/روپیہ ۶/روپیہ ۷/روپیہ وغیرہ سے، اب جس دوسرے شہر یا گاؤں کا ہوتا ہے وہاں گاڑی یا آدمی کے ذریعہ پہنچا دیا جاتا ہے، ایسا کرنا بنگاہ شریعت صحیح ہے یانہیں؟ نہیں تو اس کی شکل وصورت کیا ہوگی کہ جواز ہو جائے، بالکل جائز نہیں ہے، یا کچھ گنجائش ہے، جو بھی ہو شریعت کے مطابق جواب سے نوازیں، یہاں اختلاف ہو گیا ہے، ایک جماعت کہتی ہے کہ ہنڈی کا کاروبار صحیح ہے؛ کیوں کہ اس میں وقت خرچ ہوتا ہے، گاڑی سے لے کر جاتے ہیں، تو پٹرول اور وقت خرچ ہوتا ہے؛ لہٰذا صحیح اور جائز ہے، اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جائز نہیں؛ کیوں کہ حکومت کی چوری ہے، حکومت کو کوئی ٹیکس وغیرہ نہیں دیا جاتا ہے؛ لہٰذا تحریر فرمائیں دونوں میں سے کس کی بات صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موجودہ دور میں ہنڈی کے کاروبار پر عقد حوالہ کی تعریف صادق آتی ہے اور ساتھ میں ہنڈی پہنچانے والے کو مقررہ جگہ تک رقم پہنچانے میں محنت کرنی پڑتی ہے، اس کی اجرت لینا بھی شرعاً منع نہیں ہے، اس لئے منی آرڈر فارم اور بینکوں کے ڈرافٹ کی طرح یہ معاملہ بھی جائز ہونا چاہئے، اور حکومت سے چھپ کر کام کرنا حرمت کی علت نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ حکومت کی پابندی خود بے محل ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۱۴۶)

إن معظم الأوراق المالية التي يتعامل بها الناس اليوم حكم التعامل بها حكم الحوالة. (تكملة فتح الملهم ١/٥١٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۵/۱۲/۳۰ھ

ہنڈی کے کاروبار میں جواز کی شکل

سوال (۱۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ہنڈی کا کام کرتا ہے، اِسی طرح انڈیا سے دوائیاں لے جاکر عرب ممالک میں فروخت کرتا ہے، حالاں کہ عرب حکومت کی جانب سے ایسا کرنا سخت منع ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں زید کا دوائیاں لے جاکر وہاں فروخت کرنا کیسا ہے؟ اور اِسی طرح ہنڈی کا کام کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور اس حاصل شدہ نفع کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ کیا ابتلائے عام کی وجہ سے اس میں کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کے متبادل صورتیں تحریر فرمائیں، اِسی طرح ہر ایسا کام جو شرعاً جائز ہو؛ لیکن حکومت کی جانب سے پابندی ہو، تو اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہنڈی میں جواز کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ ہنڈی کے طور پر پیسہ منتقل کرنے والا شرعاً اجیر بن جائے، اور اپنے عمل کی اُجرت متعین طور پر مالک سے وصول کرے، تو یہ معاملہ منی آرڈر کے حکم میں ہوکر دائرۂ جواز میں آ جائے گا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۱۴۶)

اور اپنے ملک سے کسی دوسرے ملک میں دوائیں منتقل کرکے کاروبار کرنا فی نفسہٖ حلال ہے، اور اس کی آمدنی جائز ہے؛ لیکن چوں کہ حسبِ تحریر سوال عرب ممالک میں اس طرح کا کاروبار غیر قانونی ہے؛ اس لئے اس میں جان و مال کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ بریں بناء ایسے کاروبار سے منع کیا جائے گا؛ تاکہ جان و مال اور عزت کی حفاظت رہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [البقرة، تحت رقم: ۱۹۵] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳/۵/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

منی ٹرانسفر کا کاروبار کرنا؟

سوال (۱۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وسٹرن یونین (منی ٹرانسفر) کا کاروبار کرنا شریعت کی رو سے کیسا ہے؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ باہر ملکوں سے پیسے منگوانے کا ایک آسان طریقہ ہے، اور سب سے جلدی اس سے پیسہ آجاتے ہیں، اور جب پیسے بھیجنے والا باہر ملک میں پیسے لگاتا ہے، تو وہاں سے اس کو کوڈ نمبر ملتا ہے، وہ کوڈ نمبر وہ یہاں بھیجتا ہے، جس کو پیسے بھیجا ہے وہ کوڈ نمبر لے کر وہاں آتا ہے جہاں اُس کی مشین ہوتی ہے، اور پورے پتہ سے اس کو اتنا ہی پیسے مل جاتا ہے، جتنا اس نے بھیجا ہے، یہاں پر اس میں کوئی کمی نہیں کرتے، اب ان لوگوں کو سرکار اجرت دیتی ہے، مثلاً ایک لاکھ روپئے اُن کی مشین پر آگئے، تو اب اُن کو پانچ سو روپئے دے گی، جہاں سے مرسل پیسے بھیجتا ہے، وہاں پیسے لگتے ہیں یا نہیں؟ اِس کی تفصیل معلوم نہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں منی ٹرانسفر کی جو شکل لکھی گئی ہے، یہ موجودہ دور میں منی آرڈر کی ایک جدید شکل ہے، اس میں پیسہ منتقل کرنے والا اَجیر کی حیثیت سے اپنا حق المحنت وصول کرتا ہے، اس لئے شرعاً اس کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۱۴۶)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ منی آرڈر سے متعلق سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’منی آرڈر مرکب ہے دو معاملوں سے، ایک قرض: جو اصل رقم سے متعلق ہے، دوسرے اجارہ: جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنامِ فیس کے دی جاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں، پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے۔ اور چوں کہ اس میں ابتلاء عام ہے، اس لئے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔ (امداد الفتاویٰ، کتاب الربوا/ عنوان: تحقیق منی آرڈر ۳/۱۴۶ دار العلوم کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حکومت کی چوری سے پارٹی کے ذریعہ باہر سے روپیہ منگانا؟

سوال (۱۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک پارٹی ہے جو حکومتِ ہند کی چوری سے ہندوستان میں مطلوبہ مقام پر اپنی ذمہ داری پر روپیہ بھیجتی ہے، اس پارٹی کے ذریعہ روپیہ بھیجنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ پارٹی سے مندرجہ ذیل مراعات حاصل ہیں:

الف:- یہ پارٹی بینک کے مقابلہ میں پندرہ سے بیس فیصد کی چھوٹ دیتی ہے۔

ب:- بینک سے ڈرافٹ بنانے میں یہاں نقد دینار جمع کرنا ہوتا ہے، جب کہ یہ پارٹی بغیر کچھ لئے ہوئے بھی وطن پر روپیہ دلا دیتی ہے۔

ج:- ڈرافٹ پہنچنے اور کیش (بھننے) میں بیس پچیس دن لگ جاتے ہیں، وطن میں روپیہ کی فوری ضرورت ہو، مثلاً شادی ہو یا ہاسپٹل میں ایمرجنسی آپریشن ہو، پارٹی ٹیلی فون کر کے دو تین گھنٹے کے اندر روپیہ دلا دیتی ہے، تو اس پارٹی کے ذریعہ تعاون لینا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ معاملہ منی آرڈر کے مثل ہے، جس کی ضرورۃً اجازت دی گئی ہے۔ (امدادالفتاویٰ ۱۴۶/۳)

لہٰذا طریقۂ مذکورہ پر باہر سے ہندوستان میں روپیہ بھیجنا شرعاً جائز ہے؛ لیکن اگر اس طرح بھیجنے میں جان ومال کی ہلاکت یا بے عزتی کا اندیشہ قوی ہو تو اس کی اجازت نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۶۰۸/۱۶ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۲/۲/۲۸ھ

”کوریئر“ کی اُجرت لینا؟

سوال (۱۲۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ممبئی میں پڑوسیوں کے کمروں یا بازاروں میں جا کر یہ کہتا ہے کہ آپ لوگ اگر روپیہ گھر

بھیجیں تو مجھے دے دیں، ہم آپ کے نام سے آپ کے گھر پہنچا دیں گے؛ لیکن ہر ہزار میں پچاس روپئے ہم آپ سے لیں گے، تو پردیسیوں نے زید کو روپیہ دیا، زید نے اس روپیہ کو لیا اور بکر کے نام سے ''بارسوئی پبلک بینک'' میں بھیجا، بکر نے اس روپیہ کو ''بارسوئی پبلک بینک'' سے چھڑا لیا، اس کو ہم لوگ آج کل ''کوریئر'' کہتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گھر تک رقم پہنچانا ایک عمل ہے، اگر کوئی شخص اس عمل کی اُجرت لے، اور اُجرت کی مقدار مجلس عقد میں اس طرح متعین ہو جائے کہ بعد میں نزاع کا اندیشہ نہ ہو، تو اس طرح کا معاملہ کرنے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ولا یصح حتی تکون المنافع معلومة والأجرة معلومة. (الهداية / كتاب الإجارات ۳/ ۲۹۳ مكتبه بلال ديوبند) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۰/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اپنے ذرائع سے جلدی روپیہ پہنچانے کی اُجرت لینا؟

سوال (۱۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنا دہلی سے کوریئر کا کاروبار کرتا ہے، دہلی سے بہار صرف دو ضلع سہرسا، سپول، جس طرح منی آرڈر ایک ہزار روپئے لگانے پر پچاس روپئے لیتے ہیں، اور ڈاک میں منی آرڈر کو ہفتہ پندرہ دن مہینوں لگ جاتے ہیں، زید صرف ۲۴ رگھنٹہ کی ذمہ داری لیتا ہے، اور ۲۴ رگھنٹہ پورا ہونے سے پہلے پہلے اُن کی رقم اُن کے گھر تک زید پہنچا دیتا ہے، زید ایک ہزار روپیہ لگانے پر ساٹھ روپیہ لیتا ہے، زید اپنا کوریئر کا کاروبار اس طرح کرتا ہے کہ زید کو بکر نے ایک ہزار روپیہ دئے اور کہا کہ میرے گھر پر میرے والد کو ایک ہزار روپیہ پہنچا دیں، زید اپنے گھر فون کر دیتا ہے کہ بکر کے والد کو ایک ہزار روپیہ دے دو، زید کے گھر والے ۲۴ رگھنٹہ پورا ہونے سے پہلے پہلے بکر کے گھر تک پہنچا دیتے ہیں، زید کے اس کاروبار سے کافی لوگ خوش ہیں اور زید کے کاروبار کو ایک سال ہو چکا ہے، اب کچھ لوگ کاروبار کی تیزی

کو دیکھ کر اعتراض کرنے لگے ہیں کہ یہ کاروبار ٹھیک نہیں ہے، جو لوگ اعتراض کرتے ہیں، وہ خود بھی اپنا روپیہ زید کے ذریعہ ہی اپنے گھر بھیجتے ہیں، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ زید کا اس طرح کاروبار کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ کاروبار اگرچہ سفتجہ اور ہنڈی کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے؛ لیکن ابتلاء عام اور لوگوں کی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر جس طرح اکابر نے منی آرڈر کے معاملہ کی اجازت دی ہے، اسی طرح یہ معاملہ بھی جائز ہے؛ لہٰذا زید پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں، اور زید روپئے پہنچانے پر اپنا حق محنت اور اُجرت وصول کر سکتا ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱۴۶/۳)

وكرهت السفتجة، وصورتها أن يدفع إلى تاجر مالاً قرضًا ليدفعه إلى صديقه، وإنما يدفعه قرضًا لا أمانة ليستفيد به سقوط خطر الطريق. (شامي، كتاب الحوالة / مطلب في السفتجة ١٧/٨ زكريا)

وحاصله عندنا قرض استفاد به المقرض أمن خطر الطرق للنهي عن قرض جر منفعة، وقيل إذا لم تكن المنفعة مشروطة فلا بأس به، وفي البزازية من كتاب الصرف ما يقتضي ترجيح الثاني. (البحر الرائق / قبيل كتاب القضاء ٢٥٤/٦ كراچی)

وتكره السفتجة وهي الأقراض أي أن يقرض إلى تاجر مثلاً قرضًا ليدفعه إلى صديقه في بلد آخر لسقوط خطر الطريق، وإنما كرهت لورود النهي عن قرض جر نفعًا. (مجمع الأنهر / آخر كتاب الحوالة ١٥٠/٢ دار إحياء التراث العربي)

قال أصحابنا: تكره السفاتج إذا كانت على شرط، ولا بأس بها على غير شرط.

وقال الثوري: لا يشترط، وقيل إلى من أدفع؟

وقال مالک: أكره السفاتج؛ لأنه قرض جر منفعة. (مختصر اختلاف العلماء ١٩٤/٤ رقم: ١٨٨٦ دار البشائر الإسلامية) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۵/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

◆

جانوروں کو پال پر دینا

بکری کو اَدھیا پر دینا؟

سوال (۱۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رشید نے کریم کو بکری اس طور پر دی کہ جب یہ بکری بچہ دے گی، تو بچہ میں سے آدھا بکری پالنے والے کا اور آدھا بکری کے مالک کا اور بکری مسلم بکری کے مالک رہے گی، بصورتِ دیگر بکری بچہ نہ دے سکی، تو بکری مالک ہی کے حوالے ہوگی، پالنے والے کا اس میں کوئی حصہ نہ ہوگا، اس صورت میں بھی بکری نے دو بچے دیئے، ایک رشید نے لیا اور ایک کریم نے، بایں صورت دونوں بچوں کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ اس کی بھی وضاحت فرمانے کی زحمت گوارہ کریں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ بھی اصلاً فاسد ہے، اور بکری بچے دے یا نہ دے، بہر صورت اس کا مالک رشید ہی ہے، اور کریم اُجرتِ مثل کا حق دار ہے، اس معاملے کے اعتبار سے کریم کا بکری کے پیدا شدہ دو بچوں میں سے ایک بچہ لینا اور اس کی قربانی کرنا درست نہ ہوگا؛ البتہ اگر بچے کی پیدائش سے پہلے رشید نے کریم کو کسی بھی طرح بکری کے آدھے حصے کا مالک بنادیا ہو، اس کے بعد اگر دو بچے پیدا ہوئے، تو دونوں میں ایک ایک تقسیم ہو جائے گا۔ یا اگر پہلے سے اگر مالک نہ بنایا ہو، تو بچوں کی پیدائش کے بعد رشید کریم کو اس کی خدمت کی اُجرتِ مثل دے کر پیدا شدہ بکری کا ایک بچہ ہبہ کردے، تو بھی کریم اس بچے کا مالک ہو جائے گا اور اس کی قربانی اس کے لئے درست ہوگی۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۳/۴۲ کتب خانہ اختری سہارنپور، فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۵۹۵ ڈابھیل)

وعلى هٰذا إذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين فما

حدث فهو لصاحب البقرة، وللآخر مثل عليه وأجر مثله. (شامي ٣٢٧/٤ كراچی)

والحيلة في ذلك أن يبيع نصف البقرة من ذلك الرجل ونصف الدجاج نصف بذر الفليق بثمن معلوم حتى تصير البقرة وأجناسها مشتركة فيكون الحادث منهما على الشركة. (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهندية ٣٣٢/٢ زكريا، ومثله في الفتاوىٰ الهندية ٤٤٥/٤، بزازية ٣٧/٥، الفتاوىٰ التاتارخانية ٥٠٥/٧ رقم: ١١٠١٠-١١٠١١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا جانور کو پال پر دینا جائز ہے؟

سوال (۱۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص گائے بھینس کے بچہ کو پالنے کے لئے کسی دوسرے شخص کو دیدے، اور اس کے بڑے ہونے پر اُسے فروخت کیا جائے، یا فریقین میں سے کوئی نصف ثمن کے ساتھ اُسے لے لے، تو کیا اس طرح کا معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ صورتِ حال عموماً دیہات میں کثرت سے مروج ہے، واضح دلائل کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں؟

اور بھینس یا گائے کے سلسلہ میں اس مسئلہ کی صورت حال کچھ اس طرح ہے کہ گائے اور بھینس کو تہائی حصہ پر کسی دوسرے کے حوالہ کردیا جاتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جانور کو پال پر دینا جیسا کہ آج کل رائج ہے، اجارۂ فاسدہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، جواز کی شکل صرف یہ ہوسکتی ہے کہ ابھی سے پالنے والے کو جانور میں آدھے کا شریک بناکر اس کی ملکیت میں دے دیا جائے، ایسی صورت میں پالنے پر جو خرچ آئے گا وہ بھی دونوں پر ہوگا اور اس سے جو دودھ یا بچہ کی افزائش ہوگی، اس میں دونوں شریک ہوں گے، اب بطور توسع کے اگر شریکین آپس میں ایک دوسرے سے کسی مزید حق کا مطالبہ نہ کریں

تو اس میں حرج نہ ہوگا۔ (انوار رحمت ۲۲۵، فتاویٰ محمودیہ ۸/۲۳۵، ۱۲/۴۰۵، ۱۳/۳۳۸، ۱۴/۳۲۷)

دفع بقرة إلى رجل على أن يعلفها، وما يكون من اللبن والسمن بينهما انصافًا، فالإجارة فاسدة ...... والحيلة في جوازه أن يبيع نصف البقرة منه بثمن، ويبرئه عنه، ثم يأمر باتخاذ اللبن والمصل، فيكون بينهما. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤/٤٤٥-٤٤٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۶/۶/۵ھ

جانور اَدھیا پر دینے کی جائز شکل؟

سوال (۱۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنا مادہ جانور پالنے کے لئے عمر کو دیا، اور یہ طے کیا کہ اس جانور کی قیمت فی الحال تین ہزار روپیہ ہے، اور جانور کا کھانا پانی دیکھ بھال اور پوری حفاظت تیرے ذمہ ہے، اور اس میں جو نفع ہوگا یعنی دودھ اور بچہ وغیرہ تو دونوں کا نصف نصف ہوگا، نیز جب کبھی جانور کو فروخت کیا جائے گا تو تین ہزار روپیہ جو جانور کو دیتے وقت طے کیا تھا وہ میرا ہوگا، اور باقی روپیہ کے مابین نصف نصف ہوگا، مثلاً دو سال کے بعد جانور تیرہ ہزار میں فروخت ہوتا ہے، تو تین ہزار روپیہ میرا ہوگا، اور دس ہزار روپیہ کے مابین نصف نصف ہوگا، یہی صورتِ حال ہمارے علاقہ میں ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شکل لکھی گئی ہے وہ شرعاً جائز نہیں ہے، جواز کی یہ شکل ہوسکتی ہے کہ زید اپنے جانور کے آدھے حصہ کا مالک عمر کو بنادے، تو اب یہ جانور دونوں میں مشترک ہوجائے گا، اور اس درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۵۹۴ ڈابھیل، انوار رحمت ۲۲۴، ایضاح النوادر ۱/۱۱۵)

دفع بقرة إلى رجل على أن يعلفها وما يكون من اللبن والسمن بينهما أنصافاً، فالإجارة فاسدة، وعلى صاحب البقرة للرجل أجر قيامه وقيمة علفه أن

علفها من علف هو ملكه، وقوله: والحيلة في جوازه أن يبيع نصف البقرة منه بثمن ويبرئه عنه، ثم يأمر باتخاذ اللبن والمصل، فيكون بينهما. (الفتاویٰ الهندية ٤٤٥/٤، فتاوى قاضي خان على الهندية ٣٣٠/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۷/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَدھیا کے معاملے کو عرف کی وجہ سے جائز کہنا؟

سوال (۱۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقے میں بغیر جہیز ونقدی وغیرہ کے شادی نہیں ہورہی ہے، الا ماشاء اللہ، یہ عرف عام ہے۔ اس لین دین کے بغیر رسم شادی نہیں کے مترادف ہے، جس طرح بکری کا بٹائی بھی عرفِ عام میں رواج پکڑ لیا ہے۔ اور بعض مفتی حضرات عرفِ عام کو بھی شرعی دلیل مانتے ہیں، تو پھر مذکورہ بالا عرفِ عام کو شرعی دلیل بنا کر جواز کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مفصل جواب سے سرفراز فرمانے کی زحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِسلام میں خلافِ شریعت عرفِ عام کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور لڑکی والوں کا نکاح کے موقع پر بغیر کسی مطالبہ کے سامان یا ہدیہ دینا وغیرہ تو منع نہیں ہے؛ لیکن لڑکے والوں کی طرف سے اس کا مطالبہ کرنا اور مطالبہ پورا نہ ہونے پر ناگواری ظاہر کرنا وغیرہ سراسر ظلم وزیادتی اور ناجائز ہے، اسے عرف کی وجہ سے جائز نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح بکری کی بٹائی کا معاملہ اُصولاً فاسد ہے، اور اس کو درست کرنے کے لئے فقہاء نے تدبیریں بتلائی ہیں؛ لہٰذا فاسد معاملہ کو عرفِ عام کی وجہ سے درست قرار دینے کے بجائے جواز کی تدبیروں کو بھی اپنانے کا مشورہ دیا جائے گا۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى

اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب و العارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب و العارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

إن التعامل بخلاف النص لايعتبر .... (الأشباه والنظائر ٣٣١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین اور جانور کو نصفا نصف تقسیم کے ساتھ بٹائی پر دینا؟

سوال (۱۳۳۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید بکر کو اپنی زمین کاشت کرنے کو دیتا ہے، اس شرط پر کہ اس میں جو غلہ ہوگا، دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا، غلہ تیار کرنے میں جو پانی اور دوائی کا خرچ ہوگا، اس میں بھی دونوں شریک رہیں گے، زید کی شرط مذکور کو بکر نے منظور کرلیا، تو کیا اس طرح کرنا ایک دوسرے کے لئے جائز ہے؟ اسی طرح ایک آدمی دوسرے آدمی کو گائے بھینس بکری مرغی وغیرہ دیتا ہے، اس شرط پر کہ اس میں جو بڑھوتری بچہ دودھ وغیرہ ہوگا، اس میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے، تو کیا اس طرح کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زمین کو بٹائی پر دے کر غلہ تقسیم کرلینا شرعاً درست ہے؛ البتہ گائے بھینس وغیرہ کو پال پر دے کہ اس کی پیداوار کو آپس میں تقسیم کرنا اجارہ فاسدہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے، جواز کی شکل یہ ہے کہ جس کو جانور پال پر دیا جارہا ہے، اس کو آدھے جانور پر مالک وقابض بنادیا جائے، اب جو نفع ہوگا اس میں دونوں شریک ہوں گے۔

دفع بقرة إلى رجل على أن يعلفها وما يكون من اللبن والسمن بينهما أنصافاً، فالأجرة فاسدة، وعلى صاحب البقرة للرجل أجر قيامه وقيمة علفه إن

علفها من علف هو ملكه ......، والحيلة في جوازه أن يبيع نصف البقرة منه بثمن، ويبرئه عنه، ثم يأمر باتخاذ اللبن والمصل، فيكون بينهما. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الثالث الخ ٤/٤٤٥ زكريا)

وعلى هٰذا إذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين فما حدث فهو لصاحب البقرة، وللاٰخر مثل علفه وأجر مثله. (شامي، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة ٤/٣٢٧ دار الفكر بيروت، ٦/٥٠٤ زكريا)

رجل أخذ من رجل بقرة على أن ما يحصل من لبنها من المصل والسمن والرائب يكون بينهما لا يجوز، وما اتخذ المدفوع إليه من لبنها من المصل والسمن يكون له لانقطاع حق المالک عن ذٰلک، وعلى المدفوع إليه مثل ما أخذ من ألبان البقرة؛ لأن اللبن مثلي، وعلى مالک البقرة قيمة علفها إن كان أعلفها بعلف مملوک له لا ما أكلت هي في المرعى، وعليه أجر قيام المستأجر عليها. والحيلة في تجويز هٰذا التصرف أن يبيع نصف هٰذه البقرة من المدفوع إليه بثمن معلوم ويسلم البقرة إليه ثم يأمره بأن يتخذ من لبنها المصل والسمن وغير ذٰلک فيكون ذٰلک بينهما. (فتاوىٰ قاضي خان على الهندية ٢/٣٣٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۱۱/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جانور کے بچوں کو تقسیم کرنے کی شرط پر جانور چرائی پر دینا؟

سوال (۱۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زاہد نے راشد کو ایک بکری یا بھینس یا کوئی اور جانور دیا اس شرط پر کہ اسے چراؤ، اب جب وہ جانور بچے دیتا ہے اگر دو بچے ہیں، تو ایک بچہ اور جانور مالک لے لیتا ہے اور دوسرا بچہ چرائی یا بٹائی میں حصہ داری کے طور پر چرانے والا مالک بن جاتا ہے، اور وہ دوسرا بچہ چرانے والے ہی کے

یہاں رہ جاتا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کیا مذکورہ دونوں معاملات از روئے شرع درست ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تب بھی، نہیں ہیں تب بھی مع دلائل جواب سے نوازیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جانور چرائی پر دے کر اس کے بچوں کو تقسیم کرنے کا معاملہ فاسد ہے، جواز کی شکل یہ ہے کہ چرانے والے کو آدھے جانور کا مالک بنا دیا جائے؛ تاکہ اس کے پیدا شدہ بچوں میں دونوں مشترک ہوں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۲۳۰ ڈابھیل)

وعلی هٰذا إذا دفع البقرة إلی إنسان بالعلف لیکون الحادث بینهما نصفین ...... والحیلة في ذٰلک أن یبیع نصف البقرة من ذٰلک الرجل. (الفتاویٰ الهندیة ۵/ ۳۳۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۷/۱۱/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

بچہ کو آدھا آدھا تقسیم کرنے کی شرط پر بکری کو پال پر دینا؟

سوال (۱۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی بکری کو خالد کو دیتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ تم اس بکری کی حفاظت کرو، اس سے جو بچے پیدا ہوں گے، وہ ہمارے اور تمہارے درمیان آدھا آدھا کرکے تقسیم ہوں گے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ بکری کوئی بچہ نہ دے، تو اس صورت میں خالد کا نقصان ہی ہے؛ اس لئے کہ وہ اپنا مال زید کی بکری کو کھلا رہا ہے، اور بکری صرف زید ہی کی ملکیت ہے، نیز اگر اس بکری سے بچے پیدا ہوں، تو شرط کے مطابق وہ دونوں آپس میں تقسیم کرلیں، تو کیا وہ دونوں ان بکروں کی قربانی کرسکتے ہیں؟ یا شرعی اعتبار سے اس میں کوئی قباحت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بکری کو پال پر دینے کا معاملہ شرعاً فاسد ہے، مسئولہ

صورت میں بکری کے جتنے بھی بچے پیدا ہوں گے، وہ سب اصل مالک زید ہی کے قرار پائیں گے؛ البتہ خالد حساب لگا کر چارے کی قیمت اور بکری کی حفاظت کی معروف اُجرت کا زید سے مطالبہ کرسکتا ہے، اور چوں کہ ان بچوں کا مالک زید ہی ہے؛ لہٰذا اُن کی قربانی کرنے کا حق دار بھی وہی ہوگا؛ البتہ وہ اپنی خوشی سے اگر خالد کو مالک بنادے تو حکم الگ ہوگا۔

دفع بقرة إلى رجل على أن يعلفها، وما يكون من اللبن والسمن بينهما انصافًا، فالإجارة فاسدة، وعلى صاحب البقرة للرجل أجر قيامه وقيمة علفه إن علفها من علف هو ملكه ...... والحادث كله لصاحب الدجاج، والبذر وكذا في الوجيز.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤٤٥/٤-٤٤٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۲۶ھ

آدھی قیمت پر بھینس کا بچہ پرورش کے لئے دینا؟

سوال (۱۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس ایک بھینس کا بچہ تھا اس نے خالد کو پرورش کے طور پر اس شرط پر دے دیا کہ بڑا ہونے کے بعد واپس لے لوں گا، اور اس کو فروخت کرکے آدھی قیمت تمہیں دے دوں گا، اب وہ بچہ خالد کے ساتھ ہے اور بڑا ہوگیا ہے، زید اس کو واپس لے کر اور بیچ کر خالد کو اس کی آدھی قیمت دینا چاہتا ہے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ معاملہ جائز نہیں؛ بلکہ خالد کو صرف پرورش کرنے کی اُجرت دی جائے گی، اور جانور کی کل قیمت زید کی ملک ہے؛ البتہ اگر کسی جگہ ابتلاء عام ہو اور اس سے بچنا نہایت دشوار ہو، تو گنجائش ہوسکتی ہے، پھر بھی اجتناب لائق احتیاط ہے۔ اس معاملہ کی جائز شکل یہ ہے کہ زید خالد کو نصف جانور بیچ دے اور اس کی قیمت معاف کردے، پھر خالد اس کی

پرورش کرے، تو ایسی صورت میں اس کی قیمت دونوں کے درمیان آدھی آدھی تقسیم کرنا درست ہوجائے گا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/ ۳۴۳، فتاویٰ محمودیہ ۱۴/ ۲۲۹ ڈابھیل، بہشتی زیور ۵/ ۵۰)

ولو استأجر عبداً بنصف ربح ما يتجر أو رجلاً يرعى غنمًا بلبنها أو بعض لبنها أو صوفها لم يجز ويجب أجر المثل – إلى قوله – والحيلة في جنس هٰذه المسائل أن يبيع صاحب البيضة نصف البيضة وصاحب الدجاجة نصف الدجاجة من المدفوع إليه ويبرأه عن ثمن ما اشترىٰ فيكون الخارج بينهما، كذا في المحيط.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤/ ٤٤٥-٤٤٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/ ۷/ ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چَرانے کی اُجرت کے عوض جانور فروخت کرنا؟

سوال (۱۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اصل مالک نے کل جانور راعی کو اس شرط پر دئے تھے کہ تم اس کی دیکھ ریکھ کرو، چارہ کھلاؤ آدھا جانور میرا اور آدھا تمہارا، جب وہ مادہ جانور دو سال یا اس سے زیادہ کا ہوگیا تو اصل مالک نے قیمت لگاکر آدھی قیمت راعی سے لے کر جانور راعی کی تحویل میں چھوڑا، بیچتے وقت راعی مالک ہوچکا تھا، تو مجھے شک اس لئے ہورہا ہے کہ جانور کو آدھیا پر دینا اجارۂ فاسدہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، تو راعی مالک نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ اجارہ فاسد ہے، مالک نے راعی کو بیچا نہیں تھا؛ بلکہ پالنے کے لئے دیا تھا، جب پرورش ہوگئی تو اب قیمت لگاکر آدھی مالک نے لے لی اور آدھی بعوض چرائی کے راعی کی ہوگئی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں گویا کہ مالک نے نصف جانور کو ''چرائی'' کے عوض فروخت کردیا اور چرائی کی مقدار مجہول ہے؛ لہٰذا یہ عقد فاسد ہوگیا اور نصف جانور مالک ہی کا رہا، اور چرائی کی اجرت مالک پر واجب رہی اور اسی حال میں راعی نے نصف

جانور مالک سے خرید کر قربانی کرنے والوں کو بیچ دیا، اب اگر اصل مالک اس بیع وشراء کی اجازت دیتا ہے اور راعی سے مابقیہ نصف کی قیمت لینے یا اپنے اوپر واجب اجرت اور قیمت کو برابر سرابر کرنے پر راضی ہوجاتا ہے تو قربانی کرنے والوں کی قربانی درست ہوجائے گی؛ کیوں کہ یہاں راعی کا قبضہ قبضۂ امانت نہیں؛ بلکہ قبضہ ضمان ہے، یہ مقبوض علی سوم الشراء کے درجہ میں ہے۔

دفع بقرة إلى رجل على أن يعلِفها وما يكون من اللّبن والسّمن بينهمَا انصَافًا، فالإجارَة فاسِدة، وعلٰى صَاحب البقرة للرّجُل أجر قيَامهٖ وقيمة علفهٖ، إن علفها من علف وهو ملكه – وقوله – والحيلة في جوازهٖ أن يبيعَ نصف البقرة منه بثمن ويبرئه عنه ثمّ يأمر باتخاذ اللّبن والمصل فيكون بَينَهما، وكذاَ لو دفع الدّجَاجَ على أن يكون البيض بينهما الخ. (الفتاویٰ الهندية ٤/٤٤٥-٤٤٦ دار إحياء التراث)

قال في البزازية: اشتراها وضحى بها ثم استطت إن أجاز البيع جاز، وإن استردها لم تقع عنها. (بزازية مع الفتاویٰ الهندية ٥/٢٩١)

وفي البحر بحثًا: وإن اختار تضمين البائع ينظر إن كان قبض البائع مضمونًا عليه نفذ بيعه بالضمان؛ لأن سبب ملكه قد تم عقده، وإن كان قبضه أمانة فإنما صار مضموناً عليه بالتسليم بعد البيع فلا ينفذ بيعه بالضمان لتأخر سبب ملكه عن العقد. (البحر الرائق، البيوع / فصل في بيع الفضولي ٦/١٤٩ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱؍۴؍۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

◆

اُجرت علی الطاعت کے مسائل

قرآن کی تعلیم دینے پر طلبہ سے فیس لینا؟

سوال (۱۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا قرآنِ پاک کی تعلیم دینے پر کیا طلبہ سے بطور فیس اُجرت لے سکتے ہیں۔ قرآنِ پاک حدیث شریف یا ”سابقون الأولون“ کے عمل سے مفصل جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مکتب یا مدرسہ میں قرآن کی تعلیم پر اُجرت لینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اور قرآن پڑھنے والے طلبہ سے بطور فیس اُجرت بھی لی جاسکتی ہے۔

فقد اتفقت النقول عن أئمتنا الثلاثة أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد أن الاستئجار على الطاعات باطل، لكن جاء من بعدهم من المجتهدين الذين هم أهل التخريج والترجيح، فأفتوا بصحته على تعليم القرآن للضرورة؛ فإنه كان للمعلمين عطايا من بيت المال فقطعت، فلو لم يصح الاستئجار وأخذ الأجرة لضاع القرآن، وفيه ضياع الدين لاحتياج المعلمين إلى الاكتساب. (شرح عقود رسم المفتي ٦٤ زكريا، رسائل ابن عابدين ١٥٢/١)

ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن لظهور التوانى في الأمور الدينية، وفي الامتناع تضيع حفظ القرآن وعليه الفتوىٰ. (شامي / كتاب الإجارة ٧٦/٩ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤٤٨/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۲۱/۶/ ۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹیوشن پر قرآن پڑھا کر پیسہ لینا؟

سوال (۱۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ٹیوشن پڑھا کر پیسہ لینا کیسا ہے؟ کیا قرآنِ مقدس کی تعلیم پر پیسہ لینا جائز نہیں؟ اگر جائز نہیں تو مع دلیل کے لکھیں؛ کیوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ میاں حافظ جی قرآن پڑھانے کے پیسے لے رہے ہو، تمہیں شرم نہیں آتی؛ البتہ اگر جائز ہو، تو مکمل ومدلل جواب دیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کی تعلیم دینے پر اُجرت لینا شرعاً درست ہے؛ البتہ صرف تلاوت اور ختم قرآن پر اُجرت کا لین دین جائز نہیں۔

فأفتوا بصحته على تعليم القرآن للضرورة. (شرح عقود رسم المفتي ٣٧، مجموعة رسائل بن عابدين ١٣)

قال رحمه اللّٰه: (والفتوىٰ اليوم على جواز الاستئجار لتعليم القرآن) وهٰذا مذهب المتأخرين من مشايخ بلخ استحسنوا ذٰلک، وقالوا بني أصحابنا المتقدمون الجواب على ما شاهد وامن قلة الحفاظ ورغبة الناس فيهم؛ ولأن الحفاظ والمعلمين كان لهم عطايا في بيت المال وافتقادات من المتعلمين في مجازات التعليم من غير شرط، وهٰذا الزمان قل ذٰلک، واشتغل الحفاظ بمعائشهم، فلو لم يفتح لهم باب التعليم بالأجر لذهب القرآن، فأفتوا بالجواز والأحكام تختلف باختلاف الزمان. (البحر الرائق / باب الإجارة الفاسدة ١٩/٨ كراچى)

قال الإمام الفضلي: والمتأخرون على جوازه …… والحيلة أن يستأجر المعلم مدةً معلومةً، ثم يأمره بتعليم ولده. (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / نوع في تعليم القرآن والحرف ٣٧/٥-٣٨ زكريا، الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الإجارة / مطلب: استأجره ليؤم الناس المكتبة الميمنية مصر، وكذا في رسائل ابن عابدين / رسالة: شفاء العليل

١٦١/١ سہیل اکیڈمی لاہور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۷/۱۱/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس اِدارہ میں برضا ورغبت بلا معاوضہ درس وتدریس کا سلسلہ ہو وہاں اُجرت کا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: علماء متاخرین نے ضرورت کی وجہ سے درس وتدریس وغیرہ کی اجرت کو جائز کہا ہے، کیا اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں کے لوگ دین کا کام برضا وخوشی انجام دیتے ہوں بغیر اجرت کے، اور کوئی تساہل بھی نہیں برتتے ہوں، تو اس جگہ عدم جواز کا مسئلہ رہے گا یا وہاں بھی جائز ہوگا؟ جب کہ ضرورت اتنی ہی مانی جاتی ہے جس کے بغیر چارہ نہ ہو؟ جوابات مدلل ومفصل تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر ہوتا کہ سوال میں اس جگہ کی بھی وضاحت ہو جاتی، جہاں کے لوگ پوری طرح بلا معاوضہ دینی خدمات انجام دینے کو تیار ہیں؛ ہمارا مشاہدہ تو یہ ہے کہ اِس طرح کا کوئی کامیاب ادارہ ہمارے علاقوں میں موجود نہیں ہے؛ تاہم اگر بالفرض سوال میں مذکور صورت حال حقیقۃً موجود ہو تو احتیاط اسی میں ہے کہ دینی خدمات پر اجرت نہ لی جائے؛ لیکن اسے عمومی طور پر ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔

قال ابن عابدین: یظهر لک أن العلة في جواز الاستئجار علی تعلیم القرآن والفقه والأذان والإمامة، هي الضرورة واحتیاج الناس إلی ذٰلک، وأن هذا مقصور علی هذه الأشیاء، دون ما عداها مما لا ضرورة إلی الاستئجار علیه. (رسائل ابن عابدین ١٦١/١)

وقال: قلت بعد علمک بما قدمناه من أن القول بأخذ الأجرة علی الطاعة،

الذي هو المفتى به عند المتأخرين، مقصور على ما فيه ضرورة. (رسائل ابن عابدين ١٦٧/١)

وقال في البدائع: ولهٰذا قلنا: أن الثواب على العبادات والقرب والطاعات أفضال من الله سبحانه غير مستحق عليه؛ لأن وجوبها على العبد بحق العبودية لمولاه. (بدائع الصنائع، الإجارة / باب الاستيجار على الطاعة ٤٤/٤ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

جس جگہ بغیر تنخواہ کے درس وتدریس کا معمول ہو، وہاں تعلیم قرآن پر اُجرت کا کیا حکم ہے؟

سوال (۱۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فقہاء کرام نے ضرورت کی وجہ سے درس وتدریس وغیرہ کی اُجرت کو جائز قرار دیا ہے؛ لہٰذا اگر کہیں ضرورت کا تحقق نہ ہو، مثلاً وہاں کے لوگ دین کے کاموں کو انجام دینے میں سستی اور کاہلی سے کام نہ لیتے ہوں؛ بلکہ مفت خدمت کرتے ہوں، تو بھی جواز برقرار رہے گا، اگر جواز برقرار رہے گا تو فقہاء کی اس عبارت کا مطلب بیان کیا جائے کہ ”ضرورت اتنی ہی مانی جاتی ہے، جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو“۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تجربہ اس بات کا گواہ ہے کہ اجتماعی طور پر تعلیم وتدریس کا کام بلامعاوضہ دینے والے حضرات اپنی ذمہ داری بحسن وخوبی ادا نہیں کرپاتے؛ اس لئے کہ اُنہیں ذمہ داروں کی طرف سے مؤاخذہ کا خطرہ نہیں رہتا؛ البتہ انفرادی طور پر شاذ ونادر ایسے حضرات پائے جاسکتے ہیں جو معاوضہ بھی نہ لیں، اور کام بھی پوری ذمہ داری سے کریں، تو ایسے لوگوں کے لئے یقیناً بلامعاوضہ کام کرنا افضل ہے، جب کہ ان کے لئے معاش کا کافی انتظام ہو؛ لیکن ایسے لوگوں کے پائے جانے سے تعلیم وتدریس کی بقاء کی اصل ضرورت ختم نہیں ہوجاتی؛ لہٰذا

جب ضرورت باقی ہے، تو حکم جواز بھی علی الاطلاق باقی رہے گا، اور آپ نے جس فقہی قاعدہ کی طرف اِشارہ کیا ہے، اُس کا اِس موضوع پر انطباق نہ ہوگا۔

قال رحمه اللّٰه: والأذان والحج والإمامة وتعليم القرآن والفقه يعني لا يجوز استئجار هٰذه الأشياء. (البحر الرائق / باب الإجارة الفاسدة ۱۹/۸ کراچی)

ولنا قوله عليه الصلاة والسلام: اقرؤا القرآن ولا تأكلوا به، وقال عليه الصلاة والسلام لعثمان بن أبي وقاص: لا تأخذ على الأذان أجرًا؛ ولأن القربة تقع للعامل فلا يجوز أخذ الأجر على عمل وقع له كما في الصوم والصلاة؛ ولأن التعليم مما لا يقدر عليه المعلم إلا بمعنى من جهة المتعلم فيكون ملتزمًا ما لا يقدر على تسليمه فلا يجوز. (البحر الرائق / باب الإجارة الفاسدة ۱۹/۸ کراچی)

قال العلامة ابن عابدين: قال في الهداية: الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم، لا يجوز الاستئجار عليها عندنا، لقوله عليه السلام: "اقرء وا القرآن ولا تأكلوا به" فالاستئجار على الطاعات مطلقًا لا يصح عند أئمتنا الثلاثة. (تنقيح الفتاویٰ الحامدية، كتاب الإجارة / مطلب في حكم الاستئجار على التلاوة ۱۳۸/۲ المكتبة الميمنية مصر)

القراءة في نفسها عبادة، وكل عبادة لا بد فيها من الإخلاص للّٰه تعالىٰ بلا رياء، حتى تكون عبادةً يُرجىٰ بها الثواب. وقد عرّفوا الرياء بأن يراد بالعبادة غير وجهه تعالىٰ ...... وإذا كان لا ثواب له، لم تحصل المنفعة المقصودة للمستأجر؛ لأنه استأجره لأجل الثواب، فلا تصح الإجارة. (رسائل ابن عابدين، رساله: شفاء العليل ۱۶۷/۱ سهيل اکیڈمی لاهور)

فقط اتفقت النقول عن أئمتنا الثلاثة: أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد أن الاستئجار على الطاعات باطل، لكن جاء من بعدهم من المجتهدين الذين هم أهل التخريج والترجيح، فأفتوا بصحته على تعليم القرآن للضرورة؛ فإنه كان

للمعلمين عطايا من بيت المال، وانقطعت فلو لم يصح الاستئجار، وأخذ الأجرة لضاع القرآن، وفيه ضياع الدين لاحتياج المعلمين إلى الاكتساب. (رسم المفتي ٦٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے امام کی ضد میں مسجد میں فی سبیل اللہ تعلیم دینا؟

سوال (۱۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں وضو خانہ کے اوپر ایک مکتب قائم ہے، جس میں امام صاحب بچوں سے کچھ وظیفہ لے کر تعلیم دیتے ہیں، محلّہ میں ایک حافظ ہیں، جنہوں نے عناداً اسی جگہ دوسرے وقت بچوں کو تعلیم دینا فی سبیل اللہ شروع کیا ہے، کیا اس کو ایسی حرکت کرنے کا حق ہے؟ جب کہ امام کا اور کوئی ذریعہ آمدنی بھی نہیں ہے، کیا محلّہ کے لوگوں کو اس پر روک لگانا چاہئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا معاوضہ فی سبیل اللہ دینی تعلیم دینے میں فی نفسہٖ تو کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر اس سے مقصد یہ ہو کہ مسجد کے امام صاحب کو اَذیت دی جائے اور اُن کو نقصان پہنچایا جائے، تو ظاہر کہ اس کی اجازت نہیں دی جائے گی، بہتر ہے کہ دونوں حضرات ایک دوسرے کے معاون بن کر دین کا کام کریں نہ کہ ایک دوسرے کا فریق بن کر، اور شرعاً ایک دوسرے کو روکنے کا کوئی حق نہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۲]

عن أنس ابن مالک رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وكونوا عباد اللّٰه إخوانًا. (صحيح مسلم،

كتاب البر والصلة / باب تحريم التحاسد والتباغض والتدابر ۲/ ۳۱٦ رقم: ۲۵۵۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۴/۲۸ھ

اُجرت طے کر کے وعظ وتقریر کرنا؟

سوال (۱۴۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں جو مدرسین یا بڑے اِداروں کے مبلغین جلسہ وغیرہ کے موقعوں پر تقریر کے لئے مدعو کئے جاتے ہیں، کیا اُن کو تقریر کرنے کے بعد اُجرت لینا جائز ہے؟ بعض مقررین تقریر کی اُجرت پہلے ہی سے طے کرتے ہیں، شرعاً اِن سب صورتوں میں اُجرت کی کیا حیثیت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وعظ وتقریر پر باقاعدہ نذرانہ اور اُجرت کے لین دین سے وعظ کا اثر جاتا رہتا ہے، اِس عمل سے جہاں واعظ کا قلب دنیوی لالچ سے بھر جاتا ہے، وہیں سامعین ومنتظمین بھی نذرانہ دے کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے کام پورا کردیا، اور عمل کی جانب قطعاً توجہ نہیں ہوتی، اور ایسے وعظ کی مجلسیں محض وقت گذاری اور ظاہری رسم بن کر رہ جاتی ہیں، اور عوام کی نظر میں علماء کا وقار مجروح ہوجاتا ہے؛ اس لئے وعظ وتقریر پر اُجرت کا مطالبہ متعدد مفاسد کی وجہ سے نامناسب ہے؛ البتہ اگر مطالبہ کے بغیر محض ذاتی تعلق کی بنا پر کوئی شخص مقرر صاحب کو پرخلوص ہدیہ دے، تو اُس کی گنجائش ہوگی۔ اِسی طرح اگر کوئی ادارہ کسی خاص شخص کا وعظ وتبلیغ کے لئے بطور مبلغ تقرر کرے، تو اُس کے لئے ادارہ سے مشاہرہ لینا درست ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/۳۶۵-۳۶۶)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: القراءة في نفسها عبادة، وكل عبادة لا بد فيها من الإخلاص لله تعالىٰ بلا رياء، حتى تكون عبادةً يُرجىٰ بها الثواب. وقد عرّفوا الرياء بأن يُراد بالعبادة غير وجهه تعالىٰ …… قال صلى الله عليه وسلم: ’’إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئ ما نوى، فمن كانت هجرته

إلى اللّٰه ورسوله، فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها، أو امرأة ينكحها، فهجرته إلى ما هاجر إليه". وإذا كان لا ثواب له، لم تحصل المنفعة المقصودة للمستأجر؛ لأنه استأجره لأجل الثواب، فلا تصح الإجارة.

(رسائل ابن عابدين، رسالہ: شفاء العليل وبل الغليل في حكم الوصية بالختمات والتهاليل ۱/۱۶۷ سہیل اکیڈمی لاہور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خطیب اور مقرر کیلئے سفر اور خرچ کے علاوہ مزید رقم کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۱۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض علماء کرام ومفتیان عظام جن کو جمعہ وعیدین ودیگر بیانات کے لئے مدعو کیا جاتا ہے کہ جس میں ان کی آمد ورفت کا خرچ ان کے حوالے کیا جاتا ہے، مگر اس کے باوجود وہ مزید زیادتی کا مطالبہ کرتے ہیں، اور مطالبہ پورا نہ کرنے پر وہ ناراض بھی ہوجاتے ہیں، اور بعض علماء وہ ہیں جہاں ان کی آمد ورفت کا خرچ ہزار روپئے ہو تو دو ہزار بتاتے ہیں، تو کیا اس طرح زیادتی کا مطالبہ کرنا اور ناراض ہوجانا اور کمی کی جگہ زیادتی بتانا، یہ تمام اُمور جائز ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کسی عالم نے مدعو کرتے وقت ہی یہ شرط لگادی ہو کہ میں اپنا وقت صرف کرنے کے عوض فلاں جگہ جانے پر آمد ورفت کے خرچ کے ساتھ اپنی رقم مزید لوں گا، اور ان کی یہ شرط داعی حضرات نے منظور کرلی ہو، تو ایسی صورت میں ان عالم صاحب کے لئے مقررہ رقم کا مطالبہ کرنا درست ہے؛ لیکن اگر ایسی کوئی بات پہلے سے طے شدہ نہ ہو، تو ان عالم صاحب کے لئے آمد ورفت کے خرچ کے علاوہ مزید رقم کا مطالبہ درست نہیں ہے، اور یہ بات تو کسی کے لئے جائز نہیں کہ سفر کا خرچ کم ہو اور زیادہ بتایا جائے، اور علماء کو عوام کے ساتھ ایسا طرز

نہیں اپنانا چاہئے، جس سے اُن کے دل میں علماء کی طرف سے بدگمانی پیش آئے؛ بلکہ نرمی، مروت اور تحمل کا ثبوت دینا چاہئے۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر ابن عوف عن أبیه عن جده رضي اللّٰہ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحًا حرم حلالا أو أحل حرامًا، والمسلمون علی شروطهم إلا شرطًا حرم حلالاً، أو أحل حرامًا.

(سنن الترمذي، أبواب الأحکام / باب ما ذکر عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم في الصلح بین الناس ۱/ ۲۵۱ رقم: ۱۳۵۲، صحیح البخاري ۱/ ۳۰۳)

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة (درمختار) وتحته في الشامیة: وزاد بعضهم: الأذان والإمامة والوعظ. (شامي ۶/ ۵۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱/ ۶/ ۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جلسہ میں تقریر ونعت پر بطور انعام پیسہ دینا؟

سوال (۱۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جلسہ یا کوئی پروگرام ہوتا ہے، تو بعض احباب تقریر یا نعت پڑھنے والے کو انعام کے طور پر کچھ پیسے دیتے ہیں، تو اس کا لینا کیسا ہے؟ ہم ان کو جواب دیتے ہیں کہ یہ تو انعام اور ہدیہ ہے، تو وہ ہم کو یوں کہتے ہیں کہ تراویح میں جو کچھ دیتے ہیں وہ بھی تو ہدیہ اور انعام ہی ہوتا ہے؟ شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جلسہ یا پروگرام میں تقریر، نعت یا تلاوت پر اظہارِ مسرت اور حوصلہ افزائی کے لئے جو انعام دیا جاتا ہے وہ مطلقاً ممنوع نہیں ہے؛ بلکہ اس میں تفصیل ہے، وہ تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص انعام کے لالچ میں تلاوت کرے، تو اس کے لئے تو انعام لینا ممنوع ہے؛ لیکن اگر اس کی کوئی خواہش نہ ہو، بلا وہم وگمان اسے کوئی انعام دیدے، تو اس طرح کے انعام

کالینا ممنوع نہیں ہے۔ چناں چہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو بہترین الفاظ میں اللہ کی حمد وثنا کرنے پر بطور انعام کچھ سونا عطا فرمایا تھا، اور رہ گیا تراویح میں ختم قرآن پر نذرانہ کالین دین، تو وہ مطلقاً ممنوع ہے؛ اس لئے کہ آج کل عرف لین دین کا عام ہو گیا ہے، اور معروف کا حکم بھی مشروط کے مانند ہوتا ہے، اس لئے اس کی اجازت نہ ہوگی۔

عن أنس رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بأعرابي، وهو يدعو في صلاته، وهو يقول: يا من لا تراه العيون، ولا تخالطه الظنون، ولا يصفه الواصفون، ولا تغيره الحوادث، ولا يخشى الدوائر، يعلم مثاقيل الجبال، ومكاييل البحار، وعدد قطر الأمطار، وعدد ورق الأشجار، وعدد ما أظلم عليه الليل، وأشرق عليه النهار، ولا تُواري منه سماءٌ سماءً، ولا أرض أرضًا، ولا بحرٌ ما في قعره، ولا جبل ما في وعره، اجعل خير عمري آخره، وخير عملي خواتيمه، وخير أيامي يوم ألقاک فيه، فوكل رسول الله صلى الله عليه وسلم بالأعرابي رجلاً، فقال: إذا صلى فائتني به، فلما صلّى أتاه، وقد كان أهدي لرسول الله صلى الله عليه وسلم ذهبٌ من بعض المعادن، فلما أتاه الأعرابى وهب له الذهب، وقال: ممّن أنت يا أعرابي؟ قال: من بنى عامر بن صعصعة يارسول الله قال: هل تدري لم وهبت لک الذهب؟ قال: للرحم بيننا وبينک يارسول الله، فقال: إن للرحم حقًا، ولكن وهبت لک الذهب لحسن ثناءک على الله عزّوجلّ. (المعجم الأوسط للطبراني ٤٧٣/٦ رقم: ٩٤٤٨، مجمع الزوائد ٢٤٢/١، الأحاديث المنتخبة في الصفات الست ١١٦)

عن ابن الساعدي رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إذا أعطيت شيئًا من غير أن تسأله فكل وتصدق. (مشكاة المصابيح ١٦٣/١)

وظاهر الحديث وغيره مما سبق وجوب قبول ما أعطيه الإنسان من غير سوال ولا إشراف نفس، وبه قال أحمد وغيره، وحمل الجمهور الأمر على الاستحباب أو الإباحة. (مرقاة المفاتيح ١٨٣/٤)

وإن من غير شرط فهو لها قال الإمام الأستاذ: لايطيب والمعروف كالمشروط. (شامي، باب الإجارة الفاسدة / مطلب في الاستئجار على المعاصي ۹/۷٦ زكريا)

ويمنع القاري للدينا والآخذ والمعطي آثمان. (شامي، باب الإجارة الفاسدة / مطلب في الاستئجار على الطاعات ۹/۷۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱۱/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کی تنخواہ کے لئے چندہ کرنا اور اُجرت پر امامت کرنا؟

سوال (۱۴٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام کو مسجد میں اُجرت پر رکھنا فرائض امامت کے لئے اور یہ کہ مقتدی حضرات امام کی تنخواہ دینے کے لئے پیسہ اکٹھا کرتے ہیں، یا آپسی چندہ کے لئے فردِ واحد ذمہ داری لیتا ہے، تو اِس کام کو انجام دینے والا ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: امامت کے لئے کسی شخص کو تنخواہ پر رکھنا درست ہے؛ بلکہ اس دور میں ضروری ہے؛ تاکہ مساجد کا نظام جماعت مختل نہ ہو؛ لہٰذا اس نظام کو باقی رکھنے کے لئے جو شخص بھی محنت کرے گا وہ ان شاء اللہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان. (الدر المختار / باب الإجارة الفاسدة ٦/٥٥ كراچى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱۱/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عیدگاہ میں چندہ وصول کرکے امام کو نمازِ عید کی اجرت دینا

سوال (۱۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شاہی عیدگاہ کمیٹی، پوسٹ وتھانہ: میرا باری، ضلع: مریگاؤں، صوبہ: آسام الہند، ہم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر عیدگاہ میں لوگوں سے چندہ وصول کرتے ہیں، اور لوگ بخوشی دیتے ہیں، پھر اسی رقم سے امام صاحب کو ہر عید کے دن نماز عید کے بعد دو ہزار روپیہ نماز عیدین کی اُجرت کے بابت دیتے ہیں، کیا یہ دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور باقی روپیہ عیدگاہ کے کاموں میں صرف کرتے ہیں، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) عیدین کی نماز کی اور خطبہ کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں کچھ عوام یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ خطیب کو اجرت نہ دی جائے تو عید کی نماز صحیح نہ ہوگی؟

(۳) امام عیدین نماز اور خطبہ کی اجرت مانگ کر لینا کیسا ہے؟

مذکورہ بالا مسائل کو براہِ کرام بحوالہ کتب مطلع فرمائیں؛ تاکہ صحیح مسائل سے مستفیض ہو سکیں، آپ حضرات کی عین نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح پنج وقتہ نمازوں کے امام کے لئے فقہاء متأخرین کے نزدیک متعینہ اُجرت لینا درست ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے امام عیدین کے لئے بھی مقررہ اُجرت لینے کی گنجائش ہوگی، خواہ منتظمہ کمیٹی کے لوگ اپنی خوشی سے دیں یا امام صاحب مطالبہ کریں، دونوں صورتیں جائز ہیں؛ لیکن یہ اُجرت ایسی ضروری نہیں ہے کہ اس کے بغیر عید کی نماز ہی صحیح نہ ہو، جو عوام ایسا سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان. (الدر المختار مع الشامي / باب الإجارة الفاسدة ٧٦/٩ زكريا)

وبعضهم استثنى أيضًا تعليم الفقه والإمامة. (رسائل ابن عابدين ١٦٣/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۹/۱۱/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بچہ کے کان میں اَذان پڑھوانے پر لازمی رقم دینا؟

سوال (۱۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہ دستور ہے کہ کسی کے یہاں بچہ کی ولادت ہوئی، امام مؤذن کو اذان کے لئے بلوا کر اذان کہلواتے ہیں، اور پھر اس کو بھی کچھ نہ کچھ رقم ضرور دی جاتی ہے، یہ دستور جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بچہ کی ولادت کے بعد کان میں اذان دیتے وقت مٹھائیاں اور روپئے وغیرہ دینے کو لازم سمجھنا خلافِ شرع اور ممنوع ہے۔ (بہشتی زیور ۶/۱۲)

قال العلامة ابن عابدين: الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم، لايجوز الاستيجار عليها عندنا، لقوله عليه السلام: ’’اقرء وا القراٰن ولا تأكلوا به‘‘. فالاستيجار على الطاعات مطلقًا لا يصح عند أئمتنا الثلاثة: أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم اللّٰه تعالىٰ. (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الإجارة / مطلب في حكم الاستيجار على التلاوة ۲/ ۱۳۷ المكتبة الميمنية مصر، الرد المحتار / باب الإجارة الفاسدة ۶/ ۵۵ كراچی، وكذا مجمع الأنهر / باب الإجارة الفاسدة ۳/ ۵۳۳ كوئٹه)

من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة، أو منكر. (مرقاة المفاتيح، لصلاة / باب الدعاء عند التشهد ۳/ ۲۶ تحت رقم: ۹۴۶ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/ ۱۱/ ۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

* * *

قرآن خوانی اور تلاوت پر اُجرت

قرآن خوانی پر پیسہ لینا؟

سوال (۱۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآن خوانی پیسہ اور کھانے کی شرط لگا کر ایصال ثواب کے لئے کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جائز نہیں ہے، اس طرح تلاوت کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے۔

ولا یصح الاستئجار على القراءة وإهدائها إلى الميت. وفيه: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري. (شامي / باب الإجارة الفاسدة ۶/۵۶-۵۷ کراچی، ۹/۷۷-۷۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۹/۲/۱۴۱۲ھ

شرط لگا کر قرآن خوانی کرنا؟

سوال (۱۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مذکورہ شرط پر قرآن خوانی کرنا بلاء ومصیبت کو دور کرنے کے لئے یا برکت حاصل کرنے کے لئے شرعاً کیسا ہے؟ اور اگر بلا شرط قرآن خوانی کروانے والے نے کھانا کھلا دیا یا پیسہ دے دیا، تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرط لگا کر پڑھنا، اِسی طرح جہاں شرط معروف ہو، وہاں اس نیت سے پڑھ کر کوئی چیز لینا درست نہیں ہے۔

والاستئجار علی مجرد التلاوة لم يقل به أحد من الأئمة. (شامي / باب الإجارة الفاسدة ٦/٥٧ كراچی، ٩/٧٨ زكريا)

والمذهب عندنا أن كل طاعة يختص بها المسلم، فالاستيجار عليها باطلٌ. (مجمع الأنهر / باب الإجارة الفاسدة ٢/٥٣٣ دار إحياء التراث العربي بيروت، كذا في الهداية / باب الإجارة الفاسدة ٣/٣٠٣)

ثم قراء ة القرآن وإهداء ها له تطوعًا بغير أجرة يصل إليه، وأما لو أوصى بأن يعطي شيء من ماله لمن يقرأ القرآن على قبره، فالوصية باطلة؛ لأن فيه معنى الأجرة، كذا في اختيار. (شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري ١٩٧ دار الكتب العلمية بيروت، كذا في الاختيار لتعليل المختار / باب فيمن أوصى لجيرانه ٢/٥٥١ مكتبة حقانية پشاور) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

كتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۹/۲/۱۴۱۲ھ

آیتِ کریمہ اور تلاوتِ قرآن پر مٹھائی تقسیم کرنا؟

سوال (۱۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآن اور آیتِ کریمہ پڑھ کر مٹھائی وغیرہ تقسیم کی جاتی ہے، اس کا کھانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایصالِ ثواب کے لئے تلاوتِ قرآن پر اُجرت لینا شرعاً ممنوع ہے، اور اس اُجرت کا لین دین خواہ شرط لگا کر ہو یا عرف ایسا ہی بن گیا ہو، دونوں کا حکم یکساں ہے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں معروف اُجرت ہونے کی بناء پر عام حالات میں قرآن خوانی

کی مٹھائی کھانا درست نہ ہوگا۔

إن القراٰن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري، وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القاري للدنيا والاٰخذ والمعطي اٰثمان. (شامي، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ٥٦/٦ كراچى، ٧٧/٩ زكريا)

اور آیت کا ختم اگر ایصالِ ثواب کے لئے کرایا جائے، تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۱۰/۱ قدیم، کفایت المفتی ۲۶۲/۳، فتاویٰ رشیدیہ ۵۱۷، امداد الفتاویٰ ۴۸۵/۱، احسن الفتاویٰ ۵۱۵/۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۳/۶/۱۴۱۱ھ

غیر رمضان میں اُجرت طے کرکے قرآن پڑھنا؟

سوال (۱۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کسی کے گھر اور مکان میں غیر رمضان میں رات ودن قرآنِ کریم تلاوت کرتا ہے، اور پڑھنے والے کو یہ امید بھی ہے کہ ہم کو کھانا اور روپیہ تو ضرور ملے گا اور یہ تلاوت مائک سے ہوتی ہے، اسی طرح مائک پر قرآنِ کریم کا پڑھنا اور پڑھانا روپیہ دینا اور روپیہ لینا شریعت کی نظر میں کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر یہ تلاوت کرنے والا کسی مسجد کا امام ہو اور ان کو اس حرکت سے باز آنے کے لئے کہا بھی جارہا ہے مگر وہ باز نہیں آتا، تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اُجرت طے کرکے یا دنیوی مفاد پیشِ نظر رکھ کر قرآنِ کریم کی تلاوت ممنوع ہے، اور اس نیت سے پڑھنے والا مستحق ثواب نہیں ہوتا، نیز جب کہ سننے والے ادب کے ساتھ متوجہ نہ ہوں تو مائک پر اور بلند آواز سے قرآنِ کریم کی تلاوت سخت بے ادبی ہے، جو امام ایسا کرتا ہے اسے اپنے فعل سے باز آنا چاہئے، اگر وہ اپنے غلط موقف پر جمارہے تو اس

کی امامت کراہت سے خالی نہ ہوگی۔

وإن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري والآخذ والمعطي آثمان. (شامي / باب الإجارة الفاسدة ٦/٥٦ كراچی، ٩/٧٧ زكريا)

المعروف كالمشروط. (شامي، باب الإجارة الفاسدة ٦/٥٥ كراچی، ٩/٧٦ زكريا)

لا يقرأ جهرا عند المشتغلين بالأعمال ومن حرمة القرآن أن لا يقرأ في الأسواق وفي مواضع اللغو. (الفتاویٰ الهندية، الكراهية / الباب الثالث في الرجل لأي رجل الخ ٥/٣١٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قاری کو بغیر مانگے اکراماً قرآن خوانی پر اُجرت دینا؟

سوال (۱۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآن خوانی میں بغیر مطالبہ قاری قرآن کے صاحب خانہ قاری صاحب کو اکراماً روپیہ دیتا ہے، تو قاری قرآن اُس کو لے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اکراماً روپیہ دینا مقصود ہے، تو قرآن خوانی کے بعد ہی کیوں دیا جارہا ہے؟ کیا قرآن خوانی سے پہلے اور بعد میں قاری صاحب لائقِ اکرام نہیں ہیں، یہ وقت کی تخصیص بتارہی ہے کہ عنوان کچھ بھی ہو، مگر یہ قرآن خوانی کا بدلہ ہے، اس لئے قاری صاحب کو نہ لینا چاہئے۔

وليس كذٰلك؛ بل لما فيه من شبه الاستيجار على القراءة كما علمت.

(شامي / باب الإجاة الفاسدة ٦/٥٧ كراچی، ٩/٧٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۴/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۴۰/دن روزانہ سورۂ بقرہ پڑھنے پر اُجرت لینا؟

سوال (۱۵۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے کسی کے یہاں چالیس دن سورۂ بقرہ پڑھی، یا ایک پارہ روزانہ پڑھا، اب زید کے لئے پیسے لینا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ مالک اپنی خوشی سے دے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا یہ عمل اگر ایصالِ ثواب وخیر وبرکت کے لئے ہے، تو اس پر کسی قسم کا لین دین خوشی وناخوشی کسی بھی طرح قطعاً جائز نہیں، لینے دینے والا دونوں گنہگار ہوں گے اور کسی کو کوئی نفع اور ثواب نہ ہوگا، اور اگر بطور علاج ودفع بلیات کے مذکورہ عمل کیا ہے تو پھر لینے کی گنجائش ہے۔

إن القرآن بالأجرة لا تستحق الثواب والآخذ والمعطي اٰثمان. (شامي / باب الإجارة الفاسدة ٧٧/٩ زكريا، ٥٦/٦ كراچي)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه أن ناسًا من أصحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أتو على حي من أحياء العرب فلم يقروهم (أي يضيفوهم) فبينما هم كذٰلک، إذا لدغ سيد أولائک، فقالوا: هل معكم دواء أوراق؟ فقالوا نعم! إنكم لم تقرونا ولا نفعل حتى تجعلوا لنا جعلاً فجعلوا لهم قطيعاً من الشاء، فجعل يقروا بأم القراٰن ويجمع بزاقه ويتفل فبرأ فأتوا بالشاء، فقالوا لا نأخذه حتى نسئل النبي فسألوه فضحک، وقال: ما أدراک إنها رقية خذوها واضربوا لي بسهم. (صحيح البخاري ٨٥٤/٢ رقم: ٥٥١٢) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

ختم قرآن پر چندہ کرنا اور اُس میں بطورِ کمیشن اِمام کا اپنے لئے رقم مقرر کرنا؟

سوال (۱۵۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان میں ختم قرآن کے موقع پر ختم قرآن کے نام سے چندہ ہوتا ہے، بکر جو کہ مسجد کا امام ہے وہ ایک فہرست بناتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس چندہ میں سے اتنی رقم آپ مجھ کو دیں گے، باقی سامع اور مؤذن کو کیا امام کا یہ مطالبہ اور رقم کا مخصوص کرنا جائز ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اولاً تو ختم قرآن کے لئے عام چندہ کرنا ہی غیر ضروری اور محلِ نظر ہے، اور پھر اس چندہ سے کمیشن کے طور پر امام کا اپنے لئے با قاعدہ کوئی رقم مقرر کرنا بھی جائز نہیں، امام صاحب صرف اپنی تنخواہ لینے کے حق دار ہیں، یا ذمہ دارانِ مسجد چندہ سے قطعِ نظر کرتے ہوئے اُنہیں جو مقدار دینا طے کریں، صرف اسے ہی لینے کے مستحق ہیں، نیز یہ بھی یاد رہے کہ تراویح میں قرآن سننے یا سنانے پر رقم اور نذرانے کا لین دین شرعاً درست نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ۳/۴۵۱، ۳/۵۱۵، فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۱۸۰، ۷/۳۴۲، فتاویٰ رحیمیہ ۷/۲۹۶، فتاویٰ دار العلوم ۴/۲۶۳، امداد الفتاویٰ ۱/۴۸۴)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا﴾ [البقرۃ، جزء آیت: ۴۱]

قال في تنویر الأبصار: ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة. (رسالہ ابن عابدین ۱/۱۵۸)

ونقل العلامة الحلواني في حاشیة المنتهي الحنبلي عن شیخ الإسلام تقي الدین ما نصه: ولا یصح الاستئجار علی القراءة وإهدائها إلی المیت؛ لأنه لم ینقل عن أحد من الأئمة الإذن في ذٰلک. وقد قال العلماء: إن القارئ إذا قرأ لأجل المال فلا ثواب له، فأي شيء یهدیه إلی المیت؟ وإنما یصل إلی المیت

العمل الصالح، والاستئجار على مجرد التلاوة لم يقل به أحد من الأئمة، وإنما تنازعوا في الاستئجار على التعليم. (شامي، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهمٌّ في عدم جواز الخ ٧٨/٩ زكريا، ٥٧/٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۱۰/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآن پڑھ کر اُجرت لینا یا دعوت کھانا؟

سوال (۱۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) کسی دوسرے کے گھر ودوکان میں قرآن کریم پڑھ کر اجرت لینے کا کیا حکم ہے؟

(۲) کسی دوسرے کے گھر یا دوکان وغیرہ میں قرآنِ کریم پڑھ کر کھانا کھانا کیسا ہے؟ اگر پڑھنے والا ایصال ثواب کی نیت کررہا ہو یا خیر وبرکت کی تو دونوں نیتوں کی صورت میں کھانا کھانا جائز ہے یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایصالِ ثواب کے لئے قرآنِ پاک پڑھ کر اُجرت لینا یا اس کے عوض کھانا کھانا جائز نہیں؛ البتہ ثواب کے علاوہ کسی اور مقصد مثلاً بیماری سے شفا وغیرہ کے لئے قرآن پڑھ کر اگر کوئی شخص بخوشی کھانا کھلائے تو اس کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۲۹-۳۲۸/۵ میرٹھ)

فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قرء اة الأجزاء بالأجرة لا يجوز. (شامي ٧٧/٩ زكريا)

والاستيجار على مجرد التلاوة لم يقل به أحد من الأئمة. (مجموعة رسائل ابن عابدين ١٧٥/١)

يجوز أخذ المال عليه وإن كانت الرقية بقرء اة قرآن أو علاج غيره كوضع ترياق أو بما أشبه ذٰلك؛ لأن ذٰلك ليس المراد منه القربة والثواب.

(مجموعة رسائل ابن عابدين ١/١٥٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۳/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گھر میں برکۃً قرآن پڑھوانے پر قاری کو ماہانہ رقم دینا؟

سوال (۱۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی فرم میں یا گھر دوکان میں سورۂ بقرہ یا قرآنِ پاک پڑھواتا ہے، پڑھنے والے سے کوئی رقم طے نہیں کرتا ہے، ہر ماہ کچھ رقم زید پڑھنے والے کو دیتا ہے اور پڑھنے والا بھی خوشی سے وہ رقم رکھ لیتا ہے، اس طرح سے سورۂ بقرہ یا قرآن پڑھواتا ہے، اور اس طرح اس کی رقم لینا دینا کیسا ہے؟ کتاب وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں اگر قرآن شریف برکۃً پڑھوانے پر مدتِ معینہ میں کچھ رقم قاری کو دی جاتی ہے، تو یہ صورت جائز ہے۔

واختلفوا في الاستيجار على قراءة القرآن مدةً معلومةً. قال بعضهم: لا يجوز. وقال بعضهم: يجوز، وهو المختار. (شامي / باب الإجارة الفاسدة ٩/٧٧ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۴/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایصالِ ثواب اور مریض کی شفایابی کیلئے ختم قرآن پر اُجرت لینا؟

سوال (۱۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علماء کرام ختم قرآن کے بعد پیسے لیتے ہیں، دراصل وہ پیسے ان کے سامنے برائے ہدیہ پیش کئے جاتے ہیں۔ اور یہ بات بھی معروف ہے کہ جو بھی ختم پڑھے اسے کچھ نہ کچھ دیا جاتا

ہے؛ لیکن علماء کرام اسے اُجرت ہی سمجھتے ہیں، جیسا کہ بعض اقرار کرتے ہیں۔ اور بعض کی دلالت حال سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ ہدیہ جو برائے نام کے ہے، ہر قسم کے ختمات میں خواہ ایصالِ ثواب کے لئے ہو یا مریض کے واسطے ہو، یا ایسے ہی برکۃً ہو، ان سب میں دی اور لی جاتی ہے۔ ہدیہ میں کچھ کمی ہو جائے تو اکثر علماء ناراض ہو جاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایصالِ ثواب کے واسطے ختم قرآن، مریض کے ختم قرآن یا فقط برکۃً ختم قرآن یا ختم یونس وغیرہ میں جو پیسے برائے نام ہدیہ پیش کرنے کا رواج چل رہا ہے، اس قسم کے پیسے دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایصالِ ثواب وحصول برکت کے لئے ختم قرآن پر اُجرت لینا خواہ معروف ہو یا غیر معروف ناجائز اور حرام ہے؛ البتہ علاج کے مقصد سے شفاء کے لئے پڑھنے پر اُجرت لینے کی گنجائش ہے، جیسا کہ بعض صحابہ نے جھاڑ پھونک کر اُجرت لی ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن نأساً من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أتوا على حي من أحياء العرب فلم يقروهم فبينما هم كذلک إذا لدغ سيد أولئک، فقالوا: هل معكم دواء أوراق؟ فقالوا: نعم، إنكم لم تقرونا ولانفعل حتى تجعلوا لنا جعلا، فجعلوا لهم قطيعًا من الشاء، فجعل يقرأ بأم القرآن ويجمع بزاقه ويتفل فبرأ، فأتوا بالشاء، فقالوا: لا نأخذه حتى سئل النبي صلى الله عليه وسلم، فسألوه فضحک، وقال: وما أدراک أنها رقية خذوها واضربوا لي بسهم. (صحيح البخاري ٨٥٤/٢ رقم: ٥٥١٢)

عن بريدة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ القرآن يتأكل به الناس جاء يوم القيامة، ووجهه عظم ليس عليه لحم. (شعب الإيمان للبيهقي ٥٣٣/٢ رقم: ٢٦٢٥، فضائل أعمال ٥٤٣)

عن عبد الرحمٰن بن شبلي الأنصاري أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إقرءوا القرآن ولا تغلوا فيه، ولا تجفوا عنه ولا تأكلوا به ولا تستكثروا به.

(شعب الإيمان للبيهقي ٥٣٢/٢ رقم: ٢٦٢٤)

والاستيجار على مجرد التلاوة لم يقل به أحد من الأئمة. (رسائل ابن عابدين ١٧٥/١)

والمعروف كالمشروط، قلت: وهٰذا مما يتعين الأخذ به في زماننا لعلهم أنهم لا يذهبون إلا بأجر البتة. (شامي / باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الاسئجار على الطاعات ٧٦/٩ زكريا)

إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري، وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القاري للدنيا والآخذ والمعطي آثمان، فالحاصل أن ما شاء في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز؛ لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال، فإذا لم يكن للقاري ثواب لعدم النية الصحيحة، فأين يصل الثواب إلى المستاجر، ولو لا الأجرة ما قرأ أحد لأحد في هٰذا الزمان؛ بل جعلوا القرآن العظيم مكسبًا ووسيلةً إلى جمع الدنيا، إنا للّٰه وإنا إليه راجعون. (شامي / باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار ٧٧/٩ زكريا، رسائل ابن عابدين ١٨٠/١)

لأن المتقدمين المانعين الاستئجار مطلقًا جوّزوا الرقية بالأجرة، ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي؛ لأنها ليست عبادة محضة؛ بل من التداوي. (شامي / باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار ٧٨/٩ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۵/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

گھر میں قرآن پڑھ کر ہدیہ لینا؟

سوال (۱۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: قرآن پڑھ کر ہدیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً زید نے عمر، خالد اور راشد کو دعوت دی اور ان لوگوں نے زید کے گھر آ کر قرآن پڑھا، زید نے ان کو کھانا کھلایا، اور جاتے وقت کچھ رقم ہدیہ دے دی، تو یہ کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایصالِ ثواب کے لئے قرآنِ کریم پڑھ کر ہدیہ کا لین دین قطعاً جائز نہیں، اسی طرح اس مقصد سے دعوت کھانا بھی درست نہیں، کھانے والے اور کھلانے والے دونوں گنہگار رہوں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵/۳۲۹ میرٹھ)

قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاري ...... فإذا لم يكن للقاري ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر، ولو لا الأجرة ما قرأ أحدٌ لأحد في هٰذا الزمان؛ بل جعلوا القرآن العظيم مكسبًا ووسيلةً إلى جمع الدنيا، إنا للّٰه وإنا إليه راجعون.

(شامي / باب الإجارة الفاسدة ۹/۷۷ زكريا)

والمذهب عندنا أن كل طاعة يختص بها المسلم فالاستيجار عليها باطل. (مجمع الأنهر / باب الإجارة الفاسدة ۳/۵۳۳ دار الكتب العلمية بيروت)

والاٰخذ والمعطي اٰثمان. (شامي / باب الإجارة الفاسدة ۹/۷۷ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۲/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اِنعام مقرر کر کے قرأت کے مظاہرے کرنا؟

سوال (۱۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل جو عام طور پر اطراف شہر میں انعام مقرر کر کے مظاہرۂ قرأت کیا جا رہا ہے، کیا یہ درست ہے؟ نیز جو لوگ اس میں شرکت کرتے ہیں اُن کی یہ شرکت شرعاً کیا حکم رکھتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آدابِ سماع وقرأتِ قرآن کی رعایت کرتے ہوئے اس طرح کے جلسے منعقد کئے جائیں، تو اس میں شرکت درست ہے، اور یک طرفہ انعام مقرر کرنا بھی جائز ہے۔

وما یفعله الأمراء فهو جائز أیضًا بأن یقولوا لاثنین أیکما سبق فله کذا، طلبة العلم إذا اختصموا في السبق، فمن کان أسبق یقدم سبقه. (کذا في الفتاویٰ الهندیة، کتاب الکراهیة / الباب السادس في المسابقة ٥/٣٢٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۵/۳/۱۴۱۲ھ

◆

تعویذ اور جھاڑ پھونک پر اُجرت

تعویذ کا پیشہ اختیار کرنا اور اس پر اُجرت لینا؟

سوال (۱۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: **الف**:- زید ذریعہ معاش کے لئے تعویذات کا پیشہ کرتا ہے یہ کمائی حلال ہوگی؟

ب:- مسجد کے امام صاحب متعین روپے پیسے کے عوض میں لوگوں کو تعویذات دیتے ہیں، مذکورہ بالا صورتوں کی کمائی ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر تعویذ میں کوئی خلافِ شرع بات نہیں لکھتا، تو اس کی اُجرت فی نفسہٖ جائز ہے؛ لیکن مقتدیٰ اور بالخصوص ائمہ کے لئے اس کاروبار کو اپنانا مناسب نہیں ہے، اس میں بہت سے مفاسد کا اندیشہ ہے۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۴۰۳/۳)

لأن المتقدمين المانعين للاستيجار مطلقاً جوز والرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي؛ لأنه ليس عبادة محضة؛ بل من التداویٰ. (شامي ۵۷/۶ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۴/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تعویذ پر اُجرت لینا؟

سوال (۱۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص تعویذ کا کام جانتا ہے اور مریضوں سے یوں کہتا ہے کہ فائدہ ہو یا نہ ہو، میں

اتنے پیسے لوں گا، اور اکثر لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے، تو کیا یہ جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعویذ پر اجرت لینے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ اس کا کوئی مضمون خلافِ شرع نہ ہو؛ تاہم افضل یہ ہے کہ نہ لی جائے۔ (امداد الفتاویٰ ۴۰۳/۳)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه أن رهطًا من أصحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم انطلقوا في سفرة سافروها، فنزلوا بحي من أحياء العرب، فقال بعضهم: إن سيدنا لُدغ، فهل عند أحدكم شيء ينفع صاحبنا؟ فقال رجل من القوم: نعم، واللّٰه! إني لأرقى، ولكن استضفناكم فأبيتم أن تضيفونا، ما أنا براق حتى تجعلوا لي جعلاً، فجعلوا له قطيعًا من الشاء، فأتاه فقرأ عليه أم الكتاب ويتفل حتى برئ كأنما أنشط من عقال. قال: فأوفاهم جعلهم الذي صالحوهم. فقال: اقتسموا، فقال الذي رقى: لا تفعلوا حتى نأتي رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فنستأمره، فغدوا على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فذكروا له، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: فذكروا له، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من أين علمتم أنها رُقية، أحسنتم اقتسموا واضربوا لي معكم بسهم. (سنن أبي داؤد، كتاب الطب / باب كيف الرقى ٥٤٤/٢ رقم: ٣٩٠٠ دار الفكر بيروت، صحيح البخاري، كتاب الطب / باب الرقي بفاتحة الكتاب ٨٥٤/٢ رقم: ٢٢٧٦ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم، كتاب السلام / باب جواز أخذ الأجرة الخ رقم: ٢٢٠١ بيت الأفكار الدولية، سنن الترمذي رقم: ٢٠٦٤)

ويلتحق به ما كان بالذكر والدعاء المأثور، وكذا غير المأثور مما لا يخالف ما في المأثور. وأما الرقي بما سوى ذٰلک، فليس في الحديث ما يثبته ولا ما ينفيه، وسيأتي حكم ذٰلک في كتاب الطب. (فتح الباري شرح صحيح البخاري / باب ما يعطي في الرقية على أحياء العرب بفاتحة الكتاب ٤٥٧/٤ دار المعرفة لبنان)

قال المحدث السهارنفوري: وفي الحديث أعظم دليل على أن يجوز الأجرة على الرقي والطب. (بذل المجهود ٢٢٨/١٦ بيروت، ٤١١/٥ سهارنفور، رسائل بن عابدين شامي ١٥٥/١ لاهور)

عن عوف بن مالک الأشجعي رضي اللّٰه عنه قال: كنا نرقي في الجاهلية، فقلنا: يا رسول اللّٰه! كيف ترى في ذٰلک؟ فقال: اعرضوا عليّ رُقاكم، لا بأس بالرقي ما لم يكن فيه شرک. (صحيح مسلم، مشكاة المصابيح / كتاب الطب والرقیٰ، الفصل الأول ٣٨٨)

ولا بأس بالمعاذات إذا كتب فيها القرآن أو أسماء اللّٰه تعالىٰ، وإنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب، ولا يدري ما هو؟ ولعله يدخله سحرٌ أو كفر أو غير ذٰلک. وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات، فلا بأس به. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في اللبس ٣٦٣/٦ كراچی)

وأما حديث رهط الذين رقوا لديغًا بالفاتحة، وأخذوا جعلاً، فسألوا النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: فقال: أحق ما أخذتم عليه أجرًا كتاب اللّٰه. فمعناه: إذا رقيتم به، كما نقله العيني في شرح البخاري عن بعض أصحابنا، وقال: إن الرقية بالقرآن ليست بقربة: أي لأن المقصود بها الاستشفاء دون الثواب. (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الإجارة / مطلب في حكم الاستيجار على التلاوة ١٣٨/٢ المكتبة الميمنية مصر)

استيجاره ليكتب له تعويذ السحر يصح. (الفتاوىٰ الهندية ٤٥٠/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۴/۹/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تعویذ دے کر طے کر کے اُجرت لینا؟

سوال (۱۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تعویذ دے کر طے کر کے پیسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ احادیث وفتاویٰ سے کیا ثبوت ملتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعویذ دے کر اُجرت لینا جائز ہے؛ لیکن اس کو پیشہ بنالینا پسندیدہ نہیں ہے، اس میں بہت سے مفاسد پائے جاتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۳/ ۴۰۳، فتاویٰ محمودیہ ۵/ ۱۶۶، ۱۵/ ۴۵-۳۷۰، کفایت المفتی ۷/ ۳۱۷)

ذهب جمهور الفقهاء إلى جواز أخذ الأجرة على التعاويذ والرقي، واستدل الطحاوي للجواز، وقال: يجوز أخذ الأجرة على الرقي؛ لأنه ليس على الناس أن يرقٰى بعضهم بعضاً؛ لأن في ذٰلک تبليغًا على اللّٰه تعالىٰ. (الموسوعة الفقهية ۳۴/ ۱۳، الفتاویٰ الهندية، الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ۴/ ۴۵۰ زكريا، عمدة القاري ۲۱/ ۲۶۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/ ۴/ ۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غریب آدمی سے وسعت سے زیادہ تعویذ کی رقم وصول کرنا

سوال (۱۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی امیر یا غیر شخص سے جھاڑ پھونک یا تعویذ کے عوض زبردستی اتنی رقم وصول کرنا جو رقم اس معذور کے لئے ادا کرنا باعث مشقت ہو، یا کوئی رقم جھاڑ پھونک یا تعویذ کے لئے متعین کر دیا ہو، کہ اگر جھاڑ پھونک یا تعویذ اس وجہ سے ہے، تو اتنی رقم، اور اگر اس وجہ سے ہے تو اتنی رقم ادا کرنی ضروری ہے، اور یہ رقم زبردستی وصول کرنے کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا فرمان ہے، باحوالہ

جواب مرحمت فرما کر صراطِ مستقیم پر چلنے میں رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معتبر کلمات سے جھاڑ پھونک اور تعویذ بھی علاج ہی کی ایک قسم ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص اس عمل پر متعین اُجرت لیتا ہے، تو شرعاً اُس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر کسی شخص کو وہ اُجرت زیادہ معلوم ہوتی ہو تو وہ اس سے علاج نہ کرائے، اس میں زبردستی کی کیا بات ہے؛ تاہم مقتدیٰ حضرات کے لئے مناسب اور بہتر یہی ہے کہ وہ تعویذ کو آمدنی کا پیشہ نہ بنائیں؛ کیوں کہ اس میں تجربہ سے بہت سے مفاسد پائے گئے ہیں۔

وأما الرقي بآيات القرآن وبالأذكار المعروفة فلا نهي فيه. (شرح لنووي ٢١٩/٢)

لأن المتقدمين المانعين الاستئجار مطلقًا جوّزوا الرقية بالأجرة، ولو بالقرآن. (شامي / باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار ٧٨/٩ زكريا)

وفي الحديث: أعظم دليل على أن يجوّزوا الأجرة على الرقي والطب كما قاله الشافعي ومالك وأبوحنيفة وأحمد رحمهم اللّٰه. (بذل المجهود ٦٢٨/١١ دار البشائر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۷/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

* * *

نکاح خوانی کی اُجرت

کیا نکاح خوانی کی اُجرت جائز ہے؟

سوال (۱۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح خوانی کی اُجرت لینا صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نکاح خوانی کی اُجرت لینے کی گنجائش ہے۔

ویحل له ذٰلک ھٰکذا قالوا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب أدب القاضي / الباب الخامس عشر في أقوال القاضي ۳/۳٤٥)

قال في البزازية من كتاب القضاء: وإن كتب القاضي سجلاً أو تولى قسمةً وأخذ أجرة المثل له ذٰلک. ولو تولى نكاح صغيرة لا يحل له أخذ شيء؛ لأنه واجب عليه، وكل ما يجب عليه لا يجوز أخذ الأجر عليه، وما لا يجب عليه يجوز أخذ الأجر. وذكر عن البقالي في القاضي يقول: ’’إذا عقدتُّ عقد البكر فلي دينار، وإن ثيبًا فلي نصفه‘‘ أنه لا يحل له إن لم يكن لها ولي، فلو كان ولي غيره، يحل بناءً على ما ذكروا. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٥/٤٠٨ زكريا، امداد الفتاویٰ ۲/۲۷٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح خوانی کی اُجرت طے کرنا اور مسجد میں دینا؟

سوال (۱۶۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں ایک تنظیم بنی ہے، جس میں دیوبندی، بریلوی، جماعتِ اسلامی، اہلِ حدیث سبھی لوگ علماء وغیرہ علماء شامل ہیں، اور اس تنظیم کا اہم مقصد شادی بیاہ کی رسومات وخرافات اور فضول خرچی پر کنٹرول کرنا ہے؛ لہٰذا تنظیم نے من جملہ اور چیزوں کے نکاح خوانی کی رقم کو بھی طے کیا ہے، جیسا کہ تنظیم کی طرف سے شائع کئے گئے پرچہ میں ہے۔ (جو اسی میں منسلک ہے)

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ مسجد کے محلّہ میں کسی کی لڑکی کی شادی ہوتی ہے، تو مسجد کا امام نکاح پڑھاتا ہے، اور لڑکے والا نکاح خوانی کی رقم دیتا ہے، کہیں ۵۰۰/ اور کہیں ۱۰۰۰/ اور اس سے زیادہ تک لئے دئے جاتے ہیں، متعین نہیں تھے، اور اکثر مسجدوں میں یہ رقم امام ہی رکھ لیتا تھا، مسجد کو نہیں دیتا تھا، اور کچھ مسجدوں میں آدھی رقم امام مسجد کو دیتا تھا، چناں چہ یہ آواز اٹھی کہ پورے قصبہ میں نکاح خوانی کی رقم بھی ایک ہو اور طے کردی جائے، چناں چہ تنظیم نے باتفاق رائے ۵۰۰/ روپیہ طے کردئے (پرچہ کا جز ۸ ملاحظہ فرمائیں) اس پر کچھ ان مسجدوں کے مقتدیوں نے آواز اٹھائی، جن کو آدھے دئے جاتے تھے کہ یہ فیصلہ غلط ہے، اور مسجد کے رواج کے مطابق آدھے امام کو دینا چاہئے۔ اب دریافت یہ ہے کہ:

(۱) کیا نکاح خوانی کی رقم میں مسجد کا کوئی حق بنتا ہے؟

(۲) نکاح کے روپیہ طے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) نکاح خوانی کی رقم کتنی ہونی چاہئے؟

(۴) مسجد کے مقتدیوں کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) نکاح خوانی کی رقم کا مسجد سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور مسجد والوں کو نکاح کے فریقین سے اُجرت نکاح کا مطالبہ بے اصل ہے۔

الأجرة إنما تكون بمقابلة العمل. (شامي ٤/٣٠٧ زكريا)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لمسلم أن يأخذ مال أخيه بغير حق. (مجمع الزوائد ٤/١٧١)

(۲) نکاح خوانی کی اُجرت طے کرنا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۶/۹۳ ڈابھیل)

ولو تولى نكاح صغيرة لا يحل له أخذ شيء؛ لأنه واجب عليه …… وما لايجب عليه يجوز أخذ الأجر. (البحر الرائق ٥/٤٠٨)

ولا يحل له أخذ شيء إن كان نكاحا يجب عليه مباشرته كنكاح الصغر أو غيره يحل. (خلاصة الفتاوى ٤/٤٨)

(۳) نکاح خوانی کی کوئی رقم متعین نہیں کی جاسکتی، جتنی آپس کی رضا مندی سے طے ہوجائے درست ہے۔

ويشترط في ذٰلک رضا العاقدين. (الفتاویٰ الهندية ٤/٤١١)

(۴) مسجد کے مقتدی نکاح کی اجرت کا مطالبہ کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔

الأجرة إنما تكون بمقابلة العمل. (شامي ٤/٣٠٧ زكريا)

إذا كانت الإجارة صحيحة ترتب عليها حكمها الأصلي، وهو ثبوت الملک في المنفعة للمستاجر، وفي الأجرة المسماة للمؤجر. (الموسوعة الفقهية ١/٢٦٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲؍۱؍۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نکاح خواں کا مسجد اور کمیٹی کے لئے لڑکے والوں سے پیسہ لینا؟

سوال (۱۶۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نکاح کے موقع پر نکاح خواں اپنی فیس کے علاوہ محلّہ کی کمیٹی اور مسجد کے لئے بھی لڑکے

والے سے مزید رقم وصول کرتے ہیں، کیا یہ رقم مسجد میں لگانا جائز ہے، جب کہ لڑکے والے نے بصورتِ نقدی رشوت لے کر شادی کی ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکے والے اگر بخوشی یہ رقم مسجد میں دیں، تو اس کا مسجد کے لئے استعمال درست ہے، جبر نہ کیا جائے ورنہ ممنوع ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله تعالىٰ لا يقبل إلا طيبًا، وإن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين، فقال: ﴿يَا اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ [المؤمنون: ٥١] **وقال: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾** [البقرة، جزء آيت: ١٧٢] (صحيح مسلم رقم: ١٠١٥، سنن الترمذي رقم: ٢٩٨٩، الترغيب والترهيب مكمل ص: ٣٩٢ رقم: ٢٦٧٤ بيت الأفكار الدولية)

عن سمرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: على اليد ما أخذت حتى تؤدي. (سنن الترمذي / أبواب التفسير رقم: ١٢٦٦، سنن أبي داؤد رقم: ٣٥٦١، مشكاة المصابيح على المرقاة المفاتيح ١٣٧/٦ رقم: ٢٩٥٠ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

نکاح میں لڑکے، لڑکی والوں سے جبراً مسجد کے فنڈ کیلئے پیسہ لینا؟

سوال (۱۶۸): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض جگہ یہ رواج ہے کہ کوئی اگر نکاح کرتا ہے، تو لڑکے والے کو یا لڑکی والے کو مسجد کے فنڈ یا کسی بھی رفاہی ادارے کے فنڈ میں جبراً کچھ رقم دینا پڑتا ہے، کیا یہ رقم جبراً لینا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکے، لڑکی والے اگر خوشی کے موقع پر خوشی کے ساتھ

کچھ رقم مسجد کے فنڈ یا رفاہی اداروں کے فنڈ میں جمع کرادیں تو جائز ہے، اور جبراً وصول کرنا کسی بھی حال میں درست نہیں، اِس غلط رواج کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال ١٠٦/٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الغصب / الباب السابع، فصل في التعزير ١٦٧/٢، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، وهٰكذا في قواعد الفقه ١١٠) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

گاؤں والوں کا مسجد کیلئے لڑکے لڑکی والوں سے جبراً رقم وصول کرنا؟

سوال (۱۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے گاؤں میں قانون ہے کہ اگر لڑکے کی شادی ہو، تو پندرہ سو روپئے اور اگر لڑکی کی شادی ہو تو ہزار روپئے گاؤں میں دینا پڑتا ہے، پھر گاؤں والے اس رقم کو مسجد کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ لڑکے والے جو پیسے مسجد میں دیتے ہیں، اکثر وہ جہیز کا پیسہ ہوتا ہے، تو معلوم یہ کرنا ہے کہ گاؤں والوں کا اس طریقہ سے رقم وصول کرنا، پھر اُس کو مسجد میں خرچ کرنا کیسا ہے؟ اِس پیسہ سے بنی ہوئی مسجد میں نماز کا کیا حکم ہے؟ اور میرے گاؤں میں ایک ہی مسجد ہے، تو اِس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ رقم جبریہ وصول کرنا جائز نہیں؛ البتہ اگر کوئی بلا جبر اپنی خوشی سے مسجد وغیرہ میں دے، تو یہ رقم مسجد میں لگائی جاسکتی ہے، اور ایسی مسجد میں نماز پڑھنا بہرصورت درست ہے، گاؤں والوں کو چاہئے کہ قانون بنا کر لڑکے یا لڑکی والوں سے کوئی رقم نہ لیں؛ بلکہ صرف چندہ کی ترغیب دے سکتے ہیں، پھر جو شخص اپنی خوشی سے کم یا زیادہ جو بھی رقم دے وہ لے لیا کریں، کسی متعین مقدار کا تقاضہ نہ کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۱۵۸ ڈابھیل)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

رجل أعطى درهمًا في عمارة المسجد أو نفقة المسجد أو مصالح المسجد صحّ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف / الباب الحادي عشر، الفصل الثاني الخ ٤٦٠/٢)

لا يجوز لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٢ رقم المادة: ٩٧ كوئٹه، البحر الرائق / كتاب السير، فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، الفتاوىٰ الهندية / فصل فى التعزير ١٦٧/٢ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱۶/ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اِجتماعی شادی کمیٹی کا دولہے سے زیادہ رقم لے کر قاضی کو کم رقم دینا؟

سوال (۱۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کھرگون میں جے پوری لوہار برادری کی جانب سے ایک اجتماعی شادی کا پروگرام مؤرخہ ۲۸ مارچ ۲۰۰۶ء کو منعقد کیا گیا، جس میں ۳۶ رجوڑے نکاح کے مقدس رشتے میں بندھ گئے۔ اجتماعی

شادی کمیٹی نے نکاح خوانی کے ہدیہ کے طور پر ہر ایک دولہا سے مبلغ ۲؍سو روپے کے حساب سے ۳۶؍دولہوں سے کل ۲۷؍سو روپے وصول کئے؛ لیکن قاضی صاحب کو ۳۶ جوڑوں کا نکاح پڑھانے کا ہدیہ صرف ۳؍ہزار روپے دئے گئے، جب کہ ۳۶؍دولہوں سے ۲۷؍سو روپے نکاح کا ہدیہ اجتماعی شادی کمیٹی نے وصول کئے۔ دریافت طلب بات ہے کہ کیا اجتماعی شادی کمیٹی کا یہ فیصلہ اور یہ فعل از روئے شرع درست ہے؟ نیز اس کی بھی رہنمائی فرمائیں کہ باقی رقم ۴۲؍سو روپے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا نکاح خوانی کا ہدیہ لینا شریعت میں جائز ہے؟ امید ہے کہ اطمینان بخش جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح خوانی پر اجرت لینے کی فی نفسہٖ گنجائش ہے اور نکاح خوان قاضی اَجیر ہوتا ہے، اور جو اس کو نکاح کے لئے متعین کرے اس پر اجرت لازم ہوتی ہے، صورتِ مسئولہ میں بظاہر قاضی صاحب کو اجتماعی شادی کمیٹی نے نکاح پڑھانے کے لئے مقرر کیا ہے، اس لئے قاضی کا معاملہ کمیٹی والوں سے ہوگا اور ان کے درمیان جو اجرت پہلے سے طے ہوئی ہوگی، یا جس اجرت کا اس علاقہ میں عرف ہوگا قاضی بس اتنی ہی اُجرت لے سکتا ہے، اس سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کرسکتا، اور کمیٹی والوں نے ہر ہر دولہا سے جو رقم نکاح خوانی کے نام پر لی ہے، اس کا قاضی سے کوئی تعلق نہیں وہ رقم کمیٹی کا حق ہے۔ (امدادالفتاویٰ ۴۷۴/۳)

وإن أطلق له العمل قد أن يستأجر من يعمله؛ لأن المستحق عمل في ذمته، ويمكن إيفاءه بنفسه وبالاستعانة بغيره بمنزلة إيفاء الدين. (الهداية / باب متى يستحق الأجر ۲۹۷/۳، كنز الدقائق / كتاب الإجارة ۳۵۹ المكتبة التهانوية ديوبند) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱؍۴؍۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

◆

اِجارۂ فاسدہ ومکروہہ

ریلوے پاس سے ایک سے زائد مرتبہ سفر کرنا؟

سوال (۱۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ریلوے میں کام کرنے والوں کو ریلوے سفر کرنے کے لئے فری پاس دیتی ہے، جو صرف ایک مرتبہ سفر کرنے کے لئے ہوتا ہے، پاس میں سفر کی تاریخ ڈالنے کا حکم ہوتا ہے؛ لیکن تاریخ نہیں ڈالتے، کیا اُن کا ایک مرتبہ کے بجائے کئی مرتبہ سفر کرنا بغیر ٹکٹ سفر کے برابر ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس پاس سے صرف ایک مرتبہ سفر کی اِجازت ہے، دوسری مرتبہ اس سے مفت سفر کرنا جائز نہ ہوگا۔

عن الثوري في رجل استأجر من رجل ثوبًا كل يوم بدرهم فلبسه شهرا إلا يومين، قال: يأخذ منه أجر اليومين؛ لأنه منعه منفعته والأجر والدابة بمنزلة ذٰلک. (المصنف لعبد الرزاق، البیوع / باب الرجل یکري الدابة ۸/۲۱۳ رقم: ۱۴۹۳۲)

عن الثوري قال: إذا اكترى رجل من رجل ولم يسم ما يحمل، ولم يؤقت، قال: يحمل على الدابة ما شاء، ولا يتعدى ما يرى الناس أنه يحمل ويردف إن شاء، ويركض كما يركض الناس، فإن سمى شيئًا لم يعده، وإذا اكترى دابة فأكراها غيره ضمن، وإن كان مثل شوطه. (المصنف لعبد الرزاق، البیوع / باب الكرئ یتعدی به ۸/۲۱۲ رقم: ۱۴۹۲۹)

عن ابن سيرين في رجل استأجر أجيرًا ليحمل على ظهره شيئًا إلى مكان

معلوم، فزاد عليه، فغرمه شريح بقدر ما زاد عليه حساب ذٰلك. (المصنف لعبد الرزاق، البيوع / باب الكرىٰ يتعدي به ٨/٢١٢ رقم: ١٤٩٢٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۸/۹/۱۴۱۷ھ

اِسٹیشن ماسٹر کی اِجازت سے بغیر ٹکٹ سفر کرنا؟

سوال (۱۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اسٹیشن ماسٹر نے کسی شخص کو کہا کہ آپ کو ٹکٹ بنوانے کی ضرورت نہیں، میں آپ کو پہنچا دوں گا، کوئی ٹی ٹی آپ کو پکڑے گا بھی نہیں، کیا ایسی صورت میں بغیر ٹکٹ کے ٹرین پر سوار ہونا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اِس طرح سفر کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ اسٹیشن ماسٹر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مفت میں لوگوں کو سفر کرائے۔

عن حذيفة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ينبغي للمؤمن أن يذل نفسه. (سنن الترمذي / أبواب الفتن ٢/٥١)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب / مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير ٩/٢٩١ زكريا)

ومنها: أن يكون مملوكًا للواهب، فلا تجوز هبة مال الغير بغير إذنه لاستحالة تمليك ما ليس بمملوك للواهب، كذا في البدائع. (الفتاوىٰ الهندية / أول كتاب الهبة ٤/٣٧٤ زكريا، بدائع الصنائع، كتاب الهبة / ما يرجع إلى الموهوب ٥/١٦٩ المكتبة النعيمية ديوبند، كذا في شرح المجلة ١/٤٧١ رقم المادة: ٨٥٧ مكتبة اتحاد ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۲/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کنڈ یکٹر کا کم کرایہ پر سفر کرانا

سوال (۱۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مراد آباد سے ٹانڈہ تک کا بس کا کرایہ ۱۵/ روپیہ ہے، جو مالک کی جانب سے متعین ہے؛ لیکن اگر ہم گاڑی کے کنڈ یکٹر کو دس روپے دے دیں، تو وہ بغیر چوں وچرا کے رکھ لیتا ہے، کیا ہم سے قیامت کے دن باقی پانچ روپئے کا مؤاخذہ ہوگا یا نہیں؟ اور مالک گاڑی کا دعوی ہے کہ میں قیامت کے دن معاف نہیں کروں گا اور قیامت کے دن اس کا مواخذہ لونگا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں پندرہ کے بجائے دس روپے دینا جائز نہیں ہے، یہ ایک طرح سے مالک کے حق کی چوری ہے، کنڈ یکٹر کو اپنی طرف سے کرایہ کم کرنے کا اختیار نہیں ہے، اِس طرح سے کم کرایہ پر ٹکٹ سفر کرنے والے مسافر اور کنڈ یکٹر مالک کے مؤاخذہ دار رہیں گے؛ البتہ اگر مالک نے کنڈ یکٹر کو اِس تخفیف کی اِجازت دے رکھی ہو تو اُس کی گنجائش ہے۔

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملک الغير بغير إذنه. (قواعد الفقه ۱۱۰ أشرفي، حلبي كبير ٥١٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۴/۶/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈرائیور کا سرکاری تیل نکال کر یا سواری بٹھا کر کرایہ وصول کرنا؟

سوال (۱۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک ڈرائیور ہوں، تقریباً دو ہزار روپئے سرکاری جیپ میں تنخواہ ملتی ہے، اور کبھی افسر کو لے کر یا ویسے ہی کہیں باہر بھی جانا پڑ جاتا ہے، اور وہاں اپنا کھانا کھانا پڑتا ہے، اس کے لئے سرکار کی جانب سے کچھ نہیں ملتا، کبھی کبھی کافی روپئے خرچ ہوجاتے ہیں، تو ایسی صورت میں اگر میں

سائڈ سے اس جیپ کے ذریعہ مثلاً سواری بٹھا کر یا کچھ اُس میں سے تیل نکال کر کچھ رقم حاصل کرلوں، تو وہ میرے لئے جائز ہوگی یا نہیں؟ جب کہ بڑے افسر کی طرف سے اجازت رہتی ہے کہ تم اپنا خرچ نکال لو، اگر اِس طرح نہ کیا جائے تو گھر کا کام چلنا مشکل ہے؛ کیوں کہ سارا روپیہ اپنے کھانے پینے ہی میں خرچ ہو جائے گا، تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ اس سائڈ کی اوپری آمدنی کو استعمال کرلوں یا کیا کروں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکاری تیل نکال کر یا سواری بٹھا کر کرایہ وصول کرنا سرکار کی چوری ہے، جس کی اجازت نہیں ہے، بڑے افسر کے اِجازت دینے سے بھی یہ آمدنی حلال نہ ہوگی؛ کیوں کہ یہ افسر کی ملکیت نہیں؛ بلکہ حکومت کی ملکیت ہے، اگر آپ کا خرچ اِس مختصر آمدنی میں پورا نہیں ہوتا، تو یہ ملازمت چھوڑ کر کوئی اور اچھی ملازمت تلاش کرلیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۴۲۵)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يأخذ أحد شبرًا من الأرض بغير حقه الخ. (صحيح مسلم، المساقاة / باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها ۲/۳۳)

وليس للأجير الخاص أن يعمل لغير مستأجره إلا بإذنه، وإلا نقص من أجره بقدر ما عمل، ولو عمل لغيره مجانًا أسقط رب العمل من أجره بقدر قيمة ما عمل. (الرد المحتار / الإجارة ۵/۷۰ دار الفكر بيروت، الموسوعة الفقهية ۱/۲۹۰ كويت)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة ٦١ رقم المادة: ۹۶ كوئٹه)

لا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه. (الأشباه والنظائر / كتاب الغصب ۲/۹۸ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۹؍۴؍۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِسکولوں میں سرکار کی مقرر کردہ مقدار سے زائد فیس لینا؟

سوال (۱۷۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندی سرکاری اِسکولوں میں جو فیس لی جاتی ہے وہ سرکار سے مقرر شدہ فیس سے زائد لی جاتی ہے؛ لہٰذا سرکار کو مقررہ فیس جمع کرنے کے بعد جو پیسہ بچتا ہے اس کو کیا کریں؟ آیا اس پیسہ کو ماسٹر سرکاری آفیسروں کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اولاً تو یہ زائد فیس لینی ہی نہیں چاہئے؛ کیوں کہ یہ بھی ظلم ہے، اگر لے لی گئی ہے تو کوشش کی جائے کہ جتنا روپیہ جس سے زائد لیا ہے وہ لوٹا دیا جائے، دینے والوں کی اِجازت کے بغیر سرکاری اَفسروں کو یہ رقم دینا درست نہ ہوگا۔

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ۳۸۵/٦ كراچی، ۵۵۳/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۹/۵ھ

ٹھیکہ پر کام طے کرا کے دنوں کے حساب سے اُجرت دینا؟

سوال (۱۷٦): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے ایک مسجد کے فرش کو پختہ کرنے کا کام طے کیا، جو کام طے ہوا وہ کام مکمل کیا، اس کے بعد میں نے اپنی طے شدہ رقم کو مسجد کے ذمہ داران سے مانگا، وہ حضرات کہنے لگے کہ تم نے جتنے دن کام کیا ہے، روزانہ کی مزدوری کے حساب سے لے لو، آیا اس شکل میں پہلی طے شدہ رقم واجب ہوتی ہے یا کہ مزدوری؟ اس مذکورہ مسئلہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ اِجارہ عمل پر طے ہوا تھا؛ لہٰذا جب وہ عمل پورا ہوگیا تو

پہلے مقرر کردہ اجرت ہی واجب ہے، اب بعد میں دنوں کے حساب سے اُجرت کی بات کرنا درست نہیں ہے۔

المستفاد: قال الصاحبان هي صحيحة: ويقع العقد على العمل. (شامي، باب الإجارة الفاسدة / مطلب: يخصُّ القياسُ والأثر وبالعرف العام الخ ٩/٦ ٥ دار الفكر بيروت، ٨١/٩ زكريا)

استأجره ليبني له حائطًا بالآجرّ والجص وعُلم طوله وعرضه، جاز ……

ولو استأجره لحفر البئر إن لم يبيّن الطول والعرض والعمق، جاز استحسانًا، ويؤخذ بوسط ما يعمله الناس، كذا في الوجيز للكردري. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الخامس، الفصل الرابع ٤٥١/٤ زكريا، وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / البحث الخامس في الاستصناع والاستجارة على العمل ٧٤/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۷/۹/۲۰ھ

مزار پر چڑھانے کے لئے چادر سی کر دینا؟

سوال (۱۷۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ٹیلر ہیں، اگر ان سے کوئی مزار کی چادر تیار کرائی جائے، تو وہ سلائی کے پیسے لے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر لے سکتا ہے تو وہ اُجرت کا استعمال درست ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں سلائی کے پیسے لینا تو فی نفسہٖ درست ہے؛ لیکن چوں کہ مزار پر چادر چڑھانا بدعت ہے؛ اس لئے ایک کارِ بدعت میں کسی درجہ میں تعاون کی وجہ سے کراہت ضرور ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۱۷ا ڈابھیل)

فإذا ثبت كراهة لبسها للتختم ثبت كراهة بيعها وصبغها لما فيه من الإعانة على ما لا يجوز، وكل ما أدى إلى مالا يجوز، لا يجوز. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / فصل في اللبس ٣٦٠/٦ دار الفكر بيروت)

وجاز بيع عصير ممن يتخذه خمرًا؛ لأن المعصية لا تقوم بعينه؛ بل بعد تغيره. وقيل: يكره لإعانته على المعصية، بخلاف بيع أمرد ممن يلوط به، وبيع سلاح من أهل الفتنة؛ لأن المعصية تقوم بعينه ...... قلت: وقدمنا ثمة معزيًا للنهر أن ما قامت المعصية بعينه، يكره بيعه تحريمًا. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ۶/۳۹۱ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۳/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کمپیوٹر کی خریداری کے لئے بطور رأس المال ایک لاکھ روپئے دینا اور اُس کا کرایہ وصول کرنا

سوال (۱۷۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا ایک مسئلہ یہ ہے کہ میں مسمّٰی سید اعظم، کمپیوٹر کلاس والوں کو بطور کرایہ کے کمپیوٹر دیا کرتا ہوں، میں نے ایک کمپیوٹر کلاس والے مکرم فاروق کو ایک لاکھ روپیہ دیا، وہ اس رقم سے دس کمپیوٹر خرید کر استعمال کریں گے اور مجھے یعنی سید اعظم کو ہر مہینے پانچ ہزار روپیہ ادا کریں گے، جو کرایہ دس کمپیوٹر کا ہوگا، اور آخر میں اسی کمپیوٹر کو مکرم فاروق ایک لاکھ میں سید اعظم سے خرید کریں گے، یہ چھ مہینے کا عہد تھا، وہ چھ ماہ میں نہ خریدیں تو یہی کرایہ یعنی دس کمپیوٹر کا ہر ماہ پانچ ہزار روپیہ جاری رہے گا، یہ ہمارے مابین زبانی معاملہ ہوکر اب اس طرح کرایہ پانچ ہزار روپیہ سید اعظم پا رہا ہے، کیا یہ شرعی طور پر جائز ہے؟

نوٹ:- مکرم فاروق ایک لاکھ روپیہ کس تجارت پر لگا رہا ہے؟ وہ سید اعظم کے علم میں نہیں ہے؟ البتہ مکرم فاروق کمپیوٹر کا لین دین اور کمپیوٹر کلاس چلا رہے ہیں، اور کرایہ بھی لے دے رہے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر سید اعظم خود ایک لاکھ روپئے

کے کمپیوٹر خرید واکر مکرم فاروق کو بطور کرایہ دیتے تو یہ معاملہ کرایہ داری میں داخل ہو کر درست رہتا؛ لیکن حسب تحریر سوال مکرم فاروق نے سید اعظم سے ایک لاکھ روپیہ لے کر کمپیوٹر خریدے یا نہیں، اس کا سید اعظم کو کچھ پتہ نہیں، اور اگر خریدے ہیں تو وہ کون کون سے ہیں ایسی غیر متعین اور مجہول صورت میں کرائے کا کیا سوال ہوسکتا ہے؟ بظاہر یہ روپیہ صرف قرض ہے، اگر اس پر کوئی بھی زائد رقم کا سید اعظم مطالبہ کرے گا اسے لینا قطعاً جائز نہیں۔

عن علي رضي الله عنه مرفوعًا كل قرض جر منفعة فهو ربوا. (إعلاء السنن، كتاب الحوالة / باب كل قرض جر منفعة فهو ربا ٥٦٦/١٤ رقم: ٤٨٥٨ دار الكتب العلمية بيروت، شرح معاني الآثار للإمام الطحاوي ٢٢٩/٢، نصب الراية ٦٠/٤)

ومنها أن يكون المعقود عليه، وهو المنفعة معلومًا علمًا يمنع المنازعة، فإن كان مجهولا جهالة مفضية إلى المنازعة يمنع صحة العقد وإلا فلا. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الأول ٤١١/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۷/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کمپیوٹر کی خریداری کے بغیر روپیہ والے کا کرایہ وصول کرنا؟

سوال (۱۷۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سوال یہ ہے کہ سید اعظم سے مکرم فاروق نے ایک لاکھ روپیہ یہ کہہ کر لئے کہ پانچ عدد لیپ ٹاپ (LAP TOP) کمپیوٹر خرید کر اس کا کرایہ مارکیٹ میں دو ہزار روپیہ ہر ماہ فی کمپیوٹر کا ہے، مگر مکرم فاروق کے لئے سید اعظم کو رعایۃً فی کمپیوٹر کا کرایہ ایک ہزار روپیہ کر دیا صرف چھ ماہ کے لئے، چھ ماہ بعد مکرم فاروق نے کمپیوٹر جن کی تعداد ۵/ ہے ایک لاکھ روپیہ خرید لیں گے۔ مکرم فاروق چھ ماہ میں ۵/ عدد کمپیوٹر سید اعظم کے نہ خریدنے کی صورت میں مارکیٹ کے حساب سے ہر ماہ فی کمپیوٹر دو ہزار روپیہ سے جو پانچ کمپیوٹر کے دس ہزار روپیہ ہوتے ہیں وہ ادا کر رہے ہیں، جب کہ مکرم فاروق نے حسبِ وعدہ وہ پانچ کمپیوٹر (LAP TOP) خریدے ہی نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ سید اعظم وہ کرایہ لے یا نہیں؟ اگر کرایہ لینا جائز نہیں ہے تو آپ مجھے شرعی حل بتائیں کہ مکرم فاروق سے صحیح معاملہ کیسے کروں، جو شرعی مسئلہ آپ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتائیں، انشاء اللہ اس پر عمل کروں گا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب مکرم فاروق نے سید اعظم سے ایک لاکھ روپیہ لے کر پانچ کمپیوٹر لیپ ٹاپ خریدے ہی نہیں، تو سید اعظم کے لئے کرایہ کے طور پر ہر ماہ ایک ہزار یا دو ہزار روپیہ لینا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ انجام کے اعتبار سے یہ معاملہ محض قرض کا ہے، جس پر کسی زیادتی کا مطالبہ سید اعظم کے لئے جائز نہیں ہے۔ نیز سوال میں ذکر کردہ معاملے میں ایک عقد کے ساتھ دوسرے عقد کی شرطیں لگانے کی خرابی بھی پائی جا رہی ہے، جو مفسدِ عقد ہے، جواز کی شکل ایسے معاملات میں صرف یہ ہوسکتی ہے کہ جو چیز کرایہ پر دینی ہو اسے مالک اولاً خود خرید کر مستأجر کے حوالے کردے اور ہر ماہ کا کرایہ متعین طور پر وصول کرے۔

عن علي رضي اللّٰه عنه كل قرض جر منفعة فهو ربا، وكل قرض شرط فيه الزيادة، فهو حرام بلا خلاف. (إعلاء السنن، كتاب الحوالة / باب كل قرض جر منفعة فهو ربا ١٤/٥٦٦ رقم: ٤٨٥٨ دار الكتب العلمية بيروت،)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن بيعتين في بيعة. (سنن الترمذي، أبواب البيوع / باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة ٢٣٣/١، إعلاء السنن ١٤/١٧٣ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن صفقتين في صفقة واحدة. (المسند لإمام أحمد ٣٩٨/١ رقم: ٣٧٨٢، إعلاء السنن ١٤/١٧٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۷/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مردار جانوروں کا ٹھیکہ لینا اور اُن کی کھال استعمال کرنا؟

سوال (۱۸۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے قصبہ بابوگنج میں ایک شخص ''نواب حسین'' نام کے ہیں، جنہوں نے مختلف کاروبار کے ساتھ علاقہ کے مرجانے والے جانوروں کا ٹھیکہ بھی لے رکھا ہے، چناں چہ محدود علاقہ کے مرجانے والے جانوروں کی کھال ان کے آدمی جاکر نکال لاتے ہیں، اور مذکورہ شخص اس کھال کو بیچ کر پیسے اپنے تصرف میں استعمال کرتا ہے، یہ بھی ان کا مستقل کاروبار ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مرنے والے جانوروں کا ٹھیکہ لینا اور اس کی کھال فروخت کرکے پیسے استعمال کرنا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں اور منع کرنے کے باوجود بھی وہ شخص اس کاروبار سے نہ رکے، تو سماجی اعتبار سے ایسے شخص سے ربط وتعلق رکھنا شادی وغمی میں بلانا اس کے یہاں شادی وغمی میں جانا اور دیگر تقریبات میں اس شخص سے ملنے جلنے کی شرعاً کس حد تک اجازت ہے؟ سماج کو ایسے شخص کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اولاً مردار جانوروں کے ٹھیکے کا معاملہ ہی ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ سراپا مجہول اور فاسد ہے، دوسرے یہ کہ مردار کھال بغیر دباغت کے بیع وشراء کے قابل نہیں؛ اس لئے اس کی آمدنی قطعاً ناجائز ہے، اور جس شخص کی غالب آمدنی اس طرح کی حرام کمائی پر مشتمل ہو اس کے یہاں کھانے پینے سے احتراز کرنا لازم ہے، اور برادری کی سطح پر ایسے شخص کو مذکورہ حرام کام سے روکنے کے لئے مؤثر اور مناسب کارروائی کی جانی چاہئے۔

وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين؛ لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة. (شامي / كتاب الإجارة ۷/۹ زكريا)

وشرط لصحته معرفة قدر مبيع (تنوير الأبصار) **فخرج ما لو كان قدر المبيع مجهولًا، أي جهالة فاحشة، فإنه لا يصح.** (شامي، كتاب البيوع / مطلب ما يبطل الإيجاب سبعة ۷/۴۸ زكريا)

لا يجوز بيع جلود الميتة قبل الدباغ. (مجمع الأنهر ۸۶/۳ دار إحياء التراث العربي بيروت)

وإن كان غالب ماله الحرام لا يقبله ولا يأكله. (مجمع الأنهر ۵۲۹/۲ دار إحياء التراث العربي بيروت)

إن الهجران إنما يحرم إذا كان من جهة غضب نفساني، أما إذا كان على وجه التغليظ على المعصية والفسق أو على وجه التأديب كما وقع مع كعب بن مالك وصاحبيه، أو كما وقع لرسول الله صلى الله عليه وسلم مع أزواجه، أو لعائشةؓ مع ابن الزبيرؓ، فإنه ليس من الهجران الممنوع. (تكملة فتح الملهم ۳۵۶/۵ مكتبة دار العلوم كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۶/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تیس ہزار کے عوض زمین کرایہ پر دینا اور اپنے لئے متعینہ غلہ کی شرط لگانا؟

سوال (۱۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی آراضی صحرائی عمرو کو بالعوض مبلغ ۳۰؍ ہزار روپئے میں اس طرح دی کہ تم سالانہ صرف پانچ کوئنٹل غلہ گندم دیا کرو، بلا تعیین جب میں تمہارے پورے پیسے ۳۰؍ ہزار دے دوں گا، تو اپنی آراضی تم سے لے لوں گا، آراضی تقریباً ۳۰؍ بیگھہ خام ہے، گویا کہ زید جب تک اس رقم کی واپسی کرے گا، تو اس کو صرف اس آراضی سے پانچ کوئنٹل غلہ ہی سالانہ ملے گا اور جب بھی روپئے واپس کرے گا، تو پوری رقم ۳۰؍ ہزار ہی واپس کرنی پڑے گی، تو یہ بیع درست ہے یا نہیں؟ زید اور عمرو دونوں کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ یا تو قرض پر نفع اُٹھانے کا ہے، یا شئ مرہون سے

فائدہ اُٹھانے کا ہے، اور دونوں صورتیں ناجائز ہیں؛ لہٰذا اِس طرح معاملہ کرنے کی اِجازت نہ ہوگی۔

كل قرض جر نفعًا حرامٌ فكره للمرتهن سكنى المرهونة بإذن الراهن. (درمختار) **لأنه إذن له في الربوا؛ لأنه يستوفی دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فتكون ربا وهٰذا أمر عظيم.** (شامي، البيوع / باب المرابحة والتولية، مطلب: كل قرض جرّ نفعًا فهو حرام ١٦٦/٥ كراچی، ٣٩٥/٧ زكريا)

أجمع الجمهور على أن المرتهن لا ينتفع من الرهن. (الفلك المشحون ص: ٣ بحواله: تعليقات: فتاوىٰ محموديه ٣٧٧/٢٥ ميرٹھ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۱/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جانور کو جفتی کرانے کی اُجرت

سوال (۱۸۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں بھینس کو نئے دودھ کرانے کے لئے بھینسے والے کے پاس لے جاتے ہیں، بھینسے والا اپنے بھینسے یعنی جھوٹے سے بھینس کو نئے دودھ کراتا ہے، اس طریقہ پر بھینسے والا بھینس والے سے رقم لیتا ہے، آیا یہ رقم دینی اور لینی جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کاروبار کرنا کیسا ہے؟ اور اس کام کے لئے پردہ کا ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نر جانور سے جفتی کرانے پر اجرت کا لین دین شرعاً جائز نہیں ہے، اور یہ کاروبار بھی منع ہے، اور جانور پردے کے مکلّف نہیں، پھر بھی اگر اس موقع پر پردہ کا اہتمام کیا جائے تو مناسب ہے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: نهى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عن عسب الفحل. (صحيح البخاري، كتاب الإجارة / باب عسب الفحل رقم: ٢٢٨٤ دار الفكر بيروت)

وفي هامشه: ولم يرد النهي عن الإعارة؛ لأن فيه قطع النسل، وإنما حرم الكراء لما فيه من الغرر، إذ هو شيء غير معلوم، ولا يدري هل يلقح أم لا؟ وهل تعلق الناقة أم لا؟ (صحيح البخاري ١/ ٣٠٥)

والفحل الذكر من كل حيوان، واختلف في العسب، قيل: هو ثمن ماء الفحل، وقيل أجرة الجماع، وعلى الأخير جرى المصنف، وعلى كل تقدير فبيعه وإجارته حرام؛ لأنه غير متقوم ولا معلوم ولا مقدور على تسليمه. (الكنز المتواري في معادن لامع الدراري ١٠/ ٣٢٥ فيصل آباد پاكستان)

ولا يجوز أخذ أجرة عسب التيس، وهو أن يواجر فحلا لينز وعلى إناث.

(الهداية / باب الإجارة الفاسدة ٣/ ٣٠٣ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۴/۱۱/۲۵ھ

کرایہ لے کر جفتی کرانا؟

سوال (۱۸۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسلمان اپنے نر جانور سے اُجرت لے کر جفتی کراتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ اگر درست نہیں ہے تو کیا دلیل اور کیا وجہ ہے؟ جب کہ جانور جو ایک مال ہے، اگر اس کی خوراک کا معقول انتظام نہ کیا جائے، تو وہ اس فعل سے متأثر ہوجاتا ہے اور کمزور ہوجاتا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جفتی کا کرایہ لینے کی ممانعت صحیح حدیث میں وارد ہے۔ یعنی یہ ایسا عمل ہے جس کو پورا کرنے پر خود موجر قادر نہیں ہے، یعنی یہ گارنٹی نہیں کہ وہ حمل کروا ہی دے اور جانور کے کمزور ہوجانے کی بنا پر کسی فاسد عقد کو صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن

عسب الفحل. (سنن الترمذي، أبواب البيوع / باب ما جاء في كراهية عسب الفحل ٢٤٠/١ رقم: ١٢٧٣، صحيح البخاري، كتاب الإجارة / باب عسب الفحل رقم: ٢٢٨٤ دار الفكر بيروت، سنن أبي داؤد / كتاب الإجارة رقم: ٣٤٢٩ دار الفكر بيروت)

اور علامہ شامیؒ نے ممانعت کی وجہ یہ لکھی ہے:

لأنه عمل لا يقدر عليه وهو الإحبال. (شامي / باب الإجارة الفاسدة ٥٥/٦ كراچی، ٧٥/٩ زكريا)

قال أصحابنا، والثوري، والأوزاعي، والليث، والشافعي: لا يجوز كراء عسب الفحل.

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه يقول: نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن بيع ضراب الجمل. (صحيح مسلم، كتاب المساقاة / باب تحريم بيع فضل الماء …… وتحريم بيع ضراب الفحل رقم: ١٥٦٥ بيت الأفكار الدولية، سنن النسائي رقم: ٤٦٧٩ دار الفكر بيروت)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: نهى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عن عسب الفحل. (صحيح البخاري، كتاب الإجارة / باب عسب الفحل رقم: ٢٢٨٤ دار الفكر بيروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه يقول: نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن ثمن الكلب وعسب الفحل. (سنن النسائي، كتاب البيوع / باب بيع ضراب الجمل ٣١/١/٧ رقم: ٤٦٨٢ دار الفكر بيروت)

وأيضًا فإن ضراب الفحل يقع لنفسه لا للمستأجر. (مستفاد: مختصر اختلاف العلماء للإمام أبو جعفر الطحاوي ١٠٢/٤-١٠٣ رقم: ١٧٨٢ دار البشائر الإسلامية) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۴ھ

جانوروں میں انجکشن کے ذریعہ گابھن کرانے پر اُجرت؟

سوال (۱۸۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جانوروں میں بیج ڈلوانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث میں جفتی پر اُجرت کی ممانعت وارد ہوئی ہے، اور ممانعت کی علت دو چیزیں ہیں: اول غرر وجہالت، یعنی یہ متعین نہیں کہ جفتی سے حمل ٹھہر جائے، دوسرے یہ کہ جو مادہ ڈلوایا جارہا ہے وہ نجس ہے، اُس کو خریدنا درست نہیں ہے، اِن دونوں وجوہات سے جانور کی جفتی پر قیمت اور اُجرت کا لین دین ممنوع قرار دیا گیا ہے؛ لیکن جہاں جانور سے جفتی کی صورت نہ ہو؛ بلکہ انجکشن کے ذریعہ استقرارِ حمل کرایا جائے، جیسا کہ اِس زمانہ میں عموماً یہی طریقہ رائج ہوگیا ہے، تو اس میں دو باتیں قابل غور ہیں: ایک یہ کہ کیا انجکشن لگانے کا عمل استحقاق اُجرت رکھتا ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ جو مادہ انجکشن کے ذریعہ ڈالا جارہا ہے وہ مبیع بننے کے قابل ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ عمل غیر مستحق اُجرت نہیں کہا جاسکتا، اِس کی نظیر جانوروں کو خصی بنانا اور اُس کی اُجرت کے جواز کا مسئلہ ہے، نیز یہ عمل جانور کی منفعت کے لئے ہے، اسے اس کے حق میں خلافِ فطرت بھی نہیں کہہ سکتے، اور دوسرے امر کے متعلق جانور کے ڈاکٹر صاحب سے تحقیق کی گئی، تو معلوم ہوا کہ انجکشن کے ذریعہ ڈالا جانے والا مادہ نر کے مادۂ منویہ اور مختلف کیمیکل پر مشتمل ہوتا ہے، اگر دوسری اشیاء مادۂ منویہ میں نہ ہوں، تو حمل کی صلاحیت رکھنے والے جراثیم زندہ نہیں رہ سکتے، اِس لئے مادۂ منویہ کے علاوہ دیگر چیزوں کے مل جانے کی وجہ سے اِس انجکشن کو مبیع بھی قرار دیا جاسکتا ہے، اور جس طرح مٹی مل جانے کے بعد غلاظت انسانی کی بیع جائز ہوجاتی ہے، اِسی طرح دیگر کیمیکل غالب مقدار میں مل جانے کی وجہ سے اُس حمل کے انجکشن کی بیع اور اُس کی قیمت کا تعین بھی درست معلوم ہوتا ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن عسب الفحل. (سنن الترمذي، أبواب البيوع / باب ما جاء في كراهية عسب الفحل ٢٤٠/١ رقم: ١٢٧٣، صحيح البخاري، كتاب الإجارة / باب عسب الفحل ٣٠٥/١ رقم: ٢٢٨٤ دار الفكر بيروت، فتح الباري ٥٨١/٤ بيروت، سنن أبي داؤد / كتاب الإجارة رقم: ٣٤٢٩ دار الفكر بيروت)

لايجوز أخذ الأجرة عليه ولا أخذ المال بمقابلة الماء وهو نجس لاقية له فلا يجوز. (البحر الرائق ۱۹/۸ کوئٹہ)

الإجارة عقد يرد على المنافع بعوض. (الهداية ۲۷۷/۳)

لا بأس بإخصاء البهائم. (الهداية ٤٥٨/۳)

ويجوز بيع المخلوط وهو المروي عن محمد وهو الصحيح، والمخلوط بمنزلة زيت خالطته النجاسة. (الهداية ٤٥٢/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹری کرایہ پر دینا؟

سوال (۱۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کرایہ پر بیٹری دیتا ہے اور بعض لوگ اِس شخص سے کرایہ پر بیٹری لے کر اس بیٹری سے ٹی وی وغیرہ پر فلم دیکھتے ہیں، تو کیا اُس شخص کا اِس طرح کرایہ پر بیٹری دینا درست ہے اور اُس کی کمائی کا کیا حکم ہے؟ کیا اُن بیٹریوں کا کرایہ اور کمائی درست ہے یا نہیں؟ اِسی طرح اُس شخص کے پاس ایک چارجر ہے جس کے ذریعہ وہ کرایہ پر بیٹری چارج کرتا ہے اور وہ اِس چارجر سے اُن حضرات کی بیٹری بھی چارج کرتا ہے، جو اس بیٹری سے ٹی وی وغیرہ پر فلم دیکھتے ہیں، تو کیا اُس شخص کا اِس طرح چارج کرنا درست ہے؟ اور وہ شخص اِس طرح کی بیٹری چارج کرنے پر جو پیسہ لیتا ہے اُس کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ کرایہ اور پیسہ بلا کراہت درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیٹری اکثر وبیشتر جائز اُمور میں استعمال ہوتی ہے اِس لئے بیٹری کرایہ پر دینے اور چارج کرنے کی گنجائش ہے، اور اُس کی کمائی بھی جائز ہے، اور بیٹری کرایہ پر لے جانے یا چارج کرانے کے بعد جو لوگ اُس کو ناجائز اُمور میں استعمال کریں گے اُس کا گناہ اُنہی لوگوں پر ہوگا، کرایہ پر دینے والے اور چارج کرنے والے پر گناہ نہیں ہوگا۔

وإنما تحصل المعصية بفعل فاعل. (الدر المختار مع الشامي ٥٦٢/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۵/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نصفا نصف رقم پر غیر ملکی کرنسی بھنانے کا معاملہ؟

سوال (۱۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پولیس نے ایک بلڈنگ کے متصل استنجاء خانہ کی چھت سے غیر ملکی کرنسی برآمد کی، جس میں کچھ پھٹے ہوئے نوٹ بھی تھے، ان نوٹوں کو ایک غریب عورت سے کہا کہ تم اس کو لے لو، اگر اس کے کچھ پیسے ملیں گے، تو تم لے لینا، رقم کا مالک ممکن ہے کہ غیر ملکی ہو، جو ڈر سے سنڈاس کے اوپر مہینوں پہلے پھینک کر بھاگ گیا ہو، بہرحال اس عورت نے ایک مسلم دوکاندار سے کہا کہ یہ پھٹے ہوئے نوٹ جو بیرونِ ممالک کے ہیں، اگر ایکسچینج ہو جائیں، تو آدھی رقم مجھے دے دینا ور نصف تم لے لینا، تو کیا ان پھٹے ہوئے نوٹوں کو ایکسچینج کرا کر اس کی محنت کی اجرت لینا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اُجرت مجہول ہونے کی بنا پر کرنسی بھنانے کا مذکورہ معاملہ جائز نہیں ہے، جواز کی شکل یہ ممکن ہے کہ دوکان دار کسی متعین قیمت پر عورت سے وہ کرنسی خود خرید لے، پھر انہیں زائد میں فروخت کر کے نفع حاصل کر لے۔

ولا تصح حتى يكون المنافع معلومة والأجرة معلومة. (الهداية / كتاب الإجارة ۲۹۳/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

◆

معاصی اور تعاون علی المعصیت پر اُجرت

نائی کی اُجرت

سوال (۱۸۷): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص بال ورکا پیشہ کرے، یعنی داڑھی مونچھ سر کے بال بنا کر کمائی کرے تو کیا یہ پیشہ حرام ہے یا نہیں؟ اگر ایسے شخص کی کمائی میں سے کوئی کچھ کھالے، تو اس کے لئے حرام ہوا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نائی اگر صرف جائز کام کرے، یعنی سر کے بال بنائے، مونچھیں کترے، تو اس کی آمدنی بلا شبہ حلال ہے، اور اگر ناجائز کام کرے مثلاً داڑھی مونڈے، تو اُس کی آمدنی مکروہ ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۲]

إن الإعانة علی المعصية حرام قطعًا بنص القرآن، ولكن الإعانة حقيقة هي ما قامت المعصية بعين فعل المعين الخ. (جواهر الفقه / تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام ۲/ ۴۴۷ ديوبند)

ويحرم على الرجل قطع لحيته. (الدر المختار / الحظر والإباحة، فصل في البيع ۶/ ۴۰۷ دار الفكر بيروت)

قال العلامة الزيلعي: ولا يجوز على الغناء والنوح والملاهي؛ لأن

المعصية لا يتصور استحقاقها بالعقد فلا يجب عليه الأجر، وإن أعطاه الأجر وقبضه، لايحل له، ويجب عليه رده على صاحبه. (تبيين الحقائق / باب الإجارة الفاسدة ١١٩/٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۲/۸/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

داڑھی مونڈنے کی اُجرت؟

سوال (۱۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: داڑھی مونڈنا اور منڈوانا کیسا ہے، اور اس کے ذریعہ سے جو روزی کمائی جاتی ہے وہ جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داڑھی مونڈنا اور منڈوانا شرعاً ناجائز ہے، اور اس کی آمدنی بھی کراہت سے خالی نہیں ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ٢]

قال العلامة الحصكفي رحمه اللّٰه تعالیٰ: ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ٤٠٧/٦ كراچى)

وفي نوادر هشام عن محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ: رجل استأجر رجلاً ليصور له صوراً أو تماثيل الرجال في بيت، أو فسطاطٍ فإني أكره ذٰلک وأجعل له الأجرة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤٥٠/٤ زكريا)

قال العلامة الزيلعي: ولا يجوز على الغناء والنوح والملاهي؛ لأن المعصية لا يتصور استحقاقها بالعقد فلا يجب عليه الأجر، وإن أعطاه الأجر وقبضه، لايحل له، ويجب عليه رده على صاحبه. (تبيين الحقائق / باب الإجارة الفاسدة

١١٩/٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۲/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نائی کی کمائی؟

سوال (۱۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نائی کی کمائی درست ہے یا نہیں؟ جب کہ اس میں داڑھی بھی مونڈتا ہے اور انگریزی بال بھی کاٹتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جونائی داڑھی مونڈتا ہو اور انگریزی طریقہ کے بال بناتا ہو اس کی کمائی اعانت علی المعصیت کی بنا پر مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۲۳/۱۷ ڈابھیل)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلٰى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۲]

قال العلامة الحصكفي رحمه اللّٰه تعالیٰ: ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ٤٠٧/٦ کراچی)

وفي نوادر هشام عن محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ: رجل استأجر رجلاً ليصور له صوراً أو تماثيل الرجال في بيت، أو فسطاطٍ فإني أكره ذٰلك وأجعل له الأجرة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤٥٠/٤ زكريا)

قال العلامة الزيلعي: ولا يجوز على الغناء والنوح والملاهي؛ لأن المعصية لا يتصور استحقاقها بالعقد فلا يجب عليه الأجر، وإن أعطاه الأجر وقبضه، لايحل له، ويجب عليه رده على صاحبه. (تبيين الحقائق / باب الإجارة الفاسدة ١١٩/٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۶/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر محرم عورت کو چوڑی پہنانے کی اُجرت؟

سوال (۱۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص چوڑی کی تجارت کرتا ہے، چوڑی کی تجارت میں غیر محرم عورتوں کو چوڑی پہنانا بھی پڑتا ہے، تو غیر محرم عورت کو چوڑی پہنا کر جو روپیہ کمایا جائے وہ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نامحرم عورتوں کو اپنے ہاتھ سے چوڑیاں پہنانا غیر مرد کے لئے ہرگز حلال نہیں ہے؛ تاہم اس بے شرمی اور بے غیرتی والے عمل سے آمدنی حرام تو نہیں ہے؛ لیکن گناہ کی وجہ سے مکروہ ضرور ہوگی۔

عن عمر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثها الشيطان. (مشكاة المصابيح، النكاح / باب النظر إلى المخطوبة ۲٦۹)

إلا من أجنبية فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في النظر والمس ۵۲۸/۹ زكريا)

وكل أنواع الكسب في الإباحة، سواء على المذهب الصحيح كما في البزازية وغيرها (الدر المختار) أقول: فالمراد من قولهم كل أنواع الكسب في الإباحة، سواء أنها بعد إن تكن بطريق محظور لا يذم بعضها، وإن كان بعضها أفضل من بعض. ثم إن كل نوع منها تارة يتخذه الإنسان حرفةً ومعاشًا، وتارة يفعله وقت الحاجة في بعض الأحيان. (الدر المختار مع الشامي / أول كتاب الصيد ٤٦٠/١٠ زكريا)

قال رحمه اللّٰه: يمس ما يحل له النظر إليه يعني يجوز أن يمس ما حل له النظر إليه من محارمه ومن الرجل لا من الأجنبية. (البحر الرائق / فصل في النظر واللمس ٣٥٦/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۶/۸/۱۸ھ

ٹیلی ویژن اور ویڈیو کی مرمت سازی کی اُجرت لینا؟

سوال (۱۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: علماء کرام نے ٹیلی ویژن اور ویڈیو وغیرہ کا استعمال ناجائز قرار دیا ہے، تو ایسی صورت میں ٹیلی ویژن ویڈیو وغیرہ کا سامان پرزے وغیرہ فٹ کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو پھر سامان پرزے وغیرہ فٹ کرنے کی مزدوری لینا حرام ہے یا حلال؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹیلی ویژن اور ویڈیو پر چوں کہ عموماً ناچ گانے تصویر اور دیگر خرافاتی پروگرام پیش کئے جاتے ہیں، جو معصیت اور گناہ کے کام ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں، اس لئے اس کی مرمت کرنا اس میں پرزے فٹ کرنا بھی تعاون علی المعصیت سے کم نہیں ہے؛ لہٰذا اس کی آمدنی مکروہ اور ممنوع ہے، مسلمانوں کو اس کے علاوہ دیگر جائز اور غیر مشتبہ ذرائع آمدنی اختیار کرنے چاہئیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۷/۳۱۷، فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۳۲۳)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آيت: ٢]

وقال تعالىٰ: ﴿وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ [المائدة، جزء آيت: ٨٨]

فإذا ثبت كراهة لبسها للتختم، ثبت كراهة بيعها وصيغها، لما فيه من الإعانة على ما لا يجوز، وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في اللبس ٦/٣٦٠ كراچی)

وجاز بيع عصير ممن يتخذه خمرًا؛ لأن المعصية لا تقوم بعينه؛ بل بعد تغيره. وقيل: يكره، لإعانته على المعصية، بخلاف بيع أمرد ممن يلوط به، وبيع سلاح من أهل الفتنة؛ لأن المعصية تقوم بعينه …… قلت: وقدمنا ثمة معزيًا للنهر أن ما قامت المعصية بعينه، يكره بيعه تحريمًا. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ٦/٣٩١ كراچی)

إذا استأجر الذمي من المسلم دارًا يسكنها، فلا بأس بذٰلک وإن شرب فيها الخمر، أو عَبَدَ فيها الصليب، أو أدخل فيها الخنازير، ولم يُلحق المسلمَ في ذٰلک بأسٌ؛ لأن المسلم لا يؤاجرها لذٰلک وإنما آجرها للسكنى. (الفتاویٰ الهندية / الفصل الرابع في فساد الإجارة ٤٥٠/٤ زكريا، وكذا في المبسوط / باب الإجارة الفاسدة ٤٣/١٦ کوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۱/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

TV کی مرمت کرنے والے کی اُجرت

سوال (۱۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے والد صاحب ٹی وی کی مرمت کرتے ہیں اور اس پر اپنی محنت کی اُجرت لیتے ہیں، تو زید کے والد کے لئے ٹی وی کا سنوارنا اور اس کو اپنا ذریعہ معاش بنانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹی وی اصالۃً لہو ولعب اور گانے بجانے کا آلہ ہے، اس لئے زید کے والد کو اس کی مرمت کرنا اور اس کی اُجرت لینا دونوں ناجائز اور مکروہ ہیں، اس سے احتراز ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۲۶۹/۶)

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الغناء يُنبت النفاق في القلب، كما ينبت الماء الزرع. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب / باب البيان والشعر، الفصل الثالث ٤١١ قديمي)

وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهةً، والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربي الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار

حرام. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب / باب البيان والشعر، الفصل الثالث ٨/٥٥٧-٥٥٨ رشيدية، ٩/١٣٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

الخياط إذا استؤجر على خياطة شيء من زيّ الفساق ويعطى له في ذٰلک كثير أجر لا يستحب له أن يعمل؛ لأنه إعانة على المعصية. (فتاویٰ قاضي خان على الهندية ٣/٤٠٤ زكريا)

ولا يجوز الاستئجار على شيء من الغناء، والنوح، والمزامير والطبل، ولا شيء من اللهو ولا أجر في ذٰلک؛ لأنها معصية، والإجارة على المعصية باطلة. (الفتاویٰ الولوالجية، كتاب الإجارة / الفصل الأول ٣/٣٣٣ دار الكتب العلمية بيروت)

استأجر رجلاً ليزخرف له بيتًا بتماثيل والأصباغ من قبل المستأجر فلا أجر له. (الفتاویٰ السراجية / باب استحقاق الأجرة ٤٦٧ دار العلوم زكريا أفريقية)

ولا لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي، ولو أخذ بلا شرط يباح. (الدر المختار / باب الإجارة الفاسدة ٦/٥٥ دار الفكر بيروت، كذا في البحر الرائق / باب الإجارة الفاسدة ٨/٣٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۵/۷/۲۹ھ

TV. VCR. C.D کی مرمت سازی کرنا؟

سوال (۱۹۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وہ لوگ جو اپنے اہل وعیال کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ٹی وی وسی ڈی، وی سی آر وغیرہ کی مرمت کرتے ہیں، تو کیا ان کا یہ کاروبار کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ ان لوگوں کے یہاں ذمہ دار علماء کا دعوت وناشتہ وغیرہ میں مدعو ہونا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ٹی وی، وی سی آر وغیرہ کی مرمت پر جو اُجرت ملتی ہے،

وہ فی نفسہ حلال ہے؛ لیکن چوں کہ آج کل ان آلات کا استعمال زیادہ تر گناہوں کے کام کے لئے ہوتا ہے، اس لئے یہ آمدنی کراہت سے خالی نہیں ہے، اور ذمہ دار اور مقتدیٰ علماء کو چاہئے کہ وہ ایسی جگہوں پر دعوت قبول کرنے سے احتیاط برتیں؛ تاکہ عوام کے دلوں میں فواحش کی برائی راسخ ہوجائے۔ (مستفاد: منتخبات نظام الفتاویٰ ۳/۹۵، فتاویٰ محمودیہ ۲۵/۲۷۸ میرٹھ)

عن محمد رحؒ **استأجر رجلا ليصور له صورًا أو تماثيل الرجال في بيت أو فسطاط؛ فإنه أكره ذلك واجعل له الأجرة، وقوله: وإن استاجر لينحت له طنبورًا وبربطًا ففعل وطاب له الأجر إلا أنه يأثم به.** (الفتاوىٰ الهندية، الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤/٤٥٠ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ١٥/١٣٠ زكريا)

كذا إذا استأجر رجلاً ينحت له الطنبور أو البربط ونحو ذلك تطيب له الأجرة، إلا أنه أثم بهذا؛ لأنه إعانه على المعصية. (الفتاوىٰ السراجية / باب ما يكره من الإجارة الخ ٤٦٥-٤٦٦ دار لسلام زكريا أفريقيا، كذا في مجمع الأنهر ٣/٥٣٢ دار الكتب العلمية بيروت)

فإن كان مقتدي ولم يقدر على المنع خرج ولم يقعد، لأن فيه شين الدين، وإن علم أولا لا يحضر أصلاً. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الحظر والإباحة ٩/٥٠١-٥٠٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، الكراهية / الباب الثاني عشر في الهدايا ٥/٣٤٣، البحر الرائق، الكراهية / قبيل فصل في اللبس ٨/١٨٨ كراچی، ٨/٣٤٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۰/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

VCR سے فلمیں دکھانا اور اس پر اُجرت لینا؟

سوال (۱۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وی، سی، آر سے فلمیں دکھانا اور اس پر روپیہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وی، سی، آر وغیرہ کے ذریعہ فلمیں دیکھنا دکھانا یقیناً

ناجائز ہے، اور اس سے آمدنی حاصل کرنا اور روپیہ کمانا بھی بالکل جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۲] **فقط** واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۱/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

چھپائی پریس میں VCR TV کے اشتہارات چھاپنا؟

سوال (۱۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے پاس چھپائی کی پریس ہے جس میں مختلف چیزیں طبع ہوتی ہیں، مثلاً شادی کارڈ، ٹیلی ویژن، وی سی آر، کے اشتہارات اور دینی کتابیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کو ان تمام چیزوں کی اجرت لینا اور چھاپنا صحیح ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ صرف جائز چیزوں کے اشتہارات کو چھاپ سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ناجائز چیزوں کا چھاپنا تعاون علی الاثم کی بنیاد پر مکروہ ہے؛ تاہم اگر پریس کی آمدنی کا اکثر حصہ حلال چیزوں کی چھپائی سے مہیا ہوتا ہے، تو اس پر پریس کی آمدنی کو حرام نہیں کہا جائے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۲]

إن الإعانة على المعصية حرام قطعًا بنص القرآن، ولكن الإعانة حقيقة هي ما قامت المعصية بعين فعل المعين الخ. (جواهر الفقه / تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام ٤٤٧/٢ ديوبند)

وجاز تعمير كنيسة وحمل خمر ذمي بأجر …… وقال: لا ينبغي ذٰلك؛ لأنه إعانة على المعصية، وبه قالت الثلاثة. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة /

فصل في اليع ٥٢٣/٩ زكريا، تبيين الحقائق، كتاب الكراهية / فصل في لبيع ٢٩/٦ إمدادية ملتان، ٦٤/٧ زكريا)

والأجر يطيب وإن كان السبب حرامًا. (شامي / أول باب الإجارة الفاسدة ٦٢/٩ زكريا)

الثالث بيع أشاء ليس لها مصرف لا في المعصية فليتمحض بيعها وإجارتها، وإن لم يصرح بها، ففي جميع هٰذه الصورة قامت المعصية بعين هٰذا العقد، والعاقدان كلاهما آثمان بنفس العقد – إلى قوله – أعني ما لم تقم المعصية بعينه بشرط أن لا ينوي بها معصية ولا يصرح بها في العقد ولا يتمحض استعمالها في المعصية. (جواهر الفقه ٤٤٢/٤ مكتبة تفسير القرآن ديو بند)

قال رحمه اللّٰه تعالىٰ: وحمل خمر ذمي بأجل يعني جاز ذٰلک، وهٰذا عند الإمام. وقالا: يكره؛ لأنه عليه الصلاة والسلام لعن في الخمر عشرة، وعد منها حاملها، وله أن الإجارة على الحمل وهو ليس بمعصية، وإنما المعصية بفعل فاعل مختار، فصار كمن استاجره لعصر خمر العنب وقطفه، والحديث يحمل على الحمل المقرون بقصد المعصية، وعلىٰ هٰذا الخلاف إذا آجر دابة ليحمل عليها الخمر أو نفسه ليرعى له الخنازير، فإنه يطيب له الأجر عنده، وعندهما يكره. وفي التاتارخانية: ولو آجر المسلم نفسه لذمي ليعمل في كنيسة فلا بأس به. (البحر الرائق، كتاب الكراهية / فصل في البيع ٢٠٢/٨ كراچی، ٣٧٢/٨ دارالكتاب، كذا في المبسوط للسرخسي / باب الإجارة الفاسدة جزء: ١٦ ص: ٣٨ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۵/۳/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

TV اور انٹرنیٹ کیبل کا کاروبار کرنا؟

سوال (۱۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ ہمارا کاروبار کیبل کنیکشن کا ہے، اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

(۱) ایک کیبل تو ٹی وی کا ہوتا ہے جس سے تمام چینل چل جاتے ہیں۔

(۲) دوسرا کیبل انٹرنیٹ کا ہوتا ہے۔

معلوم کرنا ہے کہ یہ کاروبار حلال ہے یا حرام؟ ٹی وی کا کیبل اس سے تمام چینل آتے ہیں، سینما، نیوز وغیرہ اور انٹرنیٹ یہ لوگوں کے استعمال کرنے پر ہے، لوگ اچھے کام وغیرہ کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں اور ناجائز کام کے لئے بھی؟ آپ سے گذارش ہے کہ دونوں کا الگ الگ حکم بیان فرمائیں، جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کیبل ٹی وی کا کاروبار سخت مکروہ ہے؛ کیوں کہ اس میں براہِ راست گناہ پر تعاون لازم آتا ہے، جس سے قرآن وحدیث میں منع کیا گیا ہے؛ البتہ کیبل انٹرنیٹ کے کاروبار کی گنجائش ہے، کیوں کہ انٹرنیٹ کا استعمال صحیح اور غلط دونوں مقاصد کے لئے ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر انٹرنیٹ کیبل لے کر اس کا غلط استعمال کیا جائے گا، تو اس کا گناہ خود استعمال کرنے والے پر ہوگا، انٹرنیٹ سروس فراہم کرنے والا اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۲]

لما فیه من الإعانة علی مالا یجوز، وکل ما أدی إلی ما لا یجوز لا یجوز.

(الدر المختار مع الشامي، الحظر والإباحة / فصل في اللبس ۵۱۸/۹ زکریا)

إذا اجتمع المباشر والمتسبب أضیف الحکم إلی المباشر. (الأشباه والنظائر ۵۰۲ جدید، شرح الحموي ٤٠٤) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۸/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹی وی چینل کے لئے وائر پھیلانے کی اُجرت؟

سوال (۱۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ٹی وی چینل کے لئے جو وائر پھیلائی جاتی ہے اس کے کاروبار کا روپیہ پیسہ کیسا ہے؟ اس کی کمائی حلال ہے یا حرام؟ اور وہ کن چیزوں میں خرچ کرسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹی وی چینل کے کنکشن دینے سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ مشتبہ اور مکروہ تحریمی ہے؛ لہٰذا مسلمان کے لئے ایسے کاروبار کی اجازت نہیں ہے، اور جلد از جلد ایسی مشتبہ آمدنی سے اجتناب لازم ہے؛ تاہم چوں کہ یہ آمدنی بالکل حرام نہیں ہے، اس لئے مباح اور ضروری کاموں میں اسے خرچ کیا جاسکتا ہے؛ البتہ مدارس، مساجد اور دینی ضروریات میں اسے خرچ نہ کیا جائے تاکہ گناہ پر تنبیہ ہوسکے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۲]

الخياط إذا استؤجر على خياطة شيء من زيّ الفساق ويعطى له في ذٰلک كثير أجر لا يستحب له أن يعمل؛ لأنه إعانة على المعصية. (فتاویٰ قاضي خان على الهندية ٤/٣ ٤٠ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۸/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

گانے کی کیسٹ بجانے والے کو دوکان کرایہ پر دینا؟

سوال (۱۹۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری دوکان ہے، اس کو ایک شخص کرایہ پر لینا چاہتا ہے، مگر یہ شخص اس میں کیسٹ فروخت کرے گا، اکثر بلکہ سب گانے کی کیسٹ ہوتی ہیں، کوئی ہی کیسٹ تقریر یا قوالی وغیرہ کی ہوگی، تو اس شخص کو مجھے اپنی دوکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس صورت میں اِجارہ کا معاملہ صحیح ہے، گانے کی

کیسٹ بیچنے کا گناہ مستاجر پر ہے نہ کہ موجر پر، حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہی ہے۔

ومن آجر بيتًا ليتخذ فيه بيت نار ...... فلا بأس به وهٰذا عند أبي حنيفةؒ ...... وله أن الإجارة ترد على منفعة البيت، ولهذا تجب الأجرة بمجرد التسليم ولا معصية فيه، وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فيه فقطع نسبته عنه.

(الهداية ٤/٤٧٢، كذا في الرد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / فصل الاستبراء، فصل في البيع ٩/٥٦٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۹/۲/۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈھول تاشے کا کاروبار کرنا اور اُس کی آمدنی کا حکم؟

سوال (۱۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ڈھول تاشے کا کاروبار کرتا ہے، اب آیا کہ ان چیزوں کا کاروبار صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو آیا اس کے بنانے کی اُجرت اور محنتانہ لینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ڈھول، تاشے کا کاروبار کرنا جائز نہیں، اور اس کے بنانے کی اُجرت اور محنتانہ لینا بھی منع اور مکروہ ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الغناء يُنبت النفاق في القلب، كما ينبت الماء الزرع. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب / باب البيان والشعر، الفصل الثالث ٤١١ قديمي)

وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهةً، والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربي الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوثار

حرام. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب / باب البيان والشعر، الفصل الثالث ۵۵۷/۸-۵۵۸ رشيدية، ۱۳۴/۹ المكتبة الأشرفية ديوبند)

لا تصح الإجارة لعسب التيس وهو نزوه على الإناث ولا لأجل المعاصي مثل الغناء، والنوح والملاهي كالمزامير والطبل. (شامي / باب الإجارة الفاسدة ۷۵/۹ زكريا، كذا في كنز الدقائق / باب الإجارة الفاسدة ۳۶۴ المكتبة التهانوية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۴/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لائف انشورنس کی ممبر سازی کی اُجرت

سوال (۲۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص ایجنٹ بن کر دوسروں کا بیمہ کرتا ہے اور بیمہ پالیسی کا ممبر بناتا ہے جس پر بیمہ پالیسی کا ممبر بنانے والے کو ہر ممبر کے اعتبار سے کچھ منافع ہوتا ہے، مثلاً ممبر بننے والا بیمہ پالیسی خریدنے کے لئے چھ ہزار روپئے جمع کرتا ہے، اس پر ممبر بنانے والے کو بیمہ کمپنی کی طرف سے آٹھ سو روپیہ دئے جاتے ہیں، اس طرح ممبر بنانے والا جتنی زیادہ بیمہ پالیسی فروخت کرے گا، تو اس کو ہر بیمہ پالیسی فروخت کرنے پر آٹھ آٹھ سو روپیہ ملتے رہیں گے، تو آیا اس اعتبار سے بیمہ پالیسی فروخت کرنا اور متعین رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لائف انشورنس کے ممبر بنانے پر ایجنٹ کو جو روپئے ملتے ہیں وہ معصیت پر تعاون کی وجہ سے مکروہ ہیں، اس لئے کہ لائف انشورنس کا معاملہ سرے سے ناجائز ہے۔

ولا يجوز الاستيجار على الغناء والنوح، وكذا سائر الملاهي؛ لأنه استيجار على المعصية، والمعصية لا تستحق بالعقد. (الهداية / باب إجارة الفاسدة ۳۰۳/۳)

الإجارة على المنافع المحرمة كالزنى والنوح والغناء والملاهي محرمة، وعقدها باطل لا يستحق به أجرة. (الموسوعة الفقهية ١/٢٩٠ رقم المسئلة: ١٠٨ وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية كويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

كتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلمان معمار کا مندر کی تعمیر وتزئین کرنا؟

سوال (۲۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی مسلم کا مندر وغیرہ میں تعمیری کام کرنا، یا رنگ پینٹ کرنا یا مندر کی تعمیر کے لئے بطور کرایہ ٹریکٹر ٹرالی وغیرہ کے ذریعہ بالوگٹی اور اس طرح کی چیزیں بھیجنا کیسا ہے؟ اسی طرح مندر وغیرہ میں ڈیکوریشن کے ذریعہ شامیانہ وغیرہ لگانے اور کھولنے کی مزدوری کرنا کیسا ہے؟ واضح ہو کہ موجودہ زمانہ میں مندر کی تعمیر میں شروع بنیاد ہی دیوی دیوتاؤں کے نام کی بھینٹ اور اپنے معبودوں کی تصویر اور دیواروں پر مورتی وغیرہ بنانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، جلد از جلد جواب دینے کی زحمت کریں؛ تاکہ آنے والے تہواروں سے قبل ہی حرام سے پرہیز اور حلال کو اختیار کیا جاسکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مندر میں تعمیری کام وغیرہ کرکے اُجرت لینا جائز ہے؛ لیکن اُن کے کسی مذہبی عمل میں شرکت کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں۔

الأجرة إنما تكون في مقابلة العمل. (شامي، باب المهر / مطلب فيما أنفق على معتدة الغير ٤/٣٠٧ زكريا)

ولو استأجر الذمي مسلمًا ليبنىٰ له بيعة أو كنيسةً جاز ويطيب له الأجر. (الفتاوىٰ الهندية، الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤/٢٥٠ زكريا)

ولو استأجر الذمى مسلمًا ليبنى له بيعةً، أو صومعةً، أو كنيسةً جاز،

ويطيب له الأجر. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱۵/ ۱۳۱ رقم: ۲۲٤۳۸ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/ ۱۱/ ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکروہ کاروبار کے لئے ہندو کو دوکان اُجرت پر دینا؟

سوال (۲۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری دکان جس بازار میں ہے، اس میں صرف ۵/ طرح کے کاروبار چلتے ہیں: (۱) پتنگ ڈوری۔ (۲) ہولی کی پچکاری۔ (۳) رکشا بندھن کی راکھیاں۔ (۴) کھلونے جس میں کچھ تصویریں اور کچھ بغیر تصویر کے ہوتے ہیں۔ (۵) آتش بازی کا سامان جو عام طور پر ہندو حضرات جلاتے ہیں، ان مذکورہ چیزوں کے خریدار ۹۰/ فیصد ہندو ہوتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ میری عمر ۵۴/ سال کے قریب ہوچکی ہے، عمر کے تقاضے کی بنا پر اب میں خود کاروبار نہیں کرسکتا، جب تک میری سکت تھی بغیر تصویر والے کھلونے بیچتا تھا، اب میں اپنی دوکان کو جس کا کرایہ ۲۰/ سے ۳۰/ ہزار روپیہ ہے، ایک ہندو کو کرایہ پر دینا چاہتا ہوں اور ظاہر ہے کہ کرایہ لینے والا شخص اوپر لکھے ہوئے کاروبار میں سے ہی ہر کاروبار موسم کے لحاظ سے کرے گا، تو کیا میں اپنی دوکان ہندو کو مذکورہ ۵/ کاروبار کے لئے کرایہ پر دے سکتا ہوں؟

نیز اگر کرایہ سے لینے والا شخص مسلمان ہو تو کیا میں مذکورہ کاروبار کے لئے اپنی دوکان کسی مسلمان کو دے سکتا ہوں یا پھر اس کے علاوہ کوئی شکل ہو تو تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں مذکورہ کاروبار سب مکروہ ہیں، خاص کر رکشہ بندھن، ہولی کے سامان، اور آتش بازی کی خرید وفروخت بالکل جائز نہیں ہے، مسلمانوں کو ایسا کاروبار ہرگز نہیں کرنا چاہئے؛ لیکن اگر آپ دوکان کرایہ پر دیں اور کرایہ دار یہ کاروبار کرے خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، تو آپ کے لئے آپ کی دوکان کا کرایہ حرام نہ ہوگا، اور مکروہ کاروبار کا گناہ خود کرایہ دار پر ہوگا۔

ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريمًا وإلا فتنزيهًا. (شامي، الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٥٦١/٩ زكريا)

وإذا استاجر الذمي من المسلم دارًا يسكنها فلا بأس بذلك، وإن شرب الخمر فيها أو عبد فيها الصليب أو أدخل فيها الخنازير لم يلحق المسلم في ذٰلك شيء، وكان بمنزلة ما لو آجر دارًا من فاسق. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٣٣/١٥ رقم: ٢٢٤٤٥ زكريا)

وجاز إجارة بيت بسواد الكوفة. (تنوير الأبصار) هٰذا عند أبي حنيفة؛ لأن الإجارة على منفعة البيت، ولهٰذا يجب الآجر بمجرد التسليم، ولا معصية فيه، و إنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فينقطع نسبته عنه. (شامي، الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٥٦٢/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۵/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری بینک چلانے کے لئے جگہ کرایہ پر دینا؟

سوال (۲۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ہندوستان میں سرکاری / نیم سرکاری بینک کے استعمال کے لئے مکان کرایہ پر دینا جائز ہے؟ واضح رہے کہ ہندوستان میں بینک کے ذریعہ مختلف کام کئے جاتے ہیں، مثلاً: (۱) بینک کی معرفت قسطوں پر خریداری ہوتی ہے۔ (۲) ملازموں کو تنخواہ بینک کے ذریعہ دی جاتی ہے، جس میں سودی لین دین نہیں ہے۔ (۳) بجلی کا بل، حکومت کے ٹیکس، یونیورسٹی کے امتحانات وغیرہ کی فیس وغیرہ بینک میں جمع کرنی ہوتی ہے، ان خدمات پر بینک کو کمیشن ملتا ہے جو غیر سودی لین دین ہے۔ (۴) بڑی تجارتوں میں خریدار کو رقم بینک میں جمع کرنی ہوتی ہے، اس کے بعد سامان بھیجا جاتا ہے، بینک کو اس پر کمیشن ملتا ہے۔ (۵) بینک میں دو طرح کے کھاتے ہوتے ہیں: (۱) سیونگ کھاتہ، اس میں رقم جمع کرنے والے کو سود ملتا ہے۔ (۲) کرنٹ کھاتہ، اس میں جمع رقم پر سود نہیں ملتا۔ (۶)

گورنمنٹ کی طرف سے غریبوں کیلئے بعض اسکیموں میں غیر سودی قرضہ بینکوں کی معرفت دیا جاتا ہے، غرض سودی کاروبار کے ساتھ ساتھ اور بہت سے دوسرے کام بینک چلانے والے کرتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بینک چلانے کے لئے اپنی جگہ کرایہ پر دینا بکراہت جائز ہے، اور اس میں بینک جو سودی کاروبار کرتا ہے، تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے، مالک مکان اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔

وجاز إجارة بيت بسواد الكوفة؛ ليتخذ بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباع فيـه الخمر (الدر المختار) وتحته في الشامية: هٰذا عنده أيضًا؛ لأن الإجارة على مـنفعة البيت؛ ولهٰذا يجب الأجر بمجرد التسليم ولا معصية فيه، وإنما المعصية بـفـعـل الـمستأجر، وهو مختار فينقطع نسبته عنه. (شامي، الحظر والإباحة / فصل في الاستبراء ٩/٥٦٢ زكريا)

وإذا استأجر الذمي من المسلم دارًا ليسكنها فلا بأس بذٰلک، وإن شرب الخمر فيها، أو عبد فيها الصليب، أو دخل فيها الخنازير لم يلحق المسلم في ذٰلک شيء، وكان بمنزلة ما لو آجر دارًا من فاسق. وفي الخانية: كمن باع غلامًا ممن يقصد به الفاحشة، أو باع جارية ممن يأتيها في غير المأتي. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الإجارة / الاستيجار على المعاصي ١٥/١٣٣ رقم: ٢٢٤٤٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مجبوری کی بنا پر بینک کو دکان کرایہ پر دینا؟

سوال (۲۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم لوگ پورے خاندان کے ساتھ ممبئی میں سکونت پذیر ہیں، چند برس پہلے ہم نے پونہ میں

ایک ۶/سوفٹ کی دوکان بنائی تھی، کہ وہاں دوکان کھولیں گے، مگر دوری کی وجہ سے دوکان بند رہی اور کاروبار نہیں شروع کیا، اب اگر بیچتے ہیں، تو اس کی پاؤ قیمت نہیں مل رہی ہے، اگر کسی غیر آدمی کو کرایہ پر دیتے ہیں تو دوکان ہی ہضم ہوجائے گی، اور بینک والے نے مانگ کی ہے، بینک والوں سے ہضم ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس لئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ مجبوری کی بنا پر بینک کو کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جہاں تک ممکن ہو بینک کو زمین کرایہ پر نہیں دینی چاہئے؛ تاکہ گناہ پر تعاون کا شبہ پیدا نہ ہو؛ لیکن اگر بالفرض مجبوری میں دے دی گئی، تو اس سے آمدنی بالکل حرام نہ کہلائے گی؛ بلکہ مکروہ رہے گی؛ لہٰذا جب بھی اس کی متبادل کوئی شکل نکلے اپنے آپ کو اس مکروہ آمدنی سے بچانے کی کوشش کریں۔

ومن اٰجر بيتًا ليتخذ فيه بيت نار أو كنيسةً أو بيعةً أو يباع فيه الخمر بالسواد فلا بأس وهٰذا عند أبي حنيفةؒ، وقالا: لا ينبغي وله أن الإجارة ترد على منفعة البيت وبهٰذا تجب الأجرة بمجرد التسليم ولا معصية فيه، وإنما المعصية بفعل المستاجر وهو مختار فيه فقطع نسبة عنه. (الهداية، كتاب الكراهية / فصل في الاستبراء وغيره ٤/٤٥٦ ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۷/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک یا فنڈ کو مکان کرایہ پر دینا؟

سوال (۲۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی بینک یا غیر بینکنگ ادارہ یا فنڈ کو کرایہ پر گھر دینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسے ادارہ کو مکان

کرایہ پر دینا جائز ہے، اور اس سے حاصل شدہ کرایہ بھی بکراہت حلال ہے۔

ومن اٰجر بیتًا لیتخذ فیه بیت نار أو كنیسةً أو بیعةً أو یباع فیه الخمر بالسواد فلا بأس وهٰذا عند أبي حنیفةؒ. (الهداية، كتاب الكراهية / فصل في الاستبراء وغيره ٤٧٢/٤ ديوبند)

قال العلامة الحصكفي: وجاز إجارة بيت بسواد الكوفة، لا بغيرها على الأصح …… وخص سواد الكوفة؛ لأن غالب أهلها أهل الذمة، ليتخذ بيت نار، أو كنيسة أو بيعة، أو يباع فيه الخمر، هٰذا عنده أيضًا؛ لأن الإجارة على منفعة البيت، ولهٰذا يجب الأجر بمجرد التسليم، ولا معصية فيه، إنما المعصية بفعل المستأجر، وهو مختار، فينقطع نسبته عنه …… والدليل عليه أنه لو آجره للسكنىٰ جاز. (الدر المختار مع الرد المحتار، كتاب الحظر والإباحة / فصل في البيع ٣٩٢/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية / الفصل الرابع في فساد الإجارة ٤٥٠/٤ رشيدية، وكذا في المبسوط للسرخسي / باب الإجارة الفاسدة ٤٣/١٦ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۲/۳ھ

جائیداد کو بینک کی کرایہ پر اُٹھانا؟

سوال (۲۰۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنی جائیداد بینک کو کرایہ پر اٹھانا چاہتا ہے جس سے اس کے اقتصادی حالات درست ہوجائیں گے، اور کوئی صورت اتنی آمدنی کی نہیں ہے، کیا شرعاً اس کے لئے یہ اقدام جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سودی کاروبار کرنے والے بینک کو جائیداد کرائے پر دینا گناہ پر تعاون کی وجہ سے مکروہ ہے؛ اس لئے جائیداد بینک کو دینے کے بجائے کسی حلال کاروبار

کرنے والے کو کرایہ پر دینی چاہئے؛ لیکن اگر دے دیا تو آمدنی ناجائز نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۹/۲۷۸، احسن الفتاویٰ ۷/۳۰۵، نظام الفتاویٰ ۲/۳۰۵)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ۲]

کل ما أدی إلی ما لا یجوز، لا یجوز. (الدر المختار، الحظر والإباحة / فصل في اللبس ٦/ ٣٦٠ دار الفکر بیروت)

بخلاف بیع أمرد ممن یلوط به، وبیع سلاح من أهل الفتنة؛ لأن المعصیة تقدم بعینه، قلت: وقدمناه: أن ما قامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریمًا. (الدر المختار، الحظر والإباحة / فصل في البیع ٦/ ٣٩١ دار الفکر بیروت، ٩/ ٥٦١ زکریا، الدر المنتقی علی مجمع الأنهر، الکراهیة / فصل في البیع ٤/ ٢١٢ دار الکتب العلمیة بیروت)

مذهب العامة من العلماء أنه لا یجوز للمسلم تأجیر داره أو محله لمن یتخذها کنیسةً أو محلًّا لبیع الخمر أو نادیًا للقمار. قال أبو حنیفة: یجوز إذا کانت داره أو محله في السواد، وخالفه صاحباه في هٰذا، واختلف أصحابه في قوله. (مسائل الجمهور ٢/ ٥٨٦ رقم المسألة: ١٠٠٨)

وجاز إجارة بیت لیتخذ بیت نار أو کنیسة أو بیعة أو یباع فیه الخمر، وقالا: لا ینبغي ذٰلک. (شامي، کتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء ٩/ ٥٦٣ زکریا، البحر الرائق / فصل في البیع ٨/ ٢٠٢ کراچی، تبیین الحقائق / فصل في البیع ٦/ ٢٩ إمدادیة ملتان) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۹/۱۱/۲۵ھ

رنڈی کو کرایہ پر مکان دینا

سوال (۲۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رنڈی کو کرایہ پر مکان دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ رنڈی مالک مکان کو کرایہ اس ناپاک کمائی سے نہ دے؛ بلکہ کسی سے حلال قرض دے کر دے تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رنڈی کے اَعمال معلوم ہونے کے باوجود جان بوجھ کر اُس کو اپنا مکان کرایہ پر دینا تعاون علی المعصیۃ ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے؛ لہٰذا اُس سے حاصل کردہ ہر طرح کا کرایہ بھی شرعاً ممنوع ومکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۲۷۳/۶)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۲]

عن أبي مسعود الأنصاري أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نهی عن ثمن الکلب ومهر البغي وحلوان الکاهن. (صحیح مسلم، کتاب المساقاة / باب تحریم ثمن الکلب، وحلوان الکاهن، ومهر البغي، والنهي عن بیع السنور ١٩/٢ رقم: ١٥٦٧ بیت الأفکار الدولیة)

عن رافع بن خدیج رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: کسب الحجام خبیث ومهر البغي خبیث الخ. (تقریب شرح معاني الآثار / باب ثمن الکلب ٥١/٣ المکتبة النعمة دیوبند)

الممنوع کسب الأمة بالفجور لا بالصنائع الجائزة. (کنز المتواري، کتاب الإجارة / باب کسب البغي والإماء ٣٢٤/١٠ مؤسسة الخلیل الإسلامیة فیصل آباد باکستان)

ومهر البغي خبیث أي حرام إجماعًا؛ لأنها تأخذه عوضًا عن الزنا المحرم ووسلیة الحرام حرام. (مرقاة المفاتیح / باب الکسب ٢٩١/٣، شرح الطیبي / باب الکسب وطلب الحلال ١٢/٦ زکریا، شرح النووي علی صحیح مسلم / باب تحریم ثمن ومهر البغي ١٩/٢ مکتبة بلال دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۳۰/۴/۱۴۲۲ھ

بینڈ باجے کی آمدنی سے معلم کی اُجرت دینا؟

سوال (۲۰۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص جو بینڈ باجے کا کام کرتا ہے اور کاریگر رکھے ہوئے ہے اسی کے ذریعہ اس کی آمدنی ہوتی ہے تو ایسے شخص کے بچہ کو ٹیوشن پڑھا کر رقم لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شخص مذکور کی اکثر آمدنی اگر بینڈ باجا وغیرہ کے کام سے حاصل ہوتی ہے اور دیگر ذرائع آمدنی بالکل معدوم یا کم ہیں تو ایسے شخص کے بچہ کو پڑھا کر حرام مال سے اجرت لینا جائز نہیں؛ اس لئے کہ بینڈ باجا وغیرہ کا کام معصیت ہے اور اس کے عوض میں حاصل شدہ مال حرام ہے؛ البتہ اگر اس کی آمدنی کا اکثر حصہ جائز کمائی سے حاصل ہوا ہے تو اس کے بچہ کو ٹیوشن پڑھا کر رقم لینا درست ہے۔

وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى إلى ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذٰلک، أما من رآى المكاس يأخذ من أحد شيئًا من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذه من ذٰلک الأخر فهو حرام. (الرد المحتار، كتاب الحظروالإباحة / فصل في البيع ٣٨٥/٦ كراچی)

وفي المنتقى إبراهيم عن محمد في امرأة نائحة أو صاحب طبل أو مزمار اكتسب مالاً، قال: إن كان على شرط رده على أصحابه ...... لأنه إذا كان على الشرط كان المال بمقابلة المعصية فكان الأخذ معصية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الخامس عشر في الكسب ٣٤٩/٥ زكريا)

أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل ما لم يخبره أن ذٰلک المال أصله حلال ورثه أو استقرضه، وإن كان غالب ماله حلالاً لا بأس بقبول هديته والأكل منها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ٣٤٣/٥ زكريا، فتاویٰ بزازية / الكراهية، الفصل الرابع ٣٤٣/٥ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

كتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳/۱۱/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گیارھویں کی نیاز کا کھانا پکانے کیلئے دیگ وغیرہ کرایہ پر دینا؟

سوال (۲۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گیارھویں کی نیاز کے کھانے پکانے کے لئے دیگ کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر دی جاتی ہے تو اس کا کرایہ جائز ہے یا نہیں؟ کرایہ پر نہ دینے کی صورت میں ظاہر بات ہے کہ مالی نقصان ہے، دیگ تو غیر مسلم بھی کرایہ پر لے جاتے ہیں، ان کو بھی دی جائے یا نہیں؟ اِسی طرح دسواں چالیسواں کرنے والے بھی لے جاتے ہیں، اُن کو بھی کرایہ پر دی جائے یا نہیں؟ اگر کوئی آدمی اعتراض کرے کہ صاحب اُن کو یعنی گیارھویں کرنے والوں کو دیگ کرایہ پر مت دینا، یہ سب حرام ہے، اس کی بات مانی جائے یا نہیں؟ جو آدمی یہ سب سامان کرایہ پر دیتا ہے اس کا ذاتی سامان ہے، مسجد کی ملکیت نہیں ہے، سامان کرایہ پر دینے والے کو روکنا اس کی حق تلفی ہے یا نہیں؟ اور بلاوجہ کسی کو ٹھیس پہنچانا یہ کہاں تک درست ہے؟

نوٹ: - یہ سامان دیگ وغیرہ امام صاحب کا ہے، تو وہ اس کو گیارھویں والوں کو کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ اُجرت تو فی نفسہٖ جائز ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ قصداً اِن غلط رسومات میں دیگ وغیرہ کرایہ پر دے کر اعانت علی المعصیت نہ کی جائے، اس میں کافر ومسلم سب کا حکم برابر ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدۃ، جزء آیت: ۲]

ولا لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي، ولو أخذ بلا شرط يباح. (الدر المختار / باب الإجارة الفاسدة ٦/٥٥ دار الفكر بيروت، كذا في البحر الرائق / باب الإجارة الفاسدة ٨/٣٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

◆

جائز وناجائز ملازمت

اِسلام مخالف حکومت کے تحت ملازمت کرنا؟

سوال (۲۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہر ایسی حکومت جو اسلام کے خلاف منظّم طریقہ سے پروپیگنڈہ بناکر اسلام اور اہلِ اسلام کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کرے، اب ایسی حکومت کے زیر سایہ ایک مسلمان کا فوجی خدمات انجام دینا درست ہے کہ نہیں؟

(۲) ضابطہ کے پیشِ نظر حکومت خواہ حکومت ہند ہو یا اور کوئی حکومت کسی بھی کام کو انجام تک پہنچانے کے لئے حکومت اپنے کارکنان کا استعمال کرتی ہے، خواہ کارکنان حکومت کے کسی بھی محکمہ میں ہوں۔ خلاصۂ کلام کارکنان تابع اور حکومت متبوع، اب جو بھی اسلام کے خلاف عوام کے علاوہ حکومت کے کارکنان آواز بلند کریں گے، تو اس کی بھی ذمہ دار براہِ راست حکومت ہوگی، اب ایسی حکومت کی ملازمت اختیار کرنا جو اسلام کی مخالفت کا سبب بن رہی ہو، درست ہے کہ نہیں؟

(۳) ایک مسلمان ایسی حکومت کا ملازم ہے، جو اسلام اور اہلِ اسلام کو بدنام کرنے کے درپے ہے؛ لیکن یہ مسلمان ملازم مجبور ہے کہ اسلام اور اہلِ اسلام کی جانب سے کچھ دفاع کرے، اب اس کا ایسی حکومت پر قائم رہنا درست ہوگا کہ نہیں؟

(۴) اگر کوئی مسلمان شخص حکومت کی ملازمت اختیار کرے خواہ کسی بھی محکمہ میں ہو، اب اس مسلمان کے لئے شرعی اعتبار سے کون سی شرائط ہیں، جن کا ادا کرنا اس کے اوپر واجب اور ضروری ہیں، خواہ وہ حقوق اللہ کے اعتبار سے ہوں، یا حقوق العباد کے اعتبار سے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دورانِ ملازمت کوئی حرام کام کا ارتکاب کرنا نہ پڑے، تو فی نفسہٖ ایسی حکومت کی ملازمت اور اس کی آمدنی حلال ہے؛ لیکن اگر ملازمت کے دوران کسی مرحلہ میں براہِ راست کسی معصیت یا امر حرام یا مسلمانوں کے خلاف کسی کارروائی میں عملی شرکت ناگزیر ہو، تو ایسی ملازمت کو چھوڑنا لازم ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ غیر مسلم حکومت کی ملازمت مطلقاً حرام نہیں ہے؛ بلکہ بعض مرتبہ یہ ملازمت ملکی اور ملی مصالح کے لئے مفید اور ضروری ہوتی ہے، اور ملازمت سے کنارہ کشی ملی مصالح کے خلاف ہوتی ہے، مثلاً ہندوستان میں تمام مسلمان سرکاری ملازم ملازمت سے علیحدگی اختیار کرلیں، تو اس سے بہت دوررس نقصان ہوگا، اور خاص کر فوجی اور انتظامی شعبوں میں مسلمان ملازموں کا وجود بہت سے مصالح اور فوائد کو شامل ہے؛ اس لئے اس سے مطلقاً منع نہیں کیا جاسکتا؛ ہاں البتہ ملازمت سے شریعت کی واضح خلاف ورزی لازم آئے تو پھر اس سے مطلقاً منع کیا جائے گا۔

الأمور بمقاصدها كما علمته في التروك، وذكر قاضي خان في فتاواه: إن بيع العصير ممن يتخذ خمراً إن قصد به التجارة فلا يحرم. (الأشباه والنظائر ٥٣، شرح الحموي ١٠٢)

إن بيع العصير ممن يتخذه خمرًا إن قصد به التجارة فلا يحرم، وإن قصد به لأجل التخمير حرم. (الأشباه والنظائر، الفن الأول / مباحث النية ٩٧/١ إدارة القرآن كراچی)

ويجوز بيع العصير ممن يتخذ خمرًا؛ لأن المعصية لا تقوم بنفس العصير؛ بل بعد تغيره، فصار عند العقد كسائر الأشربة من عسل ونحوه. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية / فصل في البيع ٢١٤/٤، تبيين الحقائق، كتاب الكراهية / فصل في البيع ٦٤/٧ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۷/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک یا فائنس کمپنی کی ملازمت؟

سوال (۲۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص بینک یا کسی فائنس کمپنی میں ملازمت کرتا ہے تو اس شخص کی کمائی جائز ہوئی یا حرام، جب کہ یہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ بینکوں اور فائنس کمپنیوں کا کام سود و بیاج پر چلتا ہے، اور ان میں کام کرنے والے ملازمین سود و بیاج کی ہی لکھا پڑھی کرتے ہیں، کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ سود کا لکھنے والا بھی اتنا ہی گنہگار ہے جتنا کہ اس کا لین دین کرنے والا، کیا ایسے شخص کی کمائی کی رقم کسی نیک کام مثلاً مسجد کی تعمیر وغیرہ میں لگائی جاسکتی ہے؟ اور معلوم ہوتے ہوئے بھی کہ وہ بینک یا فائنس کمپنی میں کام کرتا ہے، اس کے یہاں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ اسلام میں اس بارے میں کیا احکام وارد ہوئے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بینک یا فائنس کمپنی میں سودی کھاتا لکھنے یا لین دین کرنے کی ملازمت کا عمل ناجائز ہے، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے؛ تاہم اس عمل پر تنخواہ کی شکل میں ملنے والا معاوضہ حرام نہیں کہا جائے گا؛ کیوں کہ یہ معاضہ اس کی محنت کا بدلہ ہے؛ البتہ یہ آمدنی کراہت سے خالی نہیں؛ اس لئے کہ اس میں گناہ پر تعاون پایا جاتا ہے، اور احتیاط اسی میں ہے کہ اس طرح کی آمدنی مسجد میں خرچ نہ کی جائے؛ کیوں کہ مسجد میں حلال اور طیب پیسہ ہی لگنا چاہئے، اور ایسے شخص کے یہاں کھانے پینے سے احتیاط بہتر ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم آکل الربوا ومؤکله وکاتبه وشاهدیه، وقال: هم سواء. (صحیح مسلم ۲/ ۷۲ رقم: ۱۵۹۸، سنن الترمذي ۱/ ۲۲۹ رقم: ۱۲۰۶، مشکاة المصابیح، البیوع / باب الربا ۲۴٤، مرقاة المفاتیح ٦/ ٤۳ رقم: ۲۸۰۷ دار الکتب العلمیة بیروت)

وفي نوادر هشام عن محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ: رجل استأجر رجلاً لیصور

له صورًا أو تماثيل الرجال في بيت أو فسطاط فإني أكره ذٰلك وأجعل له الأجرة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الفصل السادس ٤/٤٥٠)

قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذٰلك مالاً خبيثًا ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره؛ لأن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله. (شامي، كتاب الصلاة / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على المستحب وغيره الخ ٢/٤٣١ زكريا)

أهدىٰ إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ٥/٣٤٢ زكريا)

اٰكل الربا وكاسب الحرام أهديٰ إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل ما لم يخبره أن ذٰلك المال أصله حلال. وإن كان غالب ماله حلالاً لا بأس بقبول هديته والأكل منها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهية / الباب الثاني عشر الخ ٥/٣٤٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱۲/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک کی ملازمت کا حکم؟

سوال (۲۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں سرکاری بینک میں کلرک ہوں، کیا میرے لئے یہ ملازمت جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: بینک میں سودی لین دین لکھنے کی ملازمت شرعاً جائز نہیں ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں سودی معاملہ کے سبھی شریکوں پر لعنت کی گئی ہے، اس لئے جلد از جلد ایسی ملازمت چھوڑ کر دوسری جائز ملازمت اختیار کرلیں (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۵/۲۶۱)

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء. (صحيح مسلم ۷۲/۲ رقم: ۱۵۹۸، سنن الترمذي ۲۲۹/۱ رقم: ۱۲۰۶، مشكاة المصابيح، البيوع / باب الربا ۲۴۴، مرقاة المفاتيح ۴۳/۶ رقم: ۲۸۰۷ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سودی بینک میں ملازمت کرنا اور کمیشن ایجنٹ بننا؟

سوال (۲۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک پرائیویٹ بینک فائننس کمپنی میں ملازمت کرنا چاہتا ہے، یہ بینک ہندوستان کی ایک بڑی بینک سے تسلیم شدہ ہے، اس کے تمام معاملات دیگر بڑی بینکوں کی طرح ہیں، اس میں کئی اسکیمیں ہوتی ہیں، مثلاً فکس ڈپازٹ، اس کے علاوہ لون کی سہولت اور ایک اسکیم جس کے تحت کھاتہ کھلوانے والا ایک سال تک روزانہ مقرر رقم جمع کرتا ہے، دوسری اسکیم کے تحت ۲؍ سال تک تیسری اسکیم کے تحت ماہانہ کچھ متعینہ رقم تین سال تک جمع کرائی جاتی ہے، پھر مقررہ مدت تک رقم ہر ایک اسکیم کے تحت جمع کرالینے کے بعد اصل جمع شدہ رقم کے علاوہ فی صد کے حساب سے کچھ متعینہ بونس دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ بانڈ بھی بھرے جاتے ہیں، اس کمپنی کے مستقل ملازم کو سرکاری ملازموں کی طرح سہولتیں دستیاب ہیں، مثلاً پنشن ومصارف سفر وغیرہ۔

دوسری صورت اس بینک میں ملازم ہونے کی یہ ہے کہ ایجنٹ بن کر لوگوں کے کھاتے کھلوانے، نیا کھاتا کھلوانے پر ایجنٹ کو کچھ روپے بطور کمیشن دئے جاتے ہیں، اور پھر بعد میں ہر ماہ رقم جتنی جمع ہوگی اس کے مطابق ہر فیصد پر کمیشن ایجنٹ کو ملتا ہے، جتنی رقم کھاتے داروں سے وصول کرے، اسی طرح ایجنٹ کو فائدہ ہوتا ہے، اور کمیشن ملتا ہے، اس صورت میں ماہانہ تنخواہ باقاعدہ نہیں ملتی ہے، صرف کام کے حساب سے رقم ملتی ہے، اور ہر خریدار کو تو مقررہ مدت تک رقم جمع

کرنے کے بعد مقررہ بونس بھی ملتا ہے، آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں کہ اس بینک میں ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سودی بینک کی ملازمت یا اس کا کمیشن ایجنٹ بننا اعانت علی المعصیۃ ہونے کی بنا پر ناجائز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سودی معاملہ میں کسی بھی حصہ لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى، وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ، اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [المائدة، جزء آيت: ۲]

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم آكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء. (صحيح مسلم ۷۲/۲ رقم: ۱۵۹۸، سنن الترمذي ۲۲۹/۱ رقم: ۱۲۰۶، مشكاة المصابيح، البيوع / باب الربا ۲۴۴، مرقاة المفاتيح ۴۳/۶ رقم: ۲۸۰۷ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک کے کلرک کی نوکری کا کیا حکم ہے؟

سوال (۲۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا بھائی بینک میں کلرک ہے، علماء حضرات فرماتے ہیں کہ یہ نوکری درست نہیں ہے؛ لہٰذا میری رہنمائی فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بینک میں سودی لین دین کے کاغذات لکھنے اور تیار کرنے کا عمل ناجائز ہے؛ لیکن اس پر جو تنخواہ ملتی ہے وہ بکراہت درست ہے۔

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء. (صحيح مسلم ٧٢/٢ رقم: ١٥٩٨، سنن الترمذي ٢٢٩/١ رقم: ١٢٠٦، مشكاة المصابيح، البيوع / باب الربا ٢٤٤، مرقاة المفاتيح ٤٣/٦ رقم: ٢٨٠٧ دار الكتب العلمية بيروت)

قال في الهندية: رجل استأجر رجلاً ليصور له صورًا، أو تماثيل الرجال في بيت، أو فسطاط، فإني أكره ذٰلك واجعل له الأجرة. (الفتاوىٰ الهندية، الإجارة / الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ٤٥٠/٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک میں ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۲۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک پرائیویٹ دوا کی کمپنی میں ملازمت کرتا ہے، اور کمپنی کے کام سے زید کو بیوی بچوں کو چھوڑ کر مہینے میں کم ازکم بیس دن گھر سے باہر رہنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے بچوں کی صحیح طریقہ سے تربیت بھی نہیں ہو پا رہی ہے، اور بیوی بچوں کو ساتھ میں بھی نہیں رکھ سکتا؛ کیوں کہ کبھی کسی شہر میں کبھی کسی شہر میں جانا پڑتا ہے، اور سفر میں بھی کافی پریشانی ہے، زید نے سوچا کہ کوئی اور کام یا کوئی ملازمت کرلی جائے، زید کی جستجو پر زید کو ایک (I.C.I.C.I) بینک میں جو کہ پرائیویٹ ہے، نوکری مل رہی ہے؛ لیکن مذکورہ بالا شخص کے ذہن میں یہ بات آئی کہ آیا بینک کی ملازمت از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بینک کی صورتِ حال یہ ہے کہ بینک صرف پیسوں کا لین دین نہیں کرتا؛ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ زمینوں اور فیکٹریوں کی خرید وفروخت بھی کرتا ہے، اور بینک گاڑی، دوکان، مکان اور فیکٹریوں وغیرہ کے بیمے بھی کرتا ہے، جو کہ ہندوستان کے قانون میں ضروری ہے، اور اپنے فائدہ کے لئے بڑی بڑی فیکٹریوں کی مشین بھی لگا دیتا ہے؛ لیکن یہ بینک ہندوستان کی بینکوں

کے قانون کے مطابق ہی کام کرتا ہے، اس کا الگ سے اپنا کوئی قانون نہیں ہے، اور زید کا مقصد صرف ملازمت کرنا ہے، بینک سے کوئی اور فائدہ حاصل کرنا نہیں، اب آیا اس طرح کے بینک میں ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کوشش کرنی چاہئے کہ آمدنی ایسی ہو، جس میں کسی قسم کی کراہت اور شبہ کی بات نہ ہو، اور بینک کی ملازمت میں اگر کسی حساب وکتاب لکھنا پڑے، تو یقیناً اس میں سودی کھاتوں کا بھی حساب لکھنا ہوگا، اور احادیثِ شریفہ میں سودی معاملہ کے لین دین کرنے والے اور لکھنے اور گواہی دینے سب پر لعنت آئی ہے۔ بنابریں آپ کو بینک کی ملازمت سے ہر ممکن احتراز کرنا چاہئے، اور ہندوستانی قانون کے اعتبار سے کوئی بینک ایسا نہیں ہے، جس کا کاروبار سود سے خالی ہو، بعض جزئی خدمات سود سے خالی ہوسکتی ہیں؛ لیکن بینک کے بڑے بڑے کاروبار میں شراکت سودی قرضوں کی بنیاد پر ہی ہوتی ہے؛ اس لئے ایسی شراکت دائرہ جواز میں نہیں آسکتی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [المائدة، جزء آيت: ۲]

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء. (صحيح مسلم ۲/۷۲ رقم: ۱۵۹۸، سنن الترمذي ۱/۲۲۹ رقم: ۱۲۰۶، مشكاة المصابيح، البيوع / باب الربا ۲۴۴، مرقاة المفاتيح ۶/۴۳ رقم: ۲۸۰۷ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۴/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سودی بینک کی ملازمت اور اُجرت کا حکم؟

سوال (۲۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: سودی بینک میں ملازمت ناجائز وحرام ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس ملازمت کے بدلے میں جو تنخواہ مل رہی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ بھی ملازمت کی طرح ہی حرام ہے؟ اگر ہو تو اُن کے ماتحتوں کے لئے اُن سے یہ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بینک کی ملازمت گوکہ فی نفسہٖ ناجائز ہے؛ لیکن اس میں محنت کرنے پر جو اُجرت ملتی ہے وہ حرام کے درجہ کی نہیں ہے؛ لہٰذا جب تک متبادل کا انتظام نہ ہو اس رقم کو اپنی اور اپنے ماتحتوں کی ضروریات میں خرچ کرنے کی گنجائش ہوگی؛ تاہم کوشش کرتا رہے کہ اس ناجائز مشغلہ سے جلد از جلد نجات ملے۔ (مستفاد: فتاویٰ عثمانی ۳/۳۹۴)

الضرورات تبيح المحظورات أي الأشياء الممنوعة تعامل وقت الضرورة. (شرح المجلة لسليم رستم باز ۲۹/۱ رقم: ۲۱)

إذا استاجر رجلاً لينحت له طنبورًا أو بربطًا ففعل يطيب له الأجر إلا أنه يأثم في الإعانة على المعصية. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱۳۱/۱۵ رقم: ۲۲٤۳۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک کے لئے سافٹ ویئر بنانے والی کمپنیوں میں ملازمت کرنا؟

سوال (۲۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) ایسی کمپنیوں میں جو کام کے اُجرت لینا جو بینک کے لئے سافٹ ویئر بناتی ہیں، تو اُس اُجرت کا کیا حکم ہے؟

(۲) اِسی طرح وہ کمپنیاں جو بینک کے لئے معاونت کا کام کرتی ہیں، اور اس کے مالیاتی کاروبار سے دور رہتی ہیں۔ اُن میں ملازمت کا کیا حکم ہے؟

(۳) اسی طرح اُن اداروں میں غیر مالیاتی خدمات انجام دینا جیسا کہ سیکوریٹی گارڈ،

چپراسی وغیرہ کا کام کرنا کیسا ہے؟

(۴) اس کے علاوہ جو لوگ ایسی پڑھائی کرتے ہیں جن کے لئے مواقع انہیں طرح کے اداروں یعنی بینک وغیرہ میں مل سکتے ہیں، مثلاً کوئی ایم پی، اے فائنینس اور پنکنگ میں کرتا ہے اور وہ شخص دین پر چلنے کا بھی خواہش مند ہے، تو ان لوگوں کے لیے شرعی حل کیا ہے؟ مزید آں وہ لوگ جو بنک میں کام کرتے ہیں اور ان کے لیے متبادل بھی بہت مشکل سے ملتا ہے اور وہ شخص دین پر بھی چلنا چاہتا ہے، ان کے لیے کیا حل ہے؟ وضاحت طلب امر یہ ہے کہ ہمارے پاس اس طرح کے سوالات کثرت سے آتے ہیں براہ کرم ان مسائل کا حل بتا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سافٹ ویئر بنانا ایک قابل اجرت عمل ہے؛ لہٰذا فی نفسہٖ ہر طرح کے سافٹ ویئر بنانے پر اُجرت لینا اُصولاً جائز ہے، اب سافٹ ویئروں کو جو شخص سودی معاملات میں استعمال کرے گا، وہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔

الأجرة إنما تكون في مقابلة العمل. (شامي / باب المهر ۳۰۷/۴ زكريا)

ليس عينها منكرا وإنما المنكر في استعماله المحظور. (طحطاوي على الدر المختار ۱۹٦/٤ زكريا)

وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فيه، فقطع نسبته عنه.

(طحطاوي على الدر المختار ۱۹۷/٤ زكريا)

لأنه لا معصية في عين العمل وإنما المعصية بفعل المستأجر، وهو فعل فاعل مختار ...... وهو مختار فيه. (الموسوعة الفقهية ۲۱۵/۹)

(۲) جو کمپنیاں بینکوں میں معاونت کرتی ہیں اور ان کا مالیاتی کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے، مثلاً بینک کو پانی سپلائی کرنا، یا بینک کی عمارت کی بجلی ٹھیک کرنے کی ذمہ داری لینا، تو اس طرح کی کمپنی کا کاروبار حلال ہے؛ کیوں کہ وہ اپنے حلال کام کا معاوضہ لیتی ہیں، ان کا بینک کے سودی نظام سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں ہے۔

الأجرة إنما تكون في مقابلة العمل . (شامي / باب المهر ۳۰۷/٤ زکریا)

إنـمـا المعصية في صورة إتخاذ المعصية بفعل المستأجر، وهو مختار فيه فقطع نسبة ذٰلک الفعل عن الموجز . (فتح القدیر ٦۱/۱۰ بیروت)

(۳) ایسے اداروں میں غیر مالیاتی خدمات انجام دینا فی نفسہٖ درست ہے۔

الأجرة إنما تكون في مقابلة العمل . (شامي / باب المهر ۳۰۷/٤ زکریا)

وإذا استـأجـر الـذمي من المسلم دارًا ليسكنها فلا بأس بذٰلک ...... ولو اتـخـذ فيهـا بيـعة أو كنيسةً أو بيت نارٍ يمكن من ذٰلک إن كان في السواد، قال شيخ الإسلام: أراد بهٰذا إذا كان استأجرها بذمي ليسكنها، ثم أراد بعد ذٰلک أن يتخذها كنيسة أو بيعةً فيها . (الفتاویٰ التاتارخانية ۱۳۳/۱۵ زکریا)

(۴) حساب کتاب کی پڑھائی کرنا فی نفسہٖ منع نہیں ہے؛ لیکن ایسی پڑھائی پڑھ کر سودی معاملات میں شریک ہوکر ملازمت کرنا مکروہ تحریمی ہے، جو لوگ فائنس کا کورس کر چکے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ سودی اداروں میں ملازمت کرنے کے بجائے غیر سودی ملازمتوں کے مواقع تلاش کریں، مثلاً کسی فرم میں چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بن جائیں یا کسی ادارہ میں محاسبی میں کام کریں، جس میں سودی معاملات نہ پائے جاتے ہوں۔

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم آكـل الـربـوا ومـؤكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء. (صحیح مسلم ۷۲/۲ رقم: ۱۵۹۸، مشکاة المصابیح، البیوع / باب الربا ۲٤٤، سنن الترمذي ۲۲۹/۱ رقم: ۱۲۰٦)

عـن أنـس رضـي الـلّٰـه عـنـه عـن الـنـبـي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: طلب الحلال واجب على كل مسلم. (المعجم الأوسط ۲۳۱/٦ رقم: ۸٦۱۰)

عـن عبـد الـلّٰـه رضـي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة. (شعب الإیمان للبیهقي ٤۲۰/٦ رقم: ۸۷٤۱)

لا تصح الإجارة لأجل المعاصي. (الدر المختار / باب الإجارة الفاسدة ۹/ ۷۵ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۸/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلم فنڈ کی نوکری کا حکم؟

سوال (۲۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے بی اے اور ادیب کامل تک تعلیم پائی ہے، اور حافظ قرآن ہوں، شادی شدہ ہوں، اور والدین کی شرکت میں رہتا ہوں، میرے والد سبزی کا کام کرتے ہیں، اور تھوک کا کام بھی کرتے ہیں، اور تقریباً ۴-۵/ ہزار روپیہ ماہانہ کما لیتے ہیں، میرے ایک بھائی مسجد میں امامت ومؤذن کا کام انجام دیتے ہیں، اور ۶/ سو روپیہ کما لیتے ہیں، میں مسلم فنڈ میں تقریباً تین سال سے ملازمت کرتا ہوں، اور اب ۱۴۰۰/ روپیہ بطور ملازمت ملتے ہیں، تو کیا مسلمانوں کے لئے یہ نوکری جائز نہیں ہے، ہمارے درمیان یہ بحث ومباحثہ کی بات بنی ہوئی ہے کہ نوکری جائز ہے یا نہیں؟ کسی صورت میں اور کس کس کے لئے ملازمت جائز ہے؟ ایک حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے ایک لقمہ بھی حرام کھایا پیا، اس کی کوئی دعا وعبادت مقبول نہیں ہوتی، تو اگر یہ نوکری ہمارے لئے ناجائز ہوئی اور ہم یہ روپیہ کھا چکے ہیں، تو کیا کریں؟ کیا اس کا کوئی کارکن اور عہدہ دار رہنا بھی جائز نہیں ہے، کیوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے یہاں کے مسلم فنڈ کا کاروبار اگر اکابر کے مقرر کردہ طریقہ پر فارم کی بیع وشراء کے ذریعہ ہوتا ہے، اور اس میں سودی رقم شامل نہیں ہوتی، تو اس کی ملازمت اور رکنیت وغیرہ میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر سارا کاروباری سودی ہے، تو اس کا حکم بینک جیسا ہے، بغیر شدید ضرورت کے اس کی ملازمت کی اجازت نہ ہوگی، تحقیق کر کے سوال معلوم کریں۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنہ قال: لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم آکل الربوا ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ، وقال: ھم سواء. (صحیح مسلم ۷۲/۲ رقم: ۱۵۹۸، سنن الترمذي ۲۲۹/۱ رقم: ۱۲۰۶، مشکاۃ المصابیح، البیوع / باب الربا ۲۴۴، مرقاۃ المفاتیح ۴۳/۶ رقم: ۲۸۰۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

قال الخطابي: سوّی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین اٰکل الربا وموکلہ، إذ کل لا یتوصل إلی أکلہ إلا بمعاونتہٖ ومشارکتہ إیاہ، فھما شریکان في الإثم کما کانا شریکین في الفعل …… ’’وکاتبہ وشاھدیہ‘‘ قال النووي: فیہ تصریح بتحریم کتابۃ المترابین، والشھادۃ علیھما، وبتحریم الإعانۃ علی الباطل. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب البیوع / باب الربا ۵۱/۶ رشیدیۃ، ۵۹/۶ المکتبۃ الأشرفیۃ دیوبند)

قولہ: لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ، وقال: ھم سواء. ھٰذا تصریح بتحریم کتابۃ المبایعۃ …… وفیہ تحریم الإعانۃ علی الباطل. (شرح النووي علی صحیح مسلم، کتاب المساقات والمزارعۃ / باب الربا ۲۸/۲، مرقاۃ المفاتیح ۵۹/۶ المکتبۃ الأشرفیۃ دیوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۹/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سودی قرض لے کر دوکان چلانے والے کے یہاں مزدوری کرنا؟

سوال (۲۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی آدمی سود پر روپئے لے کر یا بینک سے رقم اٹھاکر یا فائننس سے روپئے لے کر دوکان لگائے یا کاروبار کرے، تو کیا اُس کے یہاں نوکری جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سودی قرض لینا اگرچہ ممنوع ہے؛ لیکن ایسے شخص کے

یہاں ملازمت منع نہیں ہے۔

کل قرض جر نفعًا فهو ربا. (نصب الراية / كتاب الحوالة ٤/٦٠ المجلس العلمي ڈابھیل، ٤/١٣١ مكتبة دار الايمان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دھوکہ سے سند لے کر ملازمت کرنا اور اس کی آمدنی کا حکم؟

سوال (۲۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک اِدارہ میں ملازمت کے لئے جو قابلیت لازم ہے، اس قابلیت کا سرٹیفکٹ یا سند زید نے کسی اور شخص کو امتحان میں بٹھا کر حاصل کرلیا، نام زید کا تھا اور کام کسی اور کا، اور اس ادارہ میں فوٹو لازمی نہیں تھا، اس وجہ سے گرفت میں بھی نہیں آسکا، اور سرٹیفکٹ اور سند لے کر زید اگر اس کی بنیاد پر سروس کرے اور فی الواقع اتنی قابلیت بھی نہ ہو، تو کیا زید کے لئے یہ سروِس جائز ہوگی یا ناجائز؟ اور اس کے ذریعہ کمائی ہوئی رقم اس کے لئے حلال ہوگی یا حرام؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِس طرح دھوکہ سے ملازمت حاصل کرنا ایک ناجائز عمل ہے؛ لیکن ملازمت کے بعد اگر اپنی ذمہ داری بحسن وخوبی انجام دے تو تنخواہ حلال ہوگی۔

(احسن الفتاویٰ ۸/۱۹۸)

عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم **قال: من غشنا فليس منا.** (رواه الطبراني في الكبير والصغير ٢٦١/١، سنن أبي داؤد ١٤٥، صحيح مسلم رقم: ١٠١، سنن الترمذي ٢٤٥/١ رقم: ١٣١٥، سنن ابن ماجة رقم: ٢٢٢٤)

والأجر يطيب وإن كان السبب حرامًا. (شامي / أول باب الإجارة الفاسدة ٦٢/٩ زكريا)

ثم المذهب عند جمهور العلماء والفقراء أن جميع أنواع الكسب في

الإباحة على السواء …… الخ. (مجمع الأنهر، الكراهية / فصل في الكسب ۱۸٤/٤ دار الكتب العلمية بيروت، كذا في الدر المختار / أول كتاب الصيد ٤٦/١٠ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۵/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری ملازمت میں جھوٹی خانہ پری؟

سوال (۲۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی جو چندسال پہلے ایک چھوٹی سی دوکان کر رہا تھا جو مختصر طریقے پر چل رہی تھی اور ضروریات کسی طرح پوری ہورہی تھیں، اس پر اس نے بہت دعا کی کہ منجانب اللہ کوئی ذریعہ رزق جو حلال ہو میسر ہوجائے، اسی دوران ایک مدرسہ کو سرکاری گرانٹ ملنے لگی اور مدرسہ والوں نے مدرس کو تلاش کرکے رکھنا شروع کیا اور اس کے پاس بھی آدمی گیا جس پر اس نے اس کو قبول کرلیا، پھر بھی اس کی مرضی کے خلاف مدرس کے بجائے اس کو پرنسپل بنادیا اور ملازم رکھنے کے وقت مدرسہ والوں نے خرچ کے نام پر ہر ایک سے کچھ رقم بھی وصول کی، مدرسہ چلتا رہا اور چل رہا ہے اس درمیان اس آدمی نے اراکین مدرسہ اور متعلقہ حکام کے ذریعہ بہت کوشش کیا کہ اس کو مدرس بنادیا جائے؛ لیکن یہ قانوناً تقریباً ناممکن ہے اور اس دوران کمیٹی میں اختلاف ہوا، پھر صدر مدرس اور کمیٹی میں اختلاف ہوا اور کمیٹی نے پرنسپل کو نکالنا چاہا لیکن ناکام رہے اور اب بھی مقدمہ چل رہا ہے، مدرسہ کا سارا کام جو صدر مدرس سے متعلق ہے بالکل ٹھیک ہے کہیں کوئی کمی نہیں ہے صرف ایک کام میں کافی کمی ہے وہ طلبہ کی تعداد اور شرکاء امتحان عالیہ کی تعداد کا مسئلہ ہے جس کا تعلق حقیقت سے کم اور قانونی خانہ پری زیادہ ہے، جیسا کہ اکثر سرکاری امداد یافتہ مدارس اور سرکاری شعبوں کا حال ہے، اس ایک کمیٹی کے علاوہ اور کوئی کوتاہی صدر مدرس سے نہیں ہوتی، وہ پوری ذمہ داری اور وقت کی پابندی سے خود درس دیتا ہے؛ حالاں کہ تدریس اس کے فرض منصبی سے خارج ہے، اِسی دوران کئی بار اس نے استعفاء دینے کا ارادہ بھی کیا؛ لیکن جب جب اس کے لئے استخارہ کیا، دل ہٹ گیا اور بہت استخارہ

کے بعد اس نے یہ ملازمت قبول بھی کی تھی، اور انتظامیہ نے جب بھی اس کے خلاف کارروائی کی، اللہ تعالیٰ نے اس کی پوری مدد کی، اور مخالفت کے سارے کاموں کو ختم کر دیا، اور اب تک وہ غیر یقینی کی کیفیت میں مبتلا ہیں کہ چھوڑ دے یا قائم رہے۔ علماء میں سے کچھ کہتے ہیں کہ مناسب نہیں ہے کہ لگی روزی چھوڑنے سے منع کیا گیا ہے، اور تردد کی وجہ صرف وہی ایک کی جو تعداد طلبہ کے بارے میں ہے، جس کی خانہ پری صدر مدرس کی ذمہ داری ہے اور اس کے سوا کوئی رقم وغیرہ میں کوئی گڑبڑ نہیں ہے، ایسی حالت میں یہ ملازمت شرعا جائز ہے یا ناجائز یا مکروہ؟ اور اب اس کی ملازمت چار پانچ سال باقی رہ گئی ہے، اور بظاہر اس کے لئے اب کوئی کاروبار بھی مشکل نظر آتا ہے، چار پانچ سال مکمل ہونے پر پنشن کی بھی قوی امید ہے؛ اس لئے حصولِ ملازمت سے آج تک کے اور آئندہ کے حالات پر نظر رکھتے ہوئے اور اس ملازم کے حالات کو دیکھتے ہوئے حکم شرعی کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکاری ملازمت میں طلبہ اور شرکاء امتحان کی تعداد میں جو جھوٹ لکھنا پڑتا ہے اس کا گناہ تو بہرحال ہوگا؛ تاہم پرنسپل کو جو سرکاری تنخواہ ملتی ہے وہ ناجائز نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ اس کی محنت کا صلہ ہے، اس لئے آپ پر یہ ملازمت چھوڑنا تو ضروری نہیں؛ لیکن جھوٹ سے بچنا بہرحال لازم ہے، اب آپ خود ہی فیصلہ کریں۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مرَّ على صبرةٍ من طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال: يا صاحب الطعام ما هٰذا؟ قال: أصابته السماء يا رسول اللّٰه! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، ثم قال: من غش فليس منا. (سنن الترمذي / باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع ٢٤٥/١، صحيح مسلم ٧٠/١)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء. (سنن الترمذي رقم:

۱۲۰۹، سنن الدارمي ۳۲۲/۲ رقم: ۲۵۳۹، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ۳۳/۶ رقم: ۲۷۹۶ دار الکتب العلمیة بیروت، ۵۲/۶ المکتبة الأشرفیة دیوبند)

الإجارۃ عقد یرد علی المنافع بعوض. (الهدایة / کتاب الإجارۃ ۲۹۳/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۵/۲/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حلال وحرام مخلوط کاروبار والے شخص کے یہاں ملازمت

سوال (۲۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک غیر مسلم کے مختلف کاروبار ہیں، جن میں شراب کا پیشہ بھی ہے اور آمدنی سب کاروبار کی مخلوط ہے، تو کیا مسلمان کے لئے اس کے یہاں نوکری کرکے اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مخلوط آمدنی والے غیر مسلم کے پاس مسلمان کے لئے ملازمت کرکے اُجرت لینا جائز ہے، بشرطیکہ ملازم کی ڈیوٹی کسی حرام کام پر نہ لگائی جائے۔ (مستفاد: انوار رحمت ۱۵۷)

عن سوید بن غفلة أن بلالا قال لعمر بن الخطاب رضي اللّٰہ عنه: إن عمالک یأخذون الخمر والخنازیر في الخراج، فقال: لا تأخذوها منهم، ولکن ولوهم ببیعها، وخذوا أنتم من الثمن، فهٰذا عمر قد أجاز لأهل الذمة ببیع الخمر والخنازیر، وأجاز للمسلمین أخذ أثمانهما في الجزیة والخراج، وذلک بمحضر من الصحابة، ولم ینکر علیه منکر. (إعلاء السنن ۱۳۴/۱۴-۱۳۵ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۶/۴/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اُجرت اور تنخواہ متعین کئے بغیر ملازمت کرنے پر معاوضہ طلب کرنا؟

سوال (۲۲۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں سرکاری ملازم تھا ملازمت کے ساتھ ساتھ باقی وقت میں اپنے ایک رشتہ دار کے کارخانہ میں بھی روازنہ کچھ نہ کچھ کام کرتا تھا، اور عید بقرعید، ہولی، دیوالی وغیرہ تہواروں کے موقع پر پوری پوری رات کام کرتا تھا، مذکورہ تہواروں کے موقع پر جب میں اپنی ملازمت سے رات کو واپس آتا، تو مالک کارخانہ میرے گھر میں موجود ہوتے اور مجھے کام کے لئے اپنے کارخانہ لے جاتے، اس طرح میں نے تقریباً ۲۲؍سال کام کیا، اور کبھی بھی ایک پیسہ کا تقاضہ نہیں کیا؛ کیوں کہ اس وقت مجھے ضرورت بھی نہیں تھی؛ لیکن میرے ذہن میں یہ ضرور تھا کہ مالک کارخانہ رشتہ دار بھی ہے، دین دار بھی ہے، جب بھی میں تقاضہ کروں گا مجھے میرا حق دے گا۔ ۲۲؍سال کے بعد کچھ ایسے حالات بنے کہ میں نے پیسوں کا تقاضہ کیا، جس پر وہ صاحب کہتے ہیں تمہیں پیسوں کی کیا ضرورت ہے؟ تم تو صاحب حیثیت ہو، مال دار ہو وغیرہ، میں نے کہا جو کام کیا ہے، اس کا معاوضہ طلب کررہا ہوں؛ لیکن وہ صاحب اس سلسلہ میں میری نہ تو کوئی بات سنتے ہیں اور نہ ہی مجھ سے بات کرتے ہیں، حالاں کہ وہ بھی مال دار ہیں ہر سال بلاناغہ حج کو جاتے ہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت کی روشنی میں مجھے میرا حق ملے گا یا نہیں؟ کیا مالک کارخانہ میرا حق نہ دینے میں حق بجانب ہیں؟ کیا آخرت میں ان کی پکڑ نہیں ہوگی؟ واضح ہو کہ اس ۲۲؍سالہ مدت میں کبھی بھی لین دین کی بات نہیں ہوئی، اور نہ ہی شروع درمیان اور آخر میں بات ہوئی کہ کتنی تنخواہ مجھے دیں گے؛ البتہ میرے ذہن میں یہ تھا کہ میں کام کررہا ہوں تو اس کا معاوضہ ضرور ملے گا؛ لیکن رشتہ داری اور دوسرے ان کے دینی مزاج پر بھروسہ کرکے میں کسی طرح کا تقاضہ مناسب نہیں سمجھتا تھا، بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ ان کے کارخانہ میں کام کی کثرت کی بنا پر میں نے اپنی سرکاری ملازمت کی چھٹی بھی رکھی ہے، برائے کرم مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ آپ کے اور مذکورہ رشتہ دار

کے درمیان کبھی بھی اجرت ملازمت یا تنخواہ کا معاملہ زبانی یا تحریری طور پر طے نہیں ہوا، اسی لئے آپ اپنی خدمت اور محنت کا معاوضہ مذکورہ کارخانہ دار، رشتہ دار سے طلب نہیں کرسکتے، یہ ساری محنت آپ کی طرف سے تبرع اور تعاون کہلائی جائے گی، اور امید ہے کہ آخرت میں اس کا اجر بھی ملے گا، آپ کا تعاون کرتے وقت دل دل میں یہ سوچنا کہ یہ رشتہ دار مجھے میرا حق دے دے گا، اسی سے شرعاً حق ثابت نہیں ہوتا، حق کے مطالبہ کے لئے معاملہ کا وجود میں آنا شرط ہے، جو یہاں نہیں پایا گیا؛ البتہ اخلاقی طور پر مذکورہ رشتہ دار کو چاہئے کہ وہ کچھ نہ کچھ دے کر آپ کو مطمئن کردے ان پر لازم نہیں۔

أب وابن يكتسبان في صنعة واحد لم يكن لهما مال، فالكسب كله للأب إذا كان الابن في عيال الأب لكونه معينا له، وكذا الحكم في الزوجين إذا لم يكن لهما شيء، ثم اجتمع بسعيهما أموال كثيرة، فهي للزوج، وتكون المرأة معينة له. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الشركة / الباب الرابع في …… شركة الأعمال ٣٢٩/٢ زكريا)

وفي الهداية: الإجارة عقد يرد على المنافع بعوض. (الهداية / كتاب الإجارات ٢٦٦/٦ مكتبة البشرىٰ كراچی، ٢٩٣/٣ الأمين كتابستان ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۶/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشوت دے کر سرکاری ملازمت حاصل کرنا

سوال (۲۲۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکاری ملازمت یعنی ماسٹر پوسٹ آفس کی نوکری کیلئے رشوت دے کر نوکری حاصل کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سرکاری ملازمت کے لئے رشوت دے کر نوکری حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

قال العلامة ابن عابدين: وفي الفتح: ثم الرشوة أربعة أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطي، وهو الرشوة على تقليد القضاء والإمارة. (شامي ٣٤/٨ زكريا، أحسن الفتاوىٰ ٩٧/٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۷/۶/۱۴۲۵ھ

رشوت خور سرکاری ملازم کی تنخواہ کا حکم؟

سوال (۲۲۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکاری ملازم مسلمان کھلی رشوت لیتا ہے، تو رشوت حرام ہے یا اس کی تنخواہ بھی حرام ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں سرکاری ملازم کی صرف لی ہوئی رشوت حرام ہوگی اس کی تنخواہ حرام نہ ہوگی۔

الأجرة لا تجب بالعقد، وتستحق بإحدى معاني ثلاثة: إما بشرط التعجيل، أو بالتعجيل من غير شرط، أو باستيفاء المعقود عليه. (الهداية / باب من تجب الأجرة ٢٩٤/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۵/۱/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پرائیویڈنٹ فنڈ میں اختیاری طور پر تنخواہ وضع کرانا؟

سوال (۲۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پرائیویڈٹ فنڈ کا جو حصہ لازمی طور پر وضع کیا جاتا ہے، بعض ملازمین اس کے علاوہ بھی مزید اپنے اختیار سے وضع کراتے ہیں، اور بوقت علیحدگی اس اختیاری وضع کردہ رقم پر بھی اضافہ رقم حاصل ہوتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پرائیویڈٹ فنڈ میں اختیاری طور پر وضع کرائی گئی رقم پر مزید اضافہ لینا جائز نہیں ہے؛ البتہ جو رقم لازمی طور پر وضع ہوتی ہے، اس پر مقررہ اِضافہ لینا درست ہے۔

عن علي رضي اللّٰه عنه كل قرض جر منفعة فهو ربا، وكل قرض شرط فيه الزيادة، فهو حرام بلا خلاف. (إعلاء السنن ٤٩٩/١٤ دار الكتب العلمية بيروت)

كل قرض جر نفعًا حرام. (شامي ١٦٦/٥ كراچى)

الأجر لا يلزم بالعقد؛ بل بتعجيله أو شرطه في الإجارة أو بالاستيفاء للمنفعة. (تنوير الأبصار مع الشامي ١٤–١٣/٩ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱۱/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

پرائیویڈٹ فنڈ کی رقم لینا

سوال (۲۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو لوگ سرکاری نوکری کرتے ہیں، اُن کی ماہانہ تنخواہ میں سے سرکار کچھ تنخواہ کاٹ کر رکھتی ہے، اور ان لوگوں کی جب نوکری ختم ہوجاتی ہے یعنی پنشن پاتے ہیں، تو آخر میں اُن روپیوں کو دے دیتی ہے، جن روپیوں کو سرکار نے ماہانہ تنخواہ میں سے کاٹ کر رکھے تھے، ان روپیوں میں مزید سود اور اصل ملاکر دیتی ہے، کیا ان روپیوں کو لینا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ملازمت کے ختم پر پراویڈنٹ فنڈ کی جو رقم ملازم کو ملتی ہے وہ جائز ہے اس لئے کہ اس میں اضافہ شدہ رقم پر شرعاً سود کی تعریف صادق نہیں آتی؛ بلکہ وہ تنخواہ ہی کا جزو ہے۔ (بحوالہ: ایضاح المسائل ۱۰۷)

وتستحق بإحدىٰ معاني ثلاثة: إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل من غير

شـرط أو بـاستيفاء المعقود عليه. (الهـداية، كتـاب الإجارة / باب الأجر متى يستحق ۲۹۲/۳ مكتبة شركة علمية ملتان)

ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة: إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل من غير شرط أو باستيفاء المعقود عليه، فإذا وجد أحد هٰذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها، وكما يجب الأجر باستيفاء المنافع، يجب بالثمن من استيفاء المنافع، إذا كانت الإجارة صحيحة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الثاني ٤١٣/٤ زكريا، كذا في شرح المجلة لسليم رستم باز رقم القاعدة: ٤٦٨ ص: ١٦١-١٦٢ مكتبة حنفية كوئٹه، شرح المجلة لخالد الأتاسي ٥٤٩/٢-٥٥٠ مكتبة حبيبة كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۲۷ھ

ایسی دوکانوں پر ملازمت کرنا جہاں حرام چیزوں سے اختلاط ناگزیر ہو؟

سوال (۲۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: برطانیہ میں بسنے والے عام مسلمانوں کے ذریعہ معاش کے سلسلہ میں درپیش چند مسائل کا حل دریافت کرنے کی خاطر آں جناب کو زحمت دی جارہی ہے، امید ہے کہ جواب شافی سے نواز کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

وہ مسائل یہ ہیں کہ دوسرے ممالک سے آکر یہاں بسنے والے یا یہاں کے مقامی لوگوں میں سے عام طبقہ کے لوگ روزی روٹی کمانے کے واسطے جہاں کہیں بھی نوکری کرنے جاتے ہیں وہاں کسی نہ کسی درجہ میں انہیں خلافِ شرع اُمور میں سے کسی امر کا ارتکاب کرنا تقریباً ناگزیر ہوجاتا ہے اور ان جگہوں کو چھوڑ کر ایسی جگہوں پر کام مل جائے، جہاں اُن اُمور کا ارتکاب نہ کرنا پڑتا ہو، یہ ہر شخص کے لئے اتنا آسان نہیں ہوتا۔

ایسی صورت میں شریعت ان امور کے ساتھ ذریعۂ معاش حاصل کرنے کی کہاں تک اجازت دے سکتی ہے، اس کی نشان دہی فرمائیں تاکہ وہ مسلمان شرعی حد میں رہ کر اپنی اور ماتحتوں کی ضروریات کا سامان مہیا کرسکیں، وہ پیش آنے والے امور درجِ ذیل ہیں:

(۱) بعض حضرات بڑی بڑی دکانوں میں کام کرتے ہیں جہاں کھانے پینے اور برتنے کے جائز سامان کے ساتھ کسی قدر شراب اور خنزیر کے گوشت کی بیع بھی ہوتی ہے، ان میں بعض کو صرف سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہوتا ہے، الماریوں میں جہاں سے خریدنے والے خود ہی اٹھالیتے ہیں، وہاں رکھنا ہوتا ہے جس میں حرام اشیاء بھی شامل ہوتی ہیں، بعض حضرات اس جگہ میں ہوتے ہیں جہاں سے خریدار اپنی اٹھائی ہوئی چیز دکھا کر اس کی قیمت چکا کر اپنے گھر لے جاتے ہیں وہاں رہنے والے کی ذمہ داری ایک ایک چیز کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کمپیوٹر کے سامنے رکھ کر اس کی معلومات کے مطابق اس کی مطلوبہ قیمت وصول کرنا ہوتا ہے، جن میں حرام اشیاء بھی ہوتی ہیں، بعض حضرات ترقی کر کے منیجر کے درجہ کو پہنچ جاتے ہیں، پھر کبھی وہاں موجودہ چیزیں ختم ہونے پر وہ چیزیں خرید کر دوبارہ حاصل کرنا وغیرہ ان کی ذمہ داری بنتی ہے، جن سے سامان خریدا جاتا ہے، وہ ان سے اس طرح کا معاملہ کرتے ہیں، گویا اس دکان کے مالک ہیں، ان میں بھی من جملہ اور چیزوں کے حرام اشیاء ہوتی ہیں، ایسی حالت میں ہم کیا کریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) یہاں دو چیزیں بالکل الگ الگ ہیں ایک مسئلہ یہ ہے کہ حرام اشیاء کے اٹھانے رکھنے اور رجسٹر میں لکھنے پر نفس اجرت کا جواز تو اس بارے میں فقہی روایات موجود ہیں کہ اگر مزدور حرام اشیاء کو اٹھا کر منتقل کرنے کی اجرت لیتا ہے، تو اس کے لئے فی نفسہٖ حلال ہے، اسی ضمن میں مذکورہ اسٹور میں حرام اشیاء کے ختم ہونے پر آڈر کا مسئلہ بھی آتا ہے، تو یہ آڈر ملازم مالک کے وکیل کے طور پر دے رہا ہے خود اپنی ذات کے لئے آڈر نہیں دے رہا ہے، اس میں بھی وکالتِ غیر صحیحہ پر اجرت کے معنی پائے جاتے ہیں جس کی فی نفسہٖ گنجائش ہے، اس

معاملہ میں دوسرا پہلو یہ ہے کہ حرام اشیاء کے نقل وحمل کا عمل فی نفسہٖ ممنوع ہے، اور اس میں کسی درجہ میں اعانت علی المعصیۃ بھی پائی جاتی ہے، اس اعتبار سے سوال میں ذکر کردہ ملازمتیں گوکہ فی نفسہٖ اجرت کے اعتبار سے حلال ہیں؛ لیکن اشتغال بالمعصیۃ کی وجہ سے ان میں کراہیت ضرور ہے، اس لئے کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ ایسی ملازمت دستیاب ہوجائے، جس میں عمل معصیت کی ملاوٹ نہ ہو۔

إذا استأجر ذمي مسلمًا ليحمل له خمرًا ولم يقل ليشرب، أو قال ليشرب، جازت الإجارة في قول أبي حنيفةؒ. (الفتاویٰ الهندية ٤/٤٤٩ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ١٥/١٣٠ رقم: ٢٢٤٢٨ زكريا)

وجاز حمل خمر ذمي بنفسه بأجر. (شامي ٩/٥٦٢ زكريا)

إذا استأجر رجلا ليحمل له خمرًا فله الأجر في قول أبي حنيفةؒ. (الفتاویٰ الهندية ٤/٤٤٩ زكريا)

آجر المسلم نفسه من مجوسي ليوقد النار لا بأس به، ولو آجر نفسه لحمل الخمر، قال الإمام: لا يكره وعلى قولهما يكره؛ لأن التصرف في الخمر حرام، وكذا كل موضع تعلقت المعصية بفعل فاعل مختار. (بزازية على الفتاویٰ الهندية ٥/١٢٥ زكريا)

وإذا استأجر الذمي من المسلم بيته، ليصلي فيها؛ فإن ذٰلک لا يجوز، وفي التجريد: وإذا كان في السواد جاز. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٥/١٣٢ رقم: ٢٢٤٤٠ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹیکسی ڈرائیور کا حرام اشیاء کو مسافر کے گھر چھوڑ کر آنا

سوال (۲۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بعض حضرات کرائے پر ٹیکسی چلاتے ہیں، وہ جن مسافروں کو لے جاتے ہیں ان مسافروں کے سامان میں من جملہ اور اشیاء کے حرام چیزیں (شراب، خنزیر کا گوشت وغیرہ) ہوتی ہیں پھر منزل آجانے پر یہاں کا عرف ہے کہ ڈرائیور مسافر کا سامان خود اٹھا کر اسے دروازے تک چھوڑنے جاتے ہیں، جن میں حرام اشیاء بھی شامل ہوتی ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکور ٹیکسی ڈرائیوروں کے لیے عرف کے مطابق مسافر کا سامان اس کے دروازے تک چھوڑ کر آنے میں کوئی حرج نہیں اور اس سامان کے اندر اگرچہ حرام اشیاء ہوتی ہیں تو ڈرائیور اس کا ذمہ دار نہیں؛ کیوں کہ اس کی نیت حرام شیٔ کو اٹھانے کی نہیں ہے؛ بلکہ صرف سامان اٹھانے کی ہے۔

لأن الأمور بمقاصدها. (شرح المجلة ١٧/١ رقم: ٢، الأشباه والنظائر ٩٧/١ كراچی)

وجاز حمل خمر ذمي بنفسه أو دابته بأجر، وفي الشامي: وعلیٰ هٰذا الخلاف لو آجره دابة لينقل عليه الخمر يطيب له الأجر عنده. (الدر المختار مع الشامي ٥٦٢/٩ زكريا)

وإذا استأجر الذمي مسلمًا ليحمل له ميتة أو دما يجوز عندهم جميعاً.

(الفتاویٰ التاتارخانية ١٣٣/١٥ رقم المسئلة: ٢٢٤٤٤ زكريا)

ولو استأجرها ليحمل عليها جاز. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٠٥/١٥ زكريا)

أخرج عبد الرزاق من طريق الثوري: إذا اكترى رجل من رجل ولم يسم ما يحمل ولم يؤقت قال: يحمل على الدابة ما شاء و لا يتعدي ما يرى الناس أنه يحمل ويردف. (المصنف لعبد الرزاق ٢١٢/٨ رقم: ١٤٩٢٩)

وفي الأشباه تحت قاعدة، العادة محكمة: أن حمل الأجير الأحمال إلى داخل الباب مبنى على التعارف ذكره في الإجارات. (الأشباه والنظائر ٢٨١ زكريا)

رجل استأجر دابة إلى سمرقند أو إلى غيرها من الأمصار، فإذا دخلها كان له أن يأتي بها إلى منزله استحسانا. (فتاویٰ قاضي خان على الهندية ۲/ ۳۲٤ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/ ۷/ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرام اشیاء کو تھیلے میں بند کرنے کی اجرت لینا

سوال (۲۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض حضرات کھانے پینے کی چیزوں کو تھیلے میں بند کرنے اور پیک کرنے کی نوکری کرتے ہیں، ان میں بھی حرام اشیاء ہوتی ہیں، ان کی نوکری اور اس پر اجرت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حرام اشیاء کو تھیلے میں بند کرنے کی اجرت گو کہ جائز ہے مگر سخت مکروہ ہے۔

وجاز حمل خمر ذمي بنفسه أو دابته بأجر، وفي الشامي: هٰذا عنده، وقالا: مكروه؛ لأنه عليه السلام لعن في الخمرة عشرة وعد منها حاملها. (الدر المختار مع الشامي ۹/ ٥٦٢ زكريا)

يحل الأجر ويطيب إلا أنه يأثم الأجير؛ لأنه إعانة على المعصية. (بزازية على الفتاویٰ الهندية ٥/ ١٢٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/ ۷/ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ملازم کو عمل کے بجائے وقت کے حساب سے اجرت دینا

سوال (۲۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: الف :- حرام اشیاء کے ساتھ پکی ہوئی چیزوں مثلاً پیزا (Pizza) کی ڈیلیوری (خریدار کے گھر تک ان کو پہنچانا)، کیا کوئی مسلمان یہ کام کرسکتا ہے؟

ب :- یہاں کمائی وقت کے حساب سے ہوتی ہے، یعنی Pizza کو ڈیلیوری کرنے پر رقم نہیں ملتی بلکہ وقت کے حساب سے کام کرنے والے کو اجرت دی جاتی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ اجرت وقت پر دی جاتی ہے نہ کہ پزّا وغیرہ پہنچانے پر تو فی نفسہٖ یہ اجرت حلال ہے؛ لیکن تعاون علی المعصیۃ کی وجہ سے کراہت ضرور ہوگی، جب کہ پزا میں حرام کی ملاوٹ کا یقین ہو اور ملاوٹ کا یقین نہیں ہے؛ بلکہ صرف شک ہے، تو شک کی وجہ سے کوئی کراہت کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

وإن لم يبين مقدار العمل لكنه ذكر لذٰلك وقتًا، فقال: استأجر لتخبز لي اليوم إلى الليل بدرهم جاز أيضا. (الفتاویٰ الهندية ٤/٤٢٥ زكريا)

والأجير الخاص الذي يستحق الأجرة بتسليم نفسه في المدة، وإن لم يعمل كمن استوجر شهرًا للخدمة، أو لرعي الغنم، وإنما سمى أجير واحد؛ لأنه لا يمكنه أن يعمل لغيره؛ لأن منافعه في المدة صارت مستحقة له والأجر مقابل بالمنافع؛ ولهذا يبقى الأجر مستحقًا وإن نقض العمل. (الهداية ٣/٣١٠ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

ہوٹل میں اپنے ہاتھ سے خنزیر کا گوشت سپلائی کرنا؟

سوال (۲۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص مسلمان ہے اور ہوٹل میں ملازم ہے، اپنے ہاتھ سے خنزیز کے گوشت کی پلیٹ لوگوں تک پہنچاتا ہے، کیا ایسے شخص کو ایسی ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرماکر مطمئن فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کوئی باغیرت مسلمان اِس بات کو گوارہ نہیں کرسکتا کہ اپنے ہاتھ سے خنزیر کا گوشت لوگوں تک پہنچائے؛ لہٰذا ایسی ملازمت جس میں یہ ناپاک عمل کرنا پڑتا ہو، اس سے دور رہنا لازم ہے، اور یہ ملازمت جائز نہیں۔

ولا يجوز الاستئجار على حمل الخمر لمن يشربها ولا على حمل الخنزير. (الموسوعة الفقهية ۱/۲۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۵/۲/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈاکٹر کا اپنا سرٹیفکٹ دوسرے کو دے کر اُس پر اُجرت لینا؟

سوال (۲۳۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موجودہ دور میں فرماسسٹ نیم ڈاکٹر جن کو منجانب سرکار ملازمت ملنے پر دیر ہوتی ہے، وہ لوگ ان دوا کی دوکانوں سے جن کو دوافروختگی کے لئے فرماسیٹ سرٹیفکٹ لازمی اور ضروری ہے، ان کو اپنا سرٹیفکٹ دے کر ماہانہ رقم لے لیا کرتے ہیں، شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ڈاکٹری کا سرٹیفکٹ قانونی طور پر نا قابل انتفاع ہے، یعنی جس نے باقاعدہ دواؤں کا علم نہ پڑھا ہو، وہ اس سرٹیفکٹ کو لینے کا مجاز نہیں ہے؛ لہٰذا کوئی ڈاکٹر اپنی سند دوسرے شخص کو دینے اور اس پر اجرت لینے کا بھی مجاز نہیں ہوسکتا، ورنہ قانون کی خلاف ورزی اور دھوکہ ہوگا۔ (مستفاد: فقہی مقالات ۱/۲۲۲)

عن كثير بن عبد اللّٰه عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: …… المسلمون على شروطهم الخ. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما ذكر عن النبي ﷺ في الصلح بين الناس ۱/۲۵۱ رقم: ۱۳۵۲، صحيح البخاري ۱/۳۰۳)

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من غشنا فليس منا. (رواه الطبراني في الكبير والصغير ۲٦۱/۱، سنن أبي داؤد ۱٤٥، صحيح مسلم رقم: ۱۰۱، سنن الترمذي ۲٤٥/۱ رقم: ۱۳۱٥، سنن ابن ماجة رقم: ۲۲۲٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرد کے لئے بیوی کی کمائی استعمال کرنے کا حکم؟

سوال (۲۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی قابل اور کافی پڑھی لکھی ہے، بعض احباب کی اور خود میری بیوی کی بھی خواہش ہے کہ تدریس سے وابستہ ہوجائے، الحمد للہ بیوی باپردہ ہے، اسکول جاتے وقت بھی باپردہ رہے گی، ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ عورت کی کمائی مرد کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دی ہے، اس سلسلہ میں تشویش میں مبتلا ہوں، کیا کروں؟ آپ میری رہنمائی فرمائیں کہ کیا عورت کے لئے سرکاری نوکری کرنا جائز ہے؟ اور کیا مرد اس کی کمائی میں سے کھا سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کی کمائی مرد کے لئے کھانا حرام تو نہیں ہے؛ لیکن مرد کے لئے بے غیرتی ضرور ہے؛ کیوں کہ شریعت نے عورت کا نان ونفقہ مرد کے ذمہ کیا ہے، اور عورت پر کوئی مالی ذمہ داری نہیں ڈالی ہے۔ علاوہ ازیں عورت کے لئے سرکاری نوکری کر کے باپردہ رہنا اس دور میں بہت مشکل ہے؛ کیوں کہ سرکاری نوکری میں قدم قدم پر نامحرموں سے سابقہ پڑتا ہے، اور اگر مخلوط ادارہ ہو تو نامحرموں کے ساتھ میل جول اور تنہائی تک کی نوبت بھی آجاتی ہے، اس لئے بہرحال عورت کو ایسی ملازمتوں سے احتراز کرنا چاہئے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾ [الأحزاب، جزء آیت: ۳۳]

عن عبد الله ابن عباس رضي الله عنهما أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: لا يخلون رجل بامرأة، ولا تسافرنّ امرأة إلا ومعها محرمٌ. (صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسيَر / باب من اكتُتِب في جيشٍ الخ ۴۲۱/۱ رقم: ۳۰۰۶ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم، كتاب الحج / باب سفر المرأة مع محرم الخ رقم: ۱۳۴۱ بيت الأفكار الدولية)

فتجب للزوجة بنكاح صحيح على زوجها؛ لأنها جزاء الاحتباس. (الدر المختار على الرد المحتار، الطلاق / باب النفقة، مطلب: اللفظ جامد ومشتق ۲۷۸/۵ زكريا)

وكون الرجال قوامين على النساء متكفلين معاشهن وكونهن خادمات حاضنات مطيعات سنة لازمة وأمراً مسلمًا عند الكافة، وفطرة فطر الله الناس عليها لا يختلف في ذلک عربهم ولا عجمهم. (حجة الله البالغة ۱۳۳/۱)

ولها السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة. (الدر المختار مع الشامي، النكاح / باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر ۲۹۳/۴ زكريا)

وقال الرافعي: قول الشارح للحاجة ولغيرها لا تخرج ولو خالية من الأزواج للأمر بالقرار في البيوت. (تقريرات رافعي على الرد المحتار ۱۹۹/۴ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۵/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

◆

مزارعت

مزارعت میں مخصوص حصہ کی شرط لگانا؟

سوال (۲۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص اپنی کھیتی طے کر کے اس شرط پر دے کہ میں دو کوئنٹل دھان یا سوا کوئنٹل باریک دھان یا ایک کوئنٹل گیہوں فصل کے حساب سے لوں گا، تو اس صورت میں شرعاً کھیتی دینا جائز ہے یا نہیں؟ یا اسی طریقہ پر کوئی شخص یہ طے کرے کہ فی بیگھہ اٹھارہ یا بیس کوئنٹل گنا فی بیگھہ لوں گا، کسی جنس کی پیداوار کم ہو یا اس سے زیادہ آئے، تو ایسی صورت میں کھیتی کو ٹھیکہ پر دینا جائز ہے یا ناجائز؟ جو میرے لئے طے کیا جائے میں وہ پورا کروں گا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ شرعاً ناجائز ہے، حصہ مشاع طے کرنا چاہئے، مثلاً: کل پیداوار کا دس فیصدی یا بیس فیصدی۔

وأن يكون الخارج شائعًا بينهما تحقيقًا لمعنى الشركة. (الهداية / كتاب المزارعة ٤/٤٢٦)

فإن شرطا لأحدهما قفزانًا مسماةً فهي باطلة. (الهداية / كتاب المزارعة ٤/٤٢٦ ياسر نديم ديوبند)

فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماة أو ما يخرج من موضع معين. (تنوير الأبصار ٩/٤٠٠ زكريا، كذا في مجمع الأنهر / كتاب المزارعة ٤/١٤١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۸/۹/۱۴۱۷ھ

مخصوص وزن متعین کر کے کھیت بٹائی پر دینا؟

سوال (۲۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالسلام نے اپنا عمر کو دس بیگھہ کا ایک کھیت ایک سو اسی کوئنٹل گنا طے کر کے دیا، محمد عمر نے اپنے پاس سے کھیت میں کل لاگت اپنے پاس سے لگائی، گنے کی کھیت کی پیداوار میں صرف ایک سو پندرہ کوئنٹل گنا ہوا، وہ سب کا سب گنا عبدالسلام نے لے لیا، ۶۵ رکوئنٹل گنا جو کم ہوا وہ اُس کا بھی پیسہ مانگ رہا ہے، اب محمد عمر کہتا ہے کہ میرا پیسہ کا بھی سارا نقصان ہوا، میری ساری محنت بھی بیکار گئی، جب گنا کھیت میں ہوا ہی نہیں، اس نے تو ایک سو پندرہ کوئنٹل کا گنا بیچ لیا، اس کو تو فائدہ ہی ہوا، میرا تو نقصان ہی نقصان ہے، میں کہاں سے دوں؟ لہٰذا اِس کا شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خاص وزن مقرر کر کے کھیت کو بٹائی پر دینا ناجائز ہے، مسئولہ صورت میں اجارہ فاسد ہونے کی بنا پر ساری پیداوار کا مالک کاشت کار یعنی عمر ہے، اور عمر پر اس زمین کا کرایہ دینا لازم ہے، عبدالسلام کو پیداوار لینے کا حق نہیں ہے، اور وہ پیداوار لینے اور پھر مزید کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے ظالم ہے۔

فإن شرطا لأحدهما قفزانًا مسماة فهي باطلة، وإذا فسدت فالخارج لصاحب البذر. (الهداية / كتاب المزارعة ٤/ ٤٢٦-٤٢٧، كذا في البحر الرائق / كتاب المزارعة ٢٩٣/٩ زكريا، شرح المجلة / المبحث الثاني في شروط المزارعة ٧٦١/٢ رقم المادة: ١٤٣٥)

ومتى فسدت فالخارج لرب البذر؛ لأنه مما ملكه ويكون للآخر أجر مثل عمله أو أرضه ولا يزاد على الشرط. (الدر المختار / كتاب المزارعة ٤٠٤/٩ زكريا)

فتبطل إن شرط لأحدهما قفزاناً مسماة. (تنوير الأبصار / كتاب المزارعة ٤٠٠/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۷/۹/۱۸ھ

۵؍من گندم مالک کو دینے کی شرط پر زمین لگان پر لینا؟

سوال (۲۳۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل کسانوں میں اس معاملہ کا رواج ہے کہ ایک شخص دوسرے کی زمین مثلاً ایک بیگھہ ایک فصل مثلاً گندم کرنے کے لئے اس شرط پر لیتا ہے کہ وہ ۵؍من گندم صاحب ارض کو دے گا، زمین میں پیداوار ہو یا نہ ہو، بہرصورت اسے صاحب ارض کو ۵؍من گندم دینا پڑے گا، تو کیا اِس طرح کا معاملہ درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پیداوار میں سے متعینہ مقدار لینے کی شرط لگانا مفسدِ عقد ہے؛ لہٰذا مذکورہ معاملہ جائز نہیں؛ البتہ اگر زمین کرایہ پر دیدے اور ہر مہینے کے لئے کوئی خاص اجرت متعین کرلے جو پیداوار کے ساتھ مشروط نہ ہو تو اس کی گنجائش ہوسکتی ہے، اور بہتر ہے کہ کرائے میں روپئے پیسے متعین کئے جائیں۔

عن حنظلة بن قيس الأنصاري رضي اللّٰه عنه قال: سألت رافع بن خديج عن كراء الأرض بالذهب والورق، فقال: لابأس به، إنما كان الناس يواجرون على عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم على الماذيانات، وإقبال الجَداوِل، وأشياء من الزرع، فيهلك هٰذا ويسلم هٰذا ويسلم هٰذا ويهلك هٰذا، فلم يكن للناس كراء إلا هٰذا، فلذلك زجر عنه، وأما شيء معلوم مضمون فلابأس به.

(صحيح مسلم / باب كراء الأرض بالذهب والورق ١٣/٢ رقم: ١٥٤٧ بيت الأفكار الدولية)

فإن شرطا لأحدهما قفزانًا مسماةً فهي باطلة؛ لأن به تنقطع الشركة؛ لأن الأرض عساها لا تخرج إلا هٰذا القدر. (الهداية ٤٢٦/٤، كذا في البحر الرائق / كتاب المزارعة ٢٩٣/٨ دار الكتب العلمية بيروت)

قال محمدؒ في الجامع الصغير: رجل استأجر أرضًا بدراهم على أن يكريها أو يزرعها أو يسقيها ويزرعها، فهٰذا جائز؛ لأن هٰذا شرط يقتضيه العقد

الخ. (المحيط البرهاني، كتاب الإجارة / بيان ما يجوز من الإجارات ٣٢٩/١١ رقم: ١٣٧٦٧ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۴/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کھیت کی پیداوار سے ۵/ من چاول وگندم دینے کی شرط پر بٹائی پر دینا؟

سوال (۲۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید بٹائی پر کھیتی نہیں کرنا چاہتا ہے، بٹائی میں فائدہ نہیں ہے، زید نے اپنے دل سے اپنے مالک کو بتایا ہے کہ بیگھہ میں سالانہ سے ۵/ من چاول ۵/ من گیہوں دوں گا، میں کھیتی میں سالانہ اپنی طبیعت سے مندرجہ بالا شرائط سے جو مال حاصل کروں گا وہ مال کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید نے یہ شرط لگائی کہ اسی کھیت کی پیداوار میں زمین کی اُجرت کے طور پر پانچ من گیہوں یا چاول دوں گا، تو یہ شرط ناجائز ہے، اور اگر اس طرح شرط لگائی کہ کھیت میں پیداوار ہو یا نہ ہو، میں مطلقاً اتنے من چاول کرایہ کے طور پر دوں گا، چاہے اس کھیت کے پیداشدہ ہوں یا اور کھیت سے یا بازار سے خرید کردہ ہوں، تو اس مطلق شرط کے ساتھ یہ معاملہ جائز ہوسکتا ہے، اور بہر حال بہتر یہ ہے کہ بجائے گیہوں یا چاول کی شرط لگانے کے روپیہ کے ذریعہ کرایہ طے کیا جائے؛ تاکہ کوئی اشتباہ نہ رہے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: نهى عن عسب الفعل، زاد عبيد اللّٰه وعن قفيز الطحان. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٥٥٤/٥ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو دفع غزلاً لآخر لينسجه له بنصفه أي بنصف الغزل أو استاجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه أو ثوراً ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت في الكل؛ لأنه

استاجره بجزء من عمله ...... والحيلة أن يفرز الأجر أولاً أو يسمّٰى قفيزاً بلا تعيين ثم يعطيه منه فيجوز. (الدر المختار / الإجارة على الطاعات ۷۸/۹ زكريا، كذا في البحر الرائق / باب الإجارة الفاسدة ٤١/٩ دار الكتب العلمية بيروت)

ومنها أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلومًا علمًا يمنع المنازعة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الإجارة / الباب الأول ٤١١/٤، شرح المجلة رقم المادة: ٤٥٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۵/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سالانہ ۲۰ رمن دھان کی شرط پر زمین مزارعت پر دینا؟

سوال (۲۳۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی ایک بیگھہ زمین ہے، وہ خالد کو صرف زمین اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ زید کو ہر سال بیس من دھان دے گا، تو یہ صورت جائز ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے لئے اس طریقہ پر زمین دینا اور سالانہ بیس من دھان لینا جائز اور درست ہے، بشرطیکہ کرایہ دار کو اپنی مرضی سے آزادانہ کاشت کا حق دیا جائے۔

وإذا كانت الأرض لأحدهما والبقية من العمل والبذر والبقر للآخر ...... صحت المزارعة في الكل؛ لأن صاحب البذر استأجر الأرض بجزء معلوم من الخارج كاستيجارها بدراهم معلومة. (مجمع الأنهر / كتاب المزارعة ١٤٣/٤ بيروت، الدر المنتقى في شرح الملتقى الأبحر على هامش المجمع الأنهر ٥٠١/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت)

الأرض لأحدهما والبذر والبقر والعمل من الآخر، وشرطا لصاحب الأرض شيئًا معلومًا من الخارج جاز. (الفتاویٰ الهندية / كتاب المزارعة ٢٣٨/٥ زكريا، بدائع الصنائع / كتاب المزارعة ١٧٩/٦ كراچی)

وكذا صحت لو كان الأرض والبذر لزيد والعمل للآخر أو الأرض له والباقي للآخر أو العمل له، والباقي للآخر فهٰذه الثلاثة جائزة. (الدر المختار / كتاب المزارعة ٤٠١/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۲/۱/۱۴۱۵ھ

دو کوئنٹل اَناج کے بدلے کھیت کو ایک سال کے لئے ٹھیکے پر دینا؟

سوال (۲۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں میں اکثر لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ کھیت کو بطور ٹھیکہ کے کسی کو مالک بنادیتے ہیں، شکل اس کی یہ ہوتی ہے کہ ایک بیگھہ زمین کا ہم دو کوئنٹل اناج لیں گے، ایک کوئنٹل موسم ربیع کی فصل ایک کوئنٹل موسم خریف کی فصل، اس بات کے اوپر فریقین رضامند ہوجاتے ہیں، اس کے بعد ٹھیکہ والے کو اختیار رہوتا ہے کہ وہ ایک سال تک اس زمین میں سے کسی چیز کی کاشت کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ یہ صورت زمین کو کرایہ پر دینے کی ہے، اس میں اگر اُسی زمین کی پیداوار سے متعینہ فصل لینے کی شرط نہ لگائے؛ بلکہ معاملہ اس طرح طے کرلیا جائے کہ مستاجر کسی بھی زمین کی پیداوار سے متعینہ فصل دے سکتا ہے، تو یہ معاملہ شرعاً جائز ہے، اگر اسی زمین سے دینے کی شرط لگائے تو جائز نہیں ہوگا۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: عامل النبي صلى اللّٰه عليه وسلم خيبر بشطر ما يخرج منها من ثمر أو زرع. (صحيح البخاري، الحرث والمزارعة / باب إذا لم يشترط السنين في المزارعة ٣١٣/١ رقم: ٢٢٧١)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: أعطى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم خيبر بشطر ما يخرج منها من ثمر أو زرع، فكان يعطي أزواجه كل سنة

مائة وسق، ثمانين وسقًا من تمر، وعشرين وسقًا من شعير، فلمّا ولي عمر قسم خيبر، خيّر أزواج النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أن يقطع لهن الأرض والماء، أو يضمن لهن الأوساق كلّ عام، فاختلفن فمنهن من أختار الأرض والماء، ومنهن من اختار الأوساق كلّ عام، فكانت عائشة وحفصة ممن اختار الأرض والماء.

(صحيح مسلم / المساقاة والمزارعة ٢/ ١٤، رقم: ١٥٥١)

فإن شرطا لأحدهما قفزانا مسماة فهي باطلة؛ لأن به تنقطع الشركة، لأن الأرض عساها لا تخرج إلا هٰذا القدر، وصار كاشتراط دراهم معدودة لأحدهما في المضاربة. (الهداية / كتاب المزارعة ٤/ ٤٢٦)

فتبطل إن شرط لأحدهما قفزانًا أو ما يخرج من موضع معين. (الدر المختار / المزارعة ٦/ ٢٧٦ دار الفكر بيروت، ٩/ ٤٠٠ زكريا، البحر الرائق / المزارعة ٨/ ٢٩٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/ ۸/ ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دھان کی مقدار متعین کرکے ٹھیکہ پر کھیت دیا پھر دھان سوکھ گیا؟

سوال (۲۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے چھ بیگھہ زمین ساڑھے سات کوئنٹل دھان طے کرکے ٹھیکہ پر عمر کو دی اور یہ بیج کی فصل کا ساڑھے سات کوئنٹل گیہوں طے کرکے عمر نے کل لاگت اپنے پاس سے لگاکر دھان بویا، جب دھان کا پانی نکلا، اُس وقت دھان کے پودے بیماری کی وجہ سے سوکھ گئے، پورے کھیت میں بالکل دھان نہیں ہوا، زید دھان کا مطالبہ کرر ہا ہے، زید کو دھان لینے کا حق ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید وعمر کا ساڑھے سات کوئنٹل دھان یا گیہوں متعین کرکے معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، معاملہ کی یہ صورت فاسد ہے، اَب اِس صورت میں اگر زید کی صرف زمین ہے اور بیج وغیرہ عمر کا ہے، تو عمر پر زمین کی اُجرت مثل واجب ہوگی، یعنی اس جگہ کی

جتنی اُجرت اس زمین کی عرف میں مشہور ہو، اس کے بقدر عمر زید کو دے گا اور زید کا گیہوں طلب کرنا درست نہیں ہے، اگر کچھ نہ پیدا ہوا ہو۔

عن أبي جعفر الخطميّ قال: بعثني عمي أنا وغلامًا له إلى سعيد بن المسيّب قال: فقلنا له شيء بلغنا عنک في المزارعة، قال: كان ابن عمر لا يرى بها بأسًا حتى بلغه عن رافع بن خديج حديث فأتاه، فأخبره رافع أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتى بني حارثة فرأى زرعًا في أرض ظهير، فقال: ما أحسن زرع ظهير، قالوا: ليس لظهير، قال: أليس أرض ظهير؟ قالوا: بلى! ولكنه زرع فلان، قال: فخذوا زرعكم وردّوا عليه النفقة، قال رافع: فأخذنا زرعنا، ورددنا إليه النفقة، قال سعيد: افقر أخاک أو أكره بالدراهم. (سنن أبي داؤد، كتاب البيوع / باب في التشديد في ذلک ٤٨٢/٢ رقم: ٣٣٩٩)

وإن لم يخرج شيءٌ في الفاسدة؛ فإن كان البذر من قبل العامل، فعليه أجر الأرض والبقر، وإن كان من قبل رب الأرض فعليه أجر مثل العامل. (الدر المختار مع الشامي / كتاب المزارعة ٤٠٤/٩ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٣٧/١٧ زكريا)

فإن شرطا لأحدهما قفزانًا مسماةً فهي باطلة؛ لأن به تنقطع الشركة؛ لأن الأرض عساها لا تخرج إلا هٰذا القدر، وصار كاشتراط دراهم معدودة لأحدهما في المضاربة. (الهداية، كتاب المزارعة ٤٢٦/٤ إدارة المعارف ديوبند، كذا في شرح المجلة / المبحث الثاني في شروط المزارعة ٧٦١/٢ رقم المادة: ١٤٣٥ دار الكتب العلمية بيروت)

فإن كان البذر من المزارع وشرطا جميع الخارج لأحدهما فهو على أربعة أوجه: الأول أن يقول: أزرع أرضى ببذرک فيكون الخارج كله لي فهو فاسد، والخارج كله لرب البذر وعليه أجر مثل الأرض. (البحر الرائق / كتاب المزارعة ٢٩٣/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نصف پیداوار پر کھیت بٹائی پر دینا؟

سوال (۲۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں زرعی زمین یا جانور بٹائی میں دینے کا رواج ہے، اور یہ عموم بلوی میں داخل ہو چکا ہے۔ زید نے عمر کو زرعی زمین اس طریقہ پر دی کہ تمہاری جو مرضی میں آئے کھیتی پیدا کرو، اب جب عمر نے کھیت سے اناج لالیا تب اس میں سے آدھے کا زید مالک ہو جاتا ہے اور اسے دیا بھی جاتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کھیت بٹائی پر دینے اور پیداوار آپس میں نصفا نصف تقسیم کرنے کا مذکورہ معاملہ شرعاً درست ہے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عامل أهل خيبر بشطر ما يخرج منها من ثمر أو زرع. (صحيح مسلم / كتاب المزارعة ١٤/٢، صحيح البخاري، كتاب المزارعة / باب المزارعة لشطر ٣١٣/١ رقم: ٢٢٧٠ ف: ٢٣٢٨)

وعندهما تصح، وبه يفتى للحاجة، وقياسًا على المضاربة ...... وذكر رب البذر، وقيل: يحكم العرف. (الدر المختار / كتاب المزارعة ٣٩٨/٩-٣٩٩ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۷/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

متعینہ پیسوں کے بدلے زمین ایک سال کے ٹھیکے پر دینا؟

سوال (۲۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ رقم طے کر لیتے ہیں، مثلاً ۵۰۰/ روپیہ بیگھ ایک سال کے، اِس حساب سے لوگ اپنی ضرورت کے تحت کئی سالوں تک اپنی زمین سے بے دخل ہو جاتے ہیں، مدت پوری ہونے کے بعد وہ کاشت کار زمین دار کو زمین چھوڑ دیتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ صورت زمین کو کرایہ پر دینے کی ہے، اِس میں اگر

اُجرت اور مدت متعین کردی جائے اور نزاع کا اندیشہ نہ رہے، تو یہ معاملہ جائز ہے۔

عن حنظلة بن قيس قال: سألت رافع بن خديج عن كراء الأرض بالذهب والورق؟ فقال: لا بأس به، إنما كان الناس يُؤاجرون على عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بما على الماذِياناتِ، وأقبال الجداولِ والأنهار، وأشياء من الزرع، فَيَهلكُ هٰذا ويَسلم هٰذا، ويسلم هٰذا، ويهلك هٰذا. فلم يكن للناس كراء إلا هٰذا، فلذٰلک زُجِر عنه، فأما شيء معلومٌ مضمون فلا بأس به. (رواه أحمد ١٤٠/٤، صحيح مسلم ١٣/٢ رقم: ١٥٤٨، سنن أبي داؤد، كتاب البيوع والإجارة / باب في المزالعة رقم: ٣٣٩٢ دار الفكر بيروت، المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم ٤١١/٤ رقم: ١٦٣٤ دار ابن كثير دمشق بيروت)

وفي هٰذا الحديث حجةٌ للجمهور وأئمة الفتوىٰ: مالک، والشافعي وأبي حنيفة. وهو مذهب ابن عباس، وابن عمر، ورافع بن خديج على منع كراء الأرض بجزء مما يخرج منها على من أجاز ذٰلک. وهم: الليث بن سعد، وابن أبي ليلىٰ، وسفيان الثوريُ، والحسن بن حي، والأوزاعي. وهو مذهب علي وعمارٍ، وابن مسعودٍ، وسعد بن أبي وقاص. ووجه الاستدلال بذٰلک: أن هٰذه كانت مزارعاتهم، فلما أُخبر النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بذٰلک نهى عنها، وبيَّن ما يجوز فعلُه في الأرض، وهو أن يزرعَها بنفسه، أو يُزرعَها غيره، أو يكريها بشيء معلوم مضمونٍ، كما قد بيَّناه. (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، كتاب البيوع / باب ما جاء في كراء الأرض ٤٠٩/٤ دار ابن كثير دمشق بيروت)

وتصح إجار ة أرض للزراعة مع بيان ما يزرع فيها أو قال على أن أزرع فيها ما شاء. (شامي، الإجارة / باب ما يجوز من الإجارة ٣٩/٩ زكريا)

يجوز استيجار الأرض للزراعة إن بين ما يزرع فيها أو قال على أن يزرع

فیها ما شاء؛ لأن منفعة الأرض مختلفة. (البحر الرائق ۹/ ۱۷۱ زکریا، الهدایة ۳/ ۲۹۷-۲۹۸ الأمین کتابستان دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/ ۸/ ۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین دار کا اپنی طرف سے بیج دے کر بٹائی کا معاملہ کرنا؟

سوال (۲۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید پچاس بیگھہ زمین کا مالک ہے؛ لیکن اپنی کمزوری کے باعث خود کاشت کرنے سے عاجز ہے، اُس نے خالد سے اِس طرح معاملہ کیا کہ وہ زمین میں صرف بیج کا خرچہ برداشت کرے گا، بقیہ سارے اِخراجات خالد (کاشت کار) کے ذمہ ہوں گے، اور پیداوار نصفا نصف تقسیم ہوگی، تو یہ معاملہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ معاملہ مزارعت کے اندر داخل ہے، اور مفتی بہ قول کے مطابق درست ہے، اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/ ۳۴۷ اڈابھیل)

وکذا صحت لو کان الأرض والبذر لزیدٍ والبقر والعمل للآخر، أو الأرض له والباقي للآخر (الدر المختار) قال الشامي: لأن من جوّزها إنما جوزها علی أنها إجارةٌ، ففي الأولیٰ یکون رب البذر والأرض مستأجرًا للفاعل، وبقره تبعًا له لاتحاد المنفعة؛ لأن البقر آلة له، کما استأجر خیاطًا لیخیط له بإبرتهٖ الخ. (الدر المختار مع الشامي / کتاب المزارعة ۶/ ۲۷۸ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/ ۳/ ۱۴۳۷ھ

مزارع نے گیہوں کے بجائے برسین بودیا؟

سوال (۲۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جب گیہوں بونے کا وقت آیا تو بارش کی وجہ سے گیہوں نہیں بوسکا، عمر نے اُس میں برسین بویا جو جانوروں کا چارا ہوتا ہے، برسین پورے کھیت کی ۴۸ / سو روپئے کی فروخت ہوئی، زید کو نصف روپئے دئے جائیں یا گیہوں دئے جائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید اور عمر اپنا اپنا حصہ الگ کرکے آپس میں صلح کرلیں کہ اتنا میرا اور اتنا تمہارا تو درست ہے، اور اگر آپس میں اس طرح صلح نہیں کرتے تو عمر کا جتنا خرچہ ہوا ہے اور زمین کی جتنی اجرت ہوتی ہے تو عمر نکال کر بقیہ صدقہ کردے اور اس میں سے اپنی اجرت نہ نکالے۔

ومتى فسدت فإن أراد أن يطيب الخارج لهما تميزًا لنصيبهما ثم يصالح كل صاحبه بهٰذا القدر عما وجب عليه، فإن لم يفعل فإن كان رب البذر صاحب الأرض لا يتصدق بشيءٍ وإلا تصدق بالزائد عما غرمه من نفقة وأجر، ولا يعتبر أجرة نفسه لعدم العقد على منافعه؛ لأنه صاحب الأصل الذي هو البذر كما في المقدسي. (شامي / كتاب المزارعة ٤٠٤/٩ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٣٧/١٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باغات کی فصل آنے سے پہلے زمین کھیتی کے لئے لگان پر دینا؟

سوال (۲۴۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا ۴۵ / بیگھہ کا آم کا باغ ہے، جس میں چھوٹے بڑے پیڑ ہیں، اور اس میں کاشت بھی ہوجاتی ہے، میں پہلے تو آم مٹر و چنے کے برابر فصل آنے پر بیچ رہا تھا، مگر کچھ دین دار لوگوں نے بتایا کہ فصل آنے سے پہلے آپ اگر لگان پر (یعنی کرایہ) پر کچھ ماہ یا سال بھر کے لئے یا کئی سالوں کے

لئے زمین کو اٹھا دیں یا دے دیں، تو یہ بھی جائز ہے، اس وقت فصل یعنی آم چھوٹا نہیں ہے، تو کیا میں یہ سب زمین لگان (کرایہ) پر دے سکتا ہوں؛ تاکہ وہ لینے والا اس میں کاشت بھی کرے اور فصل بھی لے لے، کیا ایسا کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باغات کی فصل آنے سے پہلے ایک سال یا اس سے زیادہ مدت کے لئے اس طرح کرایہ پر دینا کہ کرایہ دار کو اس مدت میں زمین کے اندر کسی چیز کی کاشت کی بھی اجازت دے دی جائے، شرعاً جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۴/ ۷، انور رحمت ۱۸۰)

ومن استاجر أرضًا على أن يكريها ويذرعها ويسقيها فهو جائز. (الهداية ٣/ ٣٠٦ الأمين كتابستان ديوبند، البحر الرائق، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ٨/ ٤١ دار الكتب العلمية بيروت، ٨/ ٢٤ كراچی)

وصحت لو استاجرها على أن يكريها ويزرعها أو يسقيها ويزرعها؛ لأنه شرط يقتضيه العقد. (الدر المختار، باب الإجارة الفاسدة / مطلب يخص القياس والأثر الخ ٩/ ٨٢ زكريا، كذا في المحيط البرهاني، كتاب الإجارة / بيان ما يجوز من الإجارات ١١/ ٣٢٩ رقم: ١٣٧٦٧)

ومن استأجر أرضًا على أن يكريها ويزرعها ويسقيها فهو جائز. (الهداية ٣/ ٣٠٦ الأمين كتابستان ديوبند، البحر الرائق ٨/ ٢٤ كراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/ ۲/ ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پھل حاصل کرنے کیلئے باغ مع زمین دو سال تک کرایہ پر لینا؟

سوال (۲۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک آم کے باغ کے پھل خریدنا چاہتا ہے، وہ باغ کو مع زمین کے دو سال کے لئے لینا چاہتا ہے، اور باغ کا مالک اُس کو اِس بات کا حق دیتا ہے کہ تم باغ کی زمین میں چاہے جو کچھ بھی بو سکتے ہو،

آپ کو زمین میں کچھ بھی بونے کا حق ہے (مگر یہ بات ذہن میں رہے کہ باغ میں پیداوار نہ ہونے کے درجہ میں ہے) یعنی اگر سو روپیہ کاشت میں لگائے جائیں تو سو روپیہ کا غلہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ باغ میں پیڑوں کی چھاؤں کی وجہ سے پیداوار میں اثر پڑتا ہے، تو جو شخص اس باغ کی خرید وفروخت کرتے ہیں، صرف ان کو پھل ہی مقصود ہوتے ہیں؛ لیکن باغ خریدنے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ زمین میں کاشت کرے، تو آیا اِس طرح باغ کی خرید وفروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں آم کے پیڑ چوں کہ پہلے سے موجود ہیں؛ لہٰذا اُن پیڑوں پر آنے والے پھل زمین کے اِجارہ میں داخل نہیں ہوسکتے، اور زمین اگرچہ کرایہ پر دے دی جائے؛ لیکن باغ کے پھل مالک باغ ہی کی ملکیت میں رہیں گے، اس لئے پھلوں کی خریداری کے لئے زمین کو کرایہ پر لینے کا حیلہ مسئولہ صورت میں زید کے لئے مفید مطلب نہیں ہے، جواز کی صرف ایک ہی شکل ہے کہ پھل ظاہر ہونے کے بعد باغ کی فصل خریدی جائے۔

وتصح إجارة أرض للبناء والغرس، وسائر الانتفاعات كطبخ آجر وخزف ومقيلا ومراحًا، حتى تلزم الأجرة بالتسليم، أمكن زراعتها أم لا. (الدر المختار مع الرد المحتار، كتاب الإجارة / باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافًا فيها ٦/٣٠ كراچی، وكذا في البحر الرائق، كتاب الإجارة / باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافًا فيها ٨/١٨ زكريا)

ومن استأجر أرضًا فيما زرع ورطبة أو شجر وقصب أو كرم أو ما يمنع من الزراعة، فالإجارة فاسدة. (المبسوط للسرخسي، كتاب الإجارة / باب الإجارة الفاسدة ٦/٣٣ دار الكتب العلمية بيروت)

وإذا عرف أن الإجارة بيع المنفعة فنخرج عليه بعض المسائل، فنقول: لا تجوز إجارة الشجر. (بدائع الصنائع، كتاب الإجارة / فصل في ركن الإجارة ومعناها ٥/٨١ دار الكتب العلمية بيروت، ٤/١٧ زكريا)

لا يصح إجارة المراعي وهٰذا كذٰلک. (شامي، باب البيع الفاسد / مطلب فی حکم إيجار البرك للاصطياد ٦١/٥ كراچی، ٢٤٩/٧ زكريا)

لأن الشجر لا يجوز استيجاره. (الهداية / كتاب المساقاة ٤٣٣/٤ ياسر نديم ديوبند)

سئلت فيمن استأجر بستانًا ليأكل ثمرة أشجاره من نخل وزيتون وليمون هل يجوز ذٰلک؟ فأجبت بأنه لا يجوز، وسند ذٰلک ما في شرح الطحاوي: الإجارة على استهلاک الأعيان باطلة. (الفتاویٰ الكاملية / كتاب الإجارة ١٩١، بحواله: تعليقات على المحمودية ١٥٤/٢٥ ميرٹھ) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۷/۳/۲۲ھ

باغ ٹھیکہ پر دینے کے بعد شہد کے چھتہ کا مالک کون ہوگا؟

سوال (۲۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: باغ ٹھیکہ پر لیتے ہیں، اس میں شہد کی مکھیاں اپنا چھتہ لگاتی ہیں، تو شہد کے چھتہ کا مالک باغ والا ہوگا یا جس نے اس کو ٹھیکہ پر لے رکھا ہے، اور ان دونوں میں سے شہد کس سے خریدنا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شہد کا چھتہ شرعاً زمین کے منافع میں شمار ہے اور کرایہ دار نے زمین کرایہ پر لے کر اس زمین سے جملہ منافع استعمال کرنے کا حق حاصل کرلیا ہے؛ لہٰذا اس چھتہ کے شہد کا بھی وہی مستحق ہوگا، وہ اسے توڑ کر چاہے خود استعمال کرے یا بیچ دے، سب جائز ہے۔

بخلاف ما إذا عسل النحل في أرضه؛ لأنه عد من أنزاله فيملكه تبعًا لأرضه كالشجر النابت فيها. (الهداية) وقال الشيخ محمود البابرتي في العناية: فإن العسل لصاحبها ...... والفرق بينهما أن العسل صار قائماً بأرضه على وجه القرار فصار تابعاً لها ...... وقال العلامة ابن الهمام: أما إذا عسل الخل في أرضه

فهو لصاحب الأرض؛ لأنه عدّ من أنزاله أي من زيادات الأرض : أي ما ينبت فيها فيملكه تبعًا للأرض كالشجر النابت فيها وكالشراب والطين المجتمع فيها بجريان الماء عليها. (الهداية مع القدير على هامشه العناية، كتاب البيوع / مسائل منثورة قبيل كتاب الصرف ٣٢/٧ دار الفكر بيروت، ١٢٥/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۲/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

◆

كتابُ الغصب

غصب سے متعلق مسائل

زمین دبانا، گالی دینا اور ظلم کرنا حرام ہے

سوال (۱):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں کہ:

مرحوم چودھری گھسیٹا اپنے دور کے دولت مند، صاحب مال، زمین دار اور سود خور مہاجن تھے، سود خوری کی بدولت نہ جانے کتنے غریبوں کی زمین چھین کر بڑے مہاجن اور زمین دار بن گئے، ان کی تمام زندگی غیر اسلامی طریقے پر گذری، ان کے نقش قدم پر اُن کے پسران و اولاد اپنے آباء واجداد سے کہیں زیادہ بے دین ثابت ہوئے، مرحوم گھسیٹا کے پسران منشی عبد الغنی، منشی علی احمد، منشی رئیس احمد دولت اور زمین داری کے نشہ میں چور ہو کر اس قدر مغرور اور ظالم بنے ہوئے ہیں کہ عام طور پر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ برابر ظلم کرتے چلے آرہے ہیں، ان لوگوں سے تمام رشتہ دار بھی دکھی ہیں؛ کیوں کہ شادی کے بعد اپنی عورتوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرنا اُن کا روز کا کام ہے، غور فرمائیں! باپ اپنے بیٹے کی بہو کو برہنہ الفاظوں سے گالیاں دے اور بیٹا اپنے باپ کے اس عمل سے خوش رہے، ان لوگوں کے عمل ایسے ہیں کہ جس طرح چرواہا اپنے جانوروں کو چرانے کے واسطے جاتے وقت بے وجہ لاٹھی سے مارتا ہے۔ اِسی طرح یہ ظالم اپنے گھر کی بہوؤں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں، اپنے لڑکوں کی شادی کے بعد اپنے رشتہ داروں کے ساتھ عام طور پر ظالمانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں، اُن کی اِس ذلالت پر غور فرمائیں کہ منشی عبد الغنی، منشی رئیس احمد بات بات پر لڑکی والوں کو یہ دھونس دیتے ہیں کہ عورت مرد کے پیر کی جوتی کے برابر ہے، جب چاہے اُتار کے پھینک دو اور دوسری پہن لو، اپنی بہوؤں سے ہر وقت یہ کہنا کہ ”طلاق دے دی جائے گی“ عام پیشہ ہے، اس طرح کے الفاظ استعمال کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے، گھر میں عورتوں کو جانوروں کے برابر

سمجھتے ہیں، اس مغرور اور ظالم گھرانے سے کئی لڑکیوں کو بے وجہ مار پیٹ کے بعد طلاق دے کر نکالا جاچکا ہے، جو عوام کی نظر میں ہے، ایسے ظالم انسانوں کے بارے میں شرعی اعتبار سے جواب عنایت فرمائیں، ان کا یہ عمل مذہبی طور پر کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ناجائز طور پر کسی کی زمین پر قبضہ کرنا، رشتہ داروں پر ظلم کرنا، گالی گلوچ اور عورتوں کے حقوق کی ادائیگی نہ کرنا شرعاً حرام اُمور ہیں، اس لئے سوال میں مذکورہ افراد اگر واقعۃً ان امور میں ملوث ہیں، تو شریعت کی نظر میں وہ فاسق ہیں، اُنہیں اپنے افعال محرمہ سے توبہ کرنی اور حقوق کی ادائیگی لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۹]

ترجمہ:- اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ؛ لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے واقع ہو۔

اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

عن سعيد بن زيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين.

(صحيح البخاري، باب ما جاء في سبع أرضين ٢/٤٥٤ رقم: ٣١٩٨، صحيح مسلم رقم: ١٦١٠، مشكاة المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح ٥/٦١٥ رقم: ٢٩٣٨ دار النوادر)

یعنی جو آدمی کسی کی ایک بالشت زمین بھی ناحق غصب کرے، تو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

اسی طرح بیویوں کے حقوق کے بارے میں پوچھے جانے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن حكيم بن معاوية القشيري عن أبيه رضي الله عنه قال: قلت يا رسول الله! ما حقّ زوجة أحدِنا عليه قال: أن تُطعمها إذا طَعمتَ وتكسوها إذا اكتسيتَ أو اكتسبت ولا تضرب الوجه، ولا تُقبِّح، ولا تهجر إلا في البيت. (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح / باب في حق المرأة على زوجها ٣٩٧ رقم: ٢١٤٢ دار الفكر بيروت، سنن ابن ماجة / باب حق المرأة على الزوج رقم: ١٨٥٠، مشكاة المصابيح / باب عشرة النساء، الفصل الثاني ٢/ ٢٨١)

یعنی جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اسے نہ مارو نہ گالی دو اور گھر کے سوا اسے الگ مت کرو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۳/۷/۱۴۱۱ھ

ناحق کسی کی زمین دبانا؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فدوی جس زمین کا مالک ہے، اُس زمین پر ایک شخص نے قبضہ غاصبانہ کررکھا ہے، اور خود کو کرایہ دار بتاتا ہے، اور حافظِ قرآن ہے، وہ شخص فدوی کی زمین کو خالی کرنے کے سلسلہ میں پگڑی کی رقم طلب کرتا ہے، خود کو کرایہ دار بتانے والے نے کبھی کوئی پیسہ کرایہ کا نہیں دیا ہے، اور وہ اُس زمین پر رہ کر کمائی کررہا ہے، آپ سے درخواست ہے کہ ازروئے شریعت یہ تحریر فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں کہ کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والا شرعاً کس سزا کا مستحق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین بھی غصب کرلے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کو قیامت میں ساتوں زمین کے بقدر طوق بنا کر اُس کے گلے میں ڈالے گا، اِس لئے دوسرے کی زمین پر غاصبانہ قبضہ سخت گناہ ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من ظلم قيد

شبرٍ من الأرض طُوِّقه من سبع أرضين. (صحيح البخاري / باب إثم من ظلم شيئًا من الأرض ٣٣٢/١ رقم: ٢٤٥٣، صحيح مسلم ٣٣/٢ رقم: ١٦١٢ الترغيب والترهيب مكمل، كتاب البيوع وغيرها / الترهيب من غصب الأرض وغيرها ٤٢١ رقم: ٢٨٩٥ بيت الأفكار الدولية)

ويجب رد عين المغصوب لقوله عليه السلام: لا يحل لأحدكم أن يأخذ مال أخيه لاعبًا ولا جادًا، وإن أخذه فليرده عليه. (شامي ٢٦٦/٩ زكريا، البحر الرائق ١٩٨/٩ زكريا، مجمع الأنهر ٤٥٦/٢ دار الكتب العلمية بيروت، ٧٨/٤ مكتبه فقيه الأمة ديوبند)

قال العلامة العثماني: أجمع المسلمون على تحريم الغصب في الجملة، وإنما اختلفوا في فروع منه، إذا ثبت هٰذا فمن غصب شيئًا لزمه رده ما كان باقيًا بغير خلاف تعلمه لقول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم على اليد ما أخذت حتى تؤديه.

(إعلاء السنن / باب رد عين المغصوب إذا كان قائمًا ٣٨٦/١٦ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلمان کو ناحق قتل کرنا اور زمین دبانا؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ناحق قتل کردے یا کسی کی ناحق زمین دبائے یا کسی کے ساتھ بے ایمانی کرے، تو ایسے شخص کا اور اُس کے ساتھ تعاون کرنے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ اِسی طرح جو شخص کسی مسلمان کی خواہ مخواہ بے عزتی کرے، اُس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ناحق قتل کرنا سخت ترین گناہ ہے، قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ [النساء: ۹۳]

احادیثِ شریفہ میں بھی قتل ناحق پر سخت ترین وعیدوں کا ذکر ہے:

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضي اللّٰہ عنہ أن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: لزوال الدنیا أہون عند اللّٰہ من قتل رجل مسلم. (سنن الترمذي / باب ما جاء في تشدید قتل المؤمن ۲۵۹/۱ مکتبة البدر دیوبند)

عن أبي الدرداء رضي اللّٰہ عنہ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: کل ذنب عسی اللّٰہ أن یغفرہ إلا من مات مشرکًا أو من یقتل مؤمنًا متعمدًا.

(مشکاة المصابیح، کتاب القصاص ۳۰۱)

اِسی طرح ناحق کسی کی زمین دبانا بھی سخت گناہ اور موجب عذاب ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص دوسرے کی ایک بالشت زمین بھی دبالے تو اس کے گلے میں اس کے بقدر ساتوں زمین سے مٹی لے کر طوق بنا کر ڈالی جائے گی۔

عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضي اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: من اقتطع شبرًا من الأرض ظلمًا، طوّقہ إیاہ یوم القیامة من سبع أرضین.

(صحیح مسلم، کتاب المساقاة / باب تحریم الظلم وغصب الأرض ۳۲/۲ رقم: ۱۶۱۱ بیت الأفکار الدولیة)

عن أبي ہریرة رضي اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا یأخذ أحدٌ شبرًا من الأرض بغیر حقہ إلا طوّقہ اللّٰہ إلیٰ سبع أرضین یوم القیامة.

(صحیح مسلم، کتاب المساقاة / باب تحریم الظلم وغصب الأرض ۳۳/۲ رقم: ۱۶۱۱ بیت الأفکار الدولیة)

عن سالم عن أبیہ رضي اللّٰہ عنہ قال: قال النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من أخذ شیئًا من الأرض بغیر حقّہ خسف بہ یوم القیامة إلی سبع أرضین. (صحیح البخاري، کتاب بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضین ۴۵۳/۱ رقم: ۳۱۹۶ دار الفکر بیروت، صحیح مسلم ۳۳/۲، مشکاة المصابیح / باب الغصب والعاریة / الفصل الثالث ۲۵۶)

نیز بے ایمانی اور دھوکہ دہی بھی شریعت میں حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ان غلط کاموں کی اعانت کرنے والے بھی گنہگار ہیں، انہیں اپنے فعل سے باز آنا چاہئے اور توبہ واستغفار کرنا چاہئے، اسی طرح مسلمان کی بے عزتی کرنا بھی قطعاً ناجائز ہے، اس سے بھی بچنا چاہئے۔

عن أبي بكرة رضي الله عنه قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم النحر ......، قال: فإن دماء كم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هٰذا في بلدكم هٰذا، في شهركم هٰذا الخ. (مشكاة المصابيح، كتاب المناسك / باب خطبته يوم النحر ٢٣٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۵/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشتری ثانی کا ناحق مشتری اول کی زمین پر قبضہ کرنا؟

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بائع برادران اور نئے مشتری پر شرعاً کیا حد جاری ہوسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بائع برادران اور نئے مشتری کا ناحق دوسرے کی زمین پر قبضہ کرنا جائز نہیں ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک سخت ترین عذاب کے مستحق ہیں، یہاں اسلامی قوانین نہیں ہیں کہ اسلامی سزا بیان کی جائے۔

عن يعلى بن مرة رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: أيما رجل ظلم شبرًا من الأرض كلّفه الله عزوجل أن يحفره حتى يبلغ به سبع أرضين، ثم يُطوَّقه يوم القيامة حتى يقضي بين الناس. (المسند للإمام أحمد بن حنل ١٧٣/٤، صحيح ابن حبان ٣٠٣/٧ رقم: ٥١٤٢، الترغيب والترهيب مكمل، كتاب البيوع / باب الترهيب من غصب الأرض وغيرها ٤٢١ رقم: ٢٨٩٨ بيت الأفكار الدولية، مشكاة المصابيح ٢٥٦)

عن الحكم بن الحارث السلمي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أخذ من طريق المسلمين شبرًا جاء به يوم القيامة يحمله من سبع أرضين. (المعجم الكبير للطبراني ۲۱۵/۳ رقم: ۳۱۷۲ دار إحياء التراث العربي بيروت، الترغيب والترهيب مكمل، كتاب البيوع / باب الترهيب من غصب الأرض وغيرها ۴۲۱ رقم: ۲۹۰۳ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسرے کی مملوکہ زمین پر قبضہ کر کے تعمیر کرنا؟

سوال (۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی ایک آراضی تھی جس میں کچھ حصہ پرانی قبروں کا تھا، اُس حصہ پر بکر نے اپنے زور اور ساتھیوں کی طاقت سے قبضہ کر کے کچھ تعمیر شروع کردی، زید نے منع کیا، تو پھر فتنہ اور جھگڑا ہونے کا اندیشہ ہوگیا، اس پر کچھ ذمہ دار قسم کے لوگوں نے کہا کہ آپ اس پر تعمیر ہوجانے دیجئے، پھر آپ اس کی تعمیر میں جتنا خرچ ہوگا اُس سے کچھ زائد دے دیں گے، جب کہ تعمیر شدہ آپ کو مل جائے گی اور جو کچھ زائد رقم آئے گی وہ مدرسہ میں دے دی جائے گی، اس طرح زید رضا مند ہوگیا اور جھگڑا بھی دب گیا، اب بکر زمین تعمیر شدہ خالی نہیں کرنا چاہتا، ٹال مٹول کرتا ہے، تو کیا شرعاً بکر کے ذمہ اُس زمین کو خالی کردینا ضروری ہے یا نہیں؟ اور بکر کو تعمیر میں لگی ہوئی رقم سے زائد دینا ضروری ہے یا جتنی تعمیر میں خرچ ہوئی اتنی ہی دینا ضروری ہے، شرعی حکم جو بھی ہو مطلع کریں۔

نوٹ:- واضح رہے کہ مذکورہ آراضی زید ہی کی ہے اور جس پر بکر نے تعمیر کرلی ہے وہ بھی زید ہی کی ہے، اس میں اسی کے آباء واجداد کی پرانی قبریں تھیں، جسے بعض عمر دراز لوگوں نے بتایا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ زمین زید ہی کی ہے، اور زید ہی کے قبضہ میں تھی، بہرحال جو بھی شرعی حکم ہو مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مذکورہ زمین زید ہی کی ملکیت ہے، تو بکر کا اُس پر قبضہ کر کے تعمیر کرنا اور خالی نہ کرنا ناجائز اور حرام ہے؛ لہٰذا وہ زمین بکر کو فوراً خالی کردینی چاہئے۔

عن سعید بن زید بن عمرو ابن نفیل، أن أروی خاصمته في بعض داره، فقال: دعوها وإیّاها، فإني سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: من أخذ شبرًا من الأرض بغیر حقه طوقه في سبع أرضین یوم القیامة. (صحیح مسلم، کتاب المساقات / باب تحریم الظلم وغصب الأرض وغیرها ۳۳/۲ رقم: ۱۶۱۰ بیت الأفکار الدولیة)

عن سعید بن زید رضي اللّٰہ عنه عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: من أحییٰ أرضًا میتةً فهي له ولیس لعرق ظالم حق.

عن محمد بن المثنیٰ قال: سألت أبا الولید الطیالسي عن قوله: ولیس لعرق ظالم حق، فقال: العرق الظالم الغاصب الذي یأخذ ما لیس له، قلت: هو الرجل الذي یغرس في أرض غیره، قال: هو ذاک. (سنن الترمذي، أبواب الأحکام / باب ما ذکر في إحیاء أرض الموات ۲۵۶/۱ رقم: ۱۳۹۴-۱۳۹۶)

لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب الحدود / الباب السابع، فصل في التعزیر ۱۶۷/۲ زکریا)

جب زید تعمیر کی قیمت سے زائد دینے پر راضی ہوگیا تھا، جس کی بناء پر جھگڑا دب گیا تھا، تو گویا کہ یہ صلح ہوگئی؛ اس لئے دونوں فریقوں کو اس وعدے کا ایفاء کرنا چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾: عرف بالألف واللام، فیقتضي أن یکون کل الصلح خیرًا، وکل خیر مشروع. (حاشیة الشلبي علی تبیین الحقائق / باب الصلح ۴۶۷/۵ دار الکتب العلمیة بیروت)

لأن أمور المسلمین محمول علی الإصلاح والسداد ما أمکن. (بدائع الصنائع،

كتاب الصلح / فصل: الشرائط التي ترجع إلى المصلح ٥٢/٥ لمكتبة النعيمية ديو بند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۳/۳/۱۴۲۱ھ

مسلمان کا غیر مسلم کی جائیداد پر قبضہ کرنا؟

سوال (۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کسی مسلمان کے لئے کسی غیر مسلم کی جائیداد پر قبضہ کرلینا یا اس کی جائیداد ہڑپ لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی مالک (مسلم یا غیر مسلم) کی مملوکہ چیز (زمین وجائیداد وغیرہ) کو بغیر اُس کی اِجازت کے ہڑپ کرلینا غصب ہے اور سخت گناہ ہے، شرعاً اِس کی ہرگز اِجازت نہیں ہے۔

عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قلتُ يا رسول الله! أي الظلم أَظلمُ؟ فقال: ذراع من الأرض ينتقصها المرء المسلم من حق أخيه، فليس حصاة من الأرض يأخذها إلا طُوِّقها يوم القيامة إلى قعر الأرض، ولا يعلم قعرها إلا الله الذي خلقها. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ٣٩٧/١، الترغيب والترهيب مكمل ٤٢١ رقم: ٢٩٠٠ بيت الأفكار الدولية)

الغصب في الشريعة أخذ مال متقوم محترم بغير إذن المالك على وجه يزيل يده……، ثم إن كان مع العلم فحكمه المأثم والمغرم. (الهداية / كتاب الغصب ٣٥٦/٣)

خصومة الذمي أشدُّ من خصومة المسلم. (الدر المختار مع الشامي، كتاب العتق / مطلب خصومة الذمي الخ ٤٥٩/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۱/۳/۱۴۱۱ھ

غیر مسلم ہم وطن کا حق مارنا یا زمین دبانا؟

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ہم کسی مسلمان کا روپیہ کھالیں، تو ہمیں قیامت کے دن ۷۰/ نیکیاں دینی ہوں گی۔ اِسی طرح اگر ہم غیر مسلموں کا ایک روپیہ کھالیں یا اُس کی زمین ہڑپیں، یا اُس کا کسی طرح حق ماریں، تو اُس کا عذاب دنیا وآخرت میں کیا ہوگا، اس کی چند حدیثیں اور واقعات بتائیے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح کسی مسلمان کا حق تلف کرنا اور اُس کا پیسہ اور جائداد دبالینا ناجائز اور حرام ہے، اِسی طرح غیر مسلم ہم وطن پر ظلم اور اُس کی حق تلفی بھی قطعاً جائز نہیں ہے۔

عن أبي ذر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فيما روي عن اللّٰه تبارك وتعالىٰ أنه قال: يا عبادي! إني حرمت الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرمًا فلا تَظالموا …… الخ. (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب / باب تحريم الظلم رقم: ٢٥٧٧ بيت الأفكار الدولية)

عن عمران بن حصين رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: …… من انتهب نهبة فليس منا. (سنن الترمذي / باب ما جاء من النهي عن النكاح الشغار ٢١٣/١ رقم: ١١٢٣، لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح للخطيب التبريزي، باب الغصب والعارية / الفصل الثاني ٦٢٦/٥ تحت رقم: ٢٩٤٧ دار النوادر)

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل لأحد أن يأخذ مال أخيه لاعبًا ولا جادًا. (تبيين الحقائق / كتاب الغصب ٣١٥/٦ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في الرد المحتار / كتاب الغصب ١٨٢/٦ كراچی، ٢٦٦/٩ زكريا)

إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي،

كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال ١٠٦/٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الغصب / الباب السابع، فصل في التعزير ١٦٧/٢، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، وهٰكذا في قواعد الفقه ١١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گرام سماج کی زمین پر مسلمان کا قبضہ کرنا؟

سوال (۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی بھی مسلم کو سرکاری یعنی گرام سماج کی زمین پر بلااِجازت قابض ہوجانا کیسا ہے؟ ایک صاحب نے آراضی پر قبضہ کر کے مکان تعمیر کیا، نیز اس پرٹون کی طرف سے دعویٰ دائر کیا گیا، ایسی صورت میں اگر مسجد پر دعویٰ دائر کیا جائے تو مسجد کی جو رقم خرچ ہوگی اُس کا بار کس پر ہوگا؟ کیا شرعاً اِس طرح کی حرکات کرنا کسی بھی مسلم کے لئے مناسب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی مسلمان کے لئے سرکاری اِجازت کے بغیر سرکاری زمین پر قبضہ کر کے مکان وغیرہ تعمیر کرنا جائز نہیں۔ مسجد پر مقدمہ دائر ہونے پر اگر مہتمم اس کے باوجود مقدمہ لڑے تو وہی اس کا ذمہ دار ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱۵۹/۲)

عن سعيد بن زيد رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح البخاري، باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٤/١ رقم: ٣١٩٨، صحيح مسلم رقم: ١٦١٠، مشكاة المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح ٦١/٥ رقم: ٢٩٣٨ دار النوادر)

عن رافع بن خديج رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من زرع في أرض قوم بغير إذنهم فليس له من الزرع شيء وله نفقته. (سنن الترمذي،

أبواب الأحكام / باب من زرع في أرض قوم بغير إذنهم ۲۵۳/۱ رقم: ۱۳۷۸، سنن أبي داؤد، كتاب البيوع / باب في زرع الأرض بغير إذن صاحبها ۴۸۳/۲ رقم: ۳۴۰۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۳/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری زمینوں پر قبضہ کرکے فروخت کرنا کیسا ہے؟

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ندی کے کنارے جو زمین ہوتی ہے، اس کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟ جب کہ ان زمینوں کے کوئی کاغذات نہیں ہوتے، اور نہ ان کا کوئی مالک ہوتا ہے، بعض لوگ اس طرح کی زمین فروخت کرتے ہیں اور منع کرنے پر رشوت کھلاتے ہیں، ان کا اس طرح کرنا شریعت کی رو سے کیا حکم رکھتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو زمین اپنی ملکیت میں نہیں ہوتی اُس پر قبضہ کرکے فروخت کرنا جائز نہیں ہے، ندی کے کنارے جو زمینیں ہوتی ہیں وہ سرکار کے تحت اور قبضہ میں ہوتی ہیں، اُن پر بلا کسی ثبوت کے مالکانہ قبضہ دکھا کر فروخت کرنا جائز اور درست نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱۸۸/۸)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۱۱۸/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/۴ رقم: ۵۴۹۲ دار الكتب العلمية بيروت)

عن حكيم بن حزام رضي الله عنه قال: نهاني رسول الله صلى الله عليه وسلم

أن أبيع ما ليس عندي. (سنن الترمذي رقم: ١٢٣٣، مشكاة المصابيح ٢٤٨ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح للخطيب التبريزي، باب المنهي عنها من البيوع / الفصل الثاني ٥/ ٥٧١ تحت رقم: ٢٨٦٧ دار النوادر)

ومنها: أن يكون مملوكًا؛ لأن البيع تمليك، فلا ينعقد فيما ليس بمملوك. (بدائع الصنائع، كتاب البيوع / أرض الموات ٤/ ٣٣٩ المكتبة النعيمية ديوبند)

ومنها: وهو شرط انعقاد البيع للبائع أن يكون مملوكًا للبائع عند البيع؛ فإن لم يكن لا ينعقد، وإن ملكه بعد ذٰلك بوجه من الوجوه إلا السلم خاصةً، وهٰذا بيع ما ليس عنده. (بدائع الصنائع / أرض الموات ٤/ ٣٤٠ المكتبة النعيمية ديوبند)

ولا بيع ما ليس مملوكًا له، وإن ملكه بعده. (شامي، كتاب البيوع / مطلب شرائط البيع أنواع أربعة ٤/ ٥٠٥ كراچی، ٧/ ١٥ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٣/ ٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
١٨/ ٨/ ١٤١٧ھ

سرکاری زمین میں دوکان بنانا؟

سوال (١٠):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکاری زمین میں تجارت کے لئے کرانہ یا پان کی دوکان بنانا اور اس میں خیر وبرکت کی خاطر قرآن خوانی کرنا کیسا ہے، نیز اس دوکان سے کمایا ہوا روپیہ آیا حلال ہے یا حرام؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس سرکاری زمین پر تجارت کرنے کے لئے سرکار سے صراحۃً یا دلالۃً اجازت لی گئی ہو، وہاں بیٹھ کر تجارت کرنا اور اس جگہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا سب جائز ہے؛ لیکن اگر سرکار کی طرف سے اجازت نہ ملی ہوئی ہو، تو ایسی جگہوں میں پڑھ کر اپنا وقت اور عزت نہیں ضائع کرنی چاہئے۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور اُن کا حل ٦/ ١٣٩)

عن حذيفة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ينبغي للمؤمن أن يذل نفسه، قالوا: وكيف يذل نفسه؟ قال: يتعرض من البلاء لما لا يطيق. (سنن الترمذي / أبواب الفتن ۲/ ۵۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۵/۱۴۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

راستہ بنانے کیلئے معاہدہ کے خلاف دوسرے کی زمین پر قبضہ کرنا؟

سوال (۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بھائی محمد کو راستہ بنانے کے لئے زمین کی ضرورت تھی، اور بھائی حسیر کو پیسے کی ضرورت تھی، حسیر کے پاس کچھ زمین تھی جو ان کے رشتہ دار عظیم کی زمین سے لگی ہوئی تھی، اپنی اس زمین کو حسیر بیچنا چاہتے تھے، محمد کو عظیم کی ملکیت والی زمین کی ضرورت تھی جو سڑک کے کنارے تھی، بھائی عظیم اور حسیر کے درمیان زمین کے آپس کے ادلا بدلی کے معاملہ میں دو گواہوں کے سامنے یہ طے ہوا تھا کہ عظیم بھائی کی جتنی زمین حسیر بھائی محمد کو بیچیں گے، اتنا ہی بھائی حسیر کی مملوکہ زمین میں سے بدلہ میں بھائی عظیم کو دیں گے، اس طرح سے کہ سڑک سے لے کر آخر تک، پس اِس معاہدہ کے مطابق بھائی حسیر نے ۸۶۰/ اسکوائر میٹر زمین بھائی محمد کو دے دی، اور بدلے میں آدھے سے زیادہ پیسے بھی لے لئے، پھر حسیر نے ۸۶۰/ اسکوائر میٹر زمین معاہدہ کے موافق ساڑھے سترہ میٹر چوڑا اور لمبائی میں سڑک سے لے کر دوسری حد تک بھائی عظیم کو ناپ کر دیئے؛ لیکن بھائی عظیم اور اُن کے بیٹے اِس معاہدہ کے موافق لینے کے لئے راضی نہ ہوئے؛ بلکہ جبراً اپنے فائدہ کے موافق بھائی حسیر کی ہموار اور درمیانی زمین پر قبضہ کرلیا، اور آگے اور پیچھے کی زمین کو بھائی حسیر کے لئے چھوڑ رہے ہیں، جب کہ اس چھوڑی ہوئی زمین تک جانے کے لئے راستہ بھی بھائی عظیم کے قبضہ کردہ زمین سے ہی ہے، اور بھائی عظیم اُن کو راستہ دینے سے انکار کررہے ہیں، اب بھائی عظیم کا اپنے وعدہ سے مکر جانا جب کہ دو گواہ بھی موجود ہوں کیسا ہے؟ نیز بھائی حسیر کو شریعت کے مطابق کیا کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بھائی عظیم کو بھائی حسیر کی مرضی کے بغیر مذکورہ حصہ پر قبضہ کرنے کا قطعاً حق نہیں ہے، بھائی عظیم پر لازم ہے کہ وہ معاہدہ کے مطابق ہی حصہ زمین پر قبضہ کریں، اس سے تجاوز نہ کریں۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: …… كل المسلم على المسلم حرام، دمه وماله وعرضه. (رواه مسلم بسنده عن القعبني، كذا في السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب تحريم الغصب ١٥٣/٦ رقم: ١١٤٩٦ دار الكتب العلمية بيروت)

اگر معاملہ کسی طرح نہ نبھ سکے، تو حسیر بھائی کے لئے مناسب ہوگا کہ وہ محمد بھائی کے ساتھ کیا گیا معاملہ ہی فسخ کردیں، اور اُن سے لی ہوئی قیمت اُنہیں واپس کردیں، اور پھر اپنی مکمل زمین پر قبضہ برقرار رکھیں۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من أقال مسلمًا أقاله اللّٰه عثرته يوم القيامة. (سنن أبي داؤد / باب في فضل الإقالة ٤٩٠/٢ رقم: ٣٤٦٠، سنن ابن ماجة / باب الإقالة ١٥٩ رقم: ٢١٩٩، لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح للخطيب التبريزي، ٦٨٤/٥ رقم: ٢٨٨١ دار النوادر)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾: عرف بالألف واللام، فيقتضي أن يكون كل الصلح خيرًا، وكل خير مشروع. (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق / باب الصلح ٤٦٧/٥ دار الكتب العلمية بيروت)

الإقالة جائزة في البيع بمثل الثمن الأول لقوله عليه السلام: من أقال نادمًا بيعته أقال اللّٰه عثراته يوم القيامة. (الهداية، كتاب البيوع / باب الإقالة ٦٩/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٧/١/١٤٢٧ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین فروخت کرنے کے بعد پھر ناحق اُس پر قبضہ کرنا

سوال (۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چار آدمیوں نے مشترکہ طور پر ۱۲/ بیگھہ زمین خریدی، اور بیع نامہ کیا، اُن چاروں میں سے ایک آدمی مالی اعتبار سے کمزور ہوا، تو اُس نے اپنا حصہ فروخت کرنا چاہا، اور اِس زمین میں آدھے حصہ میں باغ بھی لگوایا گیا تھا، مشترکہ طور پر اور اب بھی یہ باغ اُسی طرح مشترکہ طور پر چل رہا ہے، بہرحال خالی حصہ میں کاشت ہورہی تھی، باقی ان تین حصہ داروں نے کہا کہ تو خالی حصہ زمین سے یعنی جس حصہ میں پیڑ نہیں لگے ہوئے ہیں، اُس میں سے اپنا حصہ ناپ کر بیچ دے، اس نے کہا کہ میں تو پیڑ والے حصہ سے لوں گا، اُنہوں نے باغ والے حصہ کے رکھنے کی خاطر کہا کہ ہم تجھ کو آدھ آدھ بیگھہ زمین زیادہ دیں گے، اِس طرح سے اُس کو اصلی حصہ سے زیادہ دے کر راضی کرلیا، اب اُس نے کہا کہ یہ میرا حصہ بکوادو، اور اُن تینوں حصہ داروں نے زمین خریدنے والے سے بات چیت کرلی، بات طے ہوگئی، اِس طرح سے کہ تین بیگھہ تو اُس کی اصلی بیٹھتی ہے، اور آدھ بیگھہ زمین ہم نے اس باغ والی زمین کے رکھنے کی خاطر دیا ہے، ایسا ہے کہ بیع نامہ تین بیگھہ کا کرالو اور رقم ساڑھے چار بیگھہ کی دے دو، اس لئے کہ قانوناً آدھ آدھ بیگھہ کا بیع نامہ کروانا بہت مشکل ہوگا، اور ہم آپ سے قطعاً کوئی دھوکہ نہیں کریں گے، خریدنے والے نے یقین واعتبار کرتے ہوئے تین بیگھہ کا بیع نامہ کرالیا اور باقی اِس طرح بغیر بیع نامہ کے لے لی، اور اُن تین حصہ داروں نے اور دیگر حضرات نے زمین ناپ کردے دی، اور اس ساڑھے چار بیگھہ زمین میں کاشت شروع کردی، اس میں باغ بھی لگالیا اور بڑی محنت کی، باغ جوان ہوا، بہار بکنے لگی، تقریباً ۱۶/ سال کی مدت کے بعد ان تین حصہ داروں نے وہ جو بیع نامہ سے زیادہ زمین تھی، اس پر قبضہ کرلیا اور کہا کہ اس کے حصہ کی اتنی ہی زمین تھی جتنے کا بیع نامہ ہوا تھا، اور باقی زمین ہماری ہے، اور حال یہ ہے کہ خریدنے والے نے انہیں تین حصہ داروں کو رقم دی، پھر انہوں نے وہ کل رقم اس اپنے حصہ دار کو دی جس کا اصل حصہ تھا، اب بے چارہ خریدنے والا بالکل مجبور ہوگیا، وہ کسی قسم کی کوئی قانوناً بات کبھی نہیں کرسکتا،

اس نے صبر کیا اور گاؤں کی پنچایت بھی کی، مگر کوئی بات نہیں مانی، مزید دل پر نمک پاشی کرتے ہوئے یوں کہتے پھرتے ہیں کہ ۱۶؍سال سے ہماری زمین ان کے قبضہ میں رہی، اس میں جو پیداوار ہوئی، وہ اس نے استعمال کی، یہ ان کے لئے جائز نہیں تھی، اس کا حال تو خدا ہی کو معلوم ہے کہ ہم آخرت میں ان کا گریبان پکڑیں یا وہ ہمارا پکڑیں، اب یہ ہے کہ اس ڈیڑھ بیگھہ زمین پر ان کا قبضہ کرنا کیسے صحیح ہوگیا اور اس قبضہ شدہ زمین میں جو پیداوار ہو رہی ہے، یہ اُن کے لئے حرام ہوگی یا نہیں؟ اور اُس کا اصل مالک کون ہوگا؟ اصل مسئلہ حقوق العباد پر روشنی ڈالتے ہوئے جواب تحریر فرمائیں، نیز یہ بھی بیان فرمائیں کہ جس نے ایسا زخم لگایا ہو اس کے ساتھ کلام وسلام کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعہ اگر صحیح ہے، تو خریدار نے جس ساڑھے چار بیگھہ زمین پر مالکان کی رضامندی سے مکمل قیمت دے کر قبضہ کیا ہے، وہ ساری زمین (خواہ رجسٹری شدہ ہو یا غیر رجسٹری شدہ) اسی خریدار کی ملک ہوگئی ہے، اور اب مالکان کا اس میں کوئی حق نہیں رہا؛ لہٰذا بعد میں اس زمین کے کسی حصہ پر بیچنے والے مالکین کا قبضہ کرنا قطعاً حرام ہے، اور اس حصہ کی آمدنی بھی ان کے حق میں جائز نہیں ہے۔ اَحادیثِ طیبہ میں دوسرے کی زمین ناحق غصب کرنے والوں کے بارے میں سخت ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص دوسرے کی ایک بالشت زمین بھی غصب کرلے، تو قیامت میں وہ ایک بالشت ساتوں زمین سے نکال کر اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دی جائے گی، العیاذ باللہ۔ (مسلم شریف ۲؍۳۲)

اس لئے ان غاصبوں کو اپنی حرکت سے باز آنا چاہئے اور زمین اصل مالک کو واپس کر دینی چاہئے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل

الثاني ۱۱۸/۶ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/٤ رقم: ۵٤۹۲ دار الكتب العلمية بيروت)

عن سالم عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: من أخذ شيئًا من الأرض بغير حقّه خسف به يوم القيامة إلى سبع أرضين. (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ٤۵۳/۱ رقم: ۳۱۹٦ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم ۳۳/۲، مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية / الفصل الثالث ۲۵٦)

ويجب رد عين المغصوب لقوله عليه السلام: لا يحل لأحدكم أن يأخذ مال أخيه لاعبا ولا جادًا، وإن أخذه فليرده عليه. (شامي / كتاب الغصب ۲٦٦/۹ زكريا، البحر الرائق / كتاب الغصب ۱۰۹/۸ كراچی، ۱۹۸/۸ زكريا، مجمع الأنهر ۷۸/٤ بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۵/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

بھائی کی زمین کا حصہ ناحق بیٹے کو دینا؟

سوال (۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنے لڑکے کو دوسرے بھائیوں کی طرح تھوڑی سی زمین دی تھی، اس نے کہا کہ اس زمین کو میرے نام سرکاری طور پر چڑھوادو، میں نے کہا ٹھیک ہے میں بیان دیدوں گا، ہم تحصیل میں گئے تو سرکاری کاغذات میں خانہ پری کی گئی، میں زمین کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہوں، لڑکے نے اپنی ہوشیاری سے میرے چھوٹے بھائی کی زمین میں سے ڈھائی بسوہ زمین زیادہ چڑھوالی، مجھے اس کا پتہ گھر آکر چلا، اب بھائی ڈھائی بسوہ زمین مجھ سے مانگتا ہے، جب کہ میرا لڑکا تقریباً ۳۵؍ برس سے علیحدہ رہتا ہے، کیا بھائی کا مجھ سے ڈھائی بسوہ زمین کا مطالبہ جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے بھائی کی زمین کا جو حصہ ناحق طور پر آپ کے

بیٹے کی طرف چلا گیا ہے وہ بھائی کو واپس کرنا لازم ہے، اور چوں کہ قانونی کاروائی میں آپ بھی شریک ہیں، اِس لئے بھائی یقیناً آپ سے اُس حصہ کے مطالبہ کا حق رکھتا ہے، آپ پر لازم ہے کہ وہ حصہ بھائی کو لوٹانے میں اُس کی ہر ممکن مدد کریں۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۶/۵/۲۴ھ

بھائی کو قید و بند کرا کے جائیداد اپنے نام کرانا؟

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا بھائی کو حق حاصل ہے کہ اپنے بڑے بھائی کو تحصیل یا جیل میں ڈلوا کر چپکے سے سب کچھ اپنے نام کرائے، تو ایسا کرنے والا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بڑے بھائی کو مصیبت میں گرفتار کرا کے اُس کو اس کے حق سے محروم کرانے والا شخص شریعت کی نظر میں سخت گنہگار ہے، اور حقیقی رضامندی کے بغیر کسی کے حق کو غصب کرنے سے حق دار کا حق ساقط نہیں ہوتا ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل

الثانـي ١١٨/٦ الـمـكتبة الأشـرفية ديـوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

عـن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: مـن غشنا فليس منا، والمكر والخداع في النار. (الـمعجم الكبير للطبراني ١٣٨/١٠ رقم: ١٠٢٣٤ مكتبة دار التراث العربي، الترغيب والترهيب مكمل ٤٠٠ رقم: ٢٧٤٢ بيت الأفكار الدولية)

إذ لا يـجـوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتـاب الـحـدود / بـاب التـعـزيـر، مطلب: في التعزير بأخذ المال ١٠٦/٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الـغـصـب / الباب السابع، فصل في التعزير ١٦٧/٢، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، وهٰكذا في قواعد الفقه ١١٠)

لا يـجـوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عـليه، وإن فعل ذٰلك كان ضامنًا. (شـرح الـمجلة لسليم رستم باز ٦١ رقم: ٩٦، قواعد الفقه ١١٠ رقم القاعدة: ٢٧٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۱/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسرے کی زمین کا بلا اِجازت استعمال؟

سـوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری ایک قطعہ اراضی واقع مسجد شہتوت والی محلّہ کھوکران مرادآباد میں ہے، مسجد کی تعمیر کے وقت اُس کا ملبہ اور پڑوس کے کچھ مکان کی تعمیر ہوئی، اُس کا ملبہ ہماری جگہ میں بغیر اجازت ڈال دیا گیا ہے، اِس طرح بغیر اجازت ملبہ ڈالنا کیسا ہے؟ نیز ہمیں جگہ کی ضرورت ہے ملبہ ہٹانا ضروری ہے، جس کا خرچ بہت زیادہ ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا ہم مالکین مکانات اور مسجد کی کمیٹی سے خرچ کا مطالبہ کرسکتے ہیں؟ اگر ملبہ اُٹھوانے کے بعد تھوڑا بہت ملبہ ہماری جگہ رہ جائے اور ہمارے استعمال

میں آجائے، تو اس کا معاوضہ دینا ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مالک کی اِجازت کے بغیر اُس کی زمین استعمال کرنا صحیح نہیں ہے؛ لہٰذا مکان کا ملبہ اور مسجد کا ملبہ بغیر اِجازت ڈالنے کی وجہ سے مالکین مکانات اور مسجد کی کمیٹی سے ملبہ ہٹانے کا خرچہ اُصولاً لینا درست ہے، اور بلا اجازت ملبہ کا استعمال درست نہیں ہے، ملبہ ہٹانے کا خرچ اُنہیں لوگوں کو برداشت کرنا ہوگا جنہوں نے وہ ملبہ ڈالا ہے۔

عن عبد الله بن السائب بن زيد عن أبيه عن جده رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يأخذ أحدكم عصا أخيه لاعبًا و لا جادًّا، فمن أخذ أخيه فليردها إليه. (سنن الترمذي، أبواب الفتن / باب ما جاء لا يحل لمسلم أن يروّع مسلمًا ٣٩/٢ رقم: ٢٢٤٩، سنن أبي داؤد، كتاب الأدب / باب من يأخذ الشيء على المزاح ٦٨٣/٢ رقم: ٥٠٠٣)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه و لا ولايته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب / مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير ٢٩١/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۰/۷/۱۴۲۵ھ

نمبر بدل کر دوسرے کے پلاٹ کو اپنے نام رجسٹری کرانا؟

سوال (۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد عبد الحمید نے ایک زمین خسرہ ۴۲ر شیخ بھولائی سے خریدی اور رقم قیمت شیخ بھولائی کو ادا کردی تھی، جب رجسٹری کا وقت آیا تو چوں کہ میرے والد عبد الحمید ان پڑھ تھے؛ لہٰذا اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیخ بھولائی نے خسرہ ۴۹ر جو شیخ بھولائی کے بھائی محبّ اللہ کی آراضی تھی، رجسٹری میں چڑھوائی، بعد میں پتہ چلا کہ یہ جو جائیداد ہم نے خریدی تھی وہ رجسٹری نہیں ہوئی، ان کے بھائی کی زمین رجسٹری کروادی گئی ہے؛ لہٰذا عبد الحمید نے شیخ بھولائی سے دوبارہ صحیح

رجسٹری خسرہ ۴۲؍ کرنے کی درخواست کرتے رہے؛ لیکن وہ ٹالتے رہے، پھر بھولائی کا انتقال ہوگیا، تو ان کے ورثہ سے یہی درخواست کی گئی، تو انہوں نے رجسٹری کرنے کے لئے کچہری میں اسٹامپ وغیرہ کی تیاری کرلی، اور پھر جب حاکم کے سامنے جانے کا وقت آیا، تو پھر سب بھاگ گئے اور رجسٹری نہیں کرائی۔ اب ۹؍ جون ۲۰۰۰ء کو شیخ بھولائی کے داماد اور مدرسہ شاہی مرادآباد کے ملازم مولوی مصلح الدین صاحب نے خسرہ ۴۲؍ والی آراضی جو میرے والد نے خریدی تھی، اپنے سالوں سے اپنے نام رجسٹری کرالی ہے، جب کہ خریداری کے وقت ۱۹۷۶ء سے اب تک ہمارا قبضہ ہے، اور اب تک ہم اس میں کاشت کرتے ہیں، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ شریعت اسلامیہ کی رو سے خسرہ ۴۲؍ شیخ بھولائی والی زمین میرے والد عبدالحمید کی ہے یا نہیں؟ اور مولوی مصلح الدین کو وہ جائیداد ہمارے والد کے نام رجسٹری کردینا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رجسٹری کراتے وقت مالک زمین شیخ بھولائی نے جس پلاٹ نمبر ۴۲ پر آپ کو قبضہ دلایا ہے، اور جو وقت بیع سے آج تک آپ کے قبضہ میں ہے، اور آپ ہی اُس میں کاشت کرتے آئے ہیں، وہی زمین شرعاً آپ کی ملکیت میں ہے، رجسٹری کے کاغذات میں فریب دے کر ۴۹؍ لکھوانے کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ لہٰذا آپ کی ملکیت والی اس زمین کو کسی اور شخص کے نام رجسٹری کرانا قطعاً جائز نہیں ہے، جانکاری کے باوجود اِس زمین کی رجسٹری کرنے والے اور کرانے والے دونوں سخت گنہگار ہیں، اور آخرت کی جواب دہی سے بچنے کے لئے اُن پر لازم ہے کہ کاغذات کی تصحیح کریں، ورنہ آخرت میں عبرتناک عذاب کے مستحق ہوں گے۔

عن سالم عن أبيه رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: من أخذ شيئًا من الأرض بغير حقّه خسف به يوم القيامة إلى سبع أرضين. (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ۴۵۳/۱ رقم: ۳۱۹۶ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم ۳۳/۲، مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية / الفصل الثالث ۲۵۶)

عن يعلى بن مرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أخذ أرضًا بغير حقها كلف أن يحمل ترابها المحشر. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثالث ٢٥٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۴/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین رہن لے کر حکومت سے اپنے نام کرانا؟

سوال (۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے والد نے تقریباً ۵۰؍سال قبل کسی کا کھیت رہن لیا تھا، یہاں اس کا رواج ہے، راجستھان سرکار نے اعلان کیا کہ جس زمین میں ۲۰۰۳ سمت سے کاشت جو شخص کر رہا ہے، وہ اُس زمین کا مالک بن سکتا ہے، زمین کے مالک کو وہ زمین نہیں ملے گی، اگر کاشت کار زمین لینے سے انکار کرتا ہے، تو سرکار اس زمین پر قابض ہوگی، اگرچہ اس میں یہ گنجائش تھی کہ کاشت کار اپنی ایمان داری سے سرکار کو یہ لکھ کر دیدے کہ زمین فلاں کی ملکیت ہے، میں صرف کاشت کار رہوں، تو شاید وہ زمین مالک کو مل جاتی، مگر لالچ میں آکر زید کے والد نے بحیثیت کاشت کار وہ زمین سرکار سے اپنے نام کرالی، جو اب انتقال کر چکے ہیں، زمین وراثت میں ان کے بیٹے کے نام آگئی، جو حیات ہیں، مگر تنگی معاش کی وجہ سے وہ بھی اس زمین کو خورد برد کر چکا ہے، مگر اس کے دل میں احساس ہوتا ہے کہ کہیں یہ معاملہ ناجائز ہوا ہو، تو زمین والے سے معاملہ صاف کرلیا جائے، زمین کا مالک اور اس کے بیٹے بھی انتقال کر گئے، پوتے وغیرہ ہیں وہ ٹال مٹول کرتے ہیں؛ کیوں کہ پہلے سستے زمانہ میں معاملہ ہوا تھا، اب وہ شاید موٹی رقم چاہتے ہیں۔ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے فتویٰ دیا تھا کہ جب سرکار زمین کو مالک کے لئے نہیں دیتی تو کاشت کار ہی فائدہ اٹھالے، اور اسے حاصل کرلے اب آپ جوابِ شافی سے ممنوع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اَصل مالک کو زمین لوٹانے کی

گنجائش کے باوجود زید کے والد کا مذکورہ زمین کو اپنے نام منتقل کرنا قطعاً جائز نہیں تھا؛ لہٰذا والد کے انتقال کے بعد اُس کے وارثین پر لازم ہے کہ آخرت کی بازپرس سے بچنے کے لئے وہ زمین اَصل مالک کو لوٹادیں یا اُس کا معاوضہ اصل مستحقین کو دے کر اپنا ذمہ بری کرلیں، ورنہ آخرت میں معاوضہ دار رہیں گے۔

عن عبد اللّٰہ بن السائب بن زید عن أبیه عن جده رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لا یأخذ أحدکم عصا أخیه لاعبًا و لا جادًّا، فمن أخذ أخیه فلیردها إلیه. (سنن الترمذي، أبواب الفتن / باب ما جاء لا یحل لمسلم أن یروّع مسلمًا ۳۹/۲ رقم: ۲۲۴۹، سنن أبي داؤد، کتاب الأدب / باب من یأخذ الشيء علی المزاح ۶۸۳/۲ رقم: ۵۰۰۳)

عن سعد بن أبي وقاص رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من أخذ شیئًا من الأرض بغیر حلّه طُوِّقه من سبع أرضین، لا یقبل منه صرفٌ ولا عدلٌ. (المسند للإمام أحمد بن حنبل، الترغیب والترهیب مکمل، کتاب البیوع / الترهیب من غصب الأرض وغیرها ۴۲۱ رقم: ۲۸۹۹ بیت الأفکار الدولیة)

وهو حرام مطلقًا علی الورثة أي سواء علموا أربابه أولا، فإن علموا أربابه ردوه علیهم وإلا تصدقوا به. (شامي، کتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البیع ۳۸۶/۶ کراچی، ۵۵۴/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دماغی توازن درست نہ ہونے کی حالت میں مالک سے اپنے لئے تمام زمین کا بیع نامہ کرانا؟

سوال (۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک پڑھے لکھے صاحب نے مجھ کو دعا تعویذ کھلا پلاکر دماغ خراب کردیا اور میری زمین کا

بلا پیسہ کے بیع نامہ کروالیا، جب ہم اُن مولانا کے پاس گئے، تو اُنہوں نے شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کیا، آٹھ سال کے بعد ہم آئے، تو چار بیگھہ لوگوں کے کہنے سننے سے دیا، اور دو بیگھہ نہیں دیا، جس وقت اُنہوں نے بیع نامہ کروایا تھا، تو یہ کہا تھا کہ ہم کھانا کپڑا دیں گے، داخل خارج ہو جانے پر مجھے گھر سے بھگا دیا، اور اپنے گھر کی کل گرستی ہم نے اُن کو دے دیا اور پندرہ سو روپئے نقد دئے تھے، اور اُنہوں نے کہا تھا کہ جب چاہیں گے، زمین اور کل گرستی واپس کردیں گے، ان کا پیسہ بیع نامہ کروانے میں ۲۲؍سو روپیہ لگا تھا، ۸؍سال اُنہوں نے غلہ کاٹا کھایا، اُس کا کوئی بھی معاوضہ نہیں دے رہے ہیں، اب ہم بہت پریشان مجبور یتیم ہیں، ہم یہ چاہتے ہیں کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ واقعہ صورتِ مسئولہ میں جب مالک زمین کا دماغ درست نہیں تھا، تو اس سے ایسی حالت میں یہ کہہ کر کہ ہم تم کو پوری زندگی خرچہ دیں گے اس کی زمین بیع نامہ کروالینا اور اس کی تمام گھر گرہستی پر اپنا قبضہ کرلینا اور اس کے بعد وعدہ خلافی کرتے ہوئے اس کو گھر سے نکال دینا جائز نہیں ہے؛ بلکہ شخص مذکور پر ظلم ہے اس لئے اس کی زمین کو واپس کرنا ضروری ہے اور اس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کرنا اور اس پر اپنا قبضہ جمائے رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

عن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من غصب رجلا أرضًا ظلمًا لقي اللّٰہ وهو علیه غضبان. (رواہ الطبراني، الترغیب والترهیب مکمل ٤٢١ رقم: ٢٩٠٢ بیت الأفکار الدولیة)

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰہ عنہ عن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: علی الید ما أخذت حتّٰی تُؤدِّي. (سنن الترمذي رقم: ١٢٦٦، سنن أبي داؤد ٢/٥٠٢ رقم: ٣٥٦١، سنن ابن ماجة رقم: ٢٤٠٠، لمعات التنقیح في شرح مشکاة المصابیح للخطیب التبریزي، باب الغصب والعاریة / الفصل الثاني ٥/٦٢٦ رقم: ٢٩٥٠ دار النوادر)

فالمعنى: ما أخذت اليد ضمانه على صاحبها، والإسناد إلى اليد مجاز، والحاصل أن من أخذ المال أحد بغصب أو عارية أو وديعة لزمه رده. (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح للخطيب التبريزي، باب الغصب والعارية / الفصل الثاني ٦٢٦/٥ تحت رقم: ٢٩٥٠ دار النوادر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۶/۵/۱۴۱۴ھ

خسر کی دی ہوئی کرایہ کی دوکان پر داماد کا مالکانہ قبضہ کرنا؟

سوال (۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خسر نے اپنے داماد کو ایک دوکان کرایہ پر دی، پھر خسر کا انتقال ہوگیا، داماد اُس دوکان پر قابض ہوگیا، اب کرایہ بھی ادا نہیں کرتا، تو کیا شرعاً دوکان کا کرایہ نہ ادا کرنا عنداللہ مؤاخذہ کا باعث ہوگا یا نہیں؟ اور اس دوکان سے جو آمدنی ہوگی شرعاً وہ آمدنی حلال ہوگی یا نہیں؟ کیا خسر کے انتقال کے بعد وہ دوکان خسر کے ورثہ کو واپس کردینا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو دوکان خسر نے داماد کو کرایہ پر دی ہے، اُس کی وجہ سے داماد اُس دوکان کا مالک نہیں ہوا؛ لہٰذا داماد پر لازم ہے کہ خسر کے انتقال کے بعد اگر خسر کے وارثین مطالبہ کریں، تو یہ دوکان خالی کرکے اُن کے حوالہ کردے یا پھر اُن کو راضی کرکے ہر ماہ مقررہ کرایہ ادا کرے، وارثین کی اجازت کے بغیر داماد کا اُس جگہ پر قابض رہنا ہرگز جائز نہیں، اور اُس جگہ بیٹھ کر کاروبار کرنا بھی کراہت سے خالی نہیں ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل

الثـانـي ١١٨/٦ الـمـكتبة الأشـرفية ديـوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

ولـو سكن المستأجر بعد موت المؤجر هل يلزمه أجر ذٰلك؟ قيل: نعم، لـمضيه على الإجارة (الـدر الـمـختـار) قوله: قيل نعم في التاتارخانية عن جامع الـفتـاوىٰ عـليـه الـفتـوىٰ؛ لأنه مضى على الإجارة – إلى قوله – والصحيح لزوم الأجر إن معدًا بكل حال. (شامي / باب فسخ الإجارة، مطلب: إرادة السفر أو النقلة من المصر الخ ١١٦/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۵/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مالک کی اِجازت کے بغیر مکان پر قبضہ کر کے کرایہ پر رہنا

سوال (۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص مالک مکان کی اِجازت کے بغیر مکان پر قبضہ کئے ہوئے ہیں، اور اس پر کرایہ کے طور پر رہنا چاہتا ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں اُس شخص کا مالک مکان کی اجازت کے بغیر اُس کے مکان پر قبضہ کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال مالک مکان کی اجازت کے بغیر کسی شخص کا اُس کے مکان پر قابض بن کر رہنا یا مالک مکان کو کرایہ داری کا معاملہ کرنے پر مجبور کرنا ہرگز جائز نہیں، ایسے شخص کو فوری طور پر اپنا قبضہ ختم کر دینا چاہئے، یا مالک کو راضی کر کے اُس کی خوشی کے مطابق کرایہ داری کا معاملہ طے کر لینا چاہئے۔

عـن أبـي حـرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰـه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة

المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال ١٠٦/٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الغصب / الباب السابع، فصل في التعزير ١٦٧/٢، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، وهٰكذا في قواعد الفقه ١١٠)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل ذٰلك كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١ رقم: ٩٦، قواعد الفقه ١١٠ رقم القاعدة: ٢٧٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے منیجر کا کرایہ دار سے زبردستی بیگار لینا؟

سوال (۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب کسی مسجد کا منیجر مسجد کے کرایہ دار سے زبردستی بیگار یا رقم اُدھار لے اور اپنے آنے جانے کے لئے ٹیکس کا کرایہ لے، تو ایسا منیجر شرعی قانون میں کس سزا کے قابل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کا منیجر ہو یا کوئی اور شخص ہو کسی سے بھی ناحق آنے جانے کے لئے کرایہ لینا، اِسی طرح کسی کی رقم کو لے کر واپس نہ کرنا، دوکان سے سودا لے کر قیمت اَدا نہ کرنا اور مسجد کا مال اپنے ذاتی مصارف میں استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

المسلم أخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله، كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه. (سنن الترمذي ١٤/٢)

عن أبي حميد الساعدي رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل لمسلم أن يأخذ عصًا بغير طيب نفس منه. قال: ذٰلک لشدة ما حرَّم اللّٰه من مال المسلم على المسلم. (صحيح ابن حبان رقم: ١١٦٦، الترغيب والترهيب مكمل، كتاب البيوع وغيرها / الترهيب من غصب الأرض وغيرها ٤٢١ رقم: ٢٩٠٤ بيت الأفكار الدولية)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ [النساء، جزء آيت: ٢٩]

قوله: ﴿اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾: كأنه يقول: لا تتعاطوا الأسباب الحرمة في اكتساب الأموال، ولكن المستاجر المشروعة التي تكون عند تراض من البائع، والمشتري فافعلوها وتسببوا بها في تحصيل الأموال.

قال مجاهد: ﴿اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾: بيعًا أو عطاء يعطيه أحد أحدًا.

عن ميمون بن مهران رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: البيع عن تراض ...... ولا يحل لمسلم أن يغش مسلمًا. (رواه ابن جرير الطبري، كذا في التفسير لابن كثير الدمشقي مكمل ٣١٣ دار السلام رياض) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۷/۵/۱۴۱۴ھ

دوسرے کے پلاٹ کو میعادِ مقررہ سے زائد استعمال کرنے والے کی آمدنی؟

سوال (۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میں نے ایک پٹ آراضی کا پلاٹ آرا مشین چلانے کے لئے دیا اور یہ طے ہوا تھا کہ جب چاہو گے اسی وقت خالی کردوں گا، حاجی صوفی خلیل احمد کو دیا تھا وہ اپنے داماد سے مشین چلوا رہے ہیں، اب ان کی نیت خراب ہوگئی وہ خالی کرنا نہیں چاہتے ہیں، کیا اُن کی حلال کمائی ہے یا حرام کمائی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ وعدہ مالک کے مطالبہ پر مذکورہ کرایہ کا پلاٹ خالی نہ کرنے کی بنا پر کرایہ دار گنہگار ہے اور حق تلفی کا مرتکب ہے، اسے اپنا وعدہ پورا کرنا چاہئے؛ تاہم اِس دوران مذکورہ جگہ سے جو آمدنی ہوگی وہ حرام نہ کہلائے گی، کراہت اگرچہ موجود ہے۔

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰه عنه قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: على اليد ما أخذت حتى تؤدّيه. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الغصب / باب رد المغصوب إذا كان باقيًا ١٥٨/٦ رقم: ١١٥١٩ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عبد اللّٰه بن السائب بن يزيد عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يأخذ أحدكم عصا أخيه لاعبًا جادًّا، فمن أخذ عصا أخيه فليردّها إليه. (سنن الترمذي، أبواب الفتن / باب ما جاء لا يحل لمسلم أن يروّع مسلمًا ٣٩/٢ رقم: ٢٢٤٩، سنن أبي داؤد، الأدب / باب من يأخذ الشيء على المزاح ٦٨٣/٢ رقم: ٥٠٠٣)

عن رافع بن خديج رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من زرع في أرض قوم بغير إذنهم، فليس له من الزرع شيء، وله نفقته.

(سنن أبي داؤد، كتاب البيوع / باب في زرع الأرض بغير إذن صاحبها ٤٨٣/٢ رقم: ٣٤٠٣)

فإن لم يحضر المالک حتى أدرک الزرع فالزرع للغاصب وهٰذا معروف. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الغصب / الباب العاشر في زراعة الأرض المصغوبة ١٤٣/٥ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٥١٨/١٦ زكريا، فتاوىٰ رحيميه ٢٦٨/١٠) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

باپ کی دوکان کا بڑے بیٹے کا اپنے نام رجسٹریشن کرانا؟

سوال (۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں دائیں پیر سے معذور ہوں، اور ہماری باپ کی قائم کردہ کلینک (دواخانہ) ہے، جس پر میں اور بڑے بھائی (جس کو امین بنایا) کام کرتے آئے ہیں، اُنہوں نے مکان سے بچے ہوئے پیسوں سے اپنا رجسٹریشن کرالیا ہے، اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ تم یا تو نوکری کرو، یا کہیں دوکان کرو، میرے پاس جو جمع تھی وہ زبردستی ساری خرچ کرادی، اور میری شادی میں کسی بھائی نے کوئی پیسہ نہیں لگایا، جب کہ بڑے میرے دو بھائی ہیں، مجھ سے بڑے والوں کی شادی میں ۴۸؍ ہزار روپئے خرچ کئے تھے، مگر میری شادی میں صرف ہزار روپئے جو شادی میں بیوی کو تحفہ دیا تھا، صرف وہ خرچ کیا، اس پر بھی ہماری امی کسی بات کا انصاف نہیں کرتی؛ کیوں کہ وہ دوسروں کی دعوت کرتے رہتے ہیں، اس لئے اُن سے کوئی انصاف کی بات نہیں کرتا ہے اور اُنہیں کی کہتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: باپ کی دوکان پر دونوں بھائیوں کو بیٹھ کر کام کرنے کا حق حاصل ہے، بڑے بھائی کا اپنے نام اکیلے رجسٹریشن کراکے خود ہی اُس پر قبضہ کرنا چھوٹے بھائی کی حق تلفی ہے، اِس کی شرعاً ہرگز اجازت نہیں، اور رہ گیا شادی میں خرچ کرنے کا معاملہ، تو والد کے ترکہ میں سے جس وارث کا جو حق بنتا ہے، وہ دے دینا لازم ہے؛ تاکہ وہ اپنی ضروریات میں خرچ کرسکے، اور اگر بڑا بھائی ترکہ کے علاوہ اپنی طرف سے خرچ کرتا ہے، تو یہ اُس کی جانب سے تبرع ہوگا، جس پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لتُؤَدُّن الحقوق إلى أهلها يوم القيامة، حتى يُقادَ للشاة الجلحاء من الشاة القرناء.

(صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب / باب تحريم الظلم ۲/ ۳۲۰ رقم: ۲۵۸۲ بيت الأفكار الدولية، كذا في السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب تحريم الغصب الخ ۱۵۵/۶ رقم: ۱۱۵۰۵ دار الكتب العلمية بيروت)

عـن أبـي أمـامة البـاهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عـليـه وسـلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارک وتعالیٰ قد أعطی كل ذي حق حقه الخ. (صحيح البخاري ١/٣٨٣، سنن الترمذي / باب ما جاء لا وصية لوارث ٢/٣٢، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ٢/٣٩٦ رقم: ٢٨٧٠ دار الفكر بيروت)

أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز ١/٦١٠ رقم المادة: ١٠٩٢ كوئٹه)

لأن التـركة في الاصطلا: ما تركة الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (الرد المحتار / كتاب الفرائض ٦/٧٥٩ دار الفكر بيروت، البحر الرائق / كتاب الفرائض ٩/٣٦٥ زكريا)

لأن الملک ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (الرد المحتار / أول كتاب البيوع ٤/٥٠٢ دار الفكر بيروت)

لا يـجوز لأحد أن يتصرف في ملک غيره بلا إذنه. (شرح المجلة لسليم رستم باز ١/٦١ رقم المادة: ٩٦)

ثـم يـقسـم البـاقي بعد ذٰلک بين ورثته أي الذين، ثبت ارثهم بالكتاب أو السنة. (شامي ١٠/٤٩٨ زكريا)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة لسليم رستم باز ١/٦٥٤ رقم المادة: ١١٩٢ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۸/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تین بھائیوں کی مشترکہ جائیداد کو ایک بھائی کا اپنا بتانا؟

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: عزیزم احمد مرحوم کے پانچ لڑکے (۱) حافظ نور الحق (۲) سراج الحق (۳) اعجاز احمد (۴) حافظ محفوظ احمد (۵) محمد افضل تھے۔ اور دو لڑکیاں: (۱) ام سلمہ (۲) کنیز بانو۔ حال ہی میں نور الحق کا انتقال ہو چکا ہے، بقیہ سبھی اولاد بقید حیات ہے، مرحوم عزیز احمد سوت کے بیچنے اور اس کی رنگائی کا کام کرتے تھے، اور خوش حال تھے، اچانک ایک حادثہ میں وفات پا گئے تھے، حسبِ سابق مرحوم کی کل اولاد ایک ہی گھر میں رہتے رہے، انتقال سے قبل دو بھائیوں کی شادی بھی ہو چکی تھی، بقیہ تین بھائی چھوٹے تھے جن میں ایک بھائی کی عمر صرف آٹھ ماہ تھی، مرحوم کی وفات کے بعد گھر میں کرگھا (کپڑے کی بنائی کا کام) شروع ہوا، یہاں کے رواج کے مطابق گھر کے سبھی لوگ مع والدہ محترمہ کرگھا کے تمام کاموں میں لگ گئے، چھوٹے بھائی پڑھنے کے لئے جانے لگے، یہ بھائی پڑھتے بھی تھے، اور تعلیم کے علاوہ اوقات میں کرگھا کے جس کام کے جو لائق تھے، وہ کام بھی کرتے تھے، جیسے چرخا چلانا اور نری بھرنا وغیرہ، مختصر تعلیم کے بعد سبھی بھائی بہن مع والدہ محترمہ مستقل کرگھا کے کاموں میں لگ گئے، اور ان سب کی مشترک آمدنی سے گھر کا خرچ چلتا رہا، سب بھائیوں کا ایک ہی چولہا تھا، پھر کچھ دنوں کے بعد بڑے بھائی حافظ نور الحق الگ ہو گئے، پھر بقیہ بھائیوں کے ساتھ ایک ہی مکان میں رہتے ہوئے بغیر کسی بٹوارہ کے سراج الحق رنگائی کا کام کرنے لگے، کچھ عرصہ کے بعد رنگائی کا کام چھوڑ کر لکڑی کی ٹھیکہ داری کا کام کرنے لگے، اور باغات خرید کر لکڑی کٹا کر بیچنے لگے، لیکن بھائیوں سے الگ نہیں رہے، ایک ہی چولہا رہا سب کی مشترک آمدنی سے ہی کل گھریلو خرچ چلتے رہے، اور بقیہ بھائیوں کے ساتھ ہی میں رہتے ہوئے سراج الحق نے ایک باغ مع زمین کے خریدا باغ کٹوا کر لکڑیاں فروخت کر دی گئیں، اور زمین پڑی رہی، پھر کچھ دنوں کے بعد حافظ محفوظ احمد بھی الگ ہو کر بڑے بھائی مرحوم کی طرف چلے گئے، اس کے بعد کافی عرصہ تک تینوں بھائی سراج الحق اعجاز احمد محمد افضل میل ومحبت کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتے رہے، کچھ دنوں کے بعد تینوں بھائیوں میں والدہ محترمہ کی موجودگی میں ہنسی خوشی سے تمام گھریلو سامان کا بٹوارہ ہو کر تینوں بھائی الگ الگ ہو گئے، اور کمانے کھانے لگے، مذکورہ باغ والی زمین جو کہ کاشت کے لائق نہیں تھی

سراج الحق چوں کہ بڑے تھے، اُن سے بھائیوں نے پوچھا کہ اس زمین کے بارے میں کیسے کیا ہوگا؟ سراج الحق نے جواب دیا کہ زمین تین حصوں میں رہے گی (سراج الحق، اعجاز احمد، محمد افضل) یہ زمین آبادی کے قریب تھی، لوگوں نے اس میں مٹی کھودنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اس میں ایک گہرا گڈھا مثل چھوٹے تالاب کے ہوگیا، اس زمین میں کنکر روڑے وغیرہ بھی تھے، اب تینوں بھائیوں میں آپس میں مشورہ ہوا کہ روپیہ خرچ کرکے اس زمین کو کاشت کے لائق بنایا جائے، چناں چہ ٹریکٹر اور مزدوروں کے ذریعہ زمین کو ہموار کرایا گیا، کاشت کے لائق ہوگئی جس میں وقت کے اعتبار سے کافی روپیہ خرچ ہوئے، یہ خرچ صرف دو بھائی اعجاز احمد و افضل نے کئے، اور خود محنت سب سے زیادہ محمد افضل نے کی، پھر زمین کسان کو بٹائی پر دیدی گئی کہ غلہ اور خرچ تینوں بھائیوں میں تقسیم ہوتا رہا۔

اس درمیان وقتاً فوقتاً سراج الحق زمین کو فروخت کر ڈالنے کا ارادہ کرتے رہے، مگر دیگر بھائیوں کی رائے نہ ہونے پر زمین کی فروختگی رکی رہی، اب مشورہ یہ ہوا کہ زمین پلاٹنگ کرکے بیچ دی جائے، تو زیادہ روپیوں سے بک جائے گی، دوسری زمین کہیں بھی کھیتی والی تینوں بھائیوں کی شرکت میں خریدی جائے، یہ بھی طے ہوا کہ اس نئی آبادی میں ایک مسجد کے لئے بھی زمین چھوڑ دی جائے، یہ بھی طے ہوا کہ چالیس فیصدی زمین کی پلاٹنگ کی جائے اور جو روپیہ حاصل ہوگا، وہ محمد افضل کے پاس جمع ہوگا؛ لہٰذا رقم محمد افضل ہی کے پاس جمع ہوئی، اِسی درمیان روپیہ جمع نہ کرنے سے متعلق سراج الحق سے اختلاف ہوگیا، اب سراج الحق اکیلے اکیلے خفیہ طور پر ساٹھ فیصد جو زمین بچی تھی، بیچ بیچ کر خود خرچ کرنا شروع کر دیا، جب کہ یہ زمین بٹوارہ اور علیحدگی کے لگ بھگ بیس سال بعد تک سراج الحق کے کہنے کے مطابق تینوں بھائیوں کے حصوں میں رہی۔

اب سراج الحق یہ کہتے ہے کہ اس زمین میں کسی بھائی کا کوئی حصہ نہیں ہے، یہ زمین ہماری ذاتی کمائی کی خریدی ہوئی ہے، دیگر بھائی یہ کہتے ہیں کہ مرحوم بڑے بھائی کا کوئی حصہ نہیں ہے، یہ زمین ہماری ذاتی کمائی کی خریدی ہوئی ہے، دیگر بھائی یہ کہتے ہیں کہ اور مرحوم بھائی حافظ جی نور

الحق کا بھی یہی کہنا تھا، کہ یہ زمین تینوں بھائیوں کی ہے، جیسا کہ بیس سال تک تینوں بھائیوں میں رہی، یہ زمین تنہا کسی ایک بھائی کی کیسے ہوسکتی ہے، جب کہ تینوں بھائی ایک میں تھے، اور تینوں کی مشترک آمدنی ایک ہی میں تھی، جس سے کل گھریلو خرچ پورے ہوتے تھے، درخواست ہے کہ تحریر فرمائیں مذکورہ زمین میں کن بھائیوں کے کتنے حصے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ تفصیلات اگر واقعہ کے مطابق اور درست ہیں، تو چوں کہ سراج الحق نے اس کا اقرار کیا ہے کہ مذکورہ زمین تینوں بھائیوں کے درمیان مشترک ہے، اور زمین کی آمدنی بھی عرصہ تک تینوں کے درمیان تقسیم ہوتی رہی ہے، اس لئے اب سراج الحق کا یہ کہنا کہ اس میں صرف اُسی کا حق ہے دیگر بھائیوں کا کوئی حق نہیں ہے، انصاف اور واقعہ کے خلاف ہے؛ لہٰذا اُس کو چاہئے کہ وہ سب بھائیوں کا حق ادا کرے، اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہ کرے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا یحل مال امرء إلا بطیب نفس منه. (مشکاة المصابیح / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتیح / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۱۱۸/۶ المکتبة الأشرفیة دیوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإیمان للبیهقي ۳۸۷/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الکتب العلمیة بیروت)

أعیان المتوفی المتروکة عنه مشترکة بین الورثة علی حسب حصصهم.

(شرح المجلة لسلیم رستم باز ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۲ کوئٹه)

لأن الترکة في الاصطلاح: ما ترکه المیت من الأموال صافیًا عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال. (الرد المحتار / کتاب الفرائض ۷۵۹/۶ دار الفکر بیروت، البحر الرائق / کتاب الفرائض ۳۶۵/۹ زکریا)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٥ ٤/١ رقم المادة: ١١٩٢ کوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۱۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ اور بھائی کی اِجازت کے بغیر مشترکہ مال میں سے اپنے استعمال کے لئے لینا؟

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسئلہ یہ ہے کہ زید وعمرو دونوں سگے بھائی ہیں، اور دونوں ایک ہی کاروبار میں مشترک ہیں، دونوں کے والدین بھی زندہ ہیں؛ لیکن وہ بڑھاپے کی وجہ سے گھر کی تمام ذمہ داریوں سے الگ تھلگ ہیں؛ لیکن بحکم والدین عمرو کا بڑا بھائی زید گھر کا مالک بنا ہوا ہے، گویا کہ گھر کی ساری ذمہ داریاں اور سارے کاروبار کا معاملہ اُسی کے اوپر ہے؛ لہٰذا زید اپنے چھوٹے بھائی عمرو کو خرچ کے واسطے جو پیسے دیتا ہے، وہ اس کے خرچ کے مطابق کم ہیں، اس کی ضرورت پوری نہیں ہو پاتیں اور جب وہ اپنے بھائی سے پیسوں کا مطالبہ کرتا ہے، تو وہ اُس کو نہیں دیتا، اب مجبوری کے تحت زید کا چھوٹا بھائی عمرو اس کاروبار میں سے بغیر زید کی اجازت کے اپنی ضرورت کے مطابق کچھ پیسے اپنے پاس رکھتا ہے، جب کہ عمرو اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر ان پیسوں کا پتہ میرے بڑے بھائی زید کو لگ گیا، تو وہ مجھ سے لے لیگا اور تنبیہ کرے گا، اب ان پیسوں کا استعمال عمرو کے واسطے جائز ہوگا یا نہیں؟ نیز ان کپڑوں سے جو کہ ان پیسوں سے خریدے گئے ہیں پہن کر نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال صورتِ مسئولہ میں کاروبار کے اصل مالک والد صاحب ہیں، اور اُنہوں نے ہی بڑے بیٹے زید کو اپنی جانب سے ذمہ دار بنا رکھا ہے؛ لہٰذا دوسرے بھائی عمرو کو والد کی زندگی میں والد یا زید کی اجازت کے بغیر روپئے اپنے پاس

رکھنے جائز نہیں، اسے پیسہ کی ضرورت ہے تو والد یا بھائی سے پوچھ کر لیا کرے، اگر پہلے اطلاع نہیں کرسکا، تو اب اطلاع کردے، ورنہ ان روپیوں کا استعمال اس کے لئے درست نہ ہوگا؛ تاہم اس سے بنائے ہوئے کپڑے سے نماز کا فریضہ بکراہت ادا ہوجائے گا۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضي اللّٰه عنه أن رجلاً أتی النبي صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: یا رسول اللّٰه! إن لي مالاً وولدًا، وإن والدي یحتاج مالي. قال: ''أنت ومالک لوالدک، إن أولادکم من أطیب کسبکم فکلوا من کسب أولادکم''. (سنن أبي داؤد، کتاب الإجارة / باب في الرجل یأکل من مال ولده ۲/۴۹۸ رقم: ۳۵۳۰ دار الفکر بیروت)

وفي السراج والقهستاني: تکره الصلاة في الثوب الحریر والثوب المغصوب. (حاشیة الطحطاوي / فصل في المکروهات ۲۱۱ المکتبة الأشرفیة دیو بند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۸/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی رضامندی کے بغیر دھوکہ دے کر زمین اپنے نام کرانا؟

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا بھائی والد کو جاہل قرار دے کر جائیداد کو اپنے نام کرا سکتا ہے؟ حالاں کہ وہ پڑھے لکھے تھے، دھوکہ سے جائیداد اپنے نام کرانے والے بھائی کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ واقعہ باپ کی رضامندی کے بغیر دھوکہ سے اُس کی ساری جائیداد اپنے نام کرا لینے کا عمل سخت ترین گناہ ہے، اور اِس دھوکہ دہی کی وجہ سے زید کا بھائی اس جائیداد کا مالک نہیں ہوسکتا، اور والد کے انتقال کے بعد اس کے دیگر وارثین اپنے حصہ سے محروم قرار نہیں دیئے جاسکتے۔

عن سعيد بن زيد بن عمرو ابن نفيل، أن أروى خاصمته في بعض داره، فقال: دعوها وإيَّاها، فإني سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من أخذ شبرًا من الأرض بغير حقه طوقه في سبع أرضين يوم القيامة. (صحيح مسلم، كتاب المساقاة / باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها ٣٣/٢ رقم: ١١١٠ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: …… من غشنا فليس منا. (صحيح مسلم رقم: ١٠١، الترغيب والترهيب مكمل ٤٠٠ رقم: ٢٧٣٨ بيت الأفكار الدولية)

عن عوف بن مالك رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إياك والذنوب التي لا تغفر: الغلول، فمن غلّ شيئًا أتى به يوم القيامة الخ. (رواه الطبراني، كذا في الترغيب والترهيب مكمل ٤٢٠ رقم: ٢٨٨٩ بيت الأفكار الدولية)

إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال ١٠٦/٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الغصب / الباب السابع، فصل في التعزير ١٦٧/٢، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، وهٰكذا في قواعد الفقه ١١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۱/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی موجودگی میں دادا کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کرنا؟

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا لڑکا غیر شادی شدہ ہے، اور کہتا ہے کہ زمین ہمارے دادا کی ہے، میں اُس پر زبردستی قابض رہوں گا، اور زید کا کہنا ہے کہ میں اپنے باپ کی جائیداد کا اُن کے انتقال کے بعد مالک ہوں، اور ابھی مسجد میں امامت ومؤذنی کا کام کرتا ہوں، میرا یہاں پر محلّہ کی طرف سے کھانے پینے

کا انتظام ہے، اور ہم کو جان کا خطرہ ہے، اِس حالت میں میں کیا کروں؟ اور زید کا کہنا ہے کہ جو اولاد میری خدمت کرے گی، اُس کو میں دے دوں گا، اور جو خدمت نہیں کرے گا، اُس کو نہیں دوں گا، تو زید کا ایسا کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دادالٰہی زمین کا زید بحصہ وراثت مالک ہے، اس میں زید کے جیتے جی اس کی اولاد کا کوئی حق نہیں بنتا، اور زید کا یہ کہنا کہ میں اپنی فرماں بردار اولاد کو جائیداد دوں گا اور نافرمان کو نہیں دوں گا یہ بھی شرعاً درست ہے؛ تاہم اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر فرماں برداری کی بنیاد پر کسی ایک اولاد کو زندگی میں جائیداد دے کر اسے مالک وقابض بنادیا ہے، تو یہ ہبہ صحیح ہو جائے گا؛ لیکن اگر زندگی میں قابض و مالک نہیں بنایا؛ بلکہ صرف وصیت نامہ لکھ دیا، تو اولاد کے حق میں اس طرح کی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں، زید کی وفات کے بعد اس کی فرماں بردار اور نافرمان اولاد سب حسب حصصِ شرعیہ اُس کے ترکہ میں حصہ دار ہوں گے۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه الخ. (صحيح البخاري ٣٨٣/١، سنن الترمذي / باب ما جاء لا وصية لوارث ٣٢/٢، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ٣٩٦/٢ رقم: ٢٨٧٠ دار الفكر بيروت)

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: كل أحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعين. (السنن الكبرىٰ ٧٩٠/٧)

إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال ١٠٦/٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الغصب / الباب السابع، فصل في التعزير ١٦٧/٢، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، وهٰكذا في قواعد الفقه ١١٠)

وعلى جواب المتأخرين لا بأس بأن يعطى من أولاده من كان عالمًا متأدبًا ولا يعطى منهم من كان فاسقًا فاجرًا. (مجمع الأنهر / كتاب الهبة ٣٥٨/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت، ٤٩٧/٣ مكتبه فقيه الأمة ديوبند)

الهبة للولد الكبير لا تتم إلا بقبضه، ولو كان عياله. (البحر الرائق ٢٨٨/٧ کراچی)

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تكملة الرد المحتار، كتاب الدعویٰ / باب التحالف ٦٧٨/١١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۷/۶/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

”تانا کمیٹی“ کے خزانچی کا ناحق اپنے بھتیجے کو مالک بنانا؟

سوال (۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محلّہ پیارے پورہ مئو ناتھ بھنجن کے غریب بنکروں کی ایک تانا کمیٹی ۱۹۸۰ء میں قائم کی گئی، جس کے صدر زید اور سکریٹری عمرو اور خزانچی بکر بنائے گئے، اِس کے بعد چندہ وصول کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا، جس کے تقریباً ۶۰؍ ممبر تھے، سب ممبران کو ایک متعین رقم دینی تھی، جملہ ممبران وقت مقررہ پر چندہ دیتے تھے، جو تعداد دینی تھی وہ دے چکے، اُس کے بعد تانا کمیٹی کی میٹنگ کرکے یہ فیصلہ لیا گیا کہ ایک ایکڑ زمین یا کچھ کم تقریباً سواسولہ منڈہ زمین تانا کے لئے خرید لی جائے؛ تاکہ مستقبل میں کام آوے، اِسی محلّہ میں ایک قطعہ زمین آراضی سواسولہ منڈہ کی ایک ہندو کے پاس تھی، اُس سے بات چیت ہوئی تو وہ فروخت کرنے پر راضی ہوگیا؛ لہٰذا سی زمین میں سے ساڑھے تین منڈہ زمین تانا کمیٹی پیارے پورہ کے نام رجسٹرڈ بیع نامہ کروالیا گیا، اور پونے تیرہ منڈہ زمین رجسٹرڈ معاہدہ بیع کردیا گیا، اور جو سرکاری رسوم بیع نامہ اور معاہدہ بیع کا لگا سب تانا کمیٹی کے ذمہ داروں نے ادا کردیا، کچھ عرصہ بعد زمین مالک کی نیت میں فتور آگیا تو اس نے پونے تیرہ منڈہ معاہدہ شدہ زمین کا رجسٹرڈ بیع نامہ کرنے سے انکار کردیا، تو سکریٹری اور خزانچی مذکورین نے اس پر

مقدمہ قائم کر دیا اور مقدمہ کے تمام اخراجات تانا کمیٹی کے جملہ ممبران ادا کرتے رہے، اور جب مقدمہ میں زمین مالک کی پوزیشن کمزور نظر آئی تو خزانچی مذکور نے اپنے سگے بھتیجے کو زمین فروخت کر دیا (بغیر رجسٹری کے) اور اب بھتیجہ بھی فریق ہوگیا، اور یہ بھتیجے کی شرکت اور زمین مالک کی کمزور پوزیشن کا علم تانا کمیٹی کے کسی بھی ممبر کو نہ ہوسکا؛ اس لئے کہ خزانچی کی نیت میں فتور آچکا ہے، اسی وجہ سے مقدمہ کے دوران کبھی میٹنگ طلب نہیں کی کہ مقدمہ کی نوعیت کا پتہ لگ سکے، اور بھتیجہ کے فریق بن جانے پر جو مقدمہ پر خرچ ہوتا تھا وہ تانا کمیٹی ادا کرتی رہی، اگرچہ بھتیجے کو فریق بنانے کا حق تانا کمیٹی نے قطعاً نہیں دیا تھا، اگر فریق بنانا تھا تو تانا کمیٹی کے کسی ممبر کو بناتے؛ اس لئے کہ بھتیجہ کا تانا کمیٹی سے کوئی واسطہ نہیں تھا، یہ اس لئے کیا گیا کہ اگر ڈگری بھتیجہ کی ہوگئی تو زمین کا مالک کلی طور پر بھتیجہ ہو جائے گا، اور سب زمین اپنے ہی گھر کی ہو جائے گی، حالاں کہ مقدمہ پر جو خرچ آیا وہ بھتیجے نے نہیں دیا؛ بلکہ خرچ کمیٹی دیتی رہی، اتفاق سے ڈگری بھتیجے کے نام ہوگئی، اور چچا یعنی خزانچی مذکور نے تمام زمین کو فروخت کرنے کا من بنالیا، جب تانا کمیٹی کے ممبروں کو معلوم ہوا کہ زمین بکنے والی ہے، تو ممبران کمیٹی خزانچی کے گھر گئے اور پھر میٹنگ میں بلا کر سوال کیا کہ آپ تانا کمیٹی کی زمین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جو آپ کے بھتیجے کے حق میں آگئی، جب کہ تمام خرچ کمیٹی تانا کا ہوا اب بتایئے، زمین تانا کمیٹی کی ہوگی یا آپ کے بھتیجے کی؟ تو خزانچی موصوف نے جملہ ممبروں کے سامنے علی الاعلان کہا کہ بھتیجے مذکور کے حق میں آئی، یہ سب زمین تانا کمیٹی کی ہوگی، اِسی بنیاد پر کمیٹی کے لوگوں نے زمین پر قبضہ کرلیا، اور دیگر لگوانا شروع کر دیا؛ تاکہ جو بھی بحالتِ واقفیت خواہ ناواقفیت میں زمین خریدی ہیں، وہ اپنا کاغذ لے کر سامنے آئیں، اور پھر آپس میں مل بیٹھ کر صلح ومصالحت کرلی جائے، جب کہ مشتریان یہ جانتے تھے کہ زمین تانا کمیٹی کی ہے، فریق مخالف کی طرف سے جب کاروائی پولیس کے ذریعہ ہوئی تو خزانچی بھی فریق مخالف کے ہمراہ پیروی کرنے لگا، جب کہ خریدنے والا اور بیچنے والا چچا بھتیجہ دونوں جانتے تھے کہ زمین تانا کمیٹی کی ہے، اگرچہ فیصلہ کے بعد تانا کمیٹی کے نام درج نہیں تھی، تو ایسی صورت میں زمین تانا کمیٹی کی ہوگی یا نہیں؟ جب

کہ اول سے آخر تک سارا خرچ تانا کمیٹی ہی برداشت کرتی رہی، کیا شریعت کی روشنی میں بیچنے والے کو بیچنے کا حق اور خریدنے والے کو خریدنے کا حق حاصل ہوگا کہ نہیں؟ اور دراصل زمین تانا کمیٹی کی ہوئی کہ نہیں؟ ازروئے شرع مفصل جواب مرحمت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ تفصیلات اگر واقعہ کے مطابق ہیں، تو تانا کمیٹی کے خزانچی کو مذکورہ زمین میں اپنے بھتیجے کو فریق بنانے کی کاروائی قطعاً غلط اور ناجائز ہے، اور اس عمل کی وجہ سے اگرچہ مقدمہ کا فیصلہ بھتیجے کے حق میں ہوگیا ہو پھر بھی مذکورہ زمین پر شرعاً بھتیجے کی ملکیت ثابت نہ ہوگی بلکہ وہ پوری زمین کمیٹی ہی کی ملکیت ہے، جیسا کہ خزانچی صاحب نے کمیٹی کے ممبران کے سامنے اس کا اقرار بھی کیا ہے۔ بریں بنا اس کی زمین کی خرید وفروخت کا مکمل اختیار شرعاً کمیٹی کو حاصل ہے، کسی ایک فرد کو کمیٹی کی مرضی کے بغیر اس کی فروختگی کی اجازت نہیں ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عبد اللّٰه بن يزيد الأنصاري رضي اللّٰه عنه قال: نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن النهب والمثلة. (صحيح البخاري، كذا في السنن الكبرىٰ للبيهقى ١٥٣/٦ رقم: ١١٤٩٨ دار الكتب العلمية بيروت، ١٧٢/٦ دار الحديث القاهرة)

لا يجوز لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٢ رقم المادة: ٩٧ كوئٹه، البحر الرائق / كتاب السير، فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، الفتاوىٰ الهندية / فصل فى التعزير ١٦٧/٢ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اپنی مملوکہ زمین کے ساتھ دوسرے کی زمین پر گھر بنانا؟

سوال (۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے رشتے دار نے جتنی زمین خریدی ہے، اُس سے زیادہ پر اُن کا مکان بنانا ٹھیک ہے یا غلط؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اپنی ملکیت کی زمین سے ہٹ کر، دوسرے کی ملکیت پر مکان بنانا زید کے رشتہ دار کے لئے جائز نہیں ہے۔

عن سعيد بن زيد بن عمرو ابن نفيل، أن أروى خاصمته في بعض داره، فقال: دعوها وإيّاها، فإني سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من أخذ شبرًا من الأرض بغير حقه طوقه في سبع أرضين يوم القيامة. (صحيح مسلم، كتاب المساقاة / باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها ٢/٣٣ رقم: ١٦١٠ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي حميد الساعدي رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه، وذٰلك لما حرم اللّٰه مال المسلم على المسلم. وفي رواية: لا يحل للرجل أن يأخذ عصا أخيه بغير طيب نفسه. (المسند للإمام أحمد ٥/٧٢، شعب الإيمان للبيهقي ٤/٣٨٧ رقم: ٥٤٩٢، مجمع الزوائد ٤/١٧١-١٧٢ دار الكتب العلمية بيروت)

إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال ٦/١٠٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الغصب / الباب السابع، فصل في التعزير ٢/١٦٧، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٥/٦٨ زكريا، وهٰكذا في قواعد الفقه ١١٠) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۱/۷/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

دوسرے کی زمین پر ناجائز طریقہ سے راستہ (گذرگاہ) بنانا؟

سوال (۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے مکان کے لئے زمین خریدی، جس کی لمبائی ۷۸؍فٹ، چوڑائی ۲۷؍فٹ ہے، میں نے جب مکان تعمیر کرایا، تو ۹؍فٹ جگہ سامنے اس لئے چھوڑی کہ بھینس باندھنے یا کوڑا وغیرہ کے کام آتی رہے گی۔ جن لوگوں سے زمین خریدی تھی، اُن کے پلاٹ کا یہ آخری حصہ تھا، اُنہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم کو ہاتھے والے روڈ پر جانے کے لئے راستہ ملے، تو تم راستہ کھلا رکھنا ورنہ بند کردینا۔ میرے برابر میں دوسرے شخص نے مکان بنایا، اُس کا مکان میرے مکان سے ۷ یا ۸ گز آگے تک بنا ہوا ہے، میری طرف سے اس کے مکان کی دیوار بنی ہوئی ہے، اُس کے مکان کا دروازہ شمال کی جانب ہے، اب یہ لوگ لڑائی جھگڑا کرتے رہتے ہیں، گالی گلوچ میرے دروازہ پر آکر بکتے ہیں، اینٹ اَدھے پھینکتے ہیں، کئی بار عورتوں کے چوٹ بھی لگی، یہ لوگ بہت ظالم ہیں، اُن کے دروازہ کی طرف میونسپلٹی کا کھڑنجا بچھا ہوا ہے، میری طرف پورے پلاٹ کا راستہ کچا ہے، میونسپلٹی کا کھڑنجا نہیں ہے، یہ لوگ ناجائز راستہ لینے کی کوشش کررہے ہیں، کسی کی زمین پر ناجائز راستہ لینا اور قبضہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کرنا سخت ترین گناہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دوسروں کی ایک بالشت زمین بھی زبردستی دبالے گا، قیامت کے دن اس کو ساتوں زمین کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا، جسے وہ برداشت نہیں کرسکے گا، اس لئے مذکورہ لوگوں کو اس حرکت سے باز آنا چاہئے، اور آخرت کی رسوائی سے ڈرنا چاہئے۔

عن سعيد بن زيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين.

(صحيح البخاري، باب ما جاء في سبع أرضين ۴۵۴/۲ رقم: ۳۱۹۸، صحيح مسلم رقم: ۱۶۱۰، مشكاة

المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح ٥/٥ ٦١ رقم: ٢٩٣٨ دار النوادر)

يلزم ردّ المغصوب عينًا، وتسليمه إلى صاحبه في مكان الغصب إن كان موجودًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٨٨ رقم المادة: ٨٩٠ المكتبة الحنيفة كوئٹه)

وعلى الغاصب رد العين المغصوبة، معناه: ما دام قائمًا، لقوله عليه السلام: على اليد ما أخذت حتى ترد. وقال عليه السلام: لا يحل لأحد أن يأخذ متاع أخيه لاعبًا و لا جادًّا، فإن أخذه فليردّه عليه. (الهداية / كتاب الغصب ٣/ ٣٧١ مكتبه شركت علميه ملتان، ٣/ ٣٧٣ الأمين كتابستان ديوبند)

ويجب ردّ عينه فى مكان غصبه، لقوله عليه السلام: على اليد ما أخذت حتى ترد. ولقوله صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل لأحدكم أن يأخذ مال أخيه لاعبًا ولا جادًّا، وإن أخذه فليردّه عليه. (تبيين الحقائق / كتاب الغصب ٦/ ٣١٥ دار الكتب العلمية بيروت، ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر / كتاب الغصب ٤/ ٧٨ غفاريه كوئٹه، وكذا في الرد المحتار / كتاب الغصب ٦/ ١٨٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۱/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عام گذرگاہ کو اپنے فائدہ کے لئے تنگ کردینا؟

سوال (۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عام راستہ جہاں عوام کی ہروقت آمد ورفت رہتی ہو، اپنی مرضی سے اپنے فائدے کے لئے راستہ کو تنگ کردینا شرعاً اور قانوناً جائز ہے اور اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو راستہ عوامی ملکیت ہو، اُس میں ذاتی تصرف کرکے آمد ورفت میں تنگی کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے، کوئی شخص ایسا کام نہ کرے جس سے دوسروں کو

تکلیف پہنچ سکتی ہو۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱۸۸/۸)

عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قلت يا رسول الله! أي العمل أفضل؟ قال: إيمان بالله تعالىٰ وجهاد في سبيله، قلت: يا رسول الله فأي الرقاب أفضل؟ قال: أنفسها عند أهلها وأغلاها ثمناً، قال: فإن لم أجد؟ قال: تعين صانعاً أو تصنع لأخرق، وقال: فإن لم أستطع؟ قال: كذا كف أذاك عن الناس فإنها صدقة تصدقها بها عن نفسك. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ١٥٠/٥ رقم: ٢١٢٢٨ دار الحديث القاهرة)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الغصب / مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير ٢٩١/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۲/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسرے کی زمین میں اُس کی مرضی کے بغیر گزرگاہ بنانا؟

سوال (۳۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مکان جو ہماری والدہ محترمہ کے نام تھا، وہ اُنہوں نے اپنی زندگی ہی میں ہم دو بھائیوں کے نام ہبہ کردیا تھا، جس کا پچھلا حصہ محمد رئیس اور اگلا حصہ محمد عالمگیر کے نام ہے، آگے کے حصہ والے محمد عالمگیر نے اپنے نیچے کے راستہ اور اوپر زینہ کو پچھلے حصہ والے محمد رئیس کو آنے جانے کے واسطے استعمال کرنے کا حق تحریری طور پر دیا ہوا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا رئیس کو استعمال کئے جانے والے راستہ میں بھی مالکانہ حق حاصل ہے، جب کہ یہ ملکیت عالمگیر کی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگرچہ مذکورہ راستہ پر عالمگیر کی ملکیت ہے؛ لیکن شریعت نے راستہ سے گذرنے کے حق کو بھی حق قرار ہونے کی وجہ سے قیمتی شمار کیا ہے؛ لہٰذا رئیس کی مرضی کے بغیر عالمگیر اس سے یہ حق نہیں لے سکتا؛ البتہ دونوں میں مصالحت کی راہ نکل سکتی ہے۔

وصح بيع حق المرور تبعًا للأرض بلا خلاف ومقصودًا وحده، في رواية وبه أخذ عامة المشائخ (الدر المختار) وفي الشامية: قال السائحاني: وهو الصحيح وعليه الفتوىٰ. (شامي ۲۷۵/۷ زكريا، ۸۰/۵ كراچی)

وبيع الطريق وهبته جائز – إلى قوله – أما حق المرور يتعلق بعين، تبقى وهو الأرض فأشبه الأعيان. (الهداية ۵٦/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۷/۱۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی کی ذاتی گلی میں اُس کی اِجازت کے بغیر جنگلہ بنانا؟

سوال (۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے رشتہ دار نے جو زید کی ذاتی گلی میں بارجہ و جنگلہ بنایا ہے، وہ ٹھیک ہے یا غلط؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید کی ذاتی گلی میں زید کی اجازت کے بغیر اس کے رشتہ دار کے لئے بارجہ اور جنگلہ بنانا درست نہیں ہے۔

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١/١ رقم المادة: ٩٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۷/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر اجازت کے دوسرے کی زمین میں درخت لگانا؟

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے والد کی زمین کے قریب ہی بکر کے والد کی زمین تھی، جس پر اُس نے باغ لگایا تھا، بکر کے والد نے کچھ درخت زید کے والد کی زمین میں لگادئے، منع کرنے پر بھی نہیں مانے، زید

نے بھی اپنی زمین میں باغ لگایا، اِس واقعہ کو ۴۰؍ سال سے بھی زائد عرصہ گذر چکا ہے، درخت کافی تناور ہو چکے ہیں، زمین کے کاغذات سرکاری زید کے پاس ہیں؛ لیکن بکر کہتا ہے کہ درخت میرے ہیں، از روئے شرع وہ پیڑ کس کی ملکیت ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں پیڑوں کا مالک بکر کا والد ہے، اُسے چاہئے کہ اپنے پیڑ زید کے والد کی زمین سے اکھاڑے اور پیڑ اکھاڑنے سے زمین میں جو خرابی آئی ہے، اُس کا تاوان زمین کے مالک کو ادا کردے۔

عن یحییٰ بن عروۃ عن أبیه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من أحییٰ أرضًا میتةً فهي له، ولیس لعرق ظالم حق، قال: فاختصم رجلان من بیاضة إلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم غرس أحدهما نخلاً في أرض الاٰخر، فقضی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لصاحب الأرض بأرضه، وأمر صاحب النخل أن یخرج نخله منها، قال: قال عروۃ: فلقد أخبرني الذي حدثني، قال: رأیتها وإنه لیضرب في أصولها بالفؤس، وإنه لنخل عم حتی أخرجت. (السنن الکبریٰ للبیهقي، کتاب الغصب / باب لیس لعرق ظالم حق ۱۶۴/۶ رقم: ۱۱۵۳۹ دار الکتب العلمیة بیروت)

سئل عمّن غرس في أرض الغیر غرساً فکبر هل لصاحب أن یقول: أدفع لک قیمته ولا تقلعه، فقال: لا، إنما للغارس أن یقلعه ویضمن النقصان إن ظهر في الأرض نقصان، فإنما لصاحب الأرض الأمر بالقلع فحسب. (تکملة البحر الرائق / کتاب الغصب ۲۰۳/۹ زکریا)

ومن بنی أو غرس في أرض غیره بغیر إذنه، أمر بالقلع والرد، وللمالک أن یضمن له قیمة بناء أو شجر أمر بقلعه إن نقصت الأرض به. (الدر المختار مع الرد المحتار / کتاب الغصب ۱۹۴/۶-۱۹۵ کراچی)

وإن كان المغصوب أرضًا، فبنى الغاصب فيها بناءً، أو غرس فيها أشجارًا، يؤمر بقلعها وردّ الأرض. (شرح المجلة لسليم رستم باز ۲ ۵۰ رقم المادة: ۹۰٦ المكتبة الحنفية كوئٹه، تبيين الحقائق / كتاب الغصب ۳۲۹/٦ دار الكتب العلمية بيروت، ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر / كتاب الغصب ۸۷/٤ غفاريه كوئٹه، الأشباه والنظائر ۱٤٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/٦/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسرے کے تالاب سے مچھلی چرانا؟

سوال (۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک سرکاری تالاب ہے، اَب ایک ذی اثر مالدار آدمی اپنی طاقت کے زور سے پولیس وغیرہ کو کچھ رقم دے کر زبردستی تالاب پر قبضہ کررکھا ہے، اب گاؤں کے لوگ رات میں چرا کر اِس تالاب سے مچھلی نکالتے ہیں، تو کیا اِس طرح مچھلی نکال کر کھانا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو تالاب سرکاری طور پر مذکورہ شخص کے نام الاٹ ہوگیا ہے، اور اس میں اُس نے باقاعدہ مچھلی پالنے کا نظام بنایا ہے، اور مچھلیاں لاکر ڈالی ہیں، تو اس میں سے کسی کو چرانے کا ہرگز حق نہیں ہے، یہ مچھلیاں اسی شخص کی ملکیت ہیں۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: الصيد لمن أخذه لا لمن أثاره. (نصب الراية / الصيد ۳۱۹/٤، كذا في التعليقات على الفتاویٰ التاتارخانية ۴۵۳/۱۸ زكريا)

عن إبراهيم قال: من استعان مملوكًا بغير إذن أهله ضمن. (المصنف لعبد الرزاق ۴۲۹/۹ رقم: ۱۷۹۰۱)

إذا دخل السمك في حظيرة: فإما أن يعدها لذٰلک أولا، ففي الأول يملكه،

وليس لأحد أخذه ...... وإن لم يعدها لذلك لكنه أخذه وأرسله فيها ملكه. (شامي / باب البيع الفاسد، مطلب في حكم إيجار البرك للاصطياد ٦١/٥ كراچی، ٢٤٩/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۷/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بن کی لکڑی کاٹ کر اپنے مصرف میں لانا

سوال (۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بَن کی لکڑی کاٹ کر اپنے مصرف میں لانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مملوکہ یا سرکاری جنگلات کی لکڑیوں کو بغیر اجازت کاٹ کر اپنے تصرف میں لانا یا اُس کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱۸۸/۸)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعن الله السارق يسرق البيضة فتقطع يده ويسرق الحبل فتقطع يده. (صحيح مسلم، كتاب الحدود / باب حد السرقة رقم: ١٦٨٧ بيت الأفكار الدولية، صحيح البخاري رقم: ٦٧٨٣، الزواجر عن اقتراف الكبائر للهيتمي ٢٣٧/٢ دار الكتب العلمية بيروت، تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف ٣٦٥/٩ رقم: ١٢٤٤٨ عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

عن الحكم قال: قال علي رضي الله عنه: من استعمل مملوك قوم صغيرًا أو كبيرًا فهو ضامن. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الديات / باب الرجل يستعين العبد بغير إذن سيده ١٦٩/١٤ رقم: ٢٧٩٧٢-٢٧٩٧٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۸/۱۴۱۷ھ

پرمٹ بنواکر پیڑ کاٹنے والوں سے پردھان کا جبراً پیسہ وصول کرنا؟

سوال (۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہمارے قریہ کے پردھان لکڑی کے ٹھیکے داروں سے فی پیڑ سو روپئے لیتے ہیں، جب کہ یہ لوگ پیڑوں کے پرمٹ بنواکر کٹائی شروع کراتے ہیں، تو کیا یہ روپئے لینا درست ہے؟ پھر اِن روپیوں کا مسجد یا مدرسہ میں لگوانا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب لکڑی کا سرکاری پرمٹ ٹھیکے داروں نے بنوا رکھا ہے، تو اُس پر پردھان کا مزید روپیہ جبراً لینا درست نہیں ہے، اور اِس جبری وصول شدہ رقم کو مسجد ومدرسہ میں لگانا بھی جائز نہ ہوگا۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۲/۱۱/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

کیا سلائی سے بچے ہوئے کپڑے کا استعمال ٹیلر کیلئے درست ہے؟

سوال (۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری ٹیلر ماسٹر کی دوکان ہے، ہندو مسلم دونوں کپڑے سلواتے ہیں، اگر ہندو یا مسلم کے کپڑے میں سے کچھ کپڑا بچ جائے، تو کیا ہم بغیر اُس کی اجازت کے اُس کپڑے کو کوئی عدد بنا کر استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس بچے ہوئے کپڑے کو پہن کر نماز ہوگی یا نہیں؟ یا فساد لازم آئے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر صراحۃً یا عرفاً اِس بچے ہوئے کپڑے کے استعمال

کی اجازت نہ ہو، تو اُس کا استعمال درزی کے لئے درست نہیں ہے، اور ایسا کپڑا پہن کر نماز مکروہ ہوگی۔

وتكره الصلاة في الثوب المغصوب، وإن لم يجد غيره لعدم جواز الانتفاع بملك الغير قبل الإذن وأداء الضمان. (طحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة / فصل في المكروهات ١٩٧ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۸/۸/۱۴۱۷ھ

سرکاری ضابطہ کی خانہ پُری کئے بغیر خفیہ طور پر پاورلوم چلانا؟

سوال (۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) ہمارے ضلع مئو میں بجلی محکمہ کے اعلیٰ افسران سے لے کر معمولی ملازمین تک پاورلوم کے ذریعہ معاش تلاش کرنے والے بنکر برادری کو قسم قسم کی مشکلات اور اُلجھنوں میں ڈالتے رہتے ہیں، مثلاً کبھی میٹر لگانے پر مجبور کرکے جس کا خرچ متعدد لوگوں سے مختلف وصول کرتے ہیں، کسی سے ۲۰۰/ روپئے کسی سے ۴۰/ روپئے، کسی سے کم اور کسی سے زیادہ، پھر کسی کا میٹر تیز رفتار ہوتا ہے اور کسی کا سست رفتار، اور اِسی اعتبار سے میٹر یونٹ بھی کم وبیش اُٹھاتا ہے، کبھی کبھی میٹر کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ کمائی سے زیادہ خرچ دینا پڑتا ہے، گاہے بجلی محکمہ والے رشوت لینے کی غرض سے بغیر کسی علت کے بجلی بل ایک روپئے کی جگہ دس روپئے بھیج دیتے ہین، جس کو صحیح اور ٹھیک کرانے کے لئے کافی تگ ودو اور روپیہ پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے، جس میں غریب بے چارے کا ایک روپیہ کی جگہ ۶-۷/ روپئے خرچ ہی جاتا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ٹرانسفارمر جل کر بیکار ہوگیا، تو نیا ٹرانسفارمر لانے کے لئے بڑی رقم خرچ کرنی پڑتی ہے، جب کہیں ماہ ڈیڑھ ماہ بعد نیا ٹرانسفارمر دستیاب ہوتا ہے، اور ستم بالائے ستم یہ کہ بجلی کی کٹوتی کچھ اس طرح ہوتی ہے کہ اگر مہینہ کا اوسط نکالا جائے، تو یومیہ چھ گھنٹے سے زیادہ بجلی نہیں ملتی، پھر بھی بجلی بل ماہانہ ڈھائی سو، تین سو روپئے ادا کرنا پڑتا ہے۔ بالآخر بجلی

افسران اور ملازمین کی چال بازیوں اور دھڑلے بندیوں سے تنگ آ کر بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ سرکاری ضابطہ کی خانہ پری کئے بغیر خفیہ طور پر کنکشن جوڑ کر پاورلوم چلاتے ہیں، اور اگر اتفاق سے کسی بجلی افسر یا ملازم کی آمد کی اطلاع ملنے پر اپنا کنکشن کاٹ کر اِدھر اُدھر ہٹ جاتے ہیں۔

بعض لوگ ایسے ہیں جو میٹر لگا کر پاورلوم چلاتے ہیں، ہفتہ عشرہ تک اپنے میٹر کو کسی حیلہ اور تدبیر سے روک دیتے ہیں؛ تاکہ یونٹ کم آئے اور خرچ کم ہو؟

کچھ لوگ ایسا بھی کرتے ہیں کہ چھوٹے موٹے کرم چاریوں کو دس بیس روپئے دے کر میٹر کی رفتار کم کرا دیتے ہیں؟

بعض اِس قسم کے لوگ ہیں کہ کچھ رقم خرچ کر کے جاری شدہ یونٹوں کو میٹر سے ختم کرا دیتے ہیں، علاوہ ازیں متعدد تدابیر کے ذریعہ اپنا بجلی بل کم کرا لیتے ہیں۔

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مذکورۃ الصدر صورتوں کے پیش نظر لوگوں کا مذکورہ تدبیر کے ذریعہ پاورلوم چلانا مباح ہے یا ممنوع؟ بصورتِ دیگر اس سے بچنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

(۲) قانونِ شرعیہ کی روشنی میں مندرجہ بالا مسائل حق العباد میں آتے ہیں یا نہیں، اگر ہاں تو ان کی عدم ادائیگی کے لئے شرعی اور قرآنی ہدایت کی روشنی میں کیا وعید ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مذکورہ صورتوں میں بعض لوگوں کا سرکاری ضابطہ کی خانہ پری کئے بغیر خفیہ طور پر کنکشن جوڑ کر پاورلوم چلانا اور بعض لوگوں کا ہفتہ عشرہ تک اپنے میٹر کو کسی حیلہ اور تدبیر سے خرچ زیادہ آنے کے ڈر سے روک دینا، اور بعض لوگوں کا کرم چاریوں کو دس بیس روپئے دے کر میٹر کی رفتار کم کرانا جائز نہیں؛ اس لئے کہ یہ چوری ہے، اور چوری کی قرآن وحدیث میں بڑی وعید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قال تعالیٰ: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا﴾ [المائدة، جزء آیت: ۳۸]

کہ چور اور چورنی کے دونوں ہاتھوں کو کاٹ ڈالو۔

اِسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

[قال أبو هريرة رضي الله عنه إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:]

...... **لا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن الخ.** (صحيح مسلم / باب نقصان الإيمان بالمعاصي ۵۵/۱ رقم: ۵۷ بيت الأفكار الدولية، صحيح البخاري ۳۳۶/۱ رقم: ۲۴۷۵ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۱۷)

کہ جب مؤمن چوری کرتا ہے تو اُس کا ایمان نہیں رہتا ہے۔

اِن وعیدات کے پیش نظر ایسا ہرگز نہ کریں؛ بلکہ ان کے ظلم وستم سے بچنے کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ آپ بجلی لینا چھوڑ دیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱۴۷/۴، ۴۴۵/۳)

(۲) بندوں کے حقوق میں کوتاہی سخت گناہ ہے، جس پر شریعت میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے اپنے بھائی کی عزت یا مال وغیرہ پر ظلم کیا ہو، تو وہ آج ہی معاف کرالے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جب روپیہ پیسہ کچھ نہ ہوں گے؛ بلکہ اگر اُس کے پاس نیک عمل ہوگا تو ظلم کے بقدر اُس میں سے لیا جائے گا، اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر لاد دی جائیں گی۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كانت له مَظلمةٌ لأخيه من عرضهٖ أو شيءٍ، فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينارٌ ولا درهمٌ، إن كان له عملٌ صالحٌ أُخذ منه بقدر مظلمته، وإن لم يكن له حسناتٌ أُخذ من سيئات صاحبه فحُملَ عليه. (صحيح البخاري، كتاب المظالم والغصب / باب من كانت له مظلمة عند الرجل الخ رقم: ۲۴۴۹ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۴۳۵/۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۲/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھانجے کی بس کا پرمٹ ماموں کا دوسرے کے نام کرانا؟

سوال (۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چند بس مالکوں کی کوششوں سے میری بس کے سلسلہ میں حکومت نے ایک اور پرمٹ مجھ کو مفت میں دینا چاہا، جو ماموں نے مجھے بتلائے بغیر اور میرے علم میں لائے بغیر وہ پرمٹ اپنے بھائی کے نام کردیا، کیا شرعاً یہ درست ہے؟ اگر نہیں تو اُس پرمٹ پر میرا حق بنتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بس کے پرمٹ کے آپ ہی حق دار تھے، اِس نئے پرمٹ کو دوسرے شخص کے نام کراکے آپ کے ماموں نے سراسر ناجائز فعل کا ارتکاب کیا ہے؛ تاہم جب وہ پرمٹ دوسرے کے نام پر ہوچکا، تو اب اس پر آپ کا کوئی حق نہیں۔ (مستفاد: امداد المفتیین ۸۹۰)

لأن المنافع لا تتقوم إلا بالعقد. (شامي، كتاب الغصب / مطلب شرى دارًا وسكنها الخ ۹/ ۲۷۵ زكريا)

لا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه. (الأشباه والنظائر / الفن الثاني ۲/ ٤٤ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/ ۷/ ۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسلم نوکر وملازم کا مالک کی اِجازت کے بغیر پیسہ لینا؟

سوال (۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کے یہاں ملازمت کرے اور اُس کی صریح اجازت کے بغیر کچھ پیسے اپنے پاس رکھ لے؛ حالاں کہ دلالۃً اجازت پائی جاتی ہو، اِس طور پر کہ اگر اُس مالک اور ذمہ دار کو معلوم ہوا کہ یہ شخص اپنے پاس کچھ روپیہ رکھ لیتا ہے، تو اس پر نکیر نہیں کرتا؛ اِس لئے کہ دوسرا کوئی نوکر رکھے، تو اس سے زیادہ لیتا ہے؛ تو اِس طرح اُس نوکر اور ملازم کا اپنے پاس پیسہ رکھ لینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ملازم کے لئے اپنے مالک کی اِجازت کے بغیر کچھ پیسے اپنے پاس رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور ملازم کے فعل پر مالک کے نکیر نہ کرنے کو دلالۃً اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔

عن أبي حميد الساعدي رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه، وذٰلک لما حرم اللّٰه مال المسلم على المسلم. وفي رواية: لا يحل للرجل أن يأخذ عصا أخيه بغير طيب نفسه. (المسند للإمام أحمد ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨‘/٤ رقم: [٥٤٩، مجمع الزوائد ١٧١/٤-١٧٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۶/ ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

دوسرے کا پیسہ دبا کر اپنا کاروبار کرنا؟

سوال (۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم لوگوں کا چند لوگوں کے یہاں کاروبار کے سلسلہ میں لین دین میں کافی روپیہ عرصہ سے روکا ہوا ہے، باوجود طلب وتقاضہ کے نہیں مل رہا ہے، جس سے ہم لوگوں کا کافی نقصان ہورہا ہے، ہم لوگوں کا روپیہ عرصہ سے نہ دے کر اپنا کاروبار کرتے ہیں، اور اپنا خرچ چلاتے ہیں، قرآن اور حدیث شریف میں ہم لوگوں کا روپیہ نہ دینے پر دنیا وآخرت میں کیا نقصان وعذاب ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرض خواہ کا قرض جلد از جلد ادا کرنا لازم ہے، بلا وجہ ٹال مٹول اور تاخیر کرنا جائز نہیں ہے، قرض نہ ادا کرنے پر اَحادیثِ مبارکہ میں سخت ترین وعیدیں آئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے اگر کوئی شخص اللہ کے راستہ میں قتل کردیا جائے، پھر زندہ ہو، پھر قتل

کردیا جائے، پھر زندہ ہو، پھر قتل کردیا جائے، پھر زندہ ہو اور اس کا کسی پر قرض ہو، تو ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن محمد بن عبد اللّٰه جحش رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: والذي نفس محمد بيده لو أن رجلاً قتل في سبيل اللّٰه، ثم عاش ثم قتل في سبيل اللّٰه ثم عاش ثم قتل في سبيل اللّٰه ثم عاش وعليه دين ما دخل الجنة. (مشكاة المصابيح ٢٥٤)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ گناہِ کبیرہ کے بعد سب سے بڑا گناہ جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، یہ ہے کہ آدمی مقروض ہوکر مرجائے اور قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ چھوڑا ہو۔

عن أبي موسىٰ الأشعري رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن أعظم الذنوب عند اللّٰه أن يلقاه بها عبد بعد الكبائر التي نهى اللّٰه عن أن يموت رجل، وعليه دين لا يدع له قضاء. (مشكاة المصابيح ٢٥٣)

اِس طرح کی بے شمار حدیثیں کتبِ اَحادیث میں موجود ہیں، غور کرنے کا مقام ہے کہ جہاد کتنی عظیم الشان عبادت ہے؛ لیکن صرف قرض کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے یہ عظیم عبادت رائیگاں ہوجاتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اول وہلہ میں قرض کی ادائیگی کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶/۶/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوکان سے سامان لے کر پیسہ نہ دینا؟

سوال (۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص مثلاً مسجد کا منیجر وغیرہ دوکان سے سامان لے کر سامان کا پیسہ نہ دے، یا کسی کی رقم لے کر واپس نہ کرے، تو ایسا شخص کس سزا کے لائق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسجد کا منیجر ہو یا کوئی اور شخص ہو، کسی سے بھی رقم لے کر

واپس نہ کرنا، یا دوکان سے سودا لے کر قیمت ادا نہ کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ٢٩]

قوله: ﴿اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾: كأنه يقول: لا تتعاطوا الأسباب المحرمة في اكتساب الأموال، ولكن المستاجر المشروعة التي تكون عند تراض من البائع، والمشتري فافعلوها وتسببوا بها في تحصيل الأموال.

قال مجاهد: ﴿اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾: بيعًا أو عطاء يعطيه أحد أحدًا.

عن ميمون بن مهران رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: البيع عن تراض ...... ولا يحل لمسلم أن يغش مسلمًا. (رواه ابن جرير الطبري، كذا في التفسير لابن كثير الدمشقي مكمل ٣١٣ دار السلام رياض) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

١٤١٤/٥/٧ھ

یتیم کا مال غصب کرنے کے لئے جھوٹ بولنا؟

سوال (٤٤):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر الف کے والدین یتیموں اور بیوہ کا مال غصب کرنے کی نیت سے جھوٹے حیلے، بہانے، دروغ گوئی اور بدنیتی کا سہارا لیں، تو ازروئے شرع ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جھوٹ بولنا اور حیلہ بہانے کرنا حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِیْنَ﴾ [آل عمران، جزء آیت: ٦١]

عن منصور بن المعتمر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه

وسلم: تَـحَرَّوُا الصِّدُقَ وَإِنْ رَأَيتُمُ أَنَّ الهَلَكَةَ فِيهِ، فَإِنَّ فِيهِ النَّجَاةَ. (الترغيب والترهيب مكمل / باب الترغيب في الصدق والترهيب من الكذب ص: ٦١٦ رقم: ٤٤٤٣ بيت الأفكار الدولية)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا كذب العبد تباعد عنه الملك ميلاً من نتن ما جاء به. (سنن الترمذي / باب ما جاء في الصدق والكذب ١٨/٢ رقم: ١٩٧٢، وقال حديث حسن، الترغيب والترهيب مكمل ٦١٨ رقم: ٤٤٦٤ بيت الأفكار الدولية)

لأن عين الكذب حرام. (شامي، كتاب الحضر والإباحة / باب الاستبراء ٤٢٧/٦ كراچی، ٦١٢/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳؍۳؍۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین پر ناجائز قبضہ کرنے کے لئے جھوٹا مقدمہ کرانا؟

سوال (۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک جھوٹا مقدمہ زمین ہڑپنے کے لئے بکر پر کردیا تھا، پھر بکر نے بھی زید کا ایک پرانا جھوٹ اجاگر کردیا تھا، جو اس طرح تھا کہ زید نے اپنے چچا عمرو کے انتقال کے بعد اپنے بیٹوں کو عمرو کا بیٹا بنا کر عمرو جو لاولد تھا، اُس کی زمین اپنے بیٹوں کے نام کرالی تھی، بکر نے اِسی بات کو اُجاگر کرتے ہوئے زید اور اُس کے بیٹوں کے خلاف مقدمہ کردیا، اور حکومت کے سامنے خلاصہ کردیا کہ زید کے بیٹے خالد وغیرہ ہرگز بھی عمرو کے بیٹے نہیں؛ بلکہ وہ تو زید کے بیٹے ہیں، ساتھ ہی بکر نے اس مقدمہ میں مزید جان ڈالنے کے لئے ایک جھوٹ ملادیا کہ بکر نے اپنی خالہ کو عمرو کی بیوی دکھادیا اور کیس کردیا، اور پھر بکر نے زید سے کہا کہ اگر تم میرے خلاف جھوٹا مقدمہ زمین ہڑپنے کا چلاتے رہوگے، تو میں تمہارے خلاف یہ آدھا جھوٹا اور آدھا سچا مقدمہ چلاتا رہوں گا، اگر تم باز آجاؤ گے تو میں بھی باز آجاؤں گا، اور اپنا کیا ہوا مقدمہ واپس لے لوں گا، مگر زید ابھی تک باز نہیں آیا، اور برابر

مقدمہ لڑ رہا ہے، ایسی صورت میں زید اور بکر کا کیا حکم ہے؟ زید کا یہ مقدمہ لڑانا اور بکر کا جوابی مقدمہ کرنا کیسا ہے؟ اگر زید جھوٹا مقدمہ لڑاتا ہے، تو بکر اس کی طاقت کمزور کرنے کے لئے جوابی آدھا جھوٹا آدھا سچا مقدمہ لڑا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں لڑا سکتا تو بکر کی کیا سزا ہے؟ اگر پنچ لوگ زید پر کئے ہوئے بکر کے جھوٹے مقدمہ کے عوض میں کوئی تاوان ڈالیں تو کیسا ہے؟ اور بکر کو عنداللہ عذاب سے بچنے کے لئے کیا کرنا ہوگا، اور اگر زید بھی اس حرکت سے باز نہ آئے، تو اُس کی سزا کیا ہے؟ کیوں کہ پہل زید ہی کی طرف سے ہوئی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی کی زمین پر ناجائز طور پر قبضہ کرنے کے لئے جھوٹا مقدمہ کرانا بہت بڑا گناہ ہے، زید کی طرف سے اِس اقدام پر بکر کی جانب سے دفاع کرنا توفی نفسہٖ درست تھا؛ لیکن اُس نے مقدمہ کو مضبوط کرنے کے لئے اپنی طرف سے جو جھوٹ ملایا ہے، اُس کی قطعاً اِجازت نہیں، اِس جھوٹ کی وجہ سے وہ بھی گنہگار رہوگا، بکر کو چاہئے کہ وہ صرف سچائی کی بنیاد پر زید کے مقدمہ کا جواب دے، اور پنچوں کی طرف سے زید پر تو کوئی مالی تاوان ڈالا نہیں جا سکتا؛ لیکن اس مقدمہ کی وجہ سے بکر کا جو خرچ ہوا ہے، وہ زید سے وصول کیا جا سکتا ہے۔

عن سعيد بن زيد رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين.

(صحيح البخاري، باب ما جاء في سبع أرضين ۲/ ۴۵۴ رقم: ۳۱۹۸، صحيح مسلم رقم: ۱۶۱۰، مشكاة المصابيح / باب الغصب ۲۵۴ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح ۵/ ۶۱ رقم: ۲۹۳۸ دار النوادر)

عن أم سلمة رضي اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إنما أنا بشر، وإنكم تختصمون إليّ، ولعل بعضكم أن يكون ألحن بحجته من بعض، فأقضي له على نحو ما أسمع منه، فمن قضيتُ له بشيء من حق أخيه لا يأخذنه، فإنما أقطع له قطعةً من النار. (متفق عليه)

عن أبي أمامة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من اقتطع حق امرئ مسلم بيمينه، فقد أوجب الله له النار، وحرّم عليه الجنة. فقال له رجل: وإن كان شيئًا يسيرًا يا رسول الله! قال: وإن كان قضيبًا من إراک. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمينٍ فاجرةٍ بالنار ٨٠/١ رقم: ١٣٧ بيت الأفكار الدولية، مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء / باب الأقضية والشهادات، الفصل الأول ٣٢٦/٢-٣٢٧)

والتسبب ينزل منزلة المباشرة في وجوب الضمان، كحفر البئر على قارعة الطريق والشهادة على القتل. (بدائع الصنائع، كتاب الغصب / قبيل شرائط وجوب هذا الضمان ١٦٨/٦ زكريا)

ما ذكره من ضمان الساعي انه لو سعى بحق لايضمن؛ ولو بلا حق، فإن كان السلطان يغرم بمثل هذه السعاية يضمن البتة، وإن كان قد يغرم وقد لايغرم لا يضمن. والفتوىٰ على قول محمد من ضمان الساعي بغير حق مطلقًا ويعزّر (شامي، كتاب السرقة / مطلب في ضمان الساعي ١٤٨/٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱۱/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین پر قبضہ کرنے کے لئے بدمعاش ظالم لوگوں کا ساتھ دینا؟

سوال (۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص غریب ونادار ہے، اور اس غریب ونادار کے مکان پر بدمعاش قسم کے لوگ پولیس کی مدد سے ناجائز قبضہ کرلیں، اور ان ناجائز قبضہ کرنے والے لوگوں کا ساتھ کچھ باشرع لوگ دے رہے ہیں، تو اِن باشرع لوگوں کا اُن بدمعاش لوگوں کی مدد کرنا اور اُن کا ساتھ دینا کیسا ہے؟ اور اس میں اس کی کیا سزا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعہ اگر صحیح ہے، تو کسی بھی مسلمان

کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنے کے لئے ظالم کی مدد کرے، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ظلم وگناہ پر ایک دوسرے کی مدد کرنے سے منع فرمایا ہے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزءآیت: ٢]

وقال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ [هود: ١١٣]

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: المسلم أخو المسلم، لايظلمه ولا يسلمه. (متفق عليه، مشكاة المصابيح / باب الشفقة والرحمة على الخلق ٤٢٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۷/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے کے والدین کا اپنی بہو کے مال میں ناحق تصرف کرنا؟

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: الف کے والدین نے الف کی بہو سے یہ کہہ کر کہ الف کا علاج کرانا ہے، اس کا مکان بکوادیا، مکان کی قیمت اپنے پاس ہی رکھی، اس کا جملہ سامان اپنے قبضہ وتصرف میں لانے کی نیت سے دہلی سے بلاری لے آئے، کیا الف کے والدین کو اس کے یتیم بچوں وبیوہ کے گھر کے جملہ سامان رکھنے کا حق حاصل ہے؟ محلّہ اور رشتہ داروں نے الف کے والدین سے کئی مرتبہ کہا کہ وہ بیوہ اور یتیموں کا مال غصب نہ کرے اور جملہ سامان ان کو دے دیں؛ لیکن الف کے والد اور والدہ اپنی بدنیتی کی بنا پر تمام زیور کپڑا قیمتی سامان جہیز فریج کپڑے دھونے کی مشین صوفے وغیرہ، الف کے والدین کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو سامان اور مکان الف کی بیوی کی ملکیت ہے وہ اسی

کا حق ہے، اس کو الف کے والدین کے لئے لینا ہرگز جائز نہیں ہے، اہل محلّہ اور رشتہ داروں کو چاہئے کہ وہ الف کے والدین پر زور ڈالیں کہ وہ الف کی بیوی کے مال میں تصرف نہ کریں۔

عن أبي حميد الساعدي رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل لمسلم أن يأخذ عصًا بغير طيب نفس منه. قال: ذٰلک لشدة ما حرّم اللّٰه من مال المسلم على المسلم. (صحيح ابن حبان رقم: ١١٦٦، الترغيب والترهيب مكمل، كتاب البيوع / باب الترهيب من غصب الأرض ص: ٤٢١ رقم: ٢٩٠٤ بيت الأفكار الدولية)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملک غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل ذٰلک كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١ رقم: ٩٦)

إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال ١٠٦/٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الغصب / الباب السابع، فصل في التعزير ١٦٧/٢، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ١٣/٣/١٤١٧ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری ملازم کا سفر خرچ کے لئے ملی ہوئی رقم سے بچا کر رکھنا

سوال (۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے سرکاری کاموں کے لئے دور دراز علاقوں کے سفر کرتا ہوں اور سرکار روزانہ کھانے کے لئے ۱۰۵/ روپئے اور سفر کا خرچ برداشت کرتی ہے، اب اگر سرکار مجھے فرسٹ کلاس کی رقم دے اور میں سکنڈ کلاس پاس سے سفر کروں، تو بچی ہوئی رقم واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِس مسئلہ کا مدار سرکاری ضوابط پر ہے، اگر ضابطہ یہ ہو

کہ ملازم کو ایک متعینہ رقم دے دی جاتی ہو یا اُسے کسی خاص کلاس میں سفر کا استحقاق دے دیا جاتا ہو، پھر اسے اختیار رہتا ہو کہ وہ اس رقم کو جس طرح چاہے خرچ کرے، سرکار اس سے پوچھ گچھ نہ کرتی ہو، تو ایسی صورت میں ملازم مختار ہے، خواہ کسی طرح کم یا زیادہ خرچ کرے اور اپنے استحقاق کے مطابق رقم محکمہ سے وصول کرلے؛ لیکن اگر ضابطہ یہ ہو کہ سفر خرچ کا حساب دینا پڑتا ہو اور فاضل رقم لینے کی اجازت نہ ہو، تو اس وقت جس کلاس میں سفر کرے گا، اسی کے بقدر روپیہ لینے کا حق ہوگا اور بقیہ رقم محکمہ کو واپس کرنی شرعاً لازم ہوگی۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶/ ۳/ ۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کنٹریکٹر کا صرفہ سے زیادہ رقم لینا

سوال (۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کنٹریکٹر کا صرفہ سے زیادہ بل بنا کر رقم لینا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مالک نے کنٹریکٹر کو سامان کی خریداری کا وکیل بنایا ہے، یعنی اُس سے یہ کہہ دیا ہے کہ تم بازار سے سامان خرید کر عمارت میں لگاؤ اور تمہارا محنتانہ الگ سے ملے گا، تو اِس صورت میں اصل خریداری سے زائد بل بنانا دھوکہ اور جھوٹ کی وجہ سے قطعاً ناجائز ہے۔

عـن أبـي هـريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: آية الـمنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان. (صحيح البخاري، كتاب الإيمان / باب علامة المنافق ١٠/١ رقم: ٣٣، مرقاة المفاتيح / باب الكبائر وعلامات النفاق ١٢١/١ رقم: ٥٥ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دینی تعلیم کے لئے عوامی چندہ سے تعمیر کردہ مکان کو ذاتی ملک قرار دینا؟

سوال (۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ملک کے مختلف سیاسی وسماجی ذمہ داران واہل خیر حضرات کے تعاون سے ایک مکان خرید کر نئی تعمیر کی جس میں طالبات کے لئے تعلیمی سلسلہ شروع کیا، دوسال کے بعد تعلیمی سلسلہ کو ختم کر کے زید نے اس مکان کو اپنے دو بیٹوں کے نام رجسٹری کردی جس میں ایک نے رہائش اور دوسرے نے مویشی کا کاروبار کرلیا، سردست دونوں نے اس کو اپنے استعمال میں لے لیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ اِقدام قوم وملت کی اَمانت کو اپنی اولاد کو دینا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال جو مکان دینی تعلیمی ضرورت کی غرض سے لوگوں سے چندہ کر کے تعمیر کیا گیا ہے، اُس کو اپنی ذاتی ملک قرار دینا قطعاً ناجائز ہے، جو شخص اُس میں ذاتی تصرف کرے گا وہ عند اللہ اور عند الناس مؤاخذہ دار ہوگا۔

عـن سـعيد بن زيد رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قـال: مـن أخـذ شبـرًا مـن الأرض ظـلـمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين.

(صحيح البخاري، باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٤/٢ رقم: ٣١٩٨، صحيح مسلم رقم: ١٦١٠، مشكاة

المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح ٦١٥/٥ رقم: ٢٩٣٨ دار النوادر)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن عمر رضي اللّٰه عنه تصدق بمال له على عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وكان يقال له ثمرة ثمغ، وكان نخلاً، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: تصدق بأصله لا يباع ولا يورث ويوهب ولكن ينفق. (فتح الباري ٢٩٣/٥، إعلاء السنن ١٣٧/١٣ رقم: ٤٤٩٣ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يملك الوقف بإجماع الفقهاء. (البحر الرائق / كتاب الوقف ٢٠٥/٥ زكريا)

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك (درمختار) أي لا يكون مملوكًا لصاحبه، ولا يملك أي لا يقبل التمليك لغيره. (شامي، كتاب الوقف / قبيل: مطلب في شرط واقف الكتب الخ ٥٣٩/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٤٣٢/٢/١٢ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک کے کبوتر دوسرے کے یہاں چلے جائیں تو کس کے ہوں گے؟

سوال (٥١):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نظام کے کبوتر راشد کے یہاں اور راشد کے کبوتر بھی نظام کے یہاں کبھی چلے جاتے ہیں، تو اِس صورت میں وہ کبوتر کس کا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نظام اور راشد کے کبوتر پلے ہوئے ہیں، تو وہ اُنہی کے ہوں گے، اگرچہ نظام کے کبوتر راشد کے یہاں اور راشد کے کبوتر نظام کے یہاں چلے جائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ٨٢/٢٦ میرٹھ)

عن الوليد بن مسلم قال: سمعت الأوزاعي يقول: ما أخطت يد الحاصد

أو جنت يد القاطف، فليس لصاحب الزرع عليه سبيل، إنما هو للمارة وأبناء السبيل. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب اللقطة / باب ما جاء في اتباع الحصادين وأخذ ما يسقط منهم ٣٢٣/٦-٣٢٤ رقم: ١٢١٠٣ دار الكتب العلمية بيروت، ٣٧٥/٦ دار الحديث القاهرة)

محضنة أي برج حمام اختلط بها أهلي لغيره لا ينبغي له أن يأخذه، وإن أخذ طلب صاحبه ليرده عليه؛ لأنه كاللقطة. فإن فرخ عنده؛ فإن كانت الأم غريبة لا يتعرض لفرخها؛ لأنه ملك الغير، وإن الأم لصاحب المحضنة والغريب ذكر فالفرخ له. (الدر المختار مع الشامي / كتاب اللقطة ٤٤٥/٦ زكريا، ٢٨٤/٤ كراچی، البحر الرائق / كتاب اللقطة ٢٥٩/٥-٢٦٠ زكريا، خانية على هامش الهندية / كتاب اللقطة ٣٩٥/٣، الفتاوىٰ الهندية / كتاب اللقطة ٢٩٤/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۶/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

◆

بجلی اور پانی کی چوری کا حکم

ہندو سرکار کی بجلی چوری کرنا؟

سوال (۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندو سرکار کی ہندی مسلمان کے لئے بجلی چوری کرنا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴۰۹/۲)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعن الله السارق يسرق البيضة فتقطع يده ويسرق الحبل فتقطع يده. (صحيح مسلم، كتاب الحدود / باب حد السرقة ٦٣/٢ رقم: ١٦٨٧ بيت الأفكار الدولية، صحيح البخاري ١٠٠٣/٢ رقم: ٦٧٨٣، الزواجر عن اقتراف الكبائر للهيتمي ٢٣٧/٢ دار الكتب العلمية بيروت، تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف ٣٦٥/٩ رقم: ١٢٤٤٨ عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

قال ابن عبد السلام: أجمعوا على أن غصب الحبة وسرقتها كبيرة …… وأخذ أموال الناس بغير حق كبيرةٌ، فإن كان المأخوذ ماله فقيرًا أو أصلا للاٰخذ، أو أخذ بالكره والقهر منه، فهو فاحشة. وكذا إذا كان على سبيل القمار، فإن كان المأخوذ شيئًا تافهًا، والمأخوذ منه غنيًا لا يتبين عليه من ضرر، فذٰلک صغيرة، انتهى. (الزواجر عن اقتراف الكبائر للهيتمي ٢٣٨/٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بجلی اور پانی کی چوری کرنا؟

سوال (۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا حکومتِ وقت کی بجلی اور پانی وغیرہ کی چوری جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوری؛ چوری ہے، چاہے کسی کی بھی ہو، شریعت میں بالکل جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [المائدة: ٣٨]

السرقة كبيرة وأخذ المال في قطع الطريق فاحشة. (الزواجر عن اقتراف الكبائر / الكبيرة التاسعة والستون بعد الثلاث مائة السرقة ٧٩٣/٤)

والمراد بها أي بالكبائر نحو القتل والزني واللواطة والسرقة. (شرح الفقه الأكبر ٦٨ المكتبة الرحيمية ديوبند) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۱/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

بل زیادہ آنے کی وجہ سے بجلی چرانا؟

سوال (۵۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مجبوری میں بجلی چرانا کیسا ہے؟ مثلاً گھر میں نہ ٹی وی ہے نہ ٹیپ، صرف دو تین ٹیوب لائٹ ہے، اور مہینہ میں بارہ پندرہ سو روپئے بل آرہا ہے، تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بجلی چرانا منع ہے، میٹر اگر تیز چل رہا ہو، تو محکمۂ بجلی سے

شکایت کر کے جلد از جلد درست کرالے۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۷/۷ ۱۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۲/۲۵ ۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بل زیادہ آنے کی وجہ سے فیکٹری والوں کا میٹر میں تصرف کر کے بل کم کرنا؟

سوال (۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صوبہ گجرات خصوصاً ضلع جام نگر میں اکثر لوگوں کے پرانے بجلی میٹر نکال کر اُس کی جگہ نئے میٹر قائم کردئے گئے ہیں، جس کا حال یہ ہے کہ پرانے میٹروں سے حد درجہ زیادہ چل رہے ہیں اور یونٹ پر بھاؤ بھی بڑھادیا ہے، اِس تبدیلی کی وجہ سے سمجھ دار اور تجربہ کار لوگوں کی زبان پر یہ ہے کہ بڑے بڑے کارخانہ والے اور فیکٹری والے بجلی بل کاٹنے والے افسران کو بڑی مقدار میں رشوت کھلا کر اپنا بل کم لکھواتے ہیں، اور قوم کا ایک معتدبہ حصہ بغیر میٹر کے براہِ راست کھمبے سے بجلی حاصل کرتا ہے، اور معتمد افراد کے ذریعہ سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ خود افسران اِن بڑی فیکٹری اور کارخانہ والوں کو چوری کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور اِس طرح سے رشوت کھاتے ہیں، جس کے واقعات سے اخبارات شاہد ہیں، ایسی حالت میں سرکار کے پاس اپنی بجلی کی مکمل رقم نہ پہنچنے پر سرکار اس طرح کے اقدامات کرتی ہے۔ اب ظاہر بات ہے کہ شریعت وسنت کا پابند آدمی جس کی کمائی معمولی ہو، اِس قدر بجلی کا بل کس طرح ادا کرسکتا ہے؟ نیز یہ بات بھی یقینی ہے کہ جن کے میٹر ابھی تک پرانے ہیں اُن کا بل بالکل موافق آرہا ہے، اور اِس مشکل کے حل کرنے پر کوئی سنوائی بھی نہیں ہوتی، اب صرف دو ہی راستے نظر آتے ہیں، یا تو اپنی پوری کمائی بجلی بل میں خرچ کردی جائے یا بجلی کنکشن کو ختم کردیا جائے۔ نیز ہر ایک کی زبان پر یہ بات بھی ہے کہ یہ سرکار ظالم ہے، نت نئے انداز سے پبلک پر ظلم کرتی ہے، کبھی تو گیس کے بول پر بھاؤ بڑھا کر ایک مہینہ کی مدت پر صرف ایک بوتل دیتی ہے، اور کبھی مٹی کا تیل دینے سے طرح طرح کے قوانین نافذ کر کے محروم کرنا چاہتی ہے،

ابھی حال ہی میں سرکار نے ویٹ کا پرتشدد قانون نافذ کردیا ہے۔

الغرض نت نئے انداز سے سرکار ظالمانہ رول ادا کرتی ہے، ایسے سنگین حالات میں جواب طلب امر یہ ہے کہ انصاف کے مطابق بجلی کا بل آوے، اس لئے میٹروں میں پس وپیش کرنے کی گنجائش ہے یانہیں؟ یا بجلی بل کم کرنے کی اور دیگر حربے بروئے کار لاسکتے ہیں یانہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرماکر ہماری قلبی پریشانی دور کرتے ہوئے عنداللہ اجرِ عظیم کے مستحق بنیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں بجلی کی مالک حکومت ہے، جب تک حکومت کی جانب سے قانونی اورتحریری طور پر چھوٹ نہ مل جائے، اُس وقت تک اپنی طرف سے میٹر میں پس وپیش کرنے کی اِجازت نہ ہوگی، بل زیادہ آرہا ہوتو سرکاری ضابطہ کے مطابق یا عدالت کے ذریعہ محکمۂ بجلی کے خلاف شکایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: جدید فقہی مسائل ۱/۴۰۸)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تیز چلنے کی وجہ سے بجلی میٹر کھلوا کر درست کرانا؟

سوال (۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے اپنی مشین چلانے کے لئے ۲؍ ہاوس پاور بجلی سینگل فیس منظور کرائی تھی، اور جب مجھ کو

بجلی والوں نے یہ بتایا تھا کہ اس کا بل ۵۵۰/ فیصد روپے مہینے کا کم سے کم آئے گا؛ لیکن جو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنا کام شروع کیا، تو اس کا بل ۱۴۵۰/ فیصد روپئے مہینے کا آیا، اب میں نے بجلی والوں سے مشورہ کیا، تو انہوں نے بتایا کہ یہ میٹر کمپیوٹر والا تیز چل رہا ہے، آپ اس کو کھول کر صحیح کرالیں، اور اکثر لوگوں کی شکایتیں یہی ہیں کہ یہ کمپیوٹر والے میٹر بہت تیز چل رہے ہیں، اب آپ حضرات سے معلوم یہ کرنا ہے کہ میرے لئے میٹر کو کھول کر صحیح کرا کر اُس کی بجلی کا استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قانونی طور پر بجلی محکمہ کے ذریعہ میٹر کھلوا کر درست کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ قانون کے خلاف بجلی استعمال نہ کی جائے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: المسلم أخو المسلم، لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره، التقوىٰ هٰهنا، يشير إلى صدره ثلاث مرات، بحسب امرئ من الشرّ أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام، دمه وماله وعرضه. (رواه مسلم بسنده عن القعنبي ٣١٧/٢، كذا في السنن الكبرىٰ للبيهقي ١٥٣/٦ رقم: ١١٤٩٦ دار الكتب العلمية بيروت، ١٧١/٦ دار الحديث القاهرة، سنن الترمذي ١٤/٢)

عن أبي حميد الساعدي رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه، وذٰلك لما حرم اللّٰه مال

المسلم على المسلم. وفي رواية: لا يحل للرجل أن يأخذ عصا أخيه بغير طيب نفسه. (المسند للإمام أحمد ٥/٧٢، شعب الإيمان للبيهقي ٤/٣٨٧ رقم: ٥٤٩٢، مجمع الزوائد ٤/١٧١-١٧٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چوری کی بجلی لے کر ہیٹر چلانا؟

سوال (۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض لوگ اپنے گھروں میں ہیٹر لگا لیتے ہیں، جب کہ حکومت کی طرف سے اُس کے لگانے کی اِجازت نہیں ہوتی، تو کیا اس پر کھانا وغیرہ پکا کر کھانا جائز ہے؟ اور کیا اس کھانے کا کھانا حلال ہے؟ احسن الفتاویٰ میں اس کو حلال لکھا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر گھروں میں ہیٹر میٹر کے بغیر براہِ راست تار ڈال کر چلایا جائے، تو یہ بجلی کی چوری ہے اور حرام ہے۔ اور اگر میٹر کی لائن سے ہیٹر چلایا جائے، تو شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے؛ کیوں کہ جتنی بجلی میٹر میں خرچ ہوگی اُس کا حساب میٹر میں آجائے گا۔ اور ہیٹر پر پکایا ہوا کھانا بہرصورت حلال ہے، بجلی کی چوری سے کھانا حرام نہیں ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/۱۴۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۲/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بجلی ملازم کے نام پر بغیر میٹر کے بجلی کا استعمال کرکے کھانا بنانا؟

سوال (۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے رشتے کے ایک چچا بجلی محکمہ میں نوکری کرتے ہیں، جو کافی عرصوں سے یہیں ہمارے

گھر پر رہتے تھے، بجلی محکمہ میں کام کرنے والوں کی تنخواہ سے ہر مہینہ سو یا ڈیڑھ سو روپئے بجلی کے بل کے نام سے کاٹ لیا جاتا ہے، اور ان کے گھر بجلی مفت ہوتی ہے؛ لیکن اب یہ چچا یہاں گھر پر نہیں رہتے ہیں، اگر کبھی بجلی والے آتے ہیں تو چچا (جو بجلی محکمہ میں کام کرتے ہیں) کا نام سن کر چلے جاتے ہیں، بجلی کے بل کا مطالبہ نہیں کرتے ہیں، گھر پر بجلی کا میٹر بھی نہیں لگا ہے، اور نہ ہی بل دیا جاتا ہے، کبھی کبھی یہی چچا آکر روپیہ مانگ کر لے لیتے ہیں، وہ روپئے بجلی محکمہ میں جمع کرنے کے بجائے خود اپنے خرچ میں لاتے ہیں، اور بجلی کے ہیٹر پر کھانا بنتا ہے، اور پورے گھر میں بجلی استعمال ہوتی ہے، کیا ہیٹر پر بنا ہوا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ واضح کریں، اور بجلی کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب تک آپ کے چچا آپ کے گھر کو اپنا گھر قرار دے کر وہاں مقیم رہے، تو بجلی محکمہ کے قاعدہ کے موافق چچا صاحب کی تنخواہ میں سے کاٹے جانے والے مقررہ عوض کے بدلہ میں آپ سب گھر والوں کے لئے اس بجلی کا استعمال بلاشبہ جائز رہا؛ لیکن جب سے چچا صاحب آپ کا گھر چھوڑ کر کسی اور جگہ رہنے لگے ہیں، تو بجلی کے استعمال کا قانونی جواز ختم ہوگیا؛ لہٰذا اب اُس گھر والوں کے لئے بغیر میٹر لگائے بجلی کا استعمال جائز نہیں رہا، اِس طرح کی بجلی کے ہیٹر پر کھانا پکانا ناجائز ہے؛ البتہ پکا ہوا کھانا حرام نہیں کہا جائے گا، اور حرام بجلی کا اثر کھانے تک منتقل نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۳۰۵، آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۷/۱۸۷، بحوالہ مردوں کے تین سو فقہی مسائل ۱۹۰)

عن أبي حميد الساعدي رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه، وذٰلک لما حرم اللّٰه مال المسلم على المسلم. وفي رواية: لا يحل للرجل أن يأخذ عصا أخيه بغير طيب نفسه. (المسند للإمام أحمد ٥/٧٢، شعب الإيمان للبيهقي ٤/٣٨٨ رقم: ٥٤٩٣، مجمع الزوائد ٤/١٧١-١٧٢ دار الكتب العلمية بيروت)

إذ لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال ١٠٦/٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الغصب / الباب السابع، فصل في التعزير ١٦٧/٢، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، وهٰكذا في قواعد الفقه ١١٠) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۷/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چوری کی بجلی سے کھانا پکانا اور کپڑے پر پریس کرنا؟

سوال (۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہر کے بڑے ہی پرہیزگار گھروں میں بجلی چوری کر کے کاروبار کیا جاتا ہے، تو کیا اُن لوگوں کے گھروں میں کسی پرہیزگار آدمی کا کھانا وغیرہ کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بجلی کی چوری اگرچہ حرام ہے؛ مگر اُس سے جو کھانا پکایا جائے اُس کا کھانا حرام نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ حرام بجلی کھانے کے اجزاء میں شامل نہیں ہے؛ بلکہ صرف پکانے میں معین ہے، یہی حکم بجلی سے پریس کئے گئے کپڑوں کا بھی ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱۴۰/۴)

قال أبو هريرة رضي اللّٰه عنه إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: …… لا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن الخ. (صحيح مسلم / باب نقصان الإيمان بالمعاصي ٥٥/١ رقم: ٥٧ بيت الأفكار الدولية، صحيح البخاري ٣٣٦/١ رقم: ٢٤٧٥، مشكاة المصابيح ١٧) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میٹر بند کر کے حاصل شدہ بجلی سے پانی لینا اور وضو وغسل کرنا؟

سوال (۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: مسجد میں جو بجلی کا میٹر ہوتا ہے، اُس کو بند کرنا یا میٹر کی ریڈنگ (نمبر) کو پیچھے کروانا؛ تاکہ بجلی کا بل کم سے کم آئے، ایسی چوری کی گئی بجلی سے موٹر چلا کر مسجد میں پانی کا انتظام کرنا یا ہیٹر کے ذریعہ پانی گرم کرنا، پھر اس پانی سے غسل کرنا اور وضو کر کے نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں، اور نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ فعل مذکور سے جب منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ حکومت بھی تو ہمارے ساتھ زیادتی کرتی رہتی ہے، تو کیا اُن کی یہ دلیل درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میٹر بند کر کے بجلی مفت استعمال کرنا یا میٹر کی ریڈنگ پیچھے کرنا اور اُس چوری کی بجلی سے موٹر چلا کر پانی مہیا کرنا یہ سب ناجائز ہے۔

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (البحر الرائق، كتاب السير / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب السير / فصل في التعزير ١٦٧/٢ زكريا)

البتہ اس بجلی سے حاصل شدہ پانی سے وضو یا غسل کر کے جو نماز پڑھی جائے گی وہ ادا ہوجائے گی، اس کا اعادہ ضروری نہیں ہے، اور یہ ذمہ دارانِ مسجد پر ضروری ہوگا کہ وہ زائد خرچ شدہ بجلی کی رقم محکمہ بجلی کو ادا کریں، ورنہ وہ خدا کے یہاں جواب دہ ہوں گے، یہ عذر شرعاً معتبر نہیں کہ چوں کہ حکومت زیادتی کرتی ہے؛ اس لئے ہم بھی زیادتی کریں؛ اس لئے کہ اولاً یہ طے کرنا ہوگا کہ حکومت نے مسجد اور اہل مسجد کے ساتھ کیا اور کتنی زیادتی کی ہے؟ پھر یہ دیکھا جائے گا کہ مسجد نے بجلی چوری کر کے جو زیادتی کی ہے، وہ حکومت کی زیادتی سے کم ہے یا زیادہ، یا برابر ہے؟ اس کے بغیر زیادتی لینے کا دعویٰ غیر معتبر ہے۔

نهر مغصوب، فجاء إنسان فأراد التوضي أو الشرب منه، إن لم يحول الغاصب النهر عن موضعه جاز؛ لأن الناس شركاء في الماء، وإن حول النهر عن موضعه يكره؛ لأنه انتفاع بعين ملك الغير، فكان مكروهًا كالصلاة في الأرض المغصوبة.

(الفتاویٰ الولوالجية، كتاب الغصب / الفصل الثاني ٤٠٥/٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٤١٩/٣/١٥ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

چوری کی بجلی سے کپڑے دھونا اور اُن میں نماز پڑھنا؟

سوال (۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لائٹ بجلی کی چوری کرنا کیسا ہے؟ بالفرض اگر جائز نہیں ہے تو اسی مسروقہ بجلی سے کپڑوں کو پریس کی جاتی ہے، اور مشینوں میں کپڑے دھوئے جاتے ہیں، اور مسروقہ بجلی سے ہی پانی کی ٹنکی بھی بھری جاتی ہے، پھر اسی سے غسل اور وضو وغیرہ ہوتا ہے، اور پھر اسی سے نماز پڑھتے ہیں، اور امامت بھی کرتے ہیں، تو ان ساری باتوں کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بجلی کی چوری گناہ ہے، اور اِس عمل کا مرتکب اگر بجلی محکمہ کی تلافی نہ کرے، تو اُس سے آخرت میں مؤاخذہ ہوسکتا ہے؛ لیکن چوری کی بجلی سے کپڑوں کو دھونے اور پریس کرنے سے وہ کپڑے ناپاک نہیں ہوتے، نیز بجلی کے ذریعہ بھرے ہوئے پانی پر ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، اور اس سے وضو اور غسل شرعاً درست ہوجاتا ہے؛ لہٰذا اِس طرح کے کپڑوں کو پہن کر نماز شرعاً ادا ہوجاتی ہے؛ تاہم اِس عمل کے سبھی ذمہ داروں پر لازم ہے کہ وہ چوری کا سلسلہ فوراً بند کردیں، اور ناجائز طریقہ پر بجلی سے جو فائدہ اٹھایا ہے، حساب لگاکر اُس کا پیسہ محکمہ بجلی میں جمع کریں، یا قانونی طور پر اُسے معاف کرائیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۱۴۷)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

نهر مغصوب، فجاء إنسان فأراد التوضي أو الشرب منه، إن لم يحول الغاصب النهر عن موضعه جاز؛ لأن الناس شركاء في الماء، وإن حول النهر

عن موضعه يكره؛ لأنه انتفاع بعين ملك الغير، فكان مكروهًا كالصلاة في الأرض المغصوبة. (الفتاویٰ الولوالجية، كتاب الغصب / الفصل الثاني ٤٠٥/٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۴/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چوری کے کیبل اور سرکاری تار خرید کر آمدنی حاصل کرنا؟

سوال (٦٢):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی کے پاس چند لوگ کیبل، سرکاری وائر چوری کر کے لاتے ہیں، وہ آدمی اُن لوگوں کو اس کی قیمت دے کر اپنا کاروبار اسی کیبل کے ذریعہ چلا کر اپنا گھر چلاتا ہے، پھر چند دنوں کے بعد وہ ایک پرچون کی دکان خرید کر اپنے گھر کا خرچ وغیرہ برداشت کرتا ہے، اور وہ یعنی کیبل والا کاروبار چھوڑ دیتا ہے، تو اس کرانہ دکان کی آمدنی حرام ہوگی یا حلال ہوگی؟ اور اس کیبل کے کاروبار کے ذریعہ اس نے جو اپنے گھر کا خرچ برداشت کیا، اُس کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: چوری کے کیبل اور سرکاری تاروں کا خریدنا قطعاً جائز نہ تھا، ان چوری کے تاروں کو بیچ کر جو آمدنی ہوئی وہ واجب التصدق ہے، اور اسی آمدنی سے اگر پرچون کی دکان کی ہے، تو دکان کی آمدنی بھی حلال نہ ہوگی۔

وأما الخبث لعدم الملك عند أبي حنيفة ومحمد يشمل النوعين لتعلق العقد فيما يتعين حقيقة، وفيما لا يتعين شبهة، من حيث أنه يتعلق به سلامة المبيع، أو تقدير الثمن. (الهداية ٣/ ٠ ٥ إدارة المعارف ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۵/۷/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری پائپ سے بلا اجازت پانی لینا؟

سوال (۶۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سرکاری پائپ میں بنا اجازت سرکار کے پائپ جوڑ کر پانی حاصل کرنا کیسا ہے؟ مزید برآں کہ اسی پائپ میں پائپ جوڑ کر پانی کی سبیل میں پانی لینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وہ پانی جو سرکار کی ملکیت میں ہے، اجازت کے بغیر پائپ جوڑنا اور اس سے پانی حاصل کرنا جائز نہیں ہے، خواہ اپنے لئے ہو یا سبیل کے لئے ہو، دونوں صورتوں میں سرکاری اجازت کی ضرورت ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/۱۴۰)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملک غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل ذٰلک كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١ رقم: ٩٦) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۱/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

سرکاری پائپ لائن میں موٹر فٹ کرانا؟

سوال (۶۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بہت سے گھروں میں اور بعض مسجدوں دیکھا گیا ہے کہ سرکاری پانی کی پائپ لائنوں میں موٹر فٹ کراتے ہیں، یہ چیز مشہور بھی ہے، نگر پالیکا کے ذمہ داروں کو بھی اس کا علم ہے، تو کیا یہ عمل صحیح

ہے؟ اگر صحیح نہیں ہے تو اس پانی کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نگر پالیکا کی صراحۃً اجازت کے بغیر سرکاری پائپ لائن سے مسجد کے لئے پانی حاصل کرنا قطعاً جائز نہیں، محض نگر پالیکا کے ذمہ داروں کو معلوم ہونے سے یہ عمل جائز نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ اس پانی کی مالک حکومت ہوتی ہے، افسران اور ذمہ داران کو قانون وضابطہ سے ہٹ کر بلامعاوضہ یہ پانی کسی کو دینے کا اختیار نہیں ہوتا ہے۔

إذ لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي. (شامي، کتاب الحدود / باب التعزیر، مطلب: في التعزیر بأخذ المال ۱۰۶/۶ زکریا، الفتاویٰ الهندیة، کتاب الغصب / الباب السابع، فصل في التعزیر ۱۶۷/۲، البحر الرائق، کتاب الحدود / فصل في التعزیر ۶۸/۵ زکریا، وهٰکذا في قواعد الفقه ۱۱۰)

لا یجوز لأحد أن یتصرف في ملک غیره بلا إذنه أو وکالة منه أو ولایة علیه، وإن فعل ذٰلک کان ضامنًا. (شرح المجلة لسلیم رستم باز ۶۱ رقم: ۹۶، قواعد الفقه ۱۱۰ رقم القاعدة: ۲۷۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۸/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بجلی کے بلوں میں تخفیف کے لئے افسران کو رشوت دینا؟

سوال (۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گھروں اور کارخانوں میں لگے بجلی اور پانی کے میٹروں کو سست یا پیچھے کر کے کم یونٹ دکھا کر بجلی اور پانی کی چوری کرنا درست ہے؟ جب کہ اِس کام میں تقریباً ہر خاص وعام ملوث ہے۔ اِسی طرح اگر بجلی کا بل ۳۰؍ ہزار روپئے بقایا ہے تو پندرہ ہزار روپئے دلالوں کے توسط سے محکمہ کے کارکنان پندرہ ہزار روپئے بطور رشوت لے کر پانچ ہزار کا بل بنادیتے ہیں اور رجسٹروں میں ہیرا پھیری

کرتے ہیں، اَب بجلی صارفین بل کے حساب سے پانچ ہزار روپئے محکمہ کے خزانے میں جمع کرتا ہے، اِس طرح دلالوں اور کارکنان کو فائدہ ہوتا ہے اور صارف کو بھی دس ہزار روپئے کا فائدہ ہوتا ہے، یہ روایت پورے علاقہ میں پھیلی ہوئی ہے اور صارف سے لے کر نیچے سے اوپر تک کے اَفسران کو مالی فائدہ ہوتا ہے، بجلی کارپوریشن کو خسارہ ہوتا ہے، اِس طرح بجلی اور پانی کے بلوں کی رقم میں کمی کرانا، اُس کے لئے دلالی کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بجلی اور پانی کے صحیح میٹروں کو سست یا پیچھے کر کے کم دکھا کر بجلی اور پانی کی چوری جائز نہیں اور اِس کے لئے دلالوں کے توسط سے رشوت دینا اور اُس کی دلالی کرنا سب ناجائز ہے؛ البتہ محکمہ بجلی کا کوئی ایسا افسر جس کو قانونی طور پر بجلی کے بلوں میں تخفیف کا اختیار حاصل ہو وہ ضوابط کے مطابق کسی کے ساتھ رعایت کرے، تو اِس میں کوئی حرج نہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة، جزء آیت: ٢]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: …… لا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن. (صحيح البخاري، كتاب الأشربة / باب قول اللّٰه تعالىٰ رقم: ٢٤٧٥ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصي رقم: ٥٧ بيت الأفكار الدولية، سنن أبي داؤد، كتاب السنة / باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه رقم: ٤٦٨٩ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ١٧/١)

عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الراشي والمرتشي. (سنن أبي داؤد ٥٠٤/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ١٤٢٦/٢/٣ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

◆

مغصوبہ چیز کی واپسی کے اَحکام

مغصوبہ زمین کو واپس کرنا ضروری ہے

سوال (۶۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی اِمامت بھی کرتا ہو اور پھر زمین غصب کرلے، تو کیا اُس شخص کے لئے زمین واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر واپس کردے تو اُس کے پیچھے نماز عیدین ہوسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زمین پر ناحق قبضہ کیا ہے، تو اُس پر زمین مالک کو لوٹانا ضروری ہے، ورنہ سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے ایک بالشت زمین بھی کسی کی ناجائز دبائی تو سات زمینوں کے بقدر وہ حصہ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔

عن سعيد بن زيد رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين.

(صحيح البخاري، باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٤/٢ رقم: ٣١٩٨، صحيح مسلم رقم: ١٦١٠، مشكاة المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح ٦١/٥ رقم: ٢٩٣٨ دار النوادر)

ہاں اگر وہ اصل مالک کو زمین لوٹا دے تو اس کا گناہ معاف ہوجائے گا اور اس کی امامت بلا کراہت درست ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۵/۱۱/۱۴۱۳ھ

چوری کا پھل کھالیا؛ بعد میں احساس ہوا؟

سوال (٦٧):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص کسی باغ میں اس باغ سے ایک پھل توڑ کر کھالیا، اور وہ شخص اپنے گھر واپس چلا آیا، پھر اُس کے دل میں خیال آیا کہ اس سے کیسے چھٹکارہ ملے؛ لیکن اب اُس باغ کا راستہ بھی یاد نہیں اور مالک کا بھی پتہ نہیں، اب اس سے چھٹکارہ پانے کی کیا صورت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا اجازتِ مالک باغ میں سے پھل توڑ کر کھالیا تو اس شخص نے بہت گناہ کا کام کیا ہے، اس پر پھل کی قیمت مالک کو ادا کرنا ضروری ہے، اگر وہ نہ ملے اور بالکل مایوسی ہوجائے، تو اتنی قیمت مالک کی جانب سے صدقہ کردے اور توبہ واستغفار کرتا رہے، نیز مالک کو تلاش کرے۔ (بہشتی زیور تاج ۲۴۲/۳، عالمگیری ۱۷۱/۳)

صرح الفقهاء بأن من اكتسب مالاً بغير حق، فإما أن يكون كسبه بعقد فاسد، كالبيوع الفاسدة والاستئجار على المعاصي والطاعات، أو بغير عقد، كالسرقة والغصب والخيانة والغلول، ففي جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه، ولكن إن أخذه من غير عقد ولم يملكه يجب عليه أن يرده على مالكه إن وجد المالك، وإلاَّ ففي جميع الصور يجب عليه أن يتصدق بمثل تلك الأموال على الفقراء. (بذل المجهود، كتاب الطهارة / باب فرض الوضوء ٣٥٩/١ تحت رقم: ٥٩ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفرفور أعظم جراه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۶/۱/۱۴۱۲ھ

چوری کا مال بغیر بتائے مالک کو واپس کرنا؟

سوال (٦٨):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کسی آدمی نے کسی کے روپئے یا اپنے ساتھی وغیرہ کے روپئے چوری کرلئے، ساتھی کو کچھ معلوم نہیں پھر ساتھی نے سوچا یہ تو چوری ہے، تو پھر اُنہوں نے کسی بہانے دے دیا، تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مالِ حرام کو حتی الامکان اصل مالک تک پہنچانا ضروری ہے؛ اس لئے چوری کرنے والا شخص چوری کا مال اگر مالک کو لوٹادے، تو انشاء اللہ اُس کا ذمہ بری ہوجائے گا، یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ چوری شدہ مال ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۱/۲۰۷)

والأصل أن المستحق بجهة إذا وصل إلى المستحق بجهة أخرىٰ، اعتبر واصلا بجهة مستحقة إن وصل إليه من المستحق عليه وإلا فلا. (الدر المختار، كتاب البيوع / باب البيع الفاسد، مطلب: رد المشتري فاسدًا إلى بائعه ۵/۹۲ دار الفكر بيروت، ۷/۲۹۲ زكريا)

ولو أطعم الغاصب المغصوب مالكه برئ، وإن لم يعلمه لوصول عين ماله إليه. (سكب الأنهر / آخر كتاب الغصب ۴/۱۰۰، مجمع الأنهر ۴/۱۰۰ دار الكتب العلمية بيروت)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ۶/۳۸۵ كراچی، ۹/۵۵۳ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فسادات میں ہندوؤں سے لوٹے ہوئے مال کا حکم؟

سوال (۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زمانۂ فساد میں غیر مسلم موقع پاکر مسلم علاقوں میں مال لوٹ کرلاتے ہیں، نیز مسلمانوں کی دوکان مکان کو نذر آتش بھی کیا جاتا ہے، جس کے ردعمل میں مسلمانوں کو بھی یہ فعل انجام دینا پڑتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا مال مالِ غنیمت کی مد میں شمار کرکے مسلمانوں کو دیگر اخراجات میں استعمال کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ نیز بعض علاقوں میں مسلمانوں نے شرعی پنچایت کے تحت بیت

المال بنا کر اس میں دیگر مد کے روپئے مثلاً زکوٰۃ اور چرمِ قربانی جمع کرتے ہیں، اور وقت پڑنے پر فقراء مسلمین یا دیگر مسلمانوں کی ضرورت میں خرچ کیا جاتا ہے، تو کیا اِس طرح فساد سے حاصل کیا ہوا مال بیت المال میں جمع کر کے مسلمانوں کے دیگر اِخراجات میں مثلاً فساد کے وقت صرف کیا جاسکتا ہے؟ نیز اُن کی لڑکیوں کو باندی بنا کر مستعمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام طور پر فسادات میں لوٹ مار کرنے والے لوگ مشخص اور متعین نہیں ہوتے، اس لئے اُن کی حرکت کے ردِ عمل میں عام ہندوؤں کے اَموال بلاتفریق لوٹنا شرعاً جائز نہیں ہے، اس لئے اِس طرح حاصل کئے گئے مال کو مالِ غنیمت نہیں کہا جاسکتا؛ بلکہ اُنہیں مالکوں کو لوٹانا ضروری ہے، اِس طرح کے مال کو بیت المال وغیرہ میں جمع کر کے خرچ کرنا بھی درست نہیں ہے، اور جب مال لوٹنے کی اجازت نہیں ہے، تو باندی بنانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، خاص کر اس لئے بھی کہ بین الاقوامی ضوابط کے مطابق غلام باندیوں کا رواج بالکلیہ ختم ہو چکا ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۹]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَجَزَآءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ [الشوریٰ، جزء آیت: ۴۰]

وينبغي أن ينبه هنا إلى شيء مهم، وهو أن أكثر أقوام العالم قد أحدثت اليوم معاهدة فيما بينهما، وقررت أنها لا تسترق أسيرًا من أسارى الحروب، وأكثر البلاد الإسلامية اليوم من شركاء هٰذه المعاهدة، ولا سيما أعضاء الأمم المتحدة، فلا يجوز لمملكة إسلامية اليوم أن تسترق أسيرًا ما دامت هٰذه المعاهدة باقية. (تكملة فتح الملهم، كتاب العتق / الرق في الإسلام ۱/ ۲۷۲ مكتبة دار العلوم كراچی) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۵/۳/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

یتیموں اور بیوہ کا ناحق مال چھیننے والوں کے ساتھ برتاؤ؟

سوال (۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر الف کے والدین یتیموں اور بیوہ کا حق اپنی بدنیتی سے مارنا چاہیں اور ان کا جملہ سامان جو اُن کے قبضہ میں ہے، رکھنا چاہیں اور نہ دینا چاہیں تو از روئے شرع اہل بستی اہل محلّہ اور رشتہ داروں کو ان سے تعلقات رکھنے چاہئیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ایسے لوگ چوں کہ ظالم ہیں؛ لہٰذا اُن سے تعلقات نہیں رکھنے چاہئیں، اور اُن کا بائیکاٹ کرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو ظالم کی جان بوجھ کر مدد کرے تو وہ اِسلام سے خارج ہے۔

عن أوس بن شرحبيل رضي الله عنه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من مشى مع ظالم ليقوّيه وهو يعلم أنه ظالم فقد خرج من الإسلام.

(مشكاة المصابيح ٤٣٦/٢، شعب الإيمان للبيهقي ١٢٢/٦ رقم: ٧٦٧٥، مرقاة المفاتيح ٣٢١/٩ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غاصب سے اپنا حق وصول کرنے کے لئے پولیس کیس کرنا؟

سوال (۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص ریاست حسین سے میرا کاروباری لین دین تھا، پہلی مرتبہ لین دین ٹھیک رہا، کچھ روپئے باقی رہ گئے، دوسری مرتبہ مال لینے کے بعد روپئے نہیں دئے اور نہ ہی پچھلے باقی روپئے دئے، فی الحال ۲۰/ ہزار روپئے باقی ہیں، اُس نے بہت سارے وعدوں کے بعد چیک دئے، اور چیک بھی کیش نہیں ہوئے، اس کے بعد بھی وہ روپئے دینے کے وعدے کرتا رہا؛ لیکن روپئے نہیں

دئے، تقاضہ کرنے پر بہت بدتمیزی سے پیش آیا اور کہنے لگا کہ تم سے لئے جاسکتے ہوں تو لے لینا، اب میں نے محلّہ کے کچھ لوگوں کو بیچ میں ڈالا؛ تاکہ یہ مسئلہ حل ہوجائے، اور ہماری رقم ہمیں مل جائے، ہمارے ثبوت کے مطابق بیچ میں پڑنے والے لوگوں نے بھی ہمارے حق میں فیصلہ دیا اور کہا کہ تم کو اُن کے روپئے دینے پڑیں گے، اور بتاؤ کب تک دے سکتے ہو؟ وہ فوراً جھوٹ بول گیا کہ میری طرف ان کا کوئی روپیہ نہیں نکلتا، اور مسجد میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوگیا، اور اس نے مسجد میں جاکر جھوٹی قسم کھالی کہ میرے اوپر ان کا کوئی قرضہ نہیں ہے، جب اُس نے قسم کھالی تو ہم نے صبر کرلیا؛ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ تم کو اُس نے بے وقوف بنادیا، یہ تو کئی لوگوں کے ساتھ ایسا کرچکا ہے، اور اس کا یہ تیسرا واقعہ ہے، یہ تین مرتبہ جھوٹی قسم کھاچکا ہے، اور یہ بہت بڑا مکار ہے، اب آپ بتایئے کہ ہمیں اس سے اپنے روپئے وصول کرنے کے لئے پولیس کیس کرنا چاہئے یا نہیں؟ اگر اس کے ساتھ ایسی سخت کارروائی نہیں کی گئی، تو آئندہ بھی یہ لوگوں کو بے وقوف بناتا رہے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں برتقدیرِ صحتِ سوال آپ اپنا حق وصول کرنے کے لئے جو بھی قانونی طریقہ اختیار کرنا چاہیں کرسکتے ہیں۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث: ...... دعوه، فإن لصاحب الحق مقالاً. (صحيح البخاري، كتاب الاستقراض / باب استقراض الإبل ١/ ٣٢١ رقم: ٢٣٩٠ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم، المساقات / باب جواز افتراق الحيوان الخ ٢/ ٣٠ رقم: ١٦٠١ بيت الأفكار الدولية)

عن عمرو بن الشريد عن أبيه رضي اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لَيُّ الواجد يحل عِرضَه وعقوبتَه، قال ابن المبارك: يحل عرضه: يغلّظه له، وعقوبته يحبس له. (سنن أبي داؤد، كتاب الأقضية / باب في الحبس في الدين وغيره ٢/ ٥١١ رقم: ٣٦٢٨، سنن ابن ماجة رقم: ٢٤٢٧)

إذا ثبت الحق للمدعي أمره بدفع ما عليه، فإن أبى حبسه في الثمن والقرض……؛ لأنه جزاء الظلم وقد صار ظالمًا بمنعه. (البحر الرائق، كتاب القضاء / فصل في الحبس ۶/۲۸۳ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مغصوبہ جائیداد کو خالی کرنے کے لئے پگڑی طلب کرنا

سوال (۷۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی کی جائیداد کو خالی کرنے کے لئے پگڑی طلب کرنا کس زمرے میں آتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ ظلم ہے، جو کسی طرح حلال نہیں ہے۔

إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب: في التعزير بأخذ المال ۶/۱۰۶ زكريا، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الغصب / الباب السابع، فصل في التعزير ۲/۱۶۷، البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ۵/۶۸ زكريا، وهٰكذا في قواعد الفقه ۱۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

درخت اور زمین سے جبریہ قبضہ چھڑانے کیلئے جھوٹ بولنا؟

سوال (۷۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی آراضی ودرخت واحد ملکیت ہے، اس کے کچھ جز پر ایک شخص نے جبراً قبضہ کرلیا، قانونی پیمائش کے باوجود بھی اس شخص نے قبضہ نہیں چھوڑا، اب مجبوراً قانونی کارروائی کرکے اس پر مقدمہ دائر کردیا گیا ہے، اب اگر اس مقدمہ میں کچھ جھوٹ کی آمیزش نہیں کی جائے گی، تو اتنی

جائیداد آراضی و درخت زید کے ہاتھ سے نکل جائیں گے؛ لہٰذا ازراہِ کرم حدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ ایسی حالت میں جھوٹ کی آمیزش کی جائے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حتی الامکان جھوٹ سے بچنا لازم ہے، اگر ضرورت ہو تو تعریض سے کام چلایا جائے، یعنی ایسا مضمون اختیار کیا جائے جو دراصل خلافِ واقعہ نہ ہو، مگر مخاطب اسے کچھ اور سمجھے؛ تاہم اگر کوئی ایسی اضطراری شکل پیش آجائے کہ تعریض سے بھی کام نہ چل سکتا ہو، تو ایسی مجبوری کی شکل میں جان یا مال کے تحفظ کے لئے جھوٹ بولنے کی بھی گنجائش ہے۔

الكذب مباح لإحياء حقه ودفع الظلم عن نفسه، والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام، وفي الشامي: واعلم أن الكذب قد يباح وقد يجب، والضابط فيه، كما في تبيين المحارم وغيره عن الإحياء أن كل مقصود يمكن التوصل إليه بالصدق والكذب جميعًا، فالكذب فيه حرام، وإن أمكن التوصل إليه بالكذب وحده فمباح إن أبيح تحصيل ذٰلک المقصود وواجب إن وجب تحصيله. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء ۹/۶۱۲ زكريا)

وظاهر مفهومها أنه إن لم يكن عنه مندوحة فالكذب لا يحرم عند حاجة معتبرة شرعًا، وهي التي وقع ذكرها في حديث أسماء من الأمور الثلاثة.

ويؤيده أيضًا قصة الحجاج بن علاط التي أخرجها النسائي والحاكم في استئذانه النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أن يقول عنه ما شاء لمصلحة في استخلاص ماله من أهل مكة، وأذن له النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: فأخبر أهل مكة أن أهل خيبر هزموا المسلمين؛ فإنه لا يحتمل التعريض إلا أن يقال: إن الرواة تصرفوا في حكاية لفظه، أو يقال: إنه كان من مواضع الضرورة المبالغة إلى حد الاضطرار، واللّٰه سبحانه وتعالىٰ أعلم. (تكملة فتح الملهم، كتاب الجهاد والسير / باب جواز

الخداع في الحرب ٣٣/٣ المكتبة الأشرفية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسروں کا مال ہڑپ کرنے والے کی توبہ؟

سوال (۷۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے خوب اَناپ شناپ پیسہ کمایا، رشوت لی، حق مارا، مگر اَب اُس کو یاد نہیں کہ کس کس کے حقوق کی خلاف ورزی کرچکا ہے، لوگوں کی شناخت ممکن نہیں، اللہ سے توبہ کرتا ہے تو کیا توبہ ہوجائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اَصل اہل حقوق کو اُن کے اَموال واپس کرنے یا معاف کرانے کی کوشش کرے، اور اگر کوشش کے باوجود اَصل مستحقین کا پتہ نہ چل سکے تو اندازہ لگاکر جتنی رقم ناجائز ذرائع سے کمائی ہے وہ اصل مالکین کی طرف سے غریبوں کو تقسیم کردے، اور ساتھ میں توبہ واستغفار کرتا رہے۔

والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب أداه عليه، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له، ويتصدق به بنية صاحبه، وإن كان مالاً مختلطًا مجتمعًا من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئا منه بعينه حل له حكمًا، والأحسن ديانة التنزه عنه. (شامي ٧/ ٣٠١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۱/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جنگل کے خودرَو درخت، پیڑ پودے اور جنگلی جانور کس کی ملکیت ہیں؟

سوال (۷۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہمارے شہر سے چند کلومیٹر کے بعد پہاڑوں اور جنگلات کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، قانوناً ان جنگلات کی حفاظت کے لئے فارسٹ کا محکمہ پولیس تعینات رہتا ہے، مگر جو لوگ ان جنگلات میں آباد ہیں، وہ جنگل سے لکڑیاں، تیتر، بٹیر، خرگوش، جنگلی مرغیاں، شہد اور مختلف جڑی بوٹیاں اِسی طرح پتھروں کے مختلف سامان لا لاکر شہروں میں فروخت کرتے رہتے ہیں، پولیس کا محافظ دستہ بھی اس بات کو خوب جانتا ہے، کبھی کبھی اُن کو منع بھی کیا جاتا ہے، مگر اُن لوگوں کا ذریعہ معاش ہی یہی ہے، وہ بہت دن تک یہ کاروبار نہیں چھوڑ سکتے، جو لوگ زیادہ اس طرح کا کام کرتے ہیں، وہ پولیس والوں کو رشوت دے کر بھی ایسی چیزیں شہروں میں لاکر فروخت کرلیتے ہیں۔

اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اُن دیہاتوں میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے اِس طرح جنگلی جانور، لکڑیاں اور پتھر کے سامان لاکر بیچ کر کسبِ معاش کرنا کیسا ہے؟ جب کہ اُن کا کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہیں ہے، اور سینکڑوں سال سے وہ جنگلوں میں ہی آباد ہیں، اور اِسی طرح اہل شہر کے لئے اُن لوگوں کے پاس سے یہ جنگلی چیزیں خریدنا اور استعمال کرنا کیسا ہے؟ اُمید ہے کہ جواب عنایت فرماکر مشکور فرمائیں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جنگلات کے خودرَو پیڑ، پودے، جڑی بوٹیاں، شہد اور ہر طرح کے شکار اور اُن کے انڈے وغیرہ، اِسی طرح جنگلی پتھر اصلاً کسی کی ملک نہیں ہے؛ بلکہ جو ان کو حاصل کر کے قابض ہوجائے، وہی شرعاً اُن کا مالک قرار پاتا ہے۔ بریں بناء مسئولہ صورت میں جنگلات میں آباد لوگ جو جنگلی اشیاء پکڑ کر، یا قبضہ کر کے شہروں میں لاکر فروخت کرتے ہیں، تو ان کا فروخت کرنا، اور شہری لوگوں کا اُن سے یہ چیزیں خریدنا سب جائز ہے، اور شرعی اعتبار سے حکومت کو یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ اپنے جنگلات میں کسی کو داخل نہ ہونے دے؛ لیکن جو لوگ وہاں آباد ہیں، یا جو کسی بھی طرح داخل ہوجائیں، اور وہ جنگلی چیزیں اپنے قبضہ میں لے آئیں، تو اُن سے وہ چیزیں جبراً واپس لینے کا حکومت کو حق نہیں ہے؛ تاہم چوں کہ ملکی قانون اِس کے خلاف ہے؛ اِس

لئے بہر حال محتاط رہنے کی ضرورت ہے، اور رشوت کا لین دین گو کہ ناجائز ہے؛ البتہ کبھی ناگزیر ضرورت ہو تو جان و مال اور عزت بچانے کے لئے رشوت دینے کی گنجائش ہوگی۔

أخرج أبو داؤد عن رجل من المهاجرين من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال: غزوت مع النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثا أسمعه يقول: المسلمون شركاء في ثلاث: في الماء، والكلأ، والنار. (سنن أبي داؤد ٢/٤٩٢)

عن سمرة بن جندب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من غلب على ماء فهو له. وقال وهب بن بقية: فهو أحق به. (المعجم الكبير للطبراني ٧/٢٠٩ رقم: ٦٨٦٨)

عن ابن عباس رضي الله عنه٨ما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلمون شركاء في ثلاثة: في الماء، والكلأ، والنار، وثمنه حرام. (سنن ابن ماجة / باب المسلمون شركاء في ثلاث ١٧٨، رقم: ٢٤٧٢)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي في الحكم. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم ١/٢٤٨)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الراشي والمرتشي في النار. (تلخيص الحبير، كتاب القضاء / باب أدب القضاء ٢ رقم: ٢٠٩٣)

وما لا ينبته الناس فهو كلأ وإن كان شجرًا. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الشرب ١٨/٣٤٠)

الكلأ في أرض مملوكة نبت بنفسه لا بإنبات صاحب الأرض، فلا يملك صاحبه بكونه في أرضه؛ بل للناس فيه شركة، حتى لو أخذه إنسان وقطعه وأحرزه صار ملكًا له. (حاشية الهداية ٤/٤٨٥)

من تقبل بعض المفازة من السلطان، فاصطاد فيه غيره كان الصيد لمن أخذه. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصيد / آخر باب السابع، قبيل: كتاب الرهن ٤٣١/٥)

فأنبت إلى من الكلأ في أرض مملوكة بلا إنبات صاحبها، حكمه كما سبق، أي لا يمنع أحد من الأخذ فيه ولا رعى ما شتيه فيه، إلا أن لرب الأرض المنع من الدخول في أرضه. (الموسوعة الفقهية ١٠٧/٣٥ كويت)

الرابع: ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه، أو ماله حلال للدافع حرام على الأخذ. (شامي، كتاب القضاء / مطلب في الكلاج على الرشوة والهدية ٣٥/٨ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب القضاء ٤٤١/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۲/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

❖